TIGHT BINDING BOOK

TEXT CUT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222731

UNIVERSAL
LIBRARY

# شرح

## (دیوان اردوی غالب)

(مصنفہ)

Digitized by 1969

جناب مولوی سیّد علی حیدر صاحب طباطبائی لکھنوی

(پروفیسر نظام کالج)

(المتخلص)

## نظم وحیدؔ

(بانتظام)

سید ہدایت عباس

مطبع مفید الاسلام واقع کوٹلہ اکبر جاہ حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

Oct 26, 1978

بسم اللہ والحمد للہ

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا — کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

مع مرحوم ایک خط میں خود اس مطلع کے معنی بیان کرتے ہیں کہتے ہیں ایران میں رسم ہے کہ دادخواہ کاغذ کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلودہ کپڑا بانس پر لٹکا لے جانا۔ بس شاعر خیال کرتا ہے کہ نقش کس کی شوخیٔ تحریر کا فریادی ہے کہ جو صورت تصویر ہے اوسکا پیرہن کاغذی ہے یعنی ہستی اگرچہ مثل ہستی تصاویر اعتبار محض ہو موجب رنج و ملال و آزار ہے۔ غرض مع کی یہ ہے کہ ہستی میں مبدء حقیقی سے جدائی و غیریت ہو جاتی ہے اور اوس معشوق کی مفارقت ایسی شاق ہے کہ نقش تصویر تک اوسکا فریادی ہے اور ہر پیکر تصویر کی ہستی کوئی ہستی نہیں مگر فنا فی اللہ ہونے کی اوست بھی آرزو ہے کہ اپنی ہستی سے نالاں ہے۔ کاغذی پیرہن فریادی سے کنایہ فارسی میں بھی ہے اور اردو میں میر ممنون کے کلام میں اور مومن خان کے کلام میں بھی میں نے دیکھا ہے مگر مع کا یہ کہنا کہ ایران میں رسم ہے کہ دادخواہ کاغذ کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے میں نے یہ ذکر نہ کہیں دیکھا نہ سنا اس شعر میں جب تک کوئی ایسا لفظ نہ ہو جس سے فنا فی اللہ ہونیکا شوق اور ہستی اعتباری سے نفرت ظاہر ہو اوسوقت تک اسے بامعنی نہیں کہہ سکتے کوئی جان بوجھ کر تو بے معنی کہتا نہیں یہی ہوتا ہے کہ وزن و قافیہ کی تنگی سے بعض بعض ضروری لفظوں کی گنجائش نہ ہوئی اور شاعر سمجھا کہ مطلب ادا ہو گیا تو جتنے معنی کہ شاعر کے ذہن میں رہ گئی اوسی کو المعنی فی بطن الشاعر کہنا چاہیے اس شعر میں مع کی غرض یہ بھی کہ نقش تصویر فریادی ہے ہستی بے اعتبار و بے توقیر کا اور یہی سبب ہے کاغذی پیرہن ہونے کا ہستی بے اعتبار کی گنجائش نہ ہونیکی اس سبب سے کہ قافیہ مزاحم تھا اور مقصود تھا مطلع کہنا ہستی کے بدلے شوخیٔ تحریر کہہ دیا اور اس سے کوئی

قرینہ ہستی کے حذف پر نہین پیدا ہوا آخر خدا نکے مونہ پر لوگون نے کہدیا کہ شعر بے معنی ہے۔

کاوکاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

کاوکاو کھودنا اور کریدنا مطلب یہ ہے کہ تنہائی و فراق مین سخت جانی کے چلتے اور دم نہ نکلنے کے باتون جیسی جیسی کاوشین اور کاہشین مجھپر گزر جاتی ہین اوسے کچھہ نہ پوچھو رات کا کاٹنا اور صبح کرنا جوئے شیر کے لانے سے کم نہین یعنی جس طرح جوئے شیر لانا زاہد کے لئے دشوار کام تھا اسی طرح صبح کرنا مجھے بہت ہی دشوار ہے۔ اس شعر مین شاعر نے اپنے تئین کوہکن اور اپنی سخت جانی شب ہجر کو کوہ اور سپیدۂ صبح کو جوئے شیر سے تشبیہ دی ہے۔

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

دم کے معنی سانس اور بارۂ دوم یہان دونون معنی تعلق و مناسبت رکھتے ہین کہ سینۂ شمشیر کہا ہے مطلب یہ ہے کہ میرے اشتیاق قتل مین ایسا جذب و کشش ہے کہ تلوار کے سینہ سے اوسکا دم باہر کھینچ آیا۔

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

یعنے میری تقریر کو جس قدر جی چاہے سنو اوسکے مطلب کو پہنچنا محال ہے اگر شوق آگہی نے صیاد بن کر شنیدن کا جال بچھایا بھی تو کیا۔ میری تقریر کا مطلب طائر عنقا ہے جو کبھی اسیر دام نہین ہونے کا غرض یہ ہے کہ میرے اشعار سراسر اسرار ہین۔

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

مضطر اور بے تاب کو آتش زیر پا کہتے ہین اور آتش دیدہ زیر پا دونی تو زنجیر پا گویا موئی آتش دیدہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ بال آگ کو دیکھکر پیچدار ہو جاتا ہے اور حلقۂ زنجیر کی سی ہیئت پیدا کرتا ہے۔

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

مشہور ہے کہ الماس کے کھا لینے سے دل و جگر زخمی ہو جاتے ہین تو جو شخص کہ زخم دل و جگر کا شائق ہے الماس اوسکے لئے ارمغان ہے یہ سارا شعر مبارکبادی کا مضمون ہے کہتا ہے کہ اے ایسے ایسی نعمتین اور ہدیہ چیز عشق نے مجھے دی ہے وہ میرا غمخوار ہے اور یہ بھی استعمال ہے کہ غمخوار سے ناصح مراد ہے اور مبارکباد تشنیع کی راہ سے ہے۔

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار — صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

یعنے ایک قیس کا نام تو صحرا نوردی مین ہو گیا اور سکے سوا کسی اور کی بہتری صحرائے حاسد چشم سے نہ دیکھی گئی گویا کہ صحرا باوجود وسعت چشم حاسد کی سی تنگی رکھتا ہے - گریبان شاید کے معنی رکھتا ہے -

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست — ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

داغ سویدائے دل سے ہمیشہ دود آہ اُٹھ اُٹھ کر پھیلا کرتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ سویدائے دل کی خلقت آشفتگی سے ہے معنوی تعقید اس شعر مین یہہ ہو گئی ہے کہ پریشانی کی جگہ آشفتگی کہہ گئے ہین غرض یہہ تھی کہ سویدائے دل سے دود پریشان اوٹھا کرتا ہے اور اوسکا سرمایہ و حاصل جو کچھہ ہے یہی دود آہ ہے جو ایک پریشان چیز ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہہ نقش سویدا خدا نے محض پریشانی ہی سے بنایا ہے اور یہہ داغ دود آہ سے پیدا ہوا ہے جبھی تو اوس سے ہمیشہ دھوان اوٹھا کرتا ہے -

تھا خواب مین خیال کو تجھسے معاملہ — جب آنکھہ کھل گئی نہ زیان تھا نہ سود تھا

یعنی زمانہ عیش اس طرح گزر گیا جیسے خواب دیکھا تھا نہ اب لطف وصل ہے نہ مدہ ہجر کا مزہ ہے یون سمجھو کہ مصنف نے گویا اس شعر کو یون کہا ہے (زمانہ عیش نہ تھا بلکہ تھا خواب مین خیال کو الخ -

پڑھتا ہون کتب غم دل مین سبق ہنوز — لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

غم وہ کیفیت نفسانی ہے جو مطلوب کے فوت ہو جانے سے پیدا ہو مطلب یہہ ہے کہ مکتب غم مین میرا سبق یہہ ہے کہ رفت گیا اور بود تھا یعنے زمانہ عیش ابھی تھا اور اب جاتا رہا -

ڈانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی — مین ورنہ ہر لباس مین ننگ وجود تھا

یعنی مرجانے ہی سے عیب برہنگی مٹا نہین تو ہر لباس مین مین ننگ ہستی و وجود تھا ننگ وجود ہونے کو برہنگی سے تعبیر کیا ہے فقط لفظ کا تشابہ معنے کے ذہن کو اوہر لے گیا

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد — سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا

کوہکن پر طعن ہے کہ رسم و راہ کی پابندی جو دیوانگی و آزادی کے خلاف ہے اعتقاد اوسکو تھی کہ جب تیشہ سے سر پھوڑا تو کہین مرا اگر نشہ عشق کامل ہوتا تو بغیر سر پھوڑے

مرگیا ہوتا۔ خمار نشہ اوترنے سے جو بے کیفیتی و بے مزگی ہوتی ہے اوسے کہتے ہین رسوم و قیود کو بے مزہ و بے لطف ظاہر کرنے کے لئے اوسے خمار سے تشبیہ دی ہے۔

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا　　دل کہان کہ گم کیجئے ہمنے مدعا پایا

یعنی تمہاری چتون یہہ کہہ رہی ہے کہ تیرا دل کہین پڑا پاینگے تو پہر ہم نہ دینگے۔ یہان دل ہی نہین ہے جسے ہم کہوین اور تمہین پڑا ہوا مل جائے مگر اس لگاوٹ سے ہم سمجہ گئے کہ دل تمہارے ہی پاس ہے۔

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا۔　　درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

یعنی زیست میرے لئے ایک درد تہی کہ عشق اوسکی دوا ہوگیا اور خود وہ درد بے دوا ہے۔

دوست دار دشمن ہے اعتماد دل معلوم　　آہ بے اثر دیکہی نالہ نارسا پایا

یعنی آہ مین اثر نہین نالہ مین رسائی نہین دل پر ہر دم نہین کہ وہ دشمن کا دوست ہے۔

سادگی و پرکاری بے خودی و ہشیاری　　حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا

یعنی حسینون کا تغافل کرنا اور عشاق کے حال سے بے خبر بتانا یہہ فقط عشاق کا دل دیکہنے کے لئے اور جرأت آزمانے کے واسطے ہے اصل مین پرکاری و ہشیاری ہے اور ظاہر مین سادگی و بے خبری ہے۔

غنچہ پھر لگا کہلنے آج ہمنے اپنا دل　　خون کیا ہوا دیکہا گم کیا ہوا پایا

ایک عاشق بے دل غنچہ پر یہہ گمان ظاہر کرتا ہے کہ یہی میرا دل ہے جو مدت سے کہویا ہوا تہا۔

حال دل نہین معلوم لیکن اس قدر یعنی　　ہمنے بارہا ڈہونڈا تمنے بارہا پایا

ڈہونڈا اور پایا کا مفعول بہ دل ہے ۱۲

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا　　آپ سے کوئی پوچہے تم نے کیا مزا پایا

(آپ) کا اشارہ ناصح کی طرف ہے اور اس مین تعظیم نکلتی ہے اور مقصود تشنیع ہے اور مزہ اور شور نمک کے مناسبات مین سے ہین۔ مصنف نے (مزہ) کو قافیہ کیا اور رہائے مختفی کو الف سے بدلا اردو کہنے والے اس طرح کے قافیہ کو جایز سمجہتے ہین وجہ یہہ ہے کہ قافیہ مین حروف ملفوظ کا اعتبار ہے جب یہہ (ہ) ملفوظ نہین بلکہ (ز) کے اشباع سے الف پیدا ہوتا ہے تو پہر کون مانع ہے اوسے حرف روی

قرار دینے سے۔ اسی طرح سے فوراً اور دشمن قافیہ ہوجاتا ہے گو رسم خط اور سکے خلاف ہے۔ لیکن فارسی والے مزہ اور رد وا کا قافیہ نہین کرتے اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ وہ ہائے مختفی کو کبھی حرف روی ہونے کے قابل نہین جانتے +

دل مرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا  آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا

یعنے چپکے چپکے اس طرح جلا کیا کہ کسی کو خبر نہوئی۔ گویا کا لفظ خاموش کی مناسبت سے ہے۔ مانند کا لفظ بول چال مین نہین ہے مگر شعرا نظم کیا کرتے ہین۔

دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین  آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

یعنے رشک کی آگ ایسی تھی کہ معشوق کو دل سے بہلا دیا اور اوس کا غیر سے ملنا دیکھ کر ذوق وصل جاتا رہا۔ گھر سے دل مراد ہے اور آگ سے رشک رقیب۔

مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا  میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا

مصنف کی غرض یہ ہے کہ میری نیستی و فنا یہان تک پہنچی ہے کہ اب مین عدم مین بھی نہین ہون اور اوس سے آگے کل گیا ہون ورنہ جب تک مین عدم مین تھا جب تک میری آہ سے عنقا کا شہپر اکثر جل گیا ہے۔ عنقا ایک طایر معدوم کو کہتے ہین اور جب وہ معدوم ہوا تو وہ بھی عدم مین ہوا اور ایک ہی میدان مین آہ آتشین و بال عنقا کا اجتماع ہوا اسی سبب سے آہ سے شہپر عنقا جل گیا۔ لیکن مصنف کا یہ کہنا کہ مین عدم سے بھی باہر ہون اسکا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مین نہ موجود ہون نہ معدوم ہون اور نقیضین مجھ سے مرتفع ہین شاید ایسی ہی اشعار پر دلی مین لوگ کہا کرتے تھے کہ غالب شعر بے معنی کہا کرتے ہین اور اوسکے جواب مین مصنف نے یہ شعر کہا۔ نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا + گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی۔

پرے کا لفظ اب متروک ہے لکھنؤ مین ناسخ کے زمانہ سے روز مرہ مین عوام الناس کے بھی نہین ہے لیکن دلی مین ابھی تک بولا جاتا ہے اور نظم مین بھی لاتے ہین مین نے اس امر مین نواب مرزا خانصاحب داغ سے تحقیق چاہی تھی اونہون نے جواب دیا کہ مین نے آپ لوگون کی خاطر سے (یعنے لکھنؤ والون کی خاطر سے) اس لفظ کو چھوڑ دیا مگر یہ کہا کہ مومن خان صاحب کے اس شعر مین سے چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ + اے شب ہجر تیرا کالا منہ۔ اگر پرے کی جگہ اودھر کہین تو کیا معلوم ہوتا ہے مین نے یہ کہا کہ پرے ہٹ بندھا ہوا محاورہ ہے اس مین پرے کی جگہ اودھر کہنا محاورہ مین

تصرف کرنا ہے اس سبب سے برا معلوم ہوتا ہے ورنہ پہلے جس محل پر چل پری ہٹ ہوتے تھے اب اوسی محل پر دور بھی ہو محاورہ ہوگیا ہے اس توجیہ کو پسند کیا اور مصرع کو پڑہ کر الفاظ کی نشست کو غور سے دیکھا ع - دور بھی ہو مجھے نہ دکھلائیو اور تحسین کی -

عرض کیجے جوہر اندیشہ کی گرمی کہان کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

یعنے یہہ کہان ممکن ہے کہ اپنی طبیعت کی گرمی ظاہر کرے سکون فقط وحشت نوردی کا ذرا خیال کیا تھا کہ صحرا مین آگ لگ اوٹھی اور یہہ مبالغہ غیر عادی ہے کہ طبیعت مین ایسی گرمی ہو کہ جس چیز کا خیال آئے وہ چیز جل جاے عرض کو لوگ جوہر کے ضلع کا لفظ سمجھتے ہین حال آنکہ جوہر کے مناسبات مین سے عرض تحریک ہے نہ سکون -

دل نہین - تجھکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار اس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

دل کو کارفرما بنایا ہے اور داغون کو چراغان لفظ چراغان کو چراغ کی جمع نہ سمجھنا چاہیے -

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

طرز تپاک سے تپاک ظاہری و نفاق باطنی مراد ہے اور افسردگی باد جلنا اوسکے مناسبات سے ہین -

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریان نکلا

یعنے مجنون کی تصویر بھی کھینچتے ہے تو ننگی ہی کھینچتی ہے اس حال مین بھی عشق دشمن سر و سامان ہے شوق سے مراد عشق ہے - ہر رنگ کے معنی ہر حال مین اور ہر طرح سے اگر یون کہتے کہ شوق ہر طرح رقیب سر و سامان نکلا یا شوق بے طرح رقیب سر و سامان نکلا جب بھی مصرع موزون تھا لیکن تصویر کے مناسبات مین سے رنگ کو سمجھ کر ہر رنگ کہا اور ہر طرح و بے طرح کو ترک کیا لیکن مناسبت کے لئے محاورہ کا لفظ چھوڑ دینا اچھا نہین اور رقیب کے معنی دشمن کے لئے ہین -

زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشان نکلا

یعنے زخم دل نے بھی کچھ تنگی دل کی تدبیر نہ کی اور زخم سے بھی دل تنگی کی شکایت رفع نہوئی کہ وہی تیر جس سے زخم لگا وہ میری تنگی دل سے ایسا سراسیمہ ہوا کہ پھر کھنچا ہوا نکلا - تیر کے پر ہوتے ہین اور اوڑتا ہے اس سبب سے پر افشانی جو کہ صفت مرغ ہے تیر کے لئے بہت مناسب ہے - مرحوم لکھتے ہین یہ ایک بات مین نے اپنی طبیعت سے نئی نکالی ہے جیسا کہ اس شعر مین ؎ ہین ذریعہ راحت جراحت پیکان + وہ زخم تیغ ہے

جسکو کہ دل کشا کہیے۔ یعنے زخم تیر کی تو ہین بسبب ایک رخنہ ہونے کے اور تلوار کے زخم کی تحسین بسبب ایک طاق سا کہل جانے کے۔

بوے گل نالہ دل دود چراغ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یعنی تیری بزم سے نکلنا ہی پریشانی کا باعث ہے۔ پہلے مصرع مین سے فعل اور حرف تردید محذوف ہے یعنی پھولون کی مہک ہو یا شمعون کا دھوان ہو یا عشاق کی فغان ہو۔

دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد کام یارون کا بقدر لب و دندان نکلا

یعنی جس مین جتنی قابلیت تھی اوسنے اوسی قدر مجھسے لذت درد کو حاصل کیا ورنہ یہان کچھہ کمی نہ تھی کام کا لفظ لب و دندان کے صلہ کا ہے۔

اے نوآموز فنا ہمت دشوار پسند سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا

ای ہمت تو باوجودیکہ ابھی نوآموز فنا ہے کس آسانی سے مرحلہ فنا کو طے کر گئی۔ ہمت کو دشوار پسند کہہ کر یہ مطلب ظاہر کرنا منظور ہے کہ میری ہمت خوف و خطر مین مبتلا ہونے کو لذت سمجھتی ہے۔ یہ کام اشارہ ہے فنا کی طرف یعنے ہم جانتے تھے جان دینا بہت مشکل کام ہے مگر افسوس ہے کہ وہ بھی آسان نکلا۔

دل مین پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالب آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

یعنے جس گریہ پر میرا ضبط ایسا غالب تھا کہ مین اوسے قطرہ سے کمتر سمجھتا تھا اب وہ طوفان بنکر مجھپر غالب ہو گیا و دسرا پہلو یہ ہے کہ آنسو کا قطرہ کہ آنکھہ سے نہ نکلا تھا وہ اب طوفان ہو گیا۔

دہکی مین مر گیا جو نہ باب نبرد تھا عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

باب نبرد یعنے لائق نبرد مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرد میدان عشق نہ تھا وہ اوسکی دہکی ہی مین مر گیا۔ مجنون کے کلام مین باب ان معنی پر بہت جگہہ آیا ہے۔

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا اوڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

یعنے رنگ میرا جب نہین اڑا تھا جب بھی زرد تھا ورنہ مرنے کے وقت تو سبھی کا رنگ اوڑکر زرد ہو جاتا ہے اور مردنی چہرہ پر پھر جاتی ہے یعنے اوڑنے سے مرنے کے وقت اوڑنا رنگ کا مقصود ہے۔

تالیف نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا مین مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

یعنے فن عشق مین مجھے مرتبہ تصنیف حاصل ہو چکا تھا اور ابھی میرے عقل و ہوش کا

مجموعہ تک فرد فرد غیر مرتب ہو رہا تھا یعنی تا بحرہ کاری کا زمانہ تھا۔

دل تا جگر کہ ساحل دریائے خون ہے اب　　اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تھا

یعنے میرے دل سے لیکر جگر تک اب تو ایک دریائے خون ہے آگے اسی رہگذر مین وہ وہ بہارین تھین کہ جلوہ گل جسکے آگے گرد ہوا جاتا تھا یعنے کسی زمانہ مین ہم بھی دل شگفتہ و رنگین رکھتے تھے اور اب خاطر افسردہ و غمگین رکھتے ہین۔

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی　　دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

یعنے یہ نہین ہو سکتا کہ کسی طرح اندوہ عشق کم ہو جائے دل بھی جاتا رہا تب بھی وہی طرح درد دل باقی رہا۔ وہی کے معنی اوسی طرح۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ دل کا جانا خود ہی درد دل ہے۔

احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے　　زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

یعنی مین زندان مین بند تھا مگر میرا خیال بیابان مین تھا کچھ قید سے چارہ سازی وحشت نہوئی۔

یہہ لاش بے کفن اسد خستہ جان کی ہے　　حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یعنے عجب آزاد تھا کہ لاش بھی بے کفن ہے۔

---

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا　　تماشائی بیک کف بردن صد دل پسند آیا

مرغوب آیا یعنے مرغوب ہوا مشکل پسند بت کی صفت ہے محض قافیہ کے لئے حاصل اس شعر کا یہہ ہے کہ اوسے ایک ایک ہتھے مین سو سو دل عاشقون کے لے لینا پسند ہے پھر اس سو دل کی ایک تسبیح بھی مہم نے بنائی ہے اور کہتے ہین کہ گویا اوسے تسبیح کا شمار بہت مرغوب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مہم نے بیک کف بردن صد دل مین حساب مقدار مال کی طرف اشارہ کیا ہو اور عقد صد کی یہ شکل ہے کہ پہونچلیا کی سر کو انگوٹھے کی جڑ مین لگا کر انگوٹھا سارا اوسکی پشت پر جما دیتے ہین عرب مین اس حساب کا رواج تھا رسول خدا نے جس حدیث مین فتنہ چنگیز و ہلاکو و تیمور وغیرہ کی زینب بنت جحش سے پیشین گوئی کی ہے اوس مین ذکر ہے کہ حضرت ۳ ایک دن ڈری ہوے اون کے پاس آئے اور فرمایا لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل ہذہ یہ کہکر آپنے کلمہ کی انگلی کو انگوٹھے سے ملا کر حلقہ بنایا وہب اور سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کو روایت کر کے عقد تسعین کی شکل دونون انگلیون سے بنائی یعنے کلمہ کی انگلی کا سر انگوٹھے کی جڑ مین لگا کر انگوٹھے کو اوسکی پشت پر جما دیا فقط

کئی سو برس پیشتر کی کتابون مین مثل بخاری وغیرہ کے یہہ حدیث موجود ہے خوارزم شاہ نے جب دیوار ترکستان کو کہدواڈالا جسی سے چنگیز وہلاکو و تیمور کو راہ ملی اور سلطنت عرب کو تباہ کرڈالا اوس زمانہ مین شاہ خوارزم قطب الدین سلجوقی تھے۔

بفیضِ بے دلی نومیدی جاوید آسان ہے کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

یعنے دنیا کی طرف سے جو بے دلی و بے دماغی ہم کو ہے اسکی بدولت صدمہ نومیدی و یاس کا اوٹھانا ہم کو سہل ہے ہمین دنیا پر خود رغبت نہین ہے کشود کار کی امید ہو تو کیا اور نا امیدی ہو جائے تو کیا۔ یہ پہلے مصرع کے معنی ہوئے اور دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا عقدہ مشکل کشائش کو پسند آگیا یعنے اب کبھی اوسکی کشائش نہوگی اس سبب سے کہ کشائش کو اوس کا عقدہ ہی رہنا پسند ہے اور پسند اس سبب سے ہے کہ ہمین پروا نہین پھر ایسی بے نیازی کشائش کو کیون نہ پسند آئے۔

ہوائے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل کہ اندازِ بخون غلتیدن بسمل پسند آیا

یعنے اُسے تماشائے گل کی خواہش ہونا اسکی بے مہری کا آئینہ ہے اور اوسکی جانجوئی کی دلیل ہے اسوجہ سے کہ گل مین بسمل بخون غلتیدہ کا انداز ہے۔ پہلے مصرعہ مین فعل محذوف ہے۔

دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

یعنے لوگ جو دنیا مین وفا کرتے ہین اوسکے معنی یہی ہین کہ تسلی چاہتے ہین جب وفا کرکے تسلی نہوئی تو لفظ وفا بے معنی و مہمل رہ گیا حاصل یہ کہ وفاداری عشاق بے معنی بات ہے۔

سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا

مشہور ہے کہ زمرد کے سامنے سانپ اندھا ہو جاتا ہے مگر تیرا سبزۂ خط کیسا زمرد ہے کہ افعی زلف پر اوسکا اثر نہ ہوا یعنے خط نکل آنیکے بعد بھی زلف کی دل فریبی مین فرق نہین آیا۔

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

یعنے مرکے غم سے پیچھا چھڑانا چاہا تو اوسنے رسوائی و بدنامی کے اندیشہ سے اسے بھی گوارا نہ کیا معنوی خوبیان اس شعر مین بہت سی ہین کثرت اندوہ علاج مین و ماندگی اس پر بھی دل آزاری و جفاکاری معشوق پھر اس حالت مین بھی اوسی کی مرضی پر رہنا۔

دل گزرگاہِ خیالِ می و ساغر ہی سہی گر نقشِ جادۂ سرمنزل تقوی نہ ہوا

تار اور رشتہ اور خط اور جادہ نقش کے تشبیہات مین سے ہین غرض شاعر کی یہہ ہے

کہ اگر تقوی نہ مانع ہو تو رندی ہی سہی قافیہ تقوی میں ہم نے فارسی والوں کا اتباع کیا ہے کہ وہ لوگ ے کی جر ہر کلمہ میں دی کہتے ہیں اور کبھی الف اور کبھی ہی کے ساتھ نظم کرتے ہیں غنی و تمنا تجلی و تجلا تسلی و تسلا دیوانی و دیوانا کثرت انکے کلام میں موجود ہے۔

ہوں ترے وعدہ نہ کرنے میں بھی راضی کہ کبھی گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا

یعنے اگر تو وعدہ وصل کرتا تو جب بھی میں خوش تھا اسوجہ سے کہ وہ عین مقصود ہے اور تو نے وعدہ نہیں کیا تو اس پر بھی میں خوش ہوں کہ احسان سے بچا اور اس احسان سے جو کبھی نہیں اوٹھایا تھا۔

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجے ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

یعنے آخری خواہش میں نے یہ کی تھی کہ موت ہی آجائے اوس سے بھی محروم رہا۔

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب ناتوانی سے حریف دم عیسے نہ ہوا

اس شعر میں معنی کی نزاکت یہ ہے کہ شاعر حرکت لب عیسی کو صدائے عیسی کی حرکت سے مقدم سمجھتا ہے کہتا ہے کہ میں پہلے حرکت لب ہی کے اوچٹر سے مر گیا اور جریقہ عیسی ہوا یعنے دم عیسی سے معاملہ نہ پڑا اور ناتوانی کے سبب سے صدائے عیسی کے سننے کی نوبت ہی نہ آنے پائی۔

ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضوان کا وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاق نسیاں کا

کسی شے کو طاق پر رکھنا یا بالائے طاق رکھنہ دنیا محاورہ ہے اور اسکا خیال ترک کر دینے کے معنی پر اور طاق نسیان پر رکھنا اور بھی زیادہ مبالغہ ہے اور یہاں گلدستہ کی لفظ نے یہ حسن پیدا کیا ہے کہ گلدستہ کو زینت کے لئے طاق پر رکھا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ باغ کو مقام تحقیر میں گلدستہ سے تعبیر کیا ہے یہ بھی حسن سے خالی نہیں لیکن یہ حسن بیان و بدیع سے تعلق رکھتا ہے معنوی خوبی نہیں ہے۔

بیان کیا کیجے بیدادِ کاوشہائے مژگان کا کہ ہر یک قطرۂ خوں دانہ ہے تسبیح مرجان کا

یعنے سوزن مژگان نے ایسی کاوشیں کیں کہ میرے جسم میں ہر اک قطرۂ خون تسبیح مرجان کا دانہ بن گیا یعنے ہر قطرہ خون میں سوراخ پڑ گیا۔

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالوں کو لیا دانتوں میں جو تنکا ہوا ریشہ نیستاں کا

دستور ہے کہ کمزور رعب و سطوت کے اظہار کرنے کے لئے جو مرعوب ہو جاتا ہے وہ اپنے دانتوں میں گھاس پھونس اوٹھا کر دبا لیتا ہے تاکہ وہ شخص اسے اپنا مطیع و مغلوب سمجھکر قصد قتل سے باز آئے۔ شاعر کہتا ہے کہ قاتل کے رعب و سطوت سے بھی میری نالہ کشی نہ موقوف ہوئی میں نے جو تنکا اظہار رعب کے لئے دانتوں میں دبایا وہ ریشہ نیستان

ہو گیا اور یہہ ظاہر ہے کہ نیستان مین نی پیدا ہوتی ہے اور نی صاحب نالہ ہے
غرض کہ وہ نیستانا نالہ کشی کی جڑ ہو گیا۔

دکھاؤن گا تماشا دی اگر فرصت زمانہ نے  مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغان کا

یعنے ایک ایک داغ سے ایک ایک نالہ پیدا ہو گا جو سرو چراغان سے مشابہ ہو گا تو گویا
داغ دل وہ بیج ہے جس سے سرو چراغان اوگے گا۔

کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے  کرے جو پرتو خورشید عالم شبنستان کا

یعنے جس طرح آفتاب کے سامنے شبنم نہین ٹھہر سکتی اسی طرح تیرے مقابلہ کی تاب آئینہ
نہین لا سکتا آئینہ خانہ کی تشبیہ شبنستان سے تشبیہ مرکب ہے۔

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی  ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

یعنے مین وہ دہقان ہون جسکی سرگرمی خود اوسی کی خرمن کے لئے برق کا کام کرتی ہے اپنے
خرمن کو جلا ڈالتی ہے یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حرارت غریزی جو کہ باعث
حیات ہے خود وہی ہر وقت تحلیل و فنا بھی کر رہی ہے۔ ہیولی بمعنی مادہ اور مہم نے
صورت کی لفظ ہیولی کی مناسبت سے استعمال کی ہے اور تعمیر سے تعمیر جسم خاکی مقصود ہے
خون گرم بمعنی سرگرمی۔ اس شعر مین جو مسئلہ طب مہم نے نظم کیا ہے اوسی کی گئی جگہ باندھا ہے۔

اوگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر  مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے درباں کا

سبزہ سے مراد سبزۂ بیگانہ ہے اس سبب سے کہ جو سبزہ بے موقع اگتا ہے اوسے سبزۂ بیگانہ کہتے
ہین اور گھر مین سبزہ کا اوگنا بے موقع ہے تو مراد مہم کی یہ ہے کہ ویرانی کی یہ نوبت پہنچی ہے
کہ سبزۂ بیگانہ میرے گھر مین اوگا ہے اور دربان کا کام ہے کہ بیگانہ کو گھر کے اندر سے
نکال دے۔ تماشا کر یعنے یہ سیر دیکھو۔

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین  چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

خاموش آدمی کو بے زبان کہتے ہین اور چراغ کی لو کو زبان سے تشبیہ دیتے ہین تو بجھے
ہوئے چراغ کو بے زبان آدمی کے ساتھ مشابہت ہے اور اسی طرح سے خون شدہ
آرزؤن کو گور غریبان سے مشابہت ہے۔

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے  دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندان کا

ہنوز کی لفظ سے یہ معنی نکلتے ہین کہ خیال مجلا کے پر بھی کچھ پرتو اوسکا باقی رہگیا ہے اور اس

پر تو ہین بھی یہ نور ہے کہ دل پر حجرہ زندان یوسف کا عالم ہے اور اس شعر مین لفظ افسردہ سے دل کا حجرہ ہونا ظاہر ہوا اور خیال یار کے بہلانے کا سبب بھی اسی لفظ سے پیدا ہے یعنے جب دل افسردہ ہوا تو پھر خیال یار کیسا اور افسردگی کو تنگی لازم ہے اس سبب سے حجرہ اُسے کہا کہ تنگ کوٹھری کا نام حجرہ ہے۔

بغل مین غیر کی آج آپ سوتی ہین کہین ورنہ — سبب کیا خواب مین آکر تبسم ہای پنہان کا

اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ رقیب کی بغل مین جو چپکے چپکے تو ہنس رہا ہے مجھے وہ ہنسی خواب مین دکھائی دی رہی ہے اور اوسی ہنسی کا انداز دیکھہ کر مین سمجھہ گیا کہ اس انداز کی ہنسی وصل ہی کے وقت ہوتی ہو ورنہ تو میری خواب مین اگر سرے سا تھہ تبسم پنہان کرے میرے ایسے رقیب کہان۔

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا — قیامت ہی رشک آلودہ ہوا تیری مژگان کا

لہو پانی ایک ہونا رونے کے معنی پر ہے یعنے تیری آنکھہ مین آنسو دیکھنے کی تاب کس کو ہے اور اشارہ اس بات کی طرف بھی کیا ہے کہ مژگان معشوق جو ہمیشہ دل و جگر عشاق مین کھٹکا کرتی ہے اوسکا آنسو وہی آنسو ہین جو عشاق کے دل مین پیدا ہوکر آنکھون کی طرف جایا چاہتے تھے یعنے تیرے پلکون پر جو آنسو ہین وہ تیرے دل سے نکلے ہوئے نہین ہین بلکہ یہ آنسو وہی ہین جو عشاق کے دل و جگر مین پیدا ہوئے تھے اور تیری مژہ پر آنسو ہونا اسکی علامت ہے کہ عشاق کا لہو پانی ایک ہوگیا۔

نظر مین ہی ہماری جادۂ راہ فنا غالب — کہ یہ شیرازہ ہی عالم کے اجزای پریشان کا

یعنے جس رشتہ فنا مین تمام اوراق عالم سے ہوئے ہین مین اوسے بھولا ہوا نہین ہون یعنے فنا ہر وقت میری آنکھون کے سامنے ہے۔

ہوگا یک بیابان ماندگی ہر ذوق کم میرا — حباب موجۂ رفتار ہے نقش قدم میرا

ذوق سے ذوق بحر انوردی مراد ہے اور رفتار کو موج اور نقش قدم کو حباب کے ساتھہ تشبیہ دینے سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح موج کا ذوق روانی کبھی کم نہین ہوتا اسی طرح میرا بھی ذوق نہین کم ہوگا یک بیابان ماندگی خواہ صد بیابان ماندگی کہو مراد ایک ہی ہے یعنے ماندگی مفرط یک بیابان کہہ کر ماندگی کی مقدار بیان کی ہے گویا بیابان کی بیابانی اوسکا ذمہ ہے

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے — کہ موج بوئے گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

بُوئے گل دم کھینچنے کے ساتھ ناک مین آتی ہے تو یہہ کہنا کہ بوئے گل سے ناک مین دم آتا ہے بے جا نہین اور ناک مین دم آنا بیزار ہونے کے معنی پر ہے یہان دوسرے معنی مقصود ہین اور پہلے معنی کی طرف ایہام کیا ہے۔

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کیا

اس شعر مین عشق کو برق اور ہستی کو خرمن سے تشبیہ دی ہے کہتے ہین رہن عشق ہی ہون اور جان بھی عزیز ہے میری وہ حالت ہے جیسے کوئی آتش پرست برق کی پرستش بھی کرے اور خرمن کے جل جانے کا افسوس بھی کرے پہلے مصرع مین فعل (ہون) محذوف ہے۔ حاصل کے معنی خرمن۔ ناگزیر الفت ہستی ہون یعنے جان کو عزیز رکھنے پر مین مجبور ہون۔ جس طرح یہ کہتے ہین کہ فلان امر ناگزیر ہے یعنے ضرور ہے اسی طرح فارسی مین یون بھی کہتے ہین کہ فلان شخص از فلان ناگزیر است۔

بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی ہے جو تو دریا ئے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

ساحل کی تشنگی مشہور ہے اور اوسکا کج و دار کج ہونا خمیازہ کی صورت پیدا کرتا ہے اور خمیازہ خمار کی علامت ہے مطلب یہ ہے کہ شراب پلانے مین جس قدر تیرا حوصلہ بڑا ہوا ہے پینے مین اوسقدر میرا ظرف بڑا ہوا ہے۔

محرم نہین ہے تو ہی نواہائے راز کا یان ورنہ جو حجاب ہی پردہ ہے ساز کا

یعنی جس چیز کو تو عالم حقیقت کا حجاب سمجھتا ہے وہ رباب کا ایک پردہ ہے جس سے نغمہائے راز حقیقت بلند ہین مگر اوسکے تال سر سے تو خود ہی ناواقف ہے لطف نہین اوٹھا سکتا۔

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے یہ وقت شگفتن گلہائے ناز کا

یعنی نظارہ اوسکا موسم بہار ہے اور نظارہ سے اوسکے میرا رنگ اوڑ جانا طلوع صبح بہار ہے اور طلوع صبح بہار پھولون کے کھلنے کا وقت ہوتا ہے غرض یہ ہے کہ یہ وقت نظارہ میرے منہ پر ہوائیان اوڑتے ہوئے اور مہتاب چھٹتے ہوئے دیکھکر وہ سرگرم ناز ہوگا یعنی میرا رنگ اوڑجانا وہ صبح ہے جسمین گلہائے ناز شگفتہ ہونگے۔

تو اور سوئے غیر نظر ہائے تیز تیز مین اور دکھہ ترے شرمائے ہوئے راز کا

اس شعر مین (ہائے) یا تو علامت جمع و اضافت ہے یا کلمۂ تاسف ہے دونون صورتین صحیح ہین۔

صرفہ ہے ضبط آہ مین میرا۔ وگرنہ مین طعمہ ہون ایک ہی نفس جانگداز کا

اس شعر مین اپنی ناتوانی و نقاہت اور اپنی آہ کی شدت وحدت کا بیان مقصود ہے
یعنی اگر ضبط کرون تو ایک ہی آہ مین تحلیل ہوکر فنا ہو جاؤن۔

ہین بسکہ جوش بادہ سے شیشے اوچھل رہے ۔۔۔ ہر گوشہ بساط ہے سر شیشہ باز کا

شیشہ باز سر دشیدہ باز کو کہتے ہین جو کہ شعبدہ دکھاتے وقت ہاتھون کو اور سر کو ہلاتا ہے اور بساط سے وہ فرش مراد ہے جسکے گوشون پہ شراب کے شیشے بھرے ہوئے ہین۔

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز ۔۔۔ ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

یعنی دل میرا چونکہ تنگی و گرفتگی سے گرہ ہوگیا ہے ناخن غم نے کاوش کا تقاضا کرتا ہے جیسے کوئی بنا قرض مانگتا ہے اور جیسا کہ اس نقطہ سے بھی ظاہر ہے کہ کاوش غم ہمیشہ ہوتی رہتی مگر تمام ہوئی۔

تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد ۔۔۔ سینہ کہ تھا دفینہ گہر ہائے راز کا

یعنی ہائے اسد افسوس دفینہ راز کا کہ غم نے کھودکر نکالا اور تاراج کیا حاصل یہ کہ غم نے رسوا کیا۔

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا ۔۔۔ رکھیو یارب یہ در گنجینہ گوہر کھلا

اس شعر مین یہ اشارہ ہے کہ بزم شاہی جو گنجینہ گوہر ہے تو فقط اسی سبب سے ہے کہ میرے اشعار کا دفتر وان کھلا ہے اور یہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی اس در کو کھلا رکھہ اسکے معنی یہ ہین کہ آباد رکھہ اور اسکا فیض جاری رکھہ۔

شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کھلا ۔۔۔ اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کھلا

فقط تاروں کے کھلنے کا سمان دکھاتا ہے یہ شعر غزل کا نہین ہے بلکہ قصیدہ کی تشبیب کا ہے غالباً اور شعرا کے ساتھ مین سے جو انتخاب کے وقت نکال ڈالے گئے۔

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کھاؤن فریب ۔۔۔ آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا

یعنی دنیا کی دوستی ایسی ہے کہ ظاہر مین ایسا فریبنا ہاتھ مین نشتر کھلا ہوا دکھائی دیتا ہے خونخواری کے لئے ہے یعنی قصد و خلاج کا قصد ظاہر کرتا ہے اور آستین مین دشنہ چھپائے ہوئے ہے یعنی چھپان کر رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

گو نہ سمجھون اوس کی باتین گو نہ پاؤن اسکا بھید ۔۔۔ پر یہ کیا کم ہے کہ مجھسے وہ پری پیکر کھلا

اس شعر مین (کھلنا) بے تکلف ہوکر باتین کرنے کے معنی پر ہے۔

ہے خیال حسن مین حسن عمل کا سا خیال ۔۔۔ خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

(خیال حسن) اپنے تصور چہرہ معشوق سے قبر مین باغ بہشت دکھائی دے رہا ہے اسلئے

کہ اوسکے چہرہ مین باغ کی سی رنگینی ہی تو گویا کہ تصورِ حسن اور حسنِ اعمال کا ایک ہی ثمرہ ہی۔

منہ نہ کہلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین — زلف سی بڑہ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کہلا

اس شعر مین (کہلنا) زیب دینے کے معنی پر ہے دیکھو معنی ردیف مین جدت کرنے سے شعر مین کیا حسن ہو جاتا ہے۔

در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا — جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کہلا

فقط معشوق کی ایک شوخی کا بیان منظور ہے اور یہ بہترین مضامین غزل ہوا کرتا ہے۔

کیون نہ ہو بیری شبِ غم کی ہی بلاؤن کا نزول — آج اودہر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کہلا

پہلے مصرع مین سوال و جواب ہی یعنی تاریکی شب غم کا سبب یہ ہو کہ بلندی عرش پر سے بلائین اوترتی ہین اور تارون نے اون کے اوترنے کا تماشا دیکھنے کے لئے اس طرف سے اوس طرف آنکہین پھیر لی ہین یعنی اس کثرت سے اوترتی ہین جیسے سیلاب قابل تماشا ہوتا ہے۔

کیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال — نامہ لاتا ہی وطن سے نامہ بر اکثر کہلا

دستور ہے کہ خبر مرگ جس خط مین لکھتے ہین اوسے کہلا ہی روانہ کرتے ہین اور وجہ مناسبت صفت سیاہ ہے۔

اوسکی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کام بند — واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کہلا

یعنے معراج کی شب مین۔

شب کہ برق سوزِ دل سی زہرۂ ابر آب تھا — شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا

یعنے ابر کا زہرہ آب تھا اور جو گرداب اوس مین پڑتا تھا وہ شعلہ جوالہ تھا یہ نقطہ میرے سوزِ دل کی تاثیر تھی۔

وان کرم کو عذر بارش تھا عناں گیر خرام — گریہ سی یاں پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

یعنے وان تو کرم کرنے مین بارش کو خرام تھی اور یہان روتے روتے یہہ حال ہوا تھا کہ یان بجائے پنبۂ بالش کف سیلاب تھا۔

وان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال — یاں ہجوم اشک مین تار نگہ نایاب تھا

یعنی تار نگہ مین اس کثرت سے انسو پروئے ہوئے تھے کہ وہ خود پوشیدہ و مفقود ہو گیا تھا جس طرح دانے کو موتی چھپا لیتے ہین دیکھو پوری تشبیہ پائی جاتی ہے مگر تازگی اسبات کی ہی کہ تشبیہ دینا مقصود نہین ہی شاعر دو متشابہ چیزین ذکر کر رہا ہی اور یہ تشبیہ نہین دیتا ہی۔

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آب جو — یاں رواں مژگان چشم تر سی خون ناب تھا

یعنی وہان اس کثرت سے اور اتنی دور تک تختۂ گل تھا کہ اوسکے عکس سی معلوم ہوتا تھا کہ چراغان ہو رہا

ہو رہا ہے اور یہاں دو رنگ خون کے آنسو بہ نکلے تھے اور آب جو کے مقابلہ مین چشم تر تھی اور شاخہائے گل کے جواب مین پلکون پر لہو کی بوندین۔ آب جو کے بعد (کو) کا لفظ حذف کر دینا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا۔

یاں سر پر شور بے خوابی سے تھا دیوار جو — واں وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

یعنی نیند نہ آنے کے سبب سے میرا سر دیوار کو ڈھونڈ رہا تھا اور مین سر ٹکرانا چاہتا تھا۔

یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بے خودی — جلوہ گل واں بساط صحبت احباب تھا

یعنی ہماری محل مین شمع آور روشن تھی اور وہان کی صحبت مین پھولون کا فرش تھا احباب سے معشوق کے احباب مراد ہین۔

فرش سے تا عرش واں طوفان تھا موج رنگ کا — یاں زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا

یعنے وہان رنگ و عیش کی رنگ رلیان ہو رہی تھین اور ہم یہان جل رہے تھے۔ سوختن کا باب ہے ماضی و حال و مستقبل کی تقسیم اور ہر زاکت یہ ہے کہ اس امتداد زمانے کو جو تعریف مین سوختن کے ہے ہم نے امتداد مکانی پر منطبق کیا ہے دوسرا پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ یہان کا زمین و آسمان آگ لگا دینے کے قابل تھا۔

ناگہان اس رنگ سے خونناب ٹپکانے لگا — دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

یعنی اس رنگ سے جو آگے کی غزل مین آتا ہے اور کاوش ناخن استعارہ ہے کاوش غم سے۔

نالۂ دل مین شب انداز اثر نایاب تھا — تھا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تھا

یعنی اگرچہ دل بیتاب تھا مگر اوسکی بے تابی بر خلاف مدعا تھی گویا دل بیتاب سپند بزم وصل غیر تھا۔

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے — خانہ عاشق مگر ساز صدای آب تھا

یعنے سیلاب کے آنے سے خانہ عاشق صدائے آب کا ارغنون بن گیا جسکو سنکر دل کو سرور و نشاط ہے۔ آہنگ کا لفظ مناسب ساز ہے غرض یہ ہے کہ عشاق کو اپنی خانہ خرابی سے لذت حاصل ہوتی ہے۔

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون — پہلو اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

یعنی اگرچہ مین خاک نشین تھا لیکن میرا دل قناعت کے فخر زمانہ کے سبب سے فرش سنجاب پر لوٹتا تھا۔

کچھ نہ کی اپنے جنون نارسائی ورنہ یاں — ذرہ ذرہ روکش خورشید عالمتاب تھا

جنون نارسائی کچھ نہ کی یعنی اکتساب فیض سے اور اتحاد معشوق سے محروم رکھا ورنہ ایک ایک

ذرّہ نے ایسا اکتساب نور کیا تھا کہ رشک وہ آفتاب تھا۔

آج کیون پروانہین اپنی اسیرون کی تجھہ — کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا
یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیری دام کا — انتظار صید مین اک دیدۂ بیخواب تھا

یہ قطعہ ہے اور حلقہ دام کو دیدہ بے خواب سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ یہ ہے کہ دیدہ بے خواب کی طرح حلقہ دام کہلا رہا تھا۔

مین فزوکاریٔ غالب کو و گرنہ دیکھتے — اوسکے سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

یعنے سیلاب گریہ آسمان تک بلند ہو جاتا۔

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب — خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

حساب دینا پڑا یعنے آنکھون سے بہانا پڑا گویا خون جگر اوسکی امانت تھی۔

اب مین ہون اور ماتم یک شہر آرزو — توڑا جو تو نے آئنہ تمثال دار تھا

قاعدہ ہے کہ آئینہ مین ایک ہی عکس دکھائی دیتا ہے لیکن جب اوسے توڑ ڈالو تو ہر ہر ٹکڑے مین وہی پورا عکس معلوم ہونے لگتا ہے اور یہان ہر ہر عکس کو دیکھہ کر ایک ایک آرزو کا خون ہوتا ہے غرض کہ جس آئینہ مین معشوق کے عکس و تمثال کا جلوہ تھا اوسکے ٹوٹنے سے یک شہر آرزو کا خون ہو گیا یہ کہا ہوا مضمون ہے ؎ نظر آتے نہین بیپردہ جو ہیں پردہ دار اتنے +
یہ حسن اتفاق آئینہ اوسکے روبرو ٹوٹا۔ ایک شہر آرزو مین ویسی ہی ترکیب ہے جیسی یک بیابان ماندگی و یک قدم وحشت مین ہے۔

گلیون مین میری نعش کو کھینچے پھرو کہ مین — جان دادۂ ہوائے سر رہگزار تھا

ہوا کے معنی آرزو اور رہگزار سے رہگزار معشوق مراد ہے۔

موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھہ حال — ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار تھا

یعنے جس طرح تلوار مین جوہر آبدار ہوتے ہین اوسی طرح موج سراب کے ذرے تھے حاصل یہ کہ سرزمین عشق پر تلوار برستی ہے۔

کم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو پر اب — دیکھا تو کم ہوئے پہ غم روزگار تھا

یعنے کم ہوئے پہ بھی بہت زیادہ نکلا۔

بسکہ دشوار ہی ہر کام کا آسان ہونا — آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

یعنے کمال انسانیت کے مرتبہ پر پہنچنا سہل نہین ہے۔

گریہ چاہی ہے خرابی مرے کاشانہ کی  در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا

ٹپک رہا ہے یعنے ظاہر ہو رہا ہے اور ٹپکنے کی لفظ گھر کے لئے اور گریہ کے ساتھ ہی بہت ہی مناسبت رکھتی ہے ع نفیسہ تا نہ دہد دست مفلسان برباد است۔

ہوائے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھ کو  آپ جانا اودھر اور آپ ہی حیران ہونا

ہر دم یعنے ہر مرتبہ سانس لینے مین اوس مبدء حیات و وجود کی طرف دوڑتا ہون اور اپنی نارسائی سے حیران ہو کر رہ جاتا ہون۔

جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے  جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا

یعنی اوسکا جلوۂ حسن یہہ کہہ رہا ہے کہ مجھے دیکھو تو آئینہ چاہتا ہے کہ آنکھہ بن جائے اور جوہر چاہتا ہے کہ پلکین بن جائے اور آئینہ سے آنکھہ کی تشبیہ مضمون مشہور ہے اور یہان آئینہ سے آئینہ فولادی مراد ہے کہ جوہر اوسی مین ہوتے ہین۔

عشرت قتلگہ اہل تمنا مت پوچھ  عید نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا

یعنی قتل گاہ مین عشاق کو ایسی مسرت حاصل ہے کہ شمشیر کو عریان دیکھہ کر وہ جانتے ہین کہ ہلال عید نظارہ دکھای دیا۔ لفظ ہلال تنگی وزن سے نہ آسکا اور شعر کا سطلب ناتمام رہگیا ہے۔

رہے گئے خاک مین ہم داغ تمنائے نشاط  تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا

یعنے ہم داغ لے کے چلے اب تجھے باغ باغ ہونا مبارک ہو اور یہی محاورہ ہے باغ باغ ہونیکی جگہہ پر گلستان ہونا خاص ہم کا تصرف ہے۔

عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا  لذت ریش جگر غرق نمک دان ہونا

دونون مصرعون مین فعل (ہے) محذوف ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اوس نے جفا سے توبہ  ہائے اوس زود پشیان کا پشیان ہونا

یعنے لہو دیکھتے ہی رحم آگیا کہ یہ مین نے کیا کیا غصہ آنے دیر لگی نہ پشیان ہونے دیر لگی اور ممکن ہے کہ زود پشیان طعن و طنز سے کہا ہو یعنی جب کام اختیار سے باہر ہو چکا جب رحم آیا کیا پشیان ہوا۔

حیف اوس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب  جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

یعنے اگر سچی ہے تو وہ آپ چاک کریگا اور اگر دھل ہے تو شوخی معشوق کے ہاتھون پندی اور ڑجائیگی۔

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا  تا محیط بادہ صورتخانہ خمیازہ تھا

یعنی رات کو میرے شوق نے قیامت برپا رکھی تھی اور شوق مین بے لطفی و بے مزگی جو تھی اس وجہ سے

اوسے خار سے تشبیہ دی اور کہتا ہے یہان سے لیکر دریاے بادہ تک میرے خمیازہ کا مست
خانہ بنا ہوا تھا یعنے مین نے خار مین ایسی لمبی لمبی انگڑائیان لین جن کی درازی تیرہ بادہ تک پہونچی تھی
۴۰ کی یہ ہے کہ انگڑای لینے مین جو ہاتھ پاون پھیلتے تھے وہ گویا شراب کو ڈھونڈھتے ہے ۔

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا  جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

یک قدم وحشت سے وحشت کا مرتبہ ادنی مقصود ہے اور اجزاے دو عالم دشت بمنزلہ اجزاے
عالم عالم دشت یا اجزاے دو صد دشت ہے جس سے مراد کثرت و پراگندی ہے یعنی ممکنات نے
اپنے مبدء سے ایک زراسی وحشت و مغایرت جو کی تو عالم امکان موجود ہو گیا اور اوس
وحشت کا ایک قدم جس جادہ پر پڑا گویا وہ اوراق دو صد دشت کا شیرازہ تہا اس سبب سے
کہ وحشت مین قدم جب اوٹھے گا دشت ہی کی طرف اوٹھے گا اور معارف کی نظر مین تمام
عالم امکان ویران ہے ۔ دو عالم دشت کی ترکیب مین ۴۰ نے دشت کی مقدار کا پیمانہ
عالم کو بنایا ہے جس طرح اندگی کی مقدار کا پیمانہ بیابان کو اور تامل کی مقدار کا پیمانہ زانو کو
اور آرزو کا پیمانہ شہر کو قرار دیا ہے ۔

مانع وحشت خرامیہاے لیلے کون ہے  خانہ مجنون صحرا گرد بے دروازہ تھا

۴۰ نے صحرا گرد مجنون کی صفت ڈال کر اوسکے گہر کا پتہ دیا یعنے مجنون کا گہر تو صحرا ہے اور صحرا
وہ گہر ہے جس مین دروازہ نہین پہر لیلے کیون نہین وحشی ہو کر اوسکے پاس چلی آتی
کون اوسے مانع ہے ۔

پوچھ مت رسوائی انداز استغناے حسن  دست مرہون حنا رخسار رہین غازہ تھا

یعنے حسن کو باوجود استغنا ایسی احتیاج ہے کہ ہاتھ حنا کی طرف اور مونہہ غازہ کی طرف
پھیلائے ہوے ہے ۔

نالۂ دل نے دیے اوراق لخت دل بباد  یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا

بباد دی بمعنی برباد کیے اس مین پارہاے دل کو اوراق سے تشبیہ دی پھر اوراق کو دیوان سے
تشبیہ دی اور نالہ کو شاعر فرض کیا پھر نالہ کی یادگار کو آپ ہی کیا یہ بادہ اوراق سی کا کارہ ہے اور دو مین یادگار کا لکھنا
جو دست بخواری مین سیری کی نذر دینگے کیا  زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا

پہلے مصرع مین (کیا) تحقیر کے لیے ہے اور دوسرے مصرع مین استفہام انکاری کے ہے
یعنے میرے ناخن کاٹنے سے کیا فائدہ کیا پھر بڑھ نہ آینگے ۔

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک ہم کہین گے حال دل اور آپ فرماوینگے کیا

کہتے ہین تمہاری بے توجہی حد سے گزر گئی کہ میرا حال متوجہ ہوکر نہین سنتے اور ہر بار تجاہل سے کہتے ہو کہ (کیا کہا) اس شعر مین (کیا) محل حکایت مین ہے جس طرح اگے مومن نے کہا ہے

ع تجاہل پیشگی سے مدعا کیا + کہان تک اے سراپا ناز کیا کیا۔

حضرت ناصح گر آوین دیدہ و دل فرش راہ کوئی مجھکو یہہ تو سمجھادو کہ سمجھاوینگے کیا

صاف شکر کا کیا کہنا گو دوسری مصرع مین ہے (مگر) محذوف ہے۔

مگر خوبی یہ ہے کہ اس طرح سے ادا کیا ہے کہ دیوانگی کی تصویر کھنچ گئی۔

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوے جاتا ہون میں عذر میری قتل کرنے مین وہ اب لاوینگے کیا

یعنی اگر اوس کے پاس تلوار نہوگی تو مین دے دونگا۔

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یون سہی یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جاوینگے کیا

(کیا) استفہام انکاری کے لیے ہے اور قید ہونا اور چھٹ جانا دونون کا اجتماع لطف خالی نہین۔

خانہ زاد زلف ہین زنجیر سے بھاگین گے کیون ہین گرفتار وفا زندان سے گھبراوینگے کیا

فاعل یعنے لفظ (ہم) محذوف ہے۔

ہے اب اس معمورہ مین قحط غم الفت اسد ہم نے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھاوینگے کیا

ہین تو غم کھانے کا مزہ پڑا ہوا ہے اور وہی یہان نہین یعنے اس شہر مین ایسے معشوق نہین جنسے محبت کیجے۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یعنے مرجانا ہی بہتر ہوا۔

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

یعنے ہمنے جو یہہ سمجھا کہ فقط وعدہ وصل سنکے ہم مرنے سے بچ گئے تو تنے جھوٹھ جانا دوسرا احتمال یہ ہے کہ تیرا وعدہ سنکر جو ہم جیے تو اسکا یہ سبب تھا کہ ہمنے اوسے جھوٹا وعدہ خیال کیا اور جان بتاوبی ہے۔

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

(جانا) کا فاعل (ہم نے) محذوف ہے اور نازکی بمعنی نزاکت

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

(جو) کا داؤ وزن سے ساقط ہو گیا اور بہہ درست ہے۔ بلکہ فصیح ہے لیکن اوس کے
ساقط ہو جانے سے دو جیم جمع ہو گئین اور عیب تنافر پیدا ہو گیا لیکن خوبی مضمون کے
آگے ایسی باتون کا کوئی خیال نہین کرتا۔ تیر نیم کش وہ جسے چھوڑتے وقت کماندار نے
کمان کو پورا نہ کھینچا ہو اور اسی سبب سے وہ پار نہو سکا۔

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

دوستون کی شکایت ہے کہ انہون نے نصیحت پر کیون کمر باندھی ہے۔

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا — جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

یعنے جس طرح دل مین غم چھپا ہوا ہے اگر اسی طرح شرار بن کر پتھر مین بہہ پوشیدہ ہوتا
تو اوس مین سے بھی لہو ٹپکتا حاصل یہہ کہ غم کا اثر یہہ ہے کہ دل و جگر کو لہو کر دیتا ہے
پتھر کا جگر بھی ہو تو وہ بھی لہو ہو جائے۔

غم اگرچہ جان گسل ہے پہ کہان بچین کہ دل ہے — غم عشق گر نہوتا غم روزگار ہوتا

(پہ) بمعنی مگر اور ان معنی مین (پر) فصیح ہے اور آخر مصرع مین (ہے) تامہ ہے اور
پہلا (ہے) ناقصہ ہے۔

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے — مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

(کیا ہے) مین ضمیر مستتر ہے مرجع اوسکا شب غم ہے جو دوسرے جملہ مین ہے کہ اور
اس شعر مین اضمار قبل الذکر ہے اور اگر ضمیر کو مستتر نہ لین بلکہ (ہے) کا فاعل شب غم
کو کہین تو لطف جمع جاتا ہے تاہم خوبی اس شعر کی حد تحسین سے باہر ہے۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا۔ ہوئے کیون نہ غرق دریا — نہ کبھی جنازہ اوٹھتا۔ نہ کہین مزار ہوتا

یعنے جنازہ اوٹھنے اور مزار بننے سے رسوا کیا ڈوب مرتے تو اچھا رہتے۔

یہ مسائل تصوف۔ یہ تیرا بیان غالب — تجھے ہم ولی سمجھتے۔ جو نہ بادہ خوار ہوتا

اس مقطع کی شرح لکھنا ضرور نہین بہت صاف ہے لیکن بیان یہہ نکتہ ضرور سمجھنا چاہئے کہ
خبر سے انشا مین زیادہ مزہ ہوتا ہے پہلا مصرع اگر اس طرح ہوتا کہ غالب تیرے زبان
سے اسرار تصوف نکلتے ہین الخ تو یہہ شعر جملہ خبریہ ہوتا مگر شوخی طبع نے خبر کے
پہلو کو چھوڑ کر اسی مضمون کو تعجب کے پیرایہ مین ادا کیا اور اب یہہ شعر سارا جملہ انشائیہ ہے۔

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا — نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

یعنی رقیب بلہوس کی ہوس کو نشاط کار و لطف وصل نگار حاصل ہے اب ہمارے جینے کا

کیا مزہ رہا ہو کی اصطلاح میں ہوس محبت رقیب کا نام ہے اسی غزل میں آگے کہتے ہیں
ع ہوس کو پاس ناموس وفا کیا۔ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ دنیا میں انسانکو ہوا و ہوس سے
رہائی نہیں اگر مرنا ہو تو اسطرح کے جینے میں کچھ مزا نہ تھا یعنی حاصل زندگانی مرنا ہے۔

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا　　کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا

یعنی میرا حال سنکر تم کب تک (کیا کیا) کہہ کر ٹالو گے اس تجاہل شعاری سے آخر
تمہارا کیا مطلب ہے۔

نوازش ہائے بے جا دیکھتا ہوں　　شکایتہائے رنگین کا گلا کیا

نوازش بے جا وہ جو رقیب پر ہو اور جب رقیب پر تم التفات کرو تو میری شکایت
سے کیوں برا مانو اور اوسکا گلا کیوں کرو۔

نگاہ بے محابا چاہتا ہوں　　تغافلہائے تمکین آزما کیا

بے تکلف و بے حجاب ہو کر مجھے آنکھ چار کر دیکھ تغافل صبر آزما کیا یعنی میرا دل
دیکھنے کے لئے اور میری ضبط کے آزمانے کے لئے یہ چشم پوشی کیسی۔

فروغ شعلہ حسن یک نفس ہے　　ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اس شعر میں رقیب پر طعن ہے کہ اوسے عشق نہیں ہے ہوس ہے اسکی محبت شعلہ
حسن کی طرح بے ثبات ہے اوسے ناموس وفا کا پاس بیلا کہاں اوسکا فروغ عشق
چار دن کی چاندنی ہے۔

نفس موج محیط بے خودی ہے　　تغافلہائے ساقی کا گلا کیا

یعنی یہاں بے شراب پیئے بے خودی ہے پھر بے التفاتی ساقی کا گلا کرنا کیا ضرور ہے
جسے اوسکی صورت دیکھکر بے خودی ہو جائے اوسے وہ شراب نہ دے تو کیا شکایت

دماغ عطر پیراہن نہیں ہے　　غم آوارگیہائے صبا کیا

صبا سے بوئے گل مراد ہے اس سبب سے کہ صبا ہی کے چلنے سے پھول کھلتے ہیں
تو اوس میں بو گل ملی ہوئی ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر صبا آوارہ و پریشان
نہ ہوتی تو سب پھولوں کی خوشبو ایک ہی جگہ جمع ہو جاتی لیکن شاعر کہتا ہے کہ مجھے
پیراہن کے بسانے ہی کا دماغ نہیں ہے آوارہ مزاجی صبا کی کیا پروا جسے ہوس
دنیا نہو اوسے بے وفائے دنیا کا کیا غم۔

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر ہم اوسکے ہین ہمارا پوچھنا کیا

یعنی ہر قطرہ کو دریا کے ساتھ اتحاد کا دعوے ہے اسی طرح ہم کو بھی اپنے مبدء کے ساتھ عینیت کا دعوے ہے وہ دریا ہے اور ہم اسی دریا کے قطرہ ہین اور قطرہ دریا مین مل کر دریا ہو جاتا ہے۔

محابا کیا ہے مین ضامن ادہر دیکھ شہیدان نگہ کا خون بہا کیا

(ادہر دیکھ) دو معنی رکھتا ہے ایک تو مقام تنبیہ مین یہ کلمہ کہتے ہین دوسرے یہ کہ تو میری طرف دیکھ تو سہی اگر مین شہید نگاہ ہو جاؤن تو ذمہ کرتا ہون کہ تجھ خون بہا نہ دینا پڑے گا۔

سن اے غارت گر جنس وفا سن شکست قیمت دل کی صدا کیا

یعنے تو جو یہہ کہتا ہے کہ مین شکست دل کی خبر نہین تو کہین شکست دل مین آواز ہوتی ہے جو تجھے سنائی دیتی۔ مم نے شکست دل کو شکست قیمت دل سے تعبیر کیا اور اسی لئے جنس و غارت اوسکے مناسبات ذکر کئے ہین۔ دوسرا پہلو اس بندش مین یہ نکلتا ہے کہ شکست دل کی صدا تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے تو دل شکنی تو کئے جا اور سنے جا بلا دل کی اور صدائے شکست دل کی کیا حقیقت ہے جو تو تامل کرے۔

کیا کس نے جگر داری کا دعوے شکیب خاطر عاشق بھلا کیا

یعنی مجھے ہرگز یہ دعوے نہین ہے کہ بے تمہارے مجھے چین آئیگا۔

یہ قاتل وعدہ صبر آزما کیون یہ کافر فتنہ طاقت ربا کیا

اسی وعدہ صبر آزما کو دوسرے مصرع مین فتنہ طاقت ربا سے تعبیر کیا ہے اس شعر مین جس طرز کی بندش ہے مم کا خاص رنگ ہے اور اسمین متفرد ہین۔

بلائے جان ہے غالب اوسکی ہر بات عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

(کیا) اس شعر مین حرف عطف ہے جسے معطوف و معطوف علیہ مین بیان مساوات کرنے کو لاتے ہین۔

درخور قہر و غضب جب کوئی ہمسا نہ ہوا پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا

یعنے پھر بنا بریہ کہنا کیا غلط ہے کہ ہمسا کوئی پیدا نہوا۔ ازہمسا کوئی آفت زدہ نہوا۔

سب کو مقبول ہے دعوی تری یکتائی کا روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہ ہوا

یعنے کسی نے مقابلہ نہ کیا۔

کم نہیں نازش ہم نامی چشم خوبان — تیرا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہ ہوا

یعنی اگر میں بیمار رہا تو چشم معشوق بھی تو بیمار ہے یہ ہم نامی کا فخر کیا کم ہے۔

سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا — خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

یعنی جس طرح کہ قطرہ خاک میں جذب ہو کر ایک داغ خاک پر پیدا کرتا ہے اسی طرح نالہ ضبط کرنے سے سینہ میں داغ پیدا کرتا ہے۔

نام کا میرے ہے۔ جو دکھہ کہ کسی کو نہ ملا — کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

صاف ہے۔

ہر بن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خوناب — حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا

یعنی یہ نہیں ممکن کہ خوناب نہ ٹپکے اس شعر میں استفہام انکاری ہے کہ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ خوناب نہ ٹپکے۔

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جز میں کل — کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

یعنی عارف کی نظر کیل ہتوڑی ہے۔ اس شعر کو بھی استفہام انکاری کی طرز سے پڑھنا چاہیے۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اوڑینگے پرزے — دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

اپنی رسوائی اور مورد تعزیر ہونے کا اظہار ہے کہ لوگ اسے تماشا سمجھے ہوئے ہیں۔

اسد ہم وہ جنوں جولاں گدائے بے سروپا ہیں — کہ ہے سر پنجہ مژگان آہوئے پشت خار اپنا

اسد اور آہو کا تقابل تو ظاہر ہے۔ جنون جولاں ہونے سے یہ اشارہ کیا ہے کہ آہو بھی میرے پیچھے رہ جاتا ہے اور پشت خار سے پیچھے ہی کہا جاتے ہیں۔ گدا کی لفظ پشت خار کی مناسبت کے لئے ہے۔ بے سروپا کہنے سے یہ مقصود ہے کہ پشت خار تک میرے پاس نہیں ہے اگر ہے تو مژگان آہو ہے۔ پنجہ میں اور مژگان میں اور پشت خار میں وجہ شبہ جو ہے وہ ظاہر ہے یعنے شکل تینوں کی ایک ہی سی ہے۔ مژگان کو پہلے پنجہ سے تشبیہ دی پھر پنجہ کو پشت خار سے تشبیہ دی۔

پی نذر کرم تحفہ ہے شرم ناارسائی کا — بخون غلتیدۂ صد رنگ دعوی پارسائی کا

یعنی کریم کو نذر دینے کے لئے میری شرم و ندامت اوس دعوی پرہیزگاری کا تحفہ لیکے چلی ہے جس کا سو گناہوں کے ہاتھ سے خون ہو چکا ہے (شرم ناارسائی کا تحفہ) اسم ہے (ہے) کا اور دوسرا مصرع سارا خبر ہے (پی نذر کرم) تحفہ دینے کا سبب و غایت ہے۔

درگاہ کریم سے تقرب نہونا اور دور رہنا نارسائی کے معنی ہیں۔

**سنہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا بمہر صد نظر ثابت ہو دعوی پارسائی کا**

شاعر معشوق اوارہ مزاج پر طعن کرتا ہے کہ بھلا تمھیں کون بے وفا کہہ سکتا ہے اگر رسوا دنیا کی آنکھ تم پر پڑی تو گویا سو مہریں ہو گئیں کہ تم پارسا ہو اور اس طعن کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ تماشا دوست ہو کر اور اغیار سے جھانک تاک کر کے پارسائی کجا اور خیانت و بے وفائی کی رسوائی و بدنامی سے کہاں بچ سکتے ہو۔

**زکات حسن دی اے جلوہ بینش کہ ایسا چراغ خانہ درویش ہو کاسہ گدائی کا**

کاسہ گدائی دل ہی استعارہ ہے کہتے ہیں اسی جلوہ گاہ بینش میرے کشکول دل کو زکات عرفان دیکر روشن کر دی کہ اس فقیر کے لئے وہ چراغ ہو جاے اور آفتاب کیطرح شب تار جہالت کو دن کر دی۔

**نہ مارا جانکر بے جرم غافل تیری گردن پر رہا مانند خون بے گنہ حق آشنائی کا**

ملامت کرتا ہے کہ آشنائی کا حق یہہ تھا کہ مجھے قتل کیا ہوتا تو نے بے گناہ سمجھکر میری قتل سے کنارہ تو کیا مگر یہہ خبر نہیں کہ حق آشنائی اوسیطرح تیری گردن پر ہے جسطرح خون بے گناہ ہوتا۔

**تمنائی زبان محو سپاس بے زبانی ہے مٹا جس سے تقاضا شکوہ بیدست و پائی کا**

شاعر اپنے دل کی دو باتیں بیان کرتا ہے ایک تو زبان آوری کی تمنا دوسرے بے دست و پائی کا شکوہ۔ شکوہ کا تقاضا یہہ تھا کہ مجھے بیان کر لیکن بے زبانی کے سبب سے وہ تقاضا اوس کا مٹ گیا تو گویا بے زبانی کا یہہ احسان ہوا۔ اسی احسان کی شکر گزاری میں زبان آوری کی تمنا محو ہے۔ حاصل یہہ کہ میرا مرتبہ صبر ایسا بڑھا ہوا ہے کہ اپنی بے دست و پائی کا شکوہ نہیں کرتا اور بے زبانی میں یہہ فائدہ دیکھکر زبان آوری کی تمنا بھی میرے دل سے مٹ گئی۔

**وہی اک بات ہے جو یاں نفس واں نکہت گل کی چمن کا جلوہ باعث ہے میری رنگین نوائی کا**

جلوہ چمن ہی فصل بہار و جوش گل مراد ہے یعنی یہی ایک چیز نکہت گل کا بھی سبب ہے اور یہی جوش بہار میری ترانہ سرشار کا بھی باعث ہے۔ حاصل یہہ کہ میرا نفس نکہت گل سے کم نہیں کہ علت دونوں کی ایک ہی ہے۔

**دہان ہر تپیغارہ جو زخم ریز رسوائی عدم تک بیوفا چاہی تیری بیوفائی کا**

پیغارہ کو سہنے طعن و تشنیع کہتا ہے کہ جو سین کہ طعن و طنز و ہونڈ ہار کرتے ہیں اون سب کے

دہن تیری لئے زنجیر رسوائی ہین یعنی ہر ایک دہن طنز گفتار ایک ایک حلقہ ہی زنجیر رسوائی کا۔
پہلے مصرع مین سے (ہے) محذوف ہے اور حسینون کی دہن کو عدم کہتے ہین تو جب اون کی
دہن مین تیری بیوفائی کا ذکر ہے تو گویا عدم تک پہنچگیا اور تیری نیکنامی کے پاؤن مین زنجیر
رسوائی پڑگئی۔

نہ دی نامہ کو اتنا طول غالب مختصر لکھدی کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہائی جدائی کا

سنجیدن فارسی مین وزن کرنے اور سوزون کرنیکے معنی پر ہے۔ نوا سنج۔ وتغمہ سنج۔ وزمزمہ سنج۔ وترانہ
سنج وغیرہ سنج سب مانوس ترکیبین ہین اور فصحا کی زبان پر ہین لیکن متاخرین اہل زبان اور اون کی
متتبعین آرزو سنج وحسرت سنج وشکوہ سنج ہی مثل بیداد وغیرہ کے بتکلف نظم کرلیتے ہین اور تصنع سے خالی نہین ہے

---

گر نہ اندوہ شب فرقت بیان ہوجائیگا بیتکلف داغ مہ مہر دہان ہوجائیگا

یعنی شب فراق کا اندوہ اگر مین بیان نہ کرسکون تو یہہ سمجھنا چاہئے کہ چاند کا داغ نہ تھا بلکہ میری
ہونٹون پر مہر تھی۔

زہرہ گر ایسا ہی شام ہجر مین ہوتا ہی آب پرتو مہتاب سیل خانمان ہوجائیگا

یعنی شام ہجر کی ہیبت ہر ایک کا زہرہ آب کرتی ہے تو کیا عجب ہو کہ چاندنی کا زہرہ بھی آب ہوجاے
اور وہ میرے گھر کے لئے سیلاب ہوجائے۔

لے تو لون سوتی مین اوسکی پاؤنکا بوسہ مگر ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہوجائیگا

یعنی میری محبت کو پاک محبت نہ سمجھے گا۔

دلکو ہم صرف وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا یعنی یہہ پہلے ہی نذر امتحان ہوجائیگا

نذر امتحان یعنے اوسکے امتحان لینے ہی مین اوسکا کام تمام ہوجائیگا یہہ خبر تھی۔

سبکی دلمین ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا مجھپہ گویا اک زمانہ مہربان ہوجائیگا

تو جب دلمین ہے تو مجھہی سے راضی ہوگا تو سب کے دل مجھہ سے راضی ہوجائینگے۔
(ہوا) ماضی کا صیغہ ہے حرف شرط کے تحت مین اسکے معنی مستقبل کے ہوجاتے ہین۔

گر گناہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط شعلہ خس مین جیسے خون رگمین نہان ہوجائیگا

یعنی نظر عتاب جو ضبط نالہ وآہ کا اشارہ کرتی ہے اوس کے ڈر سے محب نہین کہ شعلہ خس مین اسطرح
چھپ رہی جیسے رگ مین خون۔

باغمین مجھہ کو نہ لیجا۔ ورنہ میری حال پر ۔۔۔ ہر گل تر ایک چشم خون فشان ہو جائیگا

یعنی میرا حال ایسا ہے کہ جو دیکھتا ہی اوسی رونا آتا ہے

وای گر میرا تیرا انصاف محشر مین نہو ۔۔۔ اب تلک تو یہہ توقع ہی کہ ان ہو جائیگا

صاف شعر ہے

فائدہ کیا سوچ آخر تو بھی دانا ہی اسد ۔۔۔ دوستی ناداں کی ہی جی کا زیان ہو جائیگا

نادان کی دوستی جی کا زیان مثل ہے۔

درد منت کش دوا نہ ہوا ۔۔۔ مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

تکلیف یہہ ہے کہ نہ اچھا ہوا نہ برا ہوا بحسب لفظ دونون باتون کا نہونا محال معلوم ہوتا ہی لیکن معنے کے راہ سی یہان اچھا وہ اچھا نہین ہے جو بری کے مقابل مین ہی بلکہ اچھا ہونا زوال مرض کے معنے پر ہے۔

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو ۔۔۔ اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

دستور ہے کہ چار آدمیون کو ملتفت کر کر کے کسی کی شکایت کرتے ہین تاکہ وہ انصاف کرین۔ مگر انہین رشک کے مارے گوارا نہین ہی کہ رقیب ہماری شکایت اوسکے منہ سے سنین اور ہان مین ہان ملائین۔

ہم کہان قسمت آزمانی جائین ۔۔۔ تو ہی جب خنجر آزمانہ ہوا

جب تو ہی نے قتل نہ کیا تو پھر یہہ آرزو کس سے پوری ہوگی۔

کتنی شیرین ہین تیری لب کہ رقیب ۔۔۔ گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

لب معشوق کی شیرینی پر دلیل یہہ ہے کہ حرف تلخ اوسکے منہ سے سنکر رقیب بلہوس بھی جو کہ لذت عشق سے محروم ہے بے مزہ نہوا۔

ہی خبر گرم اون کے آنیکی ۔۔۔ آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

اس شعر سے اہتمام مدارات و پاسبانی کا اظہار مقصود ہی اور مضمون کی سستی ظاہر ہی۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی ۔۔۔ بندگی مین میرا بھلا نہ ہوا

(وہ) اشارہ ہی غرور حسن کیطرف۔

جان دی۔ دی ہوی اوسکی تھی ۔۔۔ حق تو یون ہی کہ حق ادا نہ ہوا

پہلے حق کے معنے سچ اور دوسری حق کے معنے ذمہ۔

زخم گر دب گیا لہو نہ تھنبا　　کام گر رک گیا روانہ ہوا

کام تو رک جانے سے رواں نہیں ہونا چاہئے تھا کہ زخم کے دبنے سے بھی لہو رواں ہو لیکن میری حقیقی اوسکے برخلاف ہے تہا کی جگہہ پر تھنبا اب ستہ رک ہی۔

رہزنی ہی کہ دلستانی ہی　　لیکی دل ستان روانہ ہوا

(روانہ) مین (روا) قافیہ ہی اور (نہ) جزو ردیف تہا جو یہان لفظ روانہ کا جزو واقع ہوا ہے اصطلاح مین ایسی قافیہ کو قافیہ معمولہ کہتے ہین ۔ قواعد قافیہ مین اسی عیب لکہتے ہین لیکن اب تمام شعرا اسے صنائع لفظیہ مین سے جانتے ہین اور بے تکلف استعمال کرتے ہین حق یہہ ہی کہ قافیہ معمولہ سے شعر سست ہو جاتا ہے ۔

کچہہ تو پڑہئے کہ لوگ کہتے ہین　　آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ساری غزل پڑہنے کے بعد پہر یہہ کہنا کہ کچہہ تو پڑہئے یہہ مطلب رکہتا ہے شاید کہ طمع مین کچہہ پڑہو

گلہ ہی شوق کو دل مین ہی تنگی جا کا　　گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا

یعنی شوق دل مین سما کر تنگی جا کی سبب سے جوش و خروش نہین دکہا سکتا گویا دریا گہر مین سما گیا کہ اب تلاطم نہین باقی رہا ۔

یہہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب　　مگر ستمزدہ ہون ذوق خامہ فرسا کا

(تو اور پاسخ مکتوب) یعنی تو اور جواب لکہنا گو نہین بتقدیر اوسکی یہہ ہی (کہان تو اور کہان پاسخ مکتوب) کہان کی لفظ محذوف ہی اور لفظ پاسخ سے نوشتن پاسخ یا فرستادن و دادن پاسخ مراد ہی اور قاعدہ یہہ ہے کبھی فعل فاعل مین اظہار استبعاد کے لئے حرف عطف کو فاصل کیا کرتے ہین ۔ مثلاً آگ اور نہ جلائے یعنی یہہ بات مستبعد ہی اور کبھی مبالغہ کے لئے عطف کرتے ہین ۔ جیسے آگ اور دہکتی ہوی اسی طرح اور متعلقات فعل مین بھی فصل کر دیتے ہین ۔

حنائی پای خزان ہی بہار اگر ہی یہی　　دوام کلفت خاطر ہی عیش دنیا کا

یعنی بہار ہی یہی تو کیا ہے ستہدی کی لالی ہے چار دن مین جاتی رہیگی پہر خزان ہی خزان کا قدم و رسان مین ہے ۔

غم فراق مین تکلیف سیر باغ نہ دو　　مجہے دماغ نہیں خندہای بے جا کا

یعنی خندہ گل مجہہ سے نہ دیکہا جائیگا ۔

ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہون　　کرے ہی ہر بن مو کام چشم بینا کا

یعنی باوجودیکہ اپنے ہر بن مو سے میں دیکھ رہا ہوں اسپر بھی تیری شن نہیں حاصل ہوتی یعنی کہ ذات تک رسائی نہیں اور ہر بن مو کو چشم بینا کہنے کی وجہ یہ ہے جبکہ ہر شے آئینہ ظہور صنعت و قدرت ہے تو اوسمیں بن مو بھی داخل ہے یعنی ہر بن مو اسطرح حکمت و صنعت کو دیکھا رہی ہے جس طرح کوئی آنکھ سے دیکھنا کہتا ہے۔

دل وسکو پہلا ہی ناز و ادا سے دیتے ہی ہیں دماغ کہان حسن کی تقاضا کا

یعنی ناز و ادا ان کا نگر کا تقاضا ہی ہم نے تقاضی کی نوبت ہی نہ آنے دی۔

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

یعنی اس بات کو میں ہی خوب جانتا ہوں کہ اس دریا کا منبع مجمع یعنی حسرت دل کس قدر ہے اور اوسکا خرچ یعنی آنسو کس قدر ہیں غرض یہ کہ حسرت بہت بڑی ہوی ہے گریہ سے اوسکا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

فلک کو دیکھکر کرتا ہوں اوسکو یاد اسدؔ جفا میں اسکی ہے انداز کار فرما کا

یعنی جس کوکب پہ سلیقہ ہو ستمگاری میں کوئی معشوق اس پیرہ رنگاری میں۔

---

قطرہ میں بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا خط جام سراسر رشتہ گوہر ہوا

آئینگی و بستگی و ضبط نفس حیرت کے لوازم ہیں اور جب ہر قطرہ مے میں حیرت کے سبب سے یہہ صفات پیدا ہوے تو وہ موتی بنگیا اور پیالہ میں جو لکیر تھی وہ منقطع ہو گئی اس بیان سے فقط حیرت کی شگرف کاری کا اظہار مقصود ہے لیکن یہہ حیرت حسن ساقی کو دیکھکر پیدا ہوی ہے یہہ مضمون مد کے ذہن میں رہ گیا۔

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا غیر کی آہ لیکن وہ خط مجھپر ہوا

یعنی میری عشق کا جو اوسے اعتبار ہو گیا ہے تو وہی میری خانہ خرابی کا باعث ہے۔ ای کوئی طبع تو بر من بلا شدی۔

---

جب بہ تقریب سفر یار نے محمل باندھا تپش شوق نے ہر ذرہ پر اک دل باندھا

ذرہ بھی جھلملا میٹ اور تپش دل میں وجہ شبہ ظاہر ہے جو حرکت و سکون سے ہے

اہل بینش نے بہ حیرت کدۂ شوخی ناز جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا

سبزۂ باغ و سبزہ خط و سبزہ رانگار و سبزی جوہر کو طوطی سے تشبیہ دیتے ہین اور آئینہ فولاد کی جوہرون کی سبزی ہر ایک رخ سے قائم نہین ہوتی ہے اس سبب سے اوسکو طوطی بسمل سے تشبیہ دی کہ اوس مین حرکت معلوم ہوتی ہے اور متحرک کی متحرک سے تشبیہ جس مین وجہ شبہ بھی حرکت ہو نہایت لطیف و بدیع ہوتی ہے غرض یہ ہے کہ اوسکے آئینہ فولاد مین جو ہرون کی سبزی جو بعض رخ سے دکھائی دی جاتی ہے یہ طوطی بسمل ہے جسی شوخی ناز نے بسمل کر دیا ہے اسی طرح کی تشبیہ بیتابی و زدہ و بیقراری دل سے پہلے شعر مین بھی ہے اور غنیمت کا مصرع چن بے تاب چون طاؤس بسمل اسی قسم کی تشبیہ کہتا ہے۔

یاس و امید لی یک عربدۂ میدان مانگا　　عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

یعنی عجز ہمت نے ایک طلسم بنایا ہے جسمین یاس اور امید مین عربدہ بازی کا میدان گرم ہو رہا ہے یاس چاہتی ہے مین غالب ہو جاؤن امید چاہتی ہے مین بازی لیجاؤن سو عربدۂ میدان سے میدان عربدہ مراد ہے اور طلسم باندھنا طلسم بنا نیکے معنی پر ہے اسکے مقابل مین طلسم کھولنا یعنی طلسم بگاڑنا اور توڑنا کہینگے حاصل یہ ہوا کہ ہمت جو نہین رکھتا وہ امید و بیم مین مبتلا رہتا ہے۔

نہ بندھی تشنگی ذوق کی مضمون غالب　　گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

ساحل کی تشنگی مشہور ہے اوسمین اگر اتنا مبالغہ کیا کہ سارا دریا اوس نے پی لیا اور دریا ہی ساحل بنکر خشک رہ گیا جب بھی تشنگی ذوق کا مضمون نہ ادا ہوا اور دل کھول کے کوئی کام کرنا اور کام مین مبالغہ کرنے کو کہتے ہین۔

---

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن　　گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنی غضب کا مقام ہے جو مجھ اور تشنہ لب کو ملا مین نے خود نہین انگی تھی توبہ تو خود ساقی نے دلادی ہوتی تو

ہی ایک تیر جس مین دو لاکھ ہے اسیر　　وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

یعنی وہ دن گئے کہ دل اپنی جگہ پر تھا اور جگر اپنی جگہ پر تھا

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون　　جب رشتہ کو گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکل کو گرہ سے استعارہ کیا ہے اور تدبیر کو ناخن سے

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا  بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا

یعنی گھر رونے کے سبب سے دریا ہو رہا ہے نہ روتے تو صحرا ہوتا

تنگی دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہے  کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

یعنی واشد خاطر اس قدر بڑھ جاتی کہ پریشانی کی حد تک پہونچتی۔

بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے  کاش رضوان بھی دربار کا دربان ہوتا

یعنی رضوان میں اتنی بات تو ہوتی کہ عمر بھر عبادت کرنیکے بعد وہ بہشت میں جانے دیتا ہے۔

---

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا  ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

فلسفہ میں اصول مسلمہ سے ہے کہ لاشی سے شی نہیں بن سکتی اور عالم شی موجود ہے تو ضرور ہے کہ کسی شی سے یہ شی حاصل ہوی ہو اور جس شی سے یہ حاصل ہوی اوسے طبعیین یعنی قائلین بہیولی و صورت کہتے ہیں اور صوفیہ عین ذات سمجھتے ہیں اور متکلمین کا مذاق کہتا ہے یہ اصل کہ لاشے سے شی نہیں ہو سکتی اس قدر ظاہر نہیں ہے جس قدر تصرف و تدبیر و حکمت کے آثار ظاہر و محسوس و آشکار ہیں اور اسی وجہ سے فاعل و منفعل و موثر و متاثر ہیں ہم فرق کرتے ہیں۔ مصنف یہ شعر صوفیہ کے مذاق پر کہا ہے یعنی میں جب کچھ نہ تھا تو خدا تھا اور کچھ ہو کر اپنی مبدائیت سے متاثر ہو گیا اور اوس مبدا فیض سے علاحدہ ہو جانا میرے حق میں برا ہوا

ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا  نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

غم میں سر کا زانو پر دھرنا امر مشہور ہے اور معنی ظاہر ہیں سر کٹنے کے بعد کا یہ کلام ہے۔

ہوی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے  وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

(کیا) تحقیر کے لئے ہے یعنی ہر امر کی خواہ وہ باعث عیش و راحت ہو یا سبب رنج و آفت ہو وہ حقیر کیا کرتا تھا اور ہر شے ہیچ سمجھتا تھا۔

---

یک ذرۂ زمین نہیں بیکار باغ کا  یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالہ کے داغ کا

داغ سے زخم اگر مراد لیں تو فتیلہ وہ بتی ہے جو زخم میں رکھتے ہیں اور اگر داغ سے چراغ مراد لیں تو فتیلہ اوسکے لئے ہی باعث فروغ ہوتا ہے پہلی صورت میں کثرت نشو نما کا

اشعار ہر کہ جادہ ایسا یا یک برہ گیا ہے ہر رگ لالہ ہوتی ہے اور داغ لالہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ زیادہ تر
دکھتے ہیں گل ہای رنگین پر اور نسبت فضۂ سبزہ زار پر دلالت کرے اور دوسری صورت میں
یہ معنی ہیں کہ جادہ کو لالہ کے سایہ وہ مناسب ہے جو فتیلہ و شعلہ میں پیدا ہے۔

بے سبب کس کی ہے طاقت آشوب آگہی — ہیچیا ہی عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

یعنی آشوب ہوشیاری کے برداشت کرنے سے حوصلہ کو عجز ہے اوس عجز نے ہوشیاری
و آگہی پر خط ایاغ کھینچدیا ہے یعنی صفحہ خاطر پر سے اوسے کاٹ دیا ہے حاصل یہ کہ ایاغ
پی کر ہوشیاری کو محو کر دیا ہے۔ جام جمشید میں خلوط ہیں اوس سبب سے شعرا آج تک
ہر جام بشرا میں خط ہونا لازم سمجھتے ہیں اور خط جام کو تشبیہات اور مضامین میں بہت
کثرت سے کہتے ہیں

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل — کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

یعنی بلبل کو خلل دماغ سمجھکر گل و سپر ہنستے ہیں کاروبار سے مراد اوسکے حرکات ہیں ہم
نے لفظ (حال زار) کو چھوڑکر (کاروبار) اس وجہ سے کہا کہ کار بمعنی زراعت و بار بمعنی
ثمر بھی ہے اور یہ گل کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔

تازہ نہیں ہے نشۂ فکر سخن مجھے — تریاکی قدیم ہوں دود چراغ کا

دود بمعنی فکر اور چراغ استعارہ ہے کلام سے

سو بار بند عشق سے آزاد ہم ہوئے — پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

یعنی جب ہم آزاد ہوتے ہیں دل پھر گرفتار کر دیتا ہے

بے خون دل ہے چشم میں موج نگہ غبار — یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

چشم میکدہ اور مے خون دل ہے اور چشم میں خون دل نہ ہونے سے موج نگاہ غبار بن گئی ہے
گویا کہ میکدہ مے کی جستجو میں خراب و غبار آلودہ ہو رہا ہے۔

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل ہے — ابر بہار خم کدہ کس کے دماغ کا ہے

پہلے مصرعہ میں سے (ہے) محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ جب شگفتگی باغ سے تیری نشاط
پیدا ہوتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ ابر بہار جس نے ساغر کو شراب رنگ و بو سے لبریز کر دیا ہے
کس کے دماغ کا خمکدہ ہوا۔ دوسرے مصرع میں سے (ہوا) محذوف ہے۔ یعنی ابر بہار
ہی تیری دماغ میں یہ شیشہ پیدا کرنیکو ایک خمکدہ ہے تجھمیں بساط و نشاط صنائع خطیہ میں سے ہے

دوسری چین جبین سے غم پنہان سمجھا — راز مکتوب بے ربطی عنوان سمجھا

(یہ) بیان سبب کے لئے ہے اور عنوان مکتوب سے پیشانی اور راز مکتوب سے غم پنہاں کو تشبیہ دی ہے

یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز — چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

یعنی جب سے میں گریبان کو گریبان سمجھا جب سے اوسے چاک کیا کرتا ہوں یہ حاصل یہ ہے کہ جب سے مجھے امتیاز حاصل ہوا کہ ظلمات دنیا مانع صفای نفس ہیں جب سے میں نے ترک دنیا کیا لیکن اسپر بھی آئینہ دل صاف نہیں ہوا بس ظاہر میں جو از آدون کی سینہ پر ایک الف کھنچا ہوا ہوتا ہے وہ تو ہے صفای باطن کچھ نہیں حاصل ہوی اور گریبان تعلقات دنیا سے استعارہ ہے اسی وجہ سے کہ یہہ دونوں انسان کو گلوگیر ہیں سینہ پر الف کھینچنا از آدون کا طریقہ ہے اور یہہ مضمون فارسی والی کہا کرتے ہیں اور (میش نہیں ۔)

بیان مصرع کے لئے ہے مگر اردو کی نحو اسکی متحمل نہیں یہہ فارسی کا ترجمہ ہے

شرح اسباب گرفتاری خاطر است یعنی — اس قدر رنگ ہوا دل کہ میں زندان سمجھا

شرح ذالموی سعی کھولنے کے ہیں لفظ رنگ کی مناسبت سے ہم نے یہہ لفظ باندھا ہے اور تنگی خاطر والشراح خاطر میں بھی تقابل ہے اور گرفتگی خاطر کے مقام پر گرفتاری خاطر لفظ زندان کی رعایت سے اختیار کی ہے ۔

بدگمانی نے نہ چاہا اوسے سرگرم خرام — رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیران سمجھا

یعنی میری بدگمانی نے اوسکا سرگرم خرام ہونا نہ گوارا کیا اسلئے کہ خرام میں جو پسینہ اوسی آیا تو میں ہر قطرہ کو دیدہ حیران کی چشم حیران اوسکے رخ پر پڑی ہے جہاں قطرہ عرق میں سحر مہم نے نمک اضافہ کیا ہے ۔

عجز سے اپنی یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا — نبض خس سے تپش شعلہ سوزان سمجھا

عجز و خس اور تندخوی کو شعلہ سے تعبیہ کیا ہے اور خس کو رگ نبض سے تشبیہ دی اور تپش سے تپ مقصود ہے اس شعر کو طعن و تشنیع کے لہجہ میں پڑھنا چاہئے شاعر اپنے اوپر آپ ملامت کرتا ہے کہ میں نے اپنی عجز و ناقابلیت سے یہہ سمجھ لیا کہ وہ بدمزاج و بدخو ہوگا اوس سے احتراز کرنا چاہئے کہ نبض خس سے تپ شعلہ کا حال معلوم کر لیا یہہ ہی محال ہے اور وہ بھی غلط خیال ہے ۔

سعی عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی — ہر قدم سایہ کو میں اپنے بستان سمجھا

یہان آتے آتے گذری وہ شبستان ہی۔ یعنی یہ قدم پر اپنے سایہ کو دیکھ کر مین یہی سمجھا کہ رات ہوگئی اور تمام آیا

تھا گر زان مژہ یار سے دل دم مرگ دفع پیکان قضا اس قدر آسان سمجھا

تا دم مرگ کی لفظ سے یہہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ اخیر تک بچ سکا اور پیکان قضا سے مژہ کا استعارہ کیا ہے

دل یا جانکی کیون اوسکو وفادار اسد غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

ہیو فا کو وفا دار جانکر دلدیا یعنی غلطی ہی کافر کو مسلمان سمجھا۔ دل جانکا ضلع ہی اسمین بول گئی ہیز

---

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دوسرے مصرع مین ایا ہوا کی معنے پر ہے فارسی کا محاورہ ہی اردو مین اسطرح محاورہ نہین بولتے حاصل یہہ ہی کہ دل جگر تشنہ فریاد ہوا تو مجھو دیدۂ تر یاد آیا کہ یہہ پیاس اوسی سے بجھیگی یعنی رونا بھی فریاد کرنا ہے رونے سے دل و جگر کی خواہش تر یاد پوری ہوجائیگی یا دل تشنہ جگر کی پیاس اشک تر یاد سے بجھیگی۔

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز پھر ترا وقت سفر یاد آیا

دم لینا یعنی ٹھہرنا اور سکون ہونا اور قیامت بیتابی و اضطراب ہی استعارہ ہی کہ یعنی اضطراب کے دن مین سکون ہونے نہ پایا تھا کہ پھر ترا وداع ہونا اور سفر کرنا یاد آگیا۔

سادگیہائے تمنا یعنے پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا

پہلے مصرع مین سے (دیکھو) محذوف ہے کہتے ہین میری سادگی تمنا کو تو دیکھو یعنے جو بات کہ محال ہے اور ہونیوالی نہین اوسکی خواہش آرزو مجھے سادگی و نادانی سے پیدا ہوئی ہے۔ یعنی پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا۔ (وہ) استعارہ ہے اوس سامان عیش و عشرت کیطرف جسے آنکھین دیکھ چکی ہین اور جسی ہم نے یہان نیرنگ نظر سے تعبیر کیا ہے اور لفظ سادگی سے یہہ مطلب نکلتا ہے کہ اوس عیش کے دیکھنیکی اب امید بھی نہین ہے

عذر واماندگی اے حسرت دل نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

حاصل یہہ ہی کہ اے حسرت دل میرے عذر واماندگی کو قبول کر مین چاہتا تھا کہ نالہ کرون مگر جگر کا خیال آگیا کہ شق نہ ہوجاے اس سبب سے نالہ نکیا۔ (قبول کر) پہلے مصرع

مین محذوف ہے اور اس قسم کے محذوفات فارسی مین ہوتے ہین اردو کی زبان اسکی مساعد نہین حذف سے شعر مین حسن پیدا ہو جاتا ہے مگر ہر جگہ جہان محاورہ مین حذف ہے

زندگی یون بھی گذر ہی جاتی — کیون ترا راہ گذر یاد آیا

کہتے ہین تیرا راہ گذر یاد آنے سے یہ ہی زندگی گزر گئی اور یہ بات اچھی ہوی کہ مین زندگی سے بیزار رہتا لیکن اوسکے یاد آنے سے ایسا اندوہ قلق ہوا کہ کاشکے نہ یاد آیا ہوتا زندگی تو کسی نہ کسی طرح کٹ ہی جاتی

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی — گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

یعنی وہ خلد کو ترجیح دیگا اور مین گھر کو تیرے یا مین خلد سے نکالا جاہوگا اور وہ بھی روکیگا

آہ وہ جرأت فریاد کہان — دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا

یعنی وہ جگر جو مدت ہوی کہ خون ہو گیا دل کی بے طاقتی و کم جرأتی دیکھکر یاد آگیا کہ اوس مرنے والے مین جیسی جرأت فریاد تھی وہ اس مین نہین ہے

پھر ترے کوچہ کو جاتا ہے خیال — دل گم گشتہ مگر یاد آیا

یعنی تیرے کوچہ ہی مین دل کے گم ہو جانے کا احتمال ہے کہ خیال اوسی طرف ڈھونڈھنے چلا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے — دشت کو دیکھکے گھر یاد آیا

یہان دشت کی ویرانی مین مبالغہ اس لئے کیا کہ گھر کی ویرانی مین زیادتی لازم آئی یعنی دشت مین ایسی ویرانی دیکھی جیسی بعینہ میرے گھر مین بنی تشبیہ معکوس ہے مولوی الطاف حسین صاحب حالی شاگرد مصنف نے یہان تشبیہ سے اعتراض کیا ہے اونہون نے یہہ مطلب لیا ہے کہ دشت کو دیکھکے ڈر لگا تو گھر یاد آیا کہ یہان سے بھاگو اور یہہ مطلب ہی محاورہ سے علیحدہ نہین ہے

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد — سنگ اوٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

یعنی مجھے اپنے ہی سر مین مار لینا یاد آیا

ہوی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا — آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

یعنے رقیب روکے ہوے تھا

تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ — اوس مین کچھ شایبۂ خوبی تقدیر بھی تھا

تقدیر کی برائی کو تشنیع کی راہ سے خوبی تقدیر کہا ہے

تو مجھے ہو لگیا ہو تو بتا دون — کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

وہ مین ہی ہون

قید مین ہے تری وحشی کو وہی زلف کی یاد — ہان کچھ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا

یاد زلف کی مقابلہ مین قید زنجیر کو بہت ہی سبک کرکے بیان کیا تاکہ یاد زلف کی گرانباری

بالتزام ظاہر ہو

بجلی ایک کوند گئی آنکھ کی آگے تو کیا — بارت کرتے کہ مین لب تشنہ و تقریر بھی تھا

یعنی ایک جھلک دکھا کر ہٹ گئی تو کیا بات کی ہوتی کہ مجھے اوسکی بھی تمنا ہے (کرتے)

مرتے وغیرہ تمنا کے لیئے ہوا کرتا ہے

یوسف اوسکو کہون اور کچھ نہ کہی خیر ہوئی — گر بگڑ بیٹھی تو مین لایق تعزیر بھی تھا

یعنی اسبات پر اگر وہ بگڑ بیٹھی کہ تم نے مجھ غلام بنا لیا تو جاتے ہے

دیکھہ کر غیر کو ہو کیون نہ کلیجہ ٹھنڈا — نالہ کرتا تھا و لے طالب تاثیر بھی تھا

مطلب یہ ہو کہ غیر کو برے حالون و نیکبخت الخ اور دوسرے مصرع ہے فاعل یعنی (مین)

محذوف ہے۔ اور (و لے) فارسی کا محاورہ ہی اب اردو مین متروک ہی۔

پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام — ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا

ہم ہی اور تم ہی اور اوس ہی اور اون ہی کی جگہہ پر ہین اور نہین اور اوسی اور

اون نہین اب محاورہ مین ہے اور یہہ کلمات اپنی اصل سے تجاوز کر گئے ہین۔

ہم تھی مرنیکو کھڑی یار نہ آیا نہ سہی — آخر اوس شوخ کی ترکش مین کوئی تیر بھی تھا

اپنے پاس آیا نہا تو دور سے کوئی تیر ہی مار دیا ہوتا

پکڑی جاتی ہین فرشتون کی لکھی پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

(ہمارا) کے ابہام ہی سے لانیکا محل نہا مگر ضرورت شعر سے اوسے آخر مین کر دیا ہے اس

شعر مین بعض لطافت و لطیفہ گوئی کا قصد کیا ہے کہ کہیہ انبساط نفس اس سے ہی حاصل ہوتا ہے

ریختی کے تمہین استاد نہین ہو غالب — کہتے ہین اگلے زمانہ مین کوئی میر بھی تھا

سننے ظاہر ہین

لب خشک و تشنگی مردگان کا — زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

پہلے مصرع مین سے ہی (ہون) محذوف ہے اور تشنگی استعارہ ہے شدت

آرزو شوق سے۔

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی — مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

پہلا مصرع بالکل فارسی ہے اس سبب سے کہ ہمہ ایسی مقام پر اردو مین نہین بولتے

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا — اور دن پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

ستمگر سنا دی ہے۔

چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے — خورشید ہنوز اوس کے برابر نہ ہوا تھا

یعنی خورشید ناقص ہی رہ گیا جس طرح شہور ہے کہ ماہ نخشب ابن مقنع سے ناقص بگیا

تو فیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے — آنکھو مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

یعنی اگر قطرۂ اشک بھی گوہر ہوگیا ہوتا تو یہہ عزت کہان حاصل ہوتی کہ آنکھو مین اوسکی جگہ ہے قطرۂ گوہر کی ہمت قطرۂ اشک سے کم تھی اسی وجہ سے وہ کانون ہی تک پہنچتا ہے آنکھو تک نہین پہنچتا

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم — مین معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

قامت کو قیامت سے تشبیہ دی ہے کہتے ہین قد یار کو دیکھہ کر وجود فتنۂ محشر کا مجھ یقین آیا۔

مین سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہون — یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا

یعنی اوسکی آزردگی سے جو تجدید مضمون ہوی اوسی تکرار سبق سے کنایہ کیا ہے۔

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک — میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

محاورہ مین گناہ گار کو تر دامن کہتے ہین مطلب یہہ ہے کہ میرے دامن نے سارا دریائے معاصی جذب کر لیا کہ وہ خشک رہ گیا اور چھینٹہ بھی گوشہ دامن تک اچھی طرح تر نہ ہوا یعنی جتنے معاصی تھے سب مین لے گئے اوس پر بھی میرا جی نہین بھرا۔

جاری ہی اسد داغ جگر سے مری تحصیل — آتشکدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

اس شعر مین اپنا مقابلہ سمندر سے اور داغ کا آتشکدہ سے کیا ہے اور داغ کو ترجیح دی ہے کہ اوس سے تحصیل جاری ہے یعنی اوسکے سبب سے جو آہ و نالہ پیہم نکلتا ہے وہی تحصیل ہے تو گویا داغ دل میری جاگیر ہے سمندر کو آتشکدہ سے یہہ فائدہ نہین حاصل۔

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا — رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

ناموس عصمت و راز اور لباس مین خار کا رہ جانا باعث بیچین ہوتے کا ہے غرض یہہ کہ اوسکو

سامنے شمع نہین ہوی جاتی ہی گویا اوسکے لباس مین خار تھا۔

شہید عاشق سے کو سو تک جو اوگتی ہی جینا — کس قدر یارب بلا حسرت پابوس تھا

یعنی اوسکی خاک سے شہیدی اوگتی ہے کہ اسطرح معشوق کے قدم تک پہونچ جاے۔

حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو — دل بدل ہیوستہ گویا یک لب افسوس تھا

ایک دل عاشق کا اور ایک معشوق کا دونون مل کر یک افسوس بجاتے ہین۔

کیا کہون بیماری غمکی فراغت کا بیان — جو کہ کہا یا خون دل بے منت کیموس تھا

(کیا کہون) یعنی کیا کرون (جو کہ) یعنی جو کچھہ اور کیموس اصطلاح طب مین ہضم جگری کو کہتے ہین جس مین غذا تحلیل ہوکر خون بنجاتی ہے کہتے ہین مین نے جو کچھہ کہا یا بے کیموس ہوی وہ خون جگر ہوگیا یعنے بیماری غم مین نے خون جگر ہی کہا یا اور خون جگر کہا نا غم و غصہ کہا نیکے مقام پر کہتے ہین

آئینہ دیکھہ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنی کچھہ غرور نہ چلا آپ اپنے اوپر فریفتہ ہوگئے۔

قاصد کو اپنے ہاتھہ سے گردن نہ ماریے — اوسکی خطا نہین ہے یہ سر اقصور تھا

یعنے انتہای رشک یہہ ہے کہ وہ کسی کو قتل ہی کرے تو نہین دیکھا جاتا اور آرزو یہہ ہوتی ہے کہ مین قتل کرون (اپنے ہاتھہ) کی لفظ سے خطاب رشک کیطرف اشارہ کیا ہے۔

---

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

یعنی بیوفائی و بے اعتنائی کے صدمے اوٹھانے اوٹھانے اب وہ دل ہی نہین رہا کہ معشوق سے نیازمندی کا دعوی کرین۔

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لیے ہوی — ہون شمع کشتہ در خور محفل نہین رہا

محفل استعارہ ہے جہان سے

میرنکی ای دل اور ہی تدبیر کر کہ مین — شایان دست و بازوی قاتل نہین رہا

یعنی میرا حال ایسا غیر ہوا ہے کہ وہ مجھے صید زبون سمجھتا ہے۔

بر روی شش جہت در آئینہ بازی — یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

ناقص و کامل دونون کے سامنے شش جہت موجود ہے اور دونون ہیچ خلقت کی سمجھے ہین حیران ہین اور اس آئینہ مین دونون دیکھہ رہے ہین کہ دونون کی ایک ہی صورت ہے

ناقص کامل مین یہان کچھہ فرق نہین - دوسرا احتمال یہہ ہے کہ بر روئے شش جہت کہا ہو
سہو نے اور معنی یہہ ہین کہ جسطرح آئینہ قبول عکس مین کچھہ امتیاز نہین کرتا یہی حال ہے بتمثیل
عارف کے دل روشن کا -

واکردئی ہین شوق نے بند نقاب حسن — غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہین رہا

یعنی ظاہر اور مرئی کا امتیاز جو باقی ہے یہی سب حائل ہے اسی سبب سے کہ آنکھہ اوسکو نہین دیکھہ
سکتی اور اسکے علاوہ جو حجاب تھے وہ کثرت شوق نے اوٹھا دئے -

گو مین رہا رہین ستمہای روزگار — لیکن تیری خیال سے غافل نہین رہا

یعنی کسی حال مین تجھہ مین نہین بھولا -

دل ہی ہوائی کشت وفا مٹ گئی کہ آن — حاصل سوائے حسرت حاصل نہین رہا

یعنی وفا کا حوصلہ اب نہین رہا کہ وفا کرکے حسرت کے سوا کچھہ نہ پاؤ -

بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

یعنی جب دل نہین رہا تو بیداد کون اوٹھائے گا ؟

---

رشک کہتا ہی کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف — عقل کہتی ہے کہ وہ بیمہر کسکا آشنا

یعنی عقل معشوق کی برائی مجھے بجھاتی ہے تاکہ رشک کا قلق کم ہوجائے یہہ سمجھکر کہ جسطرح اوسنے
ہمارے ساتھہ بیوفائی کی غیر سے بھی یونہین پیش آئیگا -

ذرہ ذرہ ساغر مینخانہ نیرنگ ہے — گردش مجنون بچشمکہای لیلی آشنا

یعنی عالم کا ہر ذرہ جو گردش انقلاب مین مبتلا ہے - یہہ نیرنگ فلک کی اشارہ سے ہے
بیان لفظ ساغر سے معنی گردش نے تراوش کی اور اسی رعایت سے نیرنگ کو بیخانہ سے
تعبیر کیا ہے اسکے بعد بر سبیل تمثیل کہتے ہین کہ مجنون کی گردش لیلی ہی کے اشارہ سے ہے -

شوق ہی سامان ناز آرائش ارباب عجز — ذرہ صحرا و ستگاہ و قطرہ دریا آشنا

عاجزون کا سرمایہ ناز شوق ہے جسکے سبب سے ذرہ انا البیر اور قطرہ انا البحر کہنے لگتا ہے -

ہین اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہر — عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

(ہون) محذوف ہے یعنی ہین ہون اور وہ دل جو دشمن عافیت ہے - ظاہر ہے کہ آفت کوئی ایسی
شی نہین ہے جسکا ٹکڑا بھی ہو مگر محاورہ مین قیاس کو دخل ہی نہین اسیطرح بری کا ٹکڑا ہوگا

مگر ایسی بھاری ہے جانہ کا تکہ الہیہ سفر کرنا ہو اور ہیلہ بھی بھاری بنا کے بعد یکا مگر اور جو کا گڑا اور آرت کا تکڑا اوسی نباہ

شکوہ بہ سنگ ہمدیگر نہ رہنا چاہیے　　میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

یعنی تم آئینہ مین ہر وقت مشغول رہو اور مین شکایت نہین کرتا اور مین ہمیشہ سر بزانو رہون تو تم بُرا نہ مانو شوہر ازانو کو آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہین۔

کوہکن نقاش یک تمثال شیرین بنا اسد　　سنگ سے سر مار کر ہوا نہ پیدا آشنا

یعنی فقط نقاش بنا عاشق صادق نہ بنا نہین تو تعجب ہے کہ سنگ سے سر ماری اور اوس مین سے معشوق نہ نکل آئے۔

---

ذکر اوس پری وش کا اور پھر بیان اپنا　　بن گیا رقیب آخر جو تھا رازدان اپنا

یعنی وہ بھی عاشق ہو گیا اس سبب سے کہ ایک تو ذکر ہی دل فریب دوسرے اوس شخص کی زبانی جو فریفتہ ہو رہا ہے اور پھر بیان بھی ہے۔

مے وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یارب　　آج ہی ہوا منظور اونکو امتحان اپنا

یعنی بیکشی مین اونکو اپنا امتحان منظور تھا تو کاہے کو میرے ساتھ شراب پیکر بے ہوش ہوتے شکایت خدا سے یہ ہے کہ آج ہی اوسکے دلمین یہہ بات آنا تھی یہان پی گئے کہ مقام پر پہنچے ۱۲ مرحوم نے باندھا ہے جس سے یہہ معنی نکلتے ہین کہ بیلا بزم غیر مین وہ کیون بہت سی شراب پیتے یہہ میری ہی بدقسمتی ہے کہ آج میرے گھر مین آئے تو بہت سی شراب پی گئے۔

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے　　عرش سے اودھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

یعنی کاش کے ہمارا مکان عرش سے اوس طرف ہوتا کہ ہم عرش پر منظر بنا کر اونچے مقام کو دیکھ سکتے۔ لیکن مشکل یہہ ہے کہ ہمارے مکان سے بلند کوئی جگہ ہی نہین۔ یہہ وجہ ہے کہ ہم اپنی حقیقت و ماہیت سے بے خبر ہین۔

دے وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی مین ٹالینگے　　بارے آشنا نکلا اونکا پاسبان اپنا

یعنی اونکا پاسبان بن کے اپنا آشنا نکلا غرض

در دون لکھون کب تک۔ جاؤن اونکو دکھلادون　　انگلیا فگار اپنی خامہ خون چکان اپنا

خامہ کا خون چکان ہونا ایک تو مضمون خون چکان کے سبب سے ہے دوسرے اونگلیون کے فگار ہونے کے باعث سے ہے۔

گہستی گہستی مٹ جانا آپنی عبث بدلا ننگ سجدہ سے میرے سنگ آستان اپنا

یعنی مین اسقدر سجدہ کرتا کہ پتھر گھس جاتا۔ ش

تا کرے نہ غمازی کر لیا ہے دشمن کو دوست کی شکایت مین ہم نے ہمزبان اپنا

یعنی تاکہ معشوق سے جاکر یہہ ذکر نہ کرے کہ مین شکایت کیا کرتا ہون غ

ہم کہان کے دانا تھے کس ہنر مین یکتا تھے بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

غرض یہہ کہ عقل و ہنر دشمنی فلک کا باعث ہوا کرتا ہے

---

سرمۂ مفت نظر ہون میری قیمت یہہ ہے کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

یعنی میرے کلام کا فیض عام ہے اور اوس سے انتفاع مفت ہے جیسے انکھین سینک لینا مفت ہے ہر شخص کو حاصل ہے لذت نظر کو سرمۂ مفت سے تشبیہ دی ہے اور سرمۂ مفت کی اضافت نظر کی طرف تشبیہی ہے۔

رخصت نالہ مجھے دے کہ بہ با دا ظالم تیری چھیڑ ہے جو ظاہر غم پنہان اپنا

یعنی نالہ کرنے سے دل ہی پر غم نہانی کا اثر پڑے گا اور میرے دل سے تیرے دل کو بھی راہ ہے

غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان بے شانۂ صبا نہین طرۂ گیاہ کا

یعنی لوگ سے حقیقت سے غافل ہین اونکی طبیعت مین جو ایک مادہ فخر و ناز ہے اوسنے یہہ وہم پیدا کر دیا ہے کہ ہم نے یہہ کیا اور ہماری تدبیر سے یہہ بن پڑا حالانکہ جو کچھ ہے سب اوسیکطرف سے ہے۔ اس شعر مین لطف الہیٰ کو باد صبا سے تشبیہ دی ہے۔

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ صید زدام جستہ ہے اس دامگاہ کا

بزم قدح یعنی بزم شراب۔ رنگ یعنی عیش۔ دامگاہ دنیا سے استعارہ ہے۔ عیش تمنا نہ رکھنا ترجمہ۔ فارسی ہے مطلب یہہ ہے کہ عیش کی تمنا نہ رکھہ۔

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے شرمندگی سے عذر نہ گناہ کا

(شرمندگی سے) مفعول لہ ہے عذر نکریگا اور (عذر نکرنا) مفعول بہ ہے قبول کریگا۔ (کیا بعید ہے) جواب شرط۔

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے پر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

سنے ظاہر مین گل سے زخم کو تشبیہ دی ہے

جان دہ ہوائے یک نگہ گرم ہی اسد — پروانہ ہے وکیل تیری دادخواہ کا

معشوق سے خطاب ہے کہ تیرا دادخواہ یعنی اسد جان دہ ہوائے ایک نگہ گرم ہی اور اسد جان دہ ہوا ہے یہ ویسی ہی ترکیب ہے جیسے کہیں فلان سر بکف ہے یا باد رکاب ہے یہ جان کو ہوائے نگہ گرم مین ہونیکی وجہ سے پروانہ سے تشبیہ دی ہے حاصل یہہ کہ اسد کی جان ایک نگاہ گرم کی آرزو مین ہے گویا تیری دادخواہ کا وکیل پروانہ کا سا حوصلہ رکھتا ہے کہ جلجانیکی خواہش کرتا ہے۔

---

جور سے باز آئے پر باز آئین کیا — کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا

یعنی اب شرمندگی سے منہ نہین دکھلاتے ہین ہی کیا کہتے ہین

رات دن گردش مین ہین سات آسمان — ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

توکل کی طرف رغبت ہے۔

لاگ ہو تو اوس کو ہم سمجھین لگاؤ — جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا

یعنی وہ عداوت ہی کرنا کو ہم لگاوٹ سمجھے۔

ہو لئے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ — یارب اپنے خط کو ہم پہونچائین کیا

یارب اس شعر مین دعا کیلئے نہین ہے بلکہ انہا راستعجاب کے لئے ہے

موج خون سر سے گذر ہی کیون نہ جائے — آستان یار سے اوٹھ جائین کیا

(کیا) دوسرے مصرع مین تحقیر کے لئے ہے۔

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ — مر گئے پر دیکھئے دکھلائین کیا

یعنے رند کی بھر تو اوہنون نے مرنے کی راہ دکھلائی مر گئے پر نہ جانے کیا دکھلائین

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہی — کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

(ہم بتلائین کیا) ایسے مقام پر محاورہ مین ہے یہان پوچھنے والا جان بوجھکر جاہل بنتا ہی یعنی تجھے ہے کہ غالب کو وہ ایسا بھول گئے جیسے کبھی کے شناسا ہی نہ تھے۔

---

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی — چمن زنگار ہی آئینہ باد بہاری کا

یعنے جب آئینہ صبا مین زنگ لگا تو سبزہ زار پیدا ہوا یہ تمثیل ہے اسبات پر کہ بے تعلقی

مادہ جلوہ محمدؐ ذات نہیں ہوسکتا۔

حریف جوششِ دریا نہیں خودداریِ ساحل — جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعوٰی ہوشیاری کا

ساقی کو دریا ہی پر جوش سے تشبیہ دی ہے اور ساحل کو اپنا آغوش سے مطلب یہ ہے کہ کیجئے آغوش میں لیکر اور تیرے ہاتھ سے شراب پیکر پیرِ ہوش کہاں ساحل کی خودداری و پاداری دریائے پرجوش کے آگے کہیں چل سکتی ہے۔

---

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہوجانا — درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہوجانا

درد کا حد سے گذرنا یعنی فنا کر دینا اور فنا ہونا عین مقصود ہے

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد — تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہوجانا

(تجھ سے) (جدا ہوجانے) سے متعلق ہے اور (قسمت میں) متعلق ہے (تھا لکھا) سے اور جدا ہوجانے سے قفل کا کھلنا مراد ہے کہ جب حروف مرتب ہوکر وہ کلمہ بنتا ہے جو واضع نے معین کر دیا ہو تو قفلِ ابجد کہلاتا ہے اور بات کا بننا تدبیر کے کو کہتے ہیں۔

دل ہوا شعلۂ جوالہ زحمت میں تمام — مٹ گیا گھسنے میں اس عقدہ کا وا ہوجانا

زحمت دل کر رفع کرنیکی تدبیر سوچی تھی وہ کشمکش ہوئی کہ دل ہی تمام ہوگیا گویا ایک گرہ تھی سو گئی

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ — اس قدر دشمنِ ارباب وفا ہو جانا

مطلب ظاہر ہے اور تعریف اسکی امکان سے باہر ہے معشوق کی بیوفائی کی تصویر ہے اور بیوفائی بھی خاص طرح کی اور یہ مضمون بھی خاص حصہ ہی کا ہے۔

ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا — باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہوجانا

یعنی مسئلہ استحالہ عناصر پہلے کبھی ہماری سمجھ میں نہ آیا تھا اب امتحان ہوگیا تو باور ہوا۔

دل سے مٹنا تیری انگشتِ حنائی کا خیال — ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

کہتے ہیں کہ گوشت سے ہی کہیں ناخن جدا ہوا ہے۔ یعنی ان دونوں میں مفارقت نہیں ہوسکتی دل سے خیال دستِ حنائی نہیں نکل سکتا۔

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا — روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہوجانا

یعنی روتے روتے مر جانا میرے لیے باعث مسرت ہے میں اسی پر ہیہ جاتا ہوں کہ جیسے ابر برس کر کھلجاتا ہے اور باعث نشاط ہوا خوبی اسمیں تازگی تشبیہ کی ہے۔

گر نہیں نکہت گل کو تری کوچہ کی ہوس — کیوں ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

یعنی پھر یہ فعل اوسکا کیوں ہے کہ صبا کی گرد راہ بن جاتی ہے یعنی صبا اپنا شیرہ کوچہ مین آنے کی ہوس کی کہتی ہے ردیف محاورہ سے گری ہوی ہے -

تا کہ تجھ پر کھلے اعجاز ہوای صیقل — دیکھ برسات مین سبزہ آئینہ کا ہو جانا

برسات مین آئینہ فولاد پر زنگ آجاتا ہے وہ گویا کہ سبزہ ہے جسی ہوای صیقل نے پیدا کیا ہے - ہوا بمعنی خواہش و شوق ہے - حاصل یہہ ہے کہ شوق وہ چیز ہے کہ فولاد پر بھی زنگ پیدا کرتا ہے

بخشی ہے جلوہ گل ذوق تماشا غالب — چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

یعنی باغ مین رنگ رنگ کے پھول کھلنے ہوی دیکھکر یہہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اسیطرح ہر رنگ مین آنکھہ کو وا کرنا چاہیے اور ہر طرح کی سیر کرنا چاہیے بخشی کا فاعل جلوہ گل ہے اور مفعول ذوق تماشا ہے اور دوسرا مصرع ذوق تماشا کی تفسیر ہے -

## ردیف ب

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب — دی بط مے کو دل و دست شنا موج شراب

شراب کا شیشہ موج سے پرواز کرنا استعارہ ہے جوش شراب سے اور وقت سے فصل بہار مراد ہے جسکی حرارت سے غلیان و جوش شراب مین پیدا ہوتا ہے اور بط مے کو دل و دست شنا دینے سے یہہ مراد ہے کہ خود شراب پر جوش اوسکا دل ہوگی اور دست سائی اسکے لیے دست شنا ہوگا بعد اوسکے ہاتھہ سے حلقہ زندان مین وہ شناکریگی اور خود شیشہ کو بھی دل ہی تشبیہ دیتے ہین -

پوچھہ مت وجہ سیہ مستی ارباب چمن — سایہ تاک مین ہوای ہوا موج شراب

یعنی سایہ تاک مین ہوا ایسی طرب انگیز ہے گویا موج شراب بن گئی ہے سیہ مستی کا لطف سایہ سے بہت مناسبت رکھتا ہے -

جو ہوا غرقہ مئی نخت رسا رکھتا ہے — سر سے گذرے پہ بھی ہے بال ہما موج شراب

یہہ بات مشہور ہے کہ ہما کا سایہ جس سر پر پڑ جائے وہ اقبال مند و صاحب بخت بلند ہوتا ہے اور موج شراب کا سر سے گذر جانا اوسکے نشہ کا دماغ مین چڑھ جانا مراد ہے اور

غرق سے ہونے سے نشہ مین ڈوب جانا مقصود ہے دوسرا پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ ہم سے گذر بھی جائین یعنے سبکسری کے پیچھے تباہ ہو جائین جب بھی موج کا بال ہمارے کم نہین ہے

ہی یہہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہی اگر ۔ موج مستی کو کرے فیض ہوا موج شراب

ہوا ی بھار سے جو ایسی ایسی انقلاب ہوتے ہین کہ جہان رہی وہان ن چنبیل میدان ہو وہ سب سبزہ زار بنجاتے ہین جن مقامون مین جھاڑ جھنکاڑ اور خار زار تھا وہان جوش لالہ و گل دکھائی دیتا ہے تو اس انقلاب دکون و فساد و جوش نشو و نما کی بیان مین شعرا ہمیشہ صنعت اغراق کو استعمال کرتے ہین جسے عرفی نے کہا ہے ۔ اخگر از نیض ہوا سبز شود در منقل ۔ یعنے انگیٹھی مین دانہ انگور سے اگر بھی بیوقتی زمین یا سوا جیسی اسی مین بوئی ہو شاخ سے گا زمین کے نکل آئی کونپل ۔ وجہ اسکی یہہ ہے کہ شعر مین سنخیت درت ہے کسی شی کا کچھ سے کچھ ہو جانا بڑا لطف دیتا ہے ۔ دوسرا سبب اس مضمون پر شعرا کے لوجھ کرنیکا یہہ ہے کہ جب تشبیہ مین حرکت وجہ شبہ ہو تو وہ تشبیہ بہت ہی بلیغ ہوتی ہے اور یہان جگاری مین سے اگھوے پھوٹنا یا شاخ گاہ مین سے کونپل نکلنا حرکت سے خالی نہین ۔ غرض کہ معنے نے بھی فیض ہوا کی بیان مین یہان اغراق کیا ہے کہ ہستی گندران کو موج سے تشبیہ دی اور اس موج کو فیض ہوا سے موج شراب بنا دیا نہایت لطافت اور پھوٹنے کی مناسبت سے ہے ۔

چار موج اوٹھتی ہین طوفان طرب سے ہر سو ۔ موج گل موج شفق موج صبا موج شمیم

جوش طرب کو دریائے طوفان خیز سے تشبیہ دی ہے چار موجین دوسرے مصرع مین بیان کی ہین اور اس تشبیہ مین بھی وجہ شبہ حرکت ہے ۔

جس قدر روح نباتی ہی جگر تشنۂ ناز ۔ دی ہی تسکین بہ قدر آب بقا موج شراب

روح نباتی سے قوت نامیہ مراد ہے کہ جو انسان مین بھی ہے مطلب یہہ ہے کہ ہم مین شراب سے جو امنگ اور جوش پیدا ہوتا ہے وہ قوت نامیہ کی حرکت ہے یعنے شراب فی الحقیقت قوت نامیہ کو حق مین وہ کام کرتی ہے جو کام کے بارش نباتات کے حق مین کرتی ہے اور (ناز) سے یہان اینڈنا اور تمنا مقصود ہے جو کہ لوازم وفا اور نشو و نما کے خواص سے ہے ۔

بسکہ وفور مے سے ہی رنگ مین خون ہو ہوکر ۔ شیشہ رنگ سے ہی بال کشا موج شراب

یعنی جسطرح رگون مین خون دوڑتا ہی اسی طرح پیالون مین وہ شراب دوڑ رہا ہی اور اوسکے سبب سے پیالین سرسبز و شاداب ہین تو اوسکا دوڑنا پرواز ہے اور یہہ سرسبزی و رنگینی شہپر پرواز ہے - لفظ خون مین لونن کا اعلان صحیح سمجھتے ہین اور بعض بعض شعرا بغیر اعلان اس لفظ کو استعمال ہی نہین کرتے -

**موجۂ گل سہی چراغان ہی گذرگاہ خیال ہی تصور مین زبین جلوہ نما موج شراب**

اس شعر مین موج شراب کو پہلے موج گل سے تشبیہ دی ہے پھر چراغان سے تشبیہ دی اور چراغان کی مناسبت سے خیال کو گذرگاہ سے تعبیر کیا - یعنی خیال موج شراب کیا ہے موج گل ہے موج گل کیا ہے گذرگاہ تصور مین چراغان ہی - یہہ ظاہر ہے کہ موج شراب کو چراغان سے اگر تشبیہ دین تو کوئی وجہ شبہ نہین ہے ہان موج شراب کو موج گل سے تشبیہ دین تو وجہ شبہ رنگ دونون مین موجود ہے - اور موج گل کو چراغان سے تشبیہ نام ہے - یعنی ہر ہر گل کی اندرونگی شعلہ چراغ سے مشابہ ہے حاصل یہہ کہ موج گل کو چراغان سے مشابہت ہے - اور موج شراب کو موج گل سے مشابہت ہی تو تصور موج شراب سے گذرگاہ خیال مین چراغان ہو رہا ہے اس سبب سے کہ مشابہ کا مشابہ بھی مشابہ ہوتا ہے لیکن ایک شبہ بہ سے دوسرے مشبہ بہ پر بجاز کرنے مین وجہ شبہ کا اتحاد مشرط ہے وہ یہان نہین پایا جاتا یعنی موج شراب و موج گل مین وجہ شبہ مفرد ہے اور موج گل و چراغان مین وجہ شبہ مرکب ہے -

**نشہ کی رو سے ہین محو تماشا دماغ بسکہ رکھتی ہی سر نشو و نما موج شراب**

یعنی شراب کو نشو و نما کا جو خیال تھا تو نشہ نے کر دماغ مین چہرہ گی اور خیال و دماغ و سر ہم الفاظ مناسب ہین -

**ایک عالم پہ ہین طوفانی کیفیت فصل موجۂ سبزۂ نوخیز ہی نامین شراب**

یعنی موج شراب و موج سبزہ نے کیفیت فصل بہار یعنی نشاط طرب سے تمام عالم کو گھیر لیا اور اٹھایا ہے -

**شرح ہنگامۂ ہستی ہی زہی موسم گل رہبر قطرہ بہ دریا ہے قوت شراب موج شراب**

یعنی نشو و نماے گل در رماخین ہنگامہ برپا ہے کہ دیکھا اسیلیے جنگ ناکرتی ہے ہاز سے بلند اور ریو نہین بلکہ واقعیت ہی موجودات کا ظہور ہوا ہے اور ڈوبی ہی اور ہستی ہے باوجود سرشار کرکے قطرہ کو دریا تک پہونچاتی ہو اور روح کو اوسکے مربع سے ملا

ردیف ت

افسوس کہ دندان کا کیا رزق فلک نے — جن لوگون کی تھی درخور عقد گہر انگشت

دودہ کیڑے کو کہتے ہین اُسکی جمع ہی دود اور دیدان جمع الجمع ہی۔ یعنے جو انگلیان سلک گہر کے قابل تھین انھین کیڑے لپٹے ہوئے کھا رہے ہین۔ سلک گہر کو کیڑون سے مشابہت ہے

کافی ہی نشانی تری چھلے کا ندینا — خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

نشانی اسی واسطے ہوتی ہی کہ نشانی دینے والے کو ہر وقت یاد دلوایا کرے۔ تیرے اس التفات کو کہ چلتے چلتے نشانی نہ دینے کے عذر مین چھنگلیا مجھے دکھا دی کہ دیکھو خالی ہی مین کبھی نہ بھولونگا بس تیرے یاد رکھنے کو یہی کافی ہی۔ یا یون سمجھو کہ شوخی سے اُسنے چھلا چھپا کر انگوٹھا دکھا دیا۔

لکھتا ہون اسد سوزش دل سے سخن گرم — تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

گرمی سخن خوبی سخن کے معنی پر ہی اور انگشت رکھنا عیب نکالنے کے معنی پر ہی

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت — پھر اک روز مرنا ہی حضرت سلامت

(ہے) اس شعر مین اور ہی معنی کہا ہی۔ یہ معنی فرض و وجوب پر دلالت کرتا ہے لیکن مصدر کے ساتھ ان معنی پر زیادہ آتا ہی۔ کہتے ہین مجھے ایک خط لکھنا ہی اور کئی خط لکھنے ہین اور کتاب لکھنی ہی اور کتابین لکھنی ہین اور لکھنو کے بعض شعرا جو دعوی تحقیق رکھتے ہین مصدر کو قابل تصریف نہین سمجھتے اور اُسکے افراد اور جمع و تذکیر و تانیث کو غلط سمجھتے ہین وہ یون کہتے ہین مجھے ایک خط لکھنا ہی اور کئی خط لکھنا ہین اور کتاب لکھنا ہی اور کتابین لکھنا ہین لیکن یہ محاورے مین قیاس ہی جو قابل استعمال نہین ہی یہ کہ۔ وہی صحیح ہی اور یہ بھی صحیح دونون طرح بولتے ہین۔

جگر کو مرے عشق خونابہ مشرب — لکھے ہی خداوند نعمت سلامت

یعنے عشق نے میرا خون جگر پی کر پرورش پائی ہی جبھی تو اس القاب سے لکھتا ہی

علی الرغم دشمن شہید وفا ہون — مبارک مبارک سلامت سلامت

مبارک اس سبب سے کہ رقیب کے خلاف مراد ہی اور سلامت اس لئے کہ شہید وفا ہوا اور شہادت زندگانی جاوید ہی۔

نہین گر سرو برگ ادراک معنی — تماشاے نیرنگ صورت سلامت

عالم معنی تک رسائی نہین تو نہی عالم صورت کا نیرنگ و انقلاب سلامت رہے
کہ یہ آئینہ شاہد معنی ہر یعنی عالم اجسام کے انفعالات و آثار وجود فاعل و مؤثر پر
دلیل تام ہین شاہد نہین ہوا نہ سہی ادراک کہ نہوا نہو اذعان تو ان سے بھی حاصل
سند گئین کھولتے ہی آنکھین غالب یار لائے مری بالین پہ اُسے پر کسوقت
آنکھ بند ہو جانا موت سے کنایہ ہی اور اس زمین مین یہی ایک شعر ہی اسکو بھی
نکالڈالنا چاہیے تھا آگے اسی مضمون کا ایک شعر موجود ہی۔ سند گئین کھولتے ہی
آنکھین ہر یہ خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس۔
آمد خط سے ہوا ہی سرد جو بازار دوست دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست
یعنی خط کے نکل آنے سے خریدار کم ہو گئے اور بازار عشق سرد ہو گیا تو گویا خط
بجھی ہوئی شمع کا دھوان ہی کہ اُس دھوئین کا اُٹھنا اور گرمی بازار و فروغ
حسن کا زوال شمع سے ساتھ ہی ہو جاتا ہی۔
ایدل ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر کون لاسکتا ہی تاب جلوۂ دیدار دوست
ناعاقبت اندیش کے لفظ سے واقعۂ طور کی طرف اشارہ کیا ہی۔
خانہ ویران سازی حیرت تماشا کیجئے صورت نقش قدم ہون رفتہ رفتار دوست
نقش قدم کے صفات مین سے حیرت شعار مین مشہور ہی گئے ہین جسطرح نقش قدم حیرت
رفتار کو دیکھ کر چشم حیرت بنگیا ہی اسیطرح مین بھی وارفتہ خرام ہون اور یہ
خانہ ویرانی حیرت نے کی ہی کہ سر راہ نقش پا بن کر رہ گیا ہون۔
عشق مین بیداد رشک غیر نے مارا مجھے کشتۂ دشمن ہون آخر گرچہ تھا بیمار دوست
بیمار دوست ہونیکی وجہ عشق ہی اور کشتۂ دشمن ہونیکی وجہ یہ ہی کہ رشک دشمن نے ہلاک کیا ہی
چشم ما روشن کہ اُس بیدرد کا دل شاد ہی دیدۂ پرخون ہمارا ساغر سرشار دوست
دوسرے مصرع مین سے (ہی) محذوف ہی اور چشم ما روشن گو کہ فارسی ہی لیکن اسقدر
مشہور ہی کہ اسے دو زبانون کا خلط نہ کہنا چاہئے اور اسطرح بھی کہتے ہین کہ چشم ما روشن
دل ما شاد اسی طرح سے سودا نے کہا ہی (اُس بیدرد کا دل شاد ہی) اور یہ بھی صنائع
معنوی مین سے ایک صنعت ہی گو اہل فن نے اس صنعت کا ذکر ترک کیا ہی۔ یا دشن بنجیر
میر با قر حسن صاحب ضیا کہتے ہین کہ سفر مین جو حالات شمل کے ہین بمقدار علم

اگو لکھتا ہون مین - یعنے شملہ بمقدار علم -

غیرون کرتا ہی میری پرسش اُسکے ہجر مین — بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوار دوست
تاکہ مین جانون کہ ہی اسکی رسائی واں تلک — مجھکو دیتا ہی پیام وعدۂ دیدار دوست
جبکہ مین کرتا ہون اپنا شکوۂ ضعف دماغ — سرکرے ہی وہ حدیث زلف عنبر بار دوست
چپکے چپکے مجھکو روتے دیکھ پاتا ہے اگر — ہنس کے کرتا ہی بیان شوخی گفتار دوست
مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے — یا بیان کیجے سیاس لذت آزار دوست

یعنے دشمن دوست بنکر مہربانی کیے پیر ایہ مین میرے جی کو ملاتا ہی اور آتش رشک کو بھڑکاتا ہی سارے قطعہ مین اسی اجمال کی تفصیل ہی - سرکرنا مشروح کرنے کی معنی پر فارسی کا ترجمہ ہی -

یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہی آپ — ہی ردیف شعر مین غالب بس تکرار دوست

جو لفظ کہ آخر شعر مین قافیہ کے بعد مکرر کہے اُسے ردیف کہتے ہین قافیون مین باہمگر تشابہ ہوتا ہی اور ردیف مین تکرار ہوتی ہی اور قافیہ رکن شعر ہی اور ردیف متحسنات مین ہی - عرب و فارس و ہند مین شعر التعریف شعر مین کلام موزون مقفی کہتے ہین اور اہل منطق کلام مخیل کو شعر کہتے ہین خواہ وزن و قافیہ ہو شعرا کی اصطلاح مین ہر کلام موزون باقافیہ شعر ہی خواہ تخییل ہو وجہ اختلاف کی یہ ہی کہ منطق یونانی سے ترجمہ ہوئی ہی اور یونانیون مین شعر کے لیے قافیہ ضرور نہ تھا اگر تخییل مین وزن ہو تو اسے شعر سمجھے اور جو وزن نہو تو قضیہ شعریہ کہتے تھے - ہند و ایران کے شعرا وزن بے قافیہ کو نثر مرجز کہتے ہین -

## ردیف ج

گلشن مین بند و بست برنگ دگر ہی آج — قمری کا طوق حلقۂ بیرون در ہی آج

ہے محفل مین بار نہو اور باہر ہی روک دیا گیا ہو اسے مجاز احلقۂ بیرون در کہتے ہین مطلب فقط یہ ہی کہ باغ مین آج ایسی بندابندی ہی کہ قمری تک کا گذر نہین اور یہ مضمون یعنے باغ مین جانے کی روک ٹوک اور اسکی شکایت شعرا اکثر کیا کرتے ہین -

آتا ہی ایک پارۂ دل ہر فغان کے ساتھ — تار نفس کمند شکار اثر ہے آج

یعنے نفس سرد نے کمند کی طرح اثر کو شکار کر لیا اگر بھی تو ہر آہ مین ایک پارۂ دل

نکل آتا ہی یعنے آہ کے اثر سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہی اور آہ کے ساتھ کہ آتا ہی
اے عافیت کنارہ کر اے انتظام چل  سیلاب گریہ در پی دیوار و در ہی آج
عافیت گویا کوئی عورت ہی اور انتظام کوئی مرد ہی ان دونون سے شاعر کہتا ہی کہ تم
نکلجاؤ نہین دب جانے کا تمھارے اندیشہ ہی۔

تو ہم مریضِ عشق کے بیمار دار ہین  اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج
محاورہ مین کہتے ہین اگر یہ بات نہ ہوتی تو بیمار کا کیا علاج یعنے پھر مجھسے کیون کر مین آتا
چاہئے اور تمھین کیا سزا دینا چاہئے اور اس شعر مین یہ محاورہ بہت ہی مناسب
مقام پر صرف کیا ہی یہ شعر کبر المعنی ہی یعنے ان معانی پر بھی دلالت کرتا ہی کہ تم لوگ جو یہ
کہتے ہو کہ ہماری عشق کا کیا علاج تو ہمارے کرنا چاہئے تو ہم ایسا کرتے ہین۔

ردیف جیم فارسی

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ  اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ
یعنے آرزو کا دم بھرنا جانے سے علیحدہ نہو اگر شراب کھینچنے کو نہین ملتی تو انکا
انتظار ہی کھینچ (کھینچ) کی لفظ شراب اور انتظار دونون سے تعلق رکھتی ہی لیکن
انتظار کھینچنا تو اردو کا بھی محاورہ ہی شراب کھینچنا فارسی کا محض ترجمہ ہی کہ مے کشیدن
وہ لوگ شراب پینے کی معنی مین بولتے ہین اسی طرح سے دو شعرون کے بعد مصنف نے
کہا ہی کہ کوری دل وہ شم رقیب ساغر کھینچ یہ اور یہ بھی محاورہ اردو کے خلاف
ہی ساغر کشیدن کا ترجمہ ہی اور ساغر کا پینا مراد لیا ہی۔

کمال گرمی سعی تلاش دید نہ پوچھ  برنگ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ
حسرت دید ایک آئینہ ہی جسمین ہیرون کے بدلے کانٹے ہین اور یہ کانٹے تکاپو
و جستجوی دیدار مین گڑے ہین اس شعر کے پہلے مصرع مین چار معنوی اضافتین ہین
اور تین اضافتون سے زیادہ ہونا عیب کلام ہی اسمین شک نہین کہ اضافت ایک
سے زیادہ ہوتی اور بندش مین سستی پیدا ہوگی نہ کہ چار اضافتین ہون اور
وہ بھی معنوی۔

تجھے بہانہ راحت ہی انتظار ایدل  کیا ہی کس نے اشارہ کہ ناز بستر کھینچ
یعنے بستر پر پڑے پڑے انتظار کھینچنا اور بستر کے ناز اٹھانا راحت طلبی ہی۔

ایسا نہ چاہیئے ۔ اسکے مفہوم مخالف کی ایک مین یعنے بادیہ گردی و صحرا نوردی چاہیئے یا جستجوی معشوق کرنا چاہیئے یا اس [illegible] کی ایذا اُٹھانے سے مرجانا مترہی ۔

ترے طرف ہی بحیرت نظارۂ نرگس ۔۔۔ بہ کوری دل و چشم رقیب ساغر کھینچ

یعنے نرگس جو بحیرت تجھے دیکھہ رہی ہی اُسکا مطلب یہہ ہی کہ تو کیون نہین شراب پیتا کا ہیکو رقیب کو رہ دل و کور چشم سے ڈرتا ہی یہہ دونون باتین نرگس کی دو صفتون سے پیدا ہوئین ایک یہہ کہ اُسکی آنکھہ بے نور ہی دوسرے یہہ کہ اُسے ساغر سے شباہت ہی

بہ نیم غمزہ ادا کر حق ودیعت ناز ۔۔۔ نیام پردۂ زخم جگر سے خنجر کھینچ

نیام مین سے خنجر یعنے الف کے نکال ڈالنے سے نیم تو بنا اگر اس خنجر سے معنی کا بھی خون ہو گیا تاویل کا میدان بہت وسیع ہی اگر معنی بنائی تو یہہ ہوتی مین کہ ناز و ادا نے تجھہ مین خدا کی ودیعت ہی اُسکا حق ادا کرنے کے لئے ادا کر اور اسطرح خنجر ادا کو کھینچ کہ معلوم ہو پردہ جگر عاشق مین سے کھینچ کر آیا ہی یعنے ادا تیغ بے نیام ہی اگر اُسکے لئے تو نیام ہی تو زخم جگر عاشق ہی ۔

مرے قدح مین ہی صہبائے آتش پنہان ۔۔۔ بروے سفرہ کباب دل سمندر کھینچ

یعنے جب شراب چھپی ہوئی آگ کی ہی تو کباب بھی سمندر کے دل کا چاہیئے کہ دل بھی باطنی شے ہی ۔ کباب نے یہان کچھہ مزہ نہ دیا ۔ کھینچ ترجمہ ہی ۔ دستار خوان پر چن دے یا لگا دے محاورہ اُردو ہی ۔

ردیف دال

حسن غمزہ کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد ۔۔۔ بارے آرام سے مین اہل جفا میرے بعد

چھٹنا اور چھوٹنا ایک ہی معنی پر ہی الف تعدیہ بڑہانے کے بعد (اُسکا) کر دینا فصیح ہی یعنے چھڑانا فصیح ہی اور چھٹانا غیر فصیح اور چھوڑنا اور چھڑانا دونو متعدی مین چھوٹنا سے چھوڑنا متعدی بیک مفعول ہی جیسے پھوٹنا سے پھوڑنا اور ٹوٹنا سے توڑنا اور چھڑانا متعدی بدو مفعول ہی بعض متتبعین زبان دہلی کے کلام مین چھٹوانا دیکھنے مین آیا ہی ۔ اہل لکھنؤ اسطرح نہین کرتے ۔

منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا ۔۔۔ ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد

(کے) اس شعر مین اضافت کے لئے نہین ہی ورنہ (کا) ہوتا جیسے کہتے ہین کوئی اس منصب کا مستحق نہ رہا بلکہ یہہ (کے) ویسا ہی جیسا میر انیس مرحوم کے اس مصرعہ مین

ہو دسرمہ دیا آنکھون مین کبھی نورِ نظر کے - اِس مصرع پر لوگون کو شبہہ ہوا تھا
کہ میر صاحب نے غلطی کی یعنے (کی) کہنا چاہئے تھا - اسیطرح کہتے ہین - اُنکے
مینہدی لگادی - جو لوگ نحوی مذاق رکھتے ہین وہ اس بات کو سمجھین گے کہ
ایسے مقام پر (کے) حرفِ تعدیہ ہو اور اسی بنا پر مین برق کے اِس مصرع کو غلط
نہین سمجھتا جو مرثیہ مین اُسنون نے کہا تھا اور اعتراض ہوا تھا جاع ڈاڑھی مین لال
بال تھے اُس بدنہاد کے اور اسی دلیل سے انیس کا مصرع بھی صحیح ہو اور میر کا
یہ مصرع بھی - آنکھونمین ہین حقیر جس نمین کے غلط نہین ہو اور آتش کا یہ شعر بھی صحیح ہو
معرفت مین اُس خدائے پاک کے بڑے ہین ہوش و حواس اور ادراک کے

شمع بجھتی ہو تو اُسمین دُھوان اُٹھتا ہے — شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

یعنے دُھوان نہین ہو بلکہ شمع کشتہ کے سوگ مین شعلہ سیاہ پوش ہوا ہو اسی طرح
میرے غم مین شعلۂ عشق سیاہ پوش ہوا ہو یعنے مین شعلۂ عشق سے مثل شمع کے سوز
و گداز مین تھا -

خون ہو دل خاک مین احوالِ بتان پر یعنے — اُنکے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد

یعنے میرے سوگ مین مینہدی ملنا چھوڑ دی خاک سے خاک قبر مراد ہے -

در خورِ عرض نہین جوہرِ بیداد کو جا — نگہ ناز ہی سرمہ سے خفا میرے بعد

جوہرِ بیداد یعنے سرمہ کے اُسکی آنکھونمین جگہ نہین ہو - (در خورِ عرض) یعنے
بیان کے قابل عرض کا لفظ فقط جوہر کی مناسبت سے لائے ہین -

ہی جنون اہلِ جنون کیلئے آغوش وداع — چاک ہوتا ہی گریبان سے جا میرے بعد

گریبان اہل جنون سے چاک رخصت ہوتا ہی گویا چاک آغوش وداع ہے
کہ میرے بعد اہل جنون سے رخصت ہوتا ہو (ہے) کا محل وداع کے بعد تھا لیکن
ضرورت شعر کے سبب سے مقام کر دیا ورنہ نحو اُردو مین فعل کو تمام متعلقات
کے بعد ذکر کرتے ہین البتہ مقام استفہام مین کہتے ہین ہو کوئی ایسا
جو میری اعانت کرے -

کون ہوتا ہی حریفِ مے مرد افگنِ عشق — ہی مکرر لبِ ساقی مین صلا میرے بعد

لبِ ساقی جو صلا کرتا ہی اُسکا بیان پہلے مصرع مین ہو یعنے ہو کوئی ایسا کہ شمشیر

عشق کا جام ہے (میں) کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے بیان کی) یا (یہ) چاہئے اس شعر کی معنی میں لوگوں نے زیادہ تدقیق کی ہے مگر یہ زیادہ مستقیم سے خارج ہے۔

غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی — کہ کرے تعزیتِ مہر و وفا میرے بعد

یعنے اس غم سے مرتا ہوں کہ کوئی میرے بعد مہر و وفا کو میرا پرسہ بھی دینے والا نہیں ہے یعنے مرنے سے پہلے یہ غم مجھے مارے ڈالتا ہے۔

آئے ہے بے کسیِ عشق پہ رونا غالبؔ — کس کے گھر جائیگا سیلابِ بلا میرے بعد

عشق ہی کو دوسرے مصرع میں سیلابِ بلا سے تعبیر کیا ہے۔

بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر در و دیوار — ردیف رسائیِ نگاہِ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار

یعنے گو در و دیوار نظر کے لئے مانع ہیں لیکن انکے حاجب و حائل ہونے سے شوق اور تیز ہوتا ہے گویا پرواز نگاہِ شوق کے لئے بال و پر بنگئے ہیں۔

وفورِ اشک نے کاشانہ کا کیا یہ رنگ — کہ ہو گئے میرے دیوار و در در و دیوار

یعنے دیوار گر کر در ہو گئی اور در پٹ کر دیوار بنگیا۔

نہیں ہے سایہ کہ سنکر نوید مقدمِ یار — گئے ہیں چند قدم پیشتر در و دیوار

سایہ سے در و دیوار کا سایہ مراد ہے جو مہمان کے استقبال کے لئے گھر سے چند قدم آگے دوڑ گیا ہے۔

ہوئی ہے کسقدر ارزانیِ مئے جلوہ — کہ مست ہے ترے کوچہ میں ہر در و دیوار

طعن سے شاعر کہتا ہے کہ تو نے اب اپنی شرابِ دیدار کو ہر کس و ناکس کیلئے ارزان کر دیا ہے۔

جو ہے تجھے سرِ سودائے انتظار تو آ — کہ ہیں دوکانِ متاعِ نظر در و دیوار

یعنے میری نظر در و دیوار پر عالمِ انتظار میں اسطرح پڑ رہی ہے گویا وہ دوکانِ متاعِ نظر بنگئی ہیں اگر تجھے اس متاع کی خریداری و قدر دانی منظور ہے تو آ۔

وہ آرہا مرے ہمسایہ میں تو سایہ سے — ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

یعنے میرے در و دیوار کا سایہ اُسکے در و دیوار کی بلائیں لے آیا۔

نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی — ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھکر در و دیوار

جب آنکھ میں کوئی چیز کھٹکتی ہے تو آنسو جاری ہوتے ہیں یہ وجہ رونے کی ہے۔

ہجوم گریہ کا سامان کب کیا مین نے — کہ گر پڑے نہ مرے پاؤن پر در و دیوار

استفہام انکاری کے مقام پر کہتے ہین کہ وہ بات کب ہی کہ یہ بات نہین ہوئی یعنے جب مین نے سامان گریہ کیا در و دیوار پاؤن پر گر پڑے۔

نہ پوچھ بیخودیِ عیش مقدم سیلاب — کہ ناچتے ہین پڑے سر بسر در و دیوار

یعنے خانہ ویرانی سے مجھے ایسی لذت حاصل ہوتی ہی کہ سیلاب سے جو دیوارین گرنے لگتی ہین تو مین اُسے رقص سمجھکر بے خود ہو جاتا ہون۔

نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہین زمانہ مین — حریف رازِ محبت مگر در و دیوار

یعنے رازِ محبت کسی اور سے نہ کہہ کہ اس راز کا محل اعتماد در و دیوار کے سوا اور کوئی زمانہ مین نہین اور در و دیوار سے باتین کرنا فعلِ عبث ہی حاصل یہ ہوا کہ رازِ محبت کبھی منھ سے نکالنا نہ چاہیے۔

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر — جانیگا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

دوسرے مصرع مین استفہام انکاری ہی۔

کہتے جب رہی نہ مجھے طاقتِ سخن — جانون کسی کے دل کی مین کیونکر کہے بغیر

شعر کا مطلب ظاہر ہی لیکن یہ نکتہ اس شعر سے خوب سمجھ مین آتا ہی کہ شاعر اکثر زبانِ حال سے گفتگو کیا کرتے ہین کبھی اپنے تئین حیوانِ بے زبان بلبل و قمری سمجھکر صیاد و گلچین کی شکایت کرتے ہین کبھی نباتات بے حس فرض کرکے اپنے تئین شاخ بریدہ یا نہالِ خزان رسیدہ کہتے ہین کبھی اپنے نفس کو جمادات بے نفس کیطرح فرض کرکے غبارِ رہگزار یا موجِ نسیم بہار کی زبانی گفتگو کرتے ہین کبھی مردۂ بے جان یا کشتۂ حرمان بنکر اپنے خون ناحق کا دعوی کرتے ہین غرض کہ یہ میدان بہت وسیع ہی۔ اس شعر مین شاعر خود ہی کہتا ہی کہ مجھ مین بات کرنے کی طاقت نہین رہی پھر شکایت بھی کرتا ہی کہ جب مین دل کا حال بیان کرنے سے مایوس ہو گیا اور طاقتِ گویائی نے جواب دیدیا تو تم یہ کہتے ہو کہ کہے بغیر مجھے حال کیا معلوم ہو تو یہ شکایت زبانِ حال سے ہی۔

کام اُس سے آپڑا ہی کہ جسکا جہان مین — لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

دِلی کی زبان مین کہوے اور رہوے بہت ہی بے قاعدہ صرف بھی غلط ہے

اور متروک بھی ہے لیکن لیوے اور دیوے اور رہوے بھی گو قیاساً صحیح ہے مگر ترک ہوتا جاتا ہے

جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم سر جائے یا رہے نہ رہیں پر کہے بغیر

اس شعر میں ایک مضمون اخلاقی ہے کہتے ہیں میرا دل سب سے صاف ہے اگر کسی کی برائی دل میں ہوتی تو میں ظاہر کر دیتا اور اُسکے اظہار میں جو کچھ ہو جاتا سب مجھے گوارا تھا مگر شیوۂ نفاق کہ ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو مجھے گوارا نہیں ہے

چھوڑ دنگا میں نہ اُس بت کا کرشما پوجنا چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

چھوڑنے کا لفظ دونوں مصرعوں میں قابل توجہ ہے کہ اس لفظ کی تکرار نے حسن کلام کو بڑھا دیا۔ یہ بھی ایک صنعت ہے صنایع لفظیہ میں سے کو اہل فن نے اسکا ذکر نہیں کیا۔

مقصد ہے ناز و غمزہ و لیکن گفتگو میں کام چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

دشنہ و خنجر سے ناز و غمزہ کی تشبیہ محسوس سے معقول کی تشبیہ ہے اور معقول کا فہم ہر ایک کو نہیں ہوتا اس لئے اسے محسوس فرض کر کے کام نکالتے ہیں یعنے انکی تاثیر کو سمجھا دیتے ہیں۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اس شعر کا مطلب بھی مثل شعر سابق کے ہے اور بنتی نہیں ہے یعنے گفتگو بن نہیں پڑتی۔

بہرا ہوں میں تو چاہیئے دونا ہو التفات سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

جیسے معشوق نے کسی بات پر کہا ہو کہ کیا تو بہرا ہو گیا اور آپ ہی بہرا بنایا اور آپ ہی خفا بھی ہو گیا ہے اُس مقام پر کہتے ہیں کہ بہرا ہوں میں الخ

غالب نکر حصور میں تو بار بار عرض ظاہر ہے تیرا حال سب اُنپر کہے بغیر

اس شعر میں یہ صنعت ہے کہ اسطرح اظہار حال کیا کہ گویا کچھ نہیں کہا اور اسی صنایع معنویہ میں شمار کرنا چاہیئے۔

کیوں جلتا ہوں نہ تاب رخ یار دیکھکر جلتا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھکر

جس طرح بخل کا انتہا سے مرتبہ مشہور ہے کہ بخیل خود بھی لذت نعمت سے محروم

رہتا ہو اپنا تمتع آپ ہی نہین دیکھہ سکتا اسی طرح انتہاے غیرت کا مرتبہ مصنف نے بیان کیا ہو کہ اپنی طاقت دیدار سے مین خود جلتا ہون اسی مطلب کو آگے ایک شعر مین بہت صاف ادا کیا ہو۔ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہو مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جاے ہو۔

آتش پرست کہتے ہین اہل جہان مجھے — سرگرم نالہ ہاے شرر بار دیکھکر

اپنے ذوق نالہ کشی کو ارادت آتش پرست سے تشبیہ دی ہو یعنے جس ارادت سے وہ آگ کی پرستش مین مشغول ہوتا ہو اُسی ذوق و شوق سے مین نالہ آتشین کرنے مین سرگرم رہتا ہون۔

کیا آبروی عشق جہان عام ہو جفا — رُکتا ہون تم کو بے سبب آزار دیکھکر

بے سبب آزار ترکیب فارسی ہو حکیم مومن خانصاحب نے اس قسم کی ترکیبین بنانے مین بہت افراط کی ہو ایک جگہہ فرماتے ہین۔ رحمی بحال بندہ خدایا لگا تھا۔ البتہ تازگی لفظ اور ترکیب کلام مین بڑا حسن پیدا کرتی ہو لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دوسری زبان پر جب تک اچھی طرح قدرت نہ حاصل ہو اُسمین تصرف و ارتجال کا ہر ایک کو حق نہین ہو۔ یہان جفا کے عام معنے یہ مراد ہو کہ رقیب جسمین سبب جفا یعنے عشق نہین پایا جاتا اُسپر بھی تم جفاے عشوقانہ میری طرح کرتے ہو۔

آتا ہی میرے قتل کو پرجوش رشک سے — مرتا ہون اُسکے ہاتھہ مین تلوار دیکھکر

دوسرا مصرع اس مضمون کو مانگتا ہو کہ وہ اس ادا سے میرے قتل کو آتا ہو کہ مین مرتا ہون الخ مصنف مرحوم نے معنی رشک کے اتنے پہلو نکالے ہین کہ اُنکی تعریف حد امکان سے باہر ہو لیکن یہ قاعدہ ہو کہ جب ایک ہی مطلب کو بار بار کہو تو اُسمین افراط و تفریط ہوجاتی ہو اس غزل کے دو شعر اس سبب سے سست رہے ایک تو یہ شعر کہ معشوق کے ہاتھہ مین تلوار کو دیکھکر تلوار پر رشک آنا دوسرے عاشق کے طوطی پالنے سے معشوق کو طوطی پر رشک آنا دونون امر غیر عادی ہین اور بے لطف ہین اور اسی سبب سے یہان مصرع نے ربط نہین کھایا اس بات کو بوجہ بصیرت سمجھنے کے لئے یہ سن لینا چاہیے کہ شعر

اُسا کہا جاتا ہی یعنے پہلے شاعر کا یہ کام ہوتا ہی کہ قافیہ تجویز کرے جو کہ آخر شعر مین
ہوتا ہی۔ دوسری فکر یہ ہوتی ہی کہ جس قافیہ کو تجویز کیا ہی اُسے دیکھے کہ یہ کسی صفت
کے ساتھ یا کسی مضاف کے ساتھ یا کسی اور قید کے ساتھ یا کسی محاورہ کے ساتھ
یا اپنے کسی عامل کے ساتھ یا معمول کے ساتھ ملکر ایک مصرع ہوتا ہی یا نہین اگر
نہوا ہو تو کوئی لفظ گھٹا بڑہا کر یا مقدم مؤخر کرکے اُسے پورا کرے۔ یہ دوسرا
مصرع ہوا مثلاً اسی زمین مین جب مصحفی نے دیدار دیکھکر۔ آزار دیکھکر نظم
کرلیا تو پہلے یہ تجویز کیا کہ تلوار دیکھکر۔ کہنا چاہیے۔ دوسری فکر مین تلوار کے ساتھ
یہ قید لگائی کہ اُسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر۔ اور مصرع کے پورا کرنے کے لئے۔
مرتا ہون۔ بڑہایا تو پہلے یہ دوسرا مصرع موزون ہوا (مرتا ہون اُسکے ہاتھ
مین تلوار دیکھکر) دوسرا مصرع کہہ چکنے کے بعد تیسری فکر مین اس بات کے
وجوہ سوچے کہ اُسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر کیون مرتا ہون یہان مصحفی نے اس
توجیہ کو اختیار کیا کہ جوشِ رشک سے مرتا ہون اور پہلے مصرع مین۔
(جوشِ رشک سے) ایسا لفظ ہی کہ اگر آخر مصرع مین نہ ہوتا تو کسیطرح یہ لفظ
اپنے فعل سے مرتبط نہ ہوتا اس سے ظاہر ہی کہ پہلے مصرع کا یہ آخری ٹکڑا پہلے معین
کرکے صدر مصرع اُس پر بڑہایا اور شعر کو تمام کیا ہی اور جو شعر کی ابتدا ہی وہ فکر کا
منتہی ہی اور جو کہ ابتدائے فکر کے منازل مین سے بڑی منزل یہی ہی کہ دوسرا مصرع
کہہ چکنے کے بعد اُسپر مصرع ایسا لگائے کہ وہ مرتبط ہوجاے اور دست و
گریبان کا حسکم پیدا کرے اور یہ ظاہر ہی کہ معشوق کے ہاتھ مین کوئی چیز دیکھکر
اُس چیز پر رشک کرنا عادت کے خلاف ہی لہذا یہ مضمون تصنع ہی اور نامربوط ہی۔ اتنا کہنا
اور یہان مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ہر زمین مین دوسرے مصرع کا نظم کرلینا
آسان ہی مثلاً اسی زمین مین (تلوار دیکھکر) تقریباً آدہے مصرع کے برابر ہی
جو صاحب طبع موزون ہی وہ کچھ الفاظ بڑہاکر اسے پورا کرسکتا ہی اور جو الفاظ
کہ بڑہائے جائینگے وہ بھی گویا کہ معین ہین یعنے اکثر وہی پہلو شعرا اختیار کرتے ہین
جو اوپر بیان ہوے۔ قافیہ کی صفت۔ اضافت۔ قید۔ عامل یا معمول فعل
وغیرہ مثلاً کھنچی ہوئی تلوار دیکھکر۔ یا اوپی ہوئی تلوار دیکھکر۔ یا ہلال سی

تلوار دیکھکر۔ یا ہلال کی تلوار دیکھکر۔ یا حسق پہ تلوار دیکھکر۔ یا ترک کی تلوار دیکھکر۔ یا
اُسکے ہاتھمین تلوار دیکھکر۔ یا دانت سے تلوار دیکھکر۔ غرض کہ دوسرا مصرع
کہنے مین شاعر مجبور ہی کہ قافیہ و ردیف کے متعلقات کو پورا کرے اور اس
مصرع کے کہنے مین بس یہی خوبی ہی کہ ایسے پہلو تلاش کرے کہ تلوار دھونے
پائے اور مصرع لڑنہ جائے ہان دوسرا مصرع کہہ چکنے کے بعد اُسپر مصرع لگانا
بڑے وسیع میدان کا طے کرنا ہی جس مین صدہا راہین ہین۔

اور مصرع لگانیکی مشق کا بہت مفید و آسان طریق یہ ہی کہ کسی شاعر خوشگو کا دیوان
کھولے تو دہنے ہاتھ کی طرف سب اوپر کے مصرع ہونگے اور بائین طرف
سب نیچے کے مصرع ہونگے اُوپر کے مصرعون کو کسی کاغذ سے چھپا دینا چاہئے
اور نیچے کے ہر ہر مصرع پر یہ فکر کرے کہ اسکے ساتھ کونسا مضمون ربط کھاتا ہے
جب مضمون ذہن مین آجائے تو کاغذ سرکا کر دیکھے کہ شاعر نے کیا کہا ہی
غرض کہ شعر کا سحر ہوجانا اور شاعر کا مامہ ثابت ہونا اکثر مصرع لگانے پر
موقوف اور منحصر ہی۔ میر تقی میر۔ مصحفی کو کہا کرتے تھے کہ یہ صحاف ہین
لیئی لگاکر مصرع کو جیکا دیا کرتے ہین یعنے مصرع اچھا لگانا نہین جانتے ہے

ثابت ہوا ہی گردن مینا پہ خون خلق  لرزے ہی موج می تری رفتار دیکھکر

نشہ مین تیری رفتار مستانہ دیکھکر موج می اس اندیشہ مین کانپ رہی ہی کہ اس
رفتار سے عالم کا خون ہوجائیگا اس بات سے ہمکو یہ پتا لگ گیا کہ خون خلق کا
باعث یہی شیشہ شراب ہی کہ نہ تو شراب پیتا نہ یہ رفتار مستانہ عالم کا خون
کرتی

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ  ہمکو حریص لذت آزار دیکھکر

آزار ستم و حسرت و الم و بیداد و جفا و مرگ و بلا و یاس و حرمان و آہ سوزان
دیدہ تر و زخم جگر و خانہ ویرانی و بے سروسامانی و دشت پیمائی و سرزہ
درآئی و داغ جنون و بخت واژون وغیرہ کو مانوس و معشوق بنانا اور
اُسکی خواہش و آرزو و حسرت کرنا اور اُسکے حصول پر ناز و افتخار و مسرت
کرنا ایسے مضمون ہی کہ اس مین شک نہین اکثر موثر و واقع فی القلب ہوا کرتا ہی

لیجاتے ہین ہم آپ متاعِ سخن کے ہاتھ  لیکن عیارِ طبعِ خریدار دیکھکر

پہلے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ میرے کلام کا جو خریدار ہوتا ہے مین اُسکے ہاتھ خود بک جاتا ہون اور دوسرے مصرع مین یہ اشارہ ہے کہ میرے کلام کا مذاق صحیح ہونا دلیل ہے اُس شخص کے اہلِ کمال ہونے کی اور یہ باعث ہے میرے خود اُسکے ہاتھ بکجانے کا۔

زنار ماندہ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال  رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھکر

رشتۂ تسبیح و زنار دونون راہین مین یہ فرق ہی ہے کہ زنار ہموار ہے اور تسبیح وہ راہ ہے جس مین ٹھوکر کھانا ہے۔ شعرا بت خانہ و برہمن و زنار کو خانقاہ و واعظ و شیخ و مصلّی و تسبیح پر ہمیشہ ترجیح دیا کرتے ہین اور غرض اس سے طعن ہے یعنے عارف کو تسبیح و مصلی سے کیا کام ہے۔

اِن آبلون سے پاؤن کے گھبرا گیا تھا مین  جی خوش ہوا ہے راہ کو پُرخار دیکھکر

اس شعر مین مصنف نے آبلون کی طرف اشارہ کرکے مخاطب کو زیادہ تر متوجہ کرلیا اگر (اِن) کی جگہ پر (کیا) ہوتا تو یہ لطف نہ حاصل ہوتا اشارہ نے جس شعر مین زیادہ تر لطف دیا ہے وہ یہ شعر ہے ؎ صحبتِ واعظ توتا دیر ہیچ ہے یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلے آتے ہین۔

کیا بدگمان ہے مجھسے کہ آئینہ مین مرے  طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر

یعنے اُسے گمان ہوتا ہے کہ اسے طوطی کا بھی شوق ہے آگے کہتے ہین ؎ بدگمان ہوتا ہے وہ کاش نہوتا کاشکے ؎ اسقدر ذوقِ نوائے مرغِ بستانی مجھے ؎ لیکن یہ بدگمانی تصنع سے خالی نہین۔

گرنی تھی ہم پہ برقِ تجلّی نہ طور پر  دیتے مین بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھکر

بڑے پیالے کا مصرع لگایا ہے اور تجلّی کو شراب سے اور طور کو میخوار تنگ ظرف سے تشبیہ دی ہے اور تنگ ظرف ہونا اس سے ظاہر ہے کہ وہ تجلّی کا متحمل نہو سکا۔

سر پھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا  یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھکر

نیچے کا مصرع فقط مفعول بہ کو مانگتا رہا ہے اور مفعول بہ عاشق کا سر پھوڑنا ہے۔ مصنف نے عاشق کی جگہ غالب کہا اور نکرہ کے بدلے معرفہ کو اختیار کیا اور اس سبب سے

شعر زیادہ مانوس ہوگیا۔ اور دوسرا لطف یہ ہو کہ مصرع پورا کرنیکے لئے جو الفاظ لائے ہین وہ بہت ہی پرمعنی ہین ایک تو غالب کی مفلسانہ شوریدہ حالی بڑہادی جس سے سرپھوڑنیکا سبب ظاہر ہوگیا۔ دوسری لفظ (وہ) بڑہادی اور اس نے کثیر المعنی ہونے کے سبب سے شعر کا حسن ایک سے ہزار کر دیا۔

لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہر درخشاں پر — میں ہون وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر

یعنے زبان تشنۂ خار مجھے خود جذب کر لیگی آفتاب کو میرے واسطے کیون زحمت کرنا کیا ضرور ہو۔ اس شعر مین دل کے لرزنے سے آفتاب مین شبنم کے پگھلنے کو تشبیہ دی ہو اور وجہ شبہ حرکت ہے۔

بےخبر آرہے

بخھوڑی حضرتِ یوسف نے یان بھی جانہ سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہو زندان پر

یعنے ان کی مفارقت مین انکی آنکھین یان سفید ہوگئی ہین تو گویا انکا زندان مین آنا اسکا باعث ہوا کہ انکی آنکھین انکو ڈہونڈتے ڈہونڈتے زندان مین پہنچین اور آنکھون کی سفیدی دیوارِ زندان پر پھر رہی ہو اور زندان پر سفیدی پھرنا اور آنکھون کا سفید ہوجانا دونون مین حرکت فی الکیف ہو اور یہان بھی وجہ شبہ مین حرکت ہو۔

فنا تعلیم درس بےخودی ہون اس زمانے سے — کہ مجنون لام الف لکھتا تھا دیوار دبستان پر

فنا اور تعلیم دونون لغت تازی ہین اور ترکیب دونون لفظون مین فارسی ہو یعنے فنا تعلیم اسم صفت بنگیا ہو جسکو فنا کی تعلیم ہوئی ہو وہ مراد ہو اور یہ درس جس نے دیا ہو وہ بےخودی ہو اور مصرع نے (الف بے) کو چھوڑکر لام الف اس سبب سے کہا کہ یہ دونون حرف ملکر (لا) ہوجاتے ہین اور لا نیستی و فنا کے مناسب ہے

فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے — جو کر صلح کرتے پارہائے دل نمکدان پر

یعنے پارہائے دل کو نمک چھڑکنے سے دو لذت حاصل ہوتی ہو کہ باہم نزاع کرتے ہین اس سبب سے مین چاہتا ہون کہ بلا سے مرہم لگا لون اور ان سب کو اس لذت سے محروم کر دون۔ دوسرا پہلو یہ بھی ہو کہ اگر پارہائے دل نمک چھڑکنے کی ایذا پر راضی رہتی تو اس ایذا کا اٹھا لینے کو تشویشِ مرہم کرنے سے مین بہتر سمجھتا ہون

نہین اقلیمِ الفت مین کوئی طومارِ ناز ایسا — کہ پشتِ چشم سے جسکے نہووے مہر عنوان پر

نازو ادا کو طومار کہنا تو ایک وجہ رکھتا ہی لیکن الفت جو ایک ادنیٰ مرتبہ عشق کا ہی
اُسے اقلیم و قلمرو سے تعبیر کرنا بلا وجہ ہے اسلئے کہ شبہ و مشبہ بہ مین
اضافت کرنے مین وجہ شبہ ظاہر ہونا شرط ہے نہین تو وہ اضافت ایسی ہی ہوگی
جیسے کہین کہ آسمان رخ کا ستارہ خال ہے یا دریاے دہن کے موتی و مرجان ہین
اور ان اضافتون کا غلط ہونا اہل ادب کے مذاق مین ظاہر ہے۔

دوسرے مصرع کی بندش مین گنجلک بہت ہوگئی ہے مطلب مصنف کا
یہہ ہے کہ دیوان حسن مین کوئی طومار ناز ایسا نہین جسکے عنوان پر پشت چشم
معشوق کی مُہر نہوی ہو۔ اور پشت چشم سے مُہر ہونا معشوق کی آنکھہ چرانے
اور آنکھہ پھیر لینے اور کنکھیون دیکھنے سے اشارہ ہی۔ اور مُہر اور آنکھہ مین
وجہ شبہ سیاہی ہے حاصل یہہ کہ جس طرح ہر طومار کے لئے عنوان پر مُہر
ہونا ضرور ہے اوسی طرح ناز و ادا کے لئے آنکھہ کا چرانا اور ترچھی نظر سے کہنا ضرور
ہی۔ اس شعر مین محض طومار اور مُہر کے ذکر سے مصنف نے الفت کو اقلیم فرض کیا ہی
اور اس اعتبار سے بہی اگر دیکہیے تو طومار و مُہر کو بہ نسبت اقلیم کے لفظ دیوان کی ساتھ
زیادہ مناسبت ہے مگر مصنف نے اس اضافت کو اور بندش کی اس گنجلک کو جس خوبی
شعر کے لئے گوارا کیا ہی البتہ اوس خوبی کے مقابلہ مین بندش کا عیب کچھہ بھی
نہین وہ یہہ ہی کہ عنوان پر نقش بٹھا کر فوراً مُہر کا پشت پہیر لینا اور عاشق ہی
آنکھہ ملا کر فوراً معشوق کا آنکھہ پھیر لینا تشبیہ بدیع ہے اور وجہ شبہ حرکت ہے

اور حرکت بھی وہ حرکت جو نہایت محبوب ہے

جب اب دیکھہ کر ابر شفق آلودہ یاد آیا کہ فرقت مین تری آتش برستی تھی گلستان پر

(اب) کا لفظ اس شعر مین کثیر المعنی ہے یعنی یہہ کہنا کہ اب یاد آیا اس سے بالتزام یہہ
نکلتا ہے کہ پہلے بھولا ہوا تھا اور صدمہ مفارقت کے اس طرح بھول جانے سے
یہہ معنے نکلتے ہین کہ معشوق کو دیکھہ کر انتہا کی محویت و مسرت غالب ہوگئی ہے اور
یہہ معنے نکلتے ہین کہ جیسے شکوۂ ہجر کچھہ بیان کیا تھا اور کچھہ باتین اب یاد آتی جاتی
ہین غرضکہ ایک لفظ مین اتنی معنی آفرینی بلاغت ہی اور پھر شفق کی ابر
آتش بار سے تشبیہ نہایت بدیع ہے

بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہوگا  قیامت اک ہوائے تند ہی خاک شہیدان پر

یعنی شہیدان حسرت دیدار مین اب کیا باقی رہا ہی جو قیامت آنہین اوٹھائیگی ہان جلوہ سرا یا ناز کے شوق مین انکی خاک اڑ رہی ہی تو اوسکے لئے شور قیامت اک ہوائے تند ہے یعنی اوسکی پرواز مین کچھہ یہہ بہی معین ہوجائیگی اور اسکا عکس اوتوہہ معنی ہین کہ جب ہوائے تند چلی آسنے قیامت کا کام کیا یعنے خاک اون کی شوق دیدار مین اڑنے لگی

نہ اٹھا صبح سی غالب کیا ہو گر اُسنے شدت کی  ہمارا بہی تو آخر زور چلتا ہی گریبان پر

کیا گریبان پہاڑنے سی بہی تسکین نہوگی - کیا خوب شعر کہا ہے

---

ہی بسکہ ہر اک انکے اشارے مین نشان اور  کرتے ہین محبت تو گزرتا ہی گمان اور

یعنی وہ محبت بہی کرتے ہین تو مین جانتا ہون کوئی فریب ہے

یارب نہ سمجہے ہین نہ سمجہینگے مری بات  دی اور دل انکو جو نہ دی مجہکو زبان اور

یعنی دل اصل مین کہلے کے کہنے کا نہین سکتا اور وہ سادہ دل ہی اشتیاق کہوے مطلب سمجہ نہین سکتے

ابرو سے ہی کیا اُس بُت بیداد کو پیوند  ہی تیر مقرر مگر اس کی ہی کمان اور

ابرو کو کمان اور نگاہ کو تیر کہنا پرانی تشبیہ ہے مصنف نے فی الجملہ اُسے تازہ کرکے کہا ہے یعنی نگاہ کا تیر ابرو کی کمان مین سے نہین آتا ہے دلفریبی حسن اسی پر تاب کرتی ہے

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھینگے  لے آئینگے بازار سی جاکر دل و جان اور

اپنی تیمارداری بدولت ہر شخص کو دل و جان دو بہر ہی سستا بیچ ڈالیگا -

ہیہات جنکو سہل ہو تسخیر تمکنی مین  ہم ہین تو ابہی راہ مین ہے سنگ گران اور

یعنی جو تمکنی مین مشاق ہوے تو کیا یہہ ماہ من بہی تو سنگ گران کی طرح منزل عرفان تک پہونچنے مین مانع ہے ہمارا یہہ سمجہنا کہ ہم مین ہی سنگ راہ ہے -

ہی خون جگر جوش مین دل کہول کے روتا  ہونے جو کبہی دیدۂ خونناب فشان اور

(ہی خون جگر جوش مین) جملہ خبر یہ ہے اور اوس کے بعد آخر شعہ تک تمنا ہے اور یہہ تمنا مبنی ہے خبر سابق پر کہ تمنا کرنیکی وجہ جوش خون ہے اسی سبب سے

مصنف نے بیان انشا کے ساتھہ خبر کو جمع کیا اور شعر مین بہ نسبت خبر کے انشا
زیادہ لطف دیتی ہے

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اوڑ جای — جلاد کو لیکن وہ کہی جائین کہ ہان اور

اوسکا یہہ کہنا کہ ہان اور تلوار لگا مجھے اس قدر پسند ہو کہ اپنی جان جانیکی کچھہ پروا نہین

گو گونکو ہی خورشید جہان تاب کا دھوکا — ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہانی اور

مین اپنے ایک داغ نہانی کو ہر روز ظاہر کرتا ہون جسے لوگ دھوکے سے طلوع خورشید
سمجھتے ہین اور وہ جانتے ہین کہ وہی ایک آفتاب ہی۔ جو روز روز نکلا کرتا ہے ۔ غرض

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین — کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

دونون مصرعون مین شرط جزا کے درمیان مین واقع ہوی ہے اور دونون مصرعون کی
ترکیب مین شباہت و معادلت ہے اور حسن بندش ہے مطلب یہہ ہے کہ اگر دل تمھین نہ
دیدیا ہوتا تو کوئی دم چین لیتا اگر مر نہ جاتا تو کچھہ دنون آہ و فغان کرتا نحو کے اعتبار سے
پہلے مصرع مین (لیتا) کا محل آخر مصرع ہے اور دوسرے مصرع مین ہی (کرتا) آخر مین ہونا چاہیے
تھا لیکن معنی کے اعتبار سے یہان ترتیب نحوی کی مخالفت ہی چاہیے اور (لیتا) اور (کرتا)
کا مقدم کر دینا ہی ضرور ہے کہ ان دونون فعلون کے مقدم کر دینے سے معنی مین کثرت پیدا
ہو گئی بعنی اب ترتیب الفاظ ان معنی پر دلالت کرتی ہے جیسے معشوق نے اس سے کہا ہو
کہ تو کوئی دم چین نہین لیتا اور اب تو آہ و فغان کرتا ہی تو نے کم دیا اوسکے جواب مین
یہہ شعر ہے۔ کہ ہان لیتا مین چین اگر دل تجھے نہ دیا ہوتا تو کرتا کچھہ دنون اور آہ و فغان مگر
گیا ہوتا اور اس مین شک نہین کہ کثرت معنی سے کلام مین حسن پیدا ہوتا ہے اور حسن
ایجاز کی ایک صورت یہہ بھی ہے کہ سوال کو مقدر کر کے فقط جواب ایسے الفاظ مین ادا کرے
کہ اوس سے ساری عبارت سوال کی مخاطب کی سمجھہ مین آجائے اور اصطلاح مین اوسے
وضع دخل مقدر کہتے ہین اور یہہ طریقہ ایسا شایع ہے بلکہ ایک امر فطری ہے کہ روز
مرہ کی بول چال مین پایا جاتا ہے۔ مثلاً جس شخص سے خلف وعدہ یا خدمت مین تخلف ہوا ہو
وہ کہتا ہے مین کل نہ آسکا مجھے ایک کام ہو گیا اور جھوٹی ہی یہہ بات کہہ اوٹھنا ان تینون
دلالت کرتا ہے جیسے مخاطب نے اس سے کہا ہے کہ تم نے وعدہ خلافی کی یا تساہل
کیا یعنے اعتراض مقدر کا جواب دیتا ہے ۔

پاتی نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

یعنی رکنے کے بعد جو طبیعت رواں ہوتی ہے تو زیادہ تر رواں ہوتی ہے جسطرح چڑھی ہوئی نالے کو جب رستہ نہیں پاتا ہی تو بہت ہی زور سے بہتا ہی (اور) معنی تفضیل کے لئے ہے یعنی پہلے کے بہ نسبت زیادہ تر سرگرانی ہوتی ہے

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے کہتے ہین کہ غالب کا ہی انداز بیان اور

(کہتے ہین) کا فاعل حذف کرنے سے یہ معنی پیدا ہوے کہ یہہ بات بہت عام ہی اور مشہور ہے

---

صفائی حیرت آئینہ ہی سامان زنگ آخر تغیر ہے جاماندہ کا پانا ہی رنگ آخر

یعنی آب رکدہ کا رنگ شیشہ ہو کر کائی جم جاتی ہے تو حیرت کا حد سے بڑہ جانا بھی اچھا نہین اسر شعر مین آئینہ پر زنگ آنا اور پانی پر کائی جمنا وجہ تشبیہ ہی جس مین وجہ شبہ حرکت فی الکیف ہے

نہ کی سامان عیش و جاہ نے تدبیر وحشت کی ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ اخر

یعنی جام زمردین پر مجھے داغ پشت پلنگ کا شبہ ہوتا ہے اور وحشت اور بڑہتی ہے مضمون شعر کا مبتذل ہے لیکن تشبیہ نے جان ڈال دی

---

جنون کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی گریباں چاک کا حق ہو گیا ہی میری گردن پر

ای گریبان اس چاک کا میری گردن پر حق ہو گیا ہی کہ اس نے مجھی عریان کیا نہین تو جنون کی دستگیری مجھسے نہین ہو سکتی یعنی عریان نہوتا تو پھر جنون کیا

سر رنگ کاغذ آتش زدہ ہے نیرنگ بیتابی ہزار آئینہ دل باندہے ہے بال یک تپیدن پر

پہلے سرع مین سے (ہے) محذوف ہے کہتے ہین نیرنگ بیتابی مثل کاغذ آتش زدہ ہی کہ دل نے ایک ایک بال تپیدن پر ہزار ہزار آئینہ باندہے ہین اس شعر مین آئینہ متحرک کی تڑپ کو آتر شعلہ سے تشبیہ دی ہی جو کاغذ آتش زدہ سے بلند ہو۔

فلک سے ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

حاصل یہہ کہ انقلاب آسمانی سے جو زمانہ عیش کا جاتا رہا پھر اوسکے واپس آنیکی امید فضول ہے

ہم اور وہ بے سبب رنج آزما دشمن کہ رکھتا ہے شعاع مہر سے تہمت نگہہ کی چشم روزن پر

یعنی روزن چشم سے جو شعاع آتی ہی اوسی کو دیکھکر وہ مجھسے آزردہ ہوتا ہے کہ میری نگاہ کی

تو نے بھلا کیا ہوگا ایسے بدگمان سے مجھکو سابقہ پڑا ہے -

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا — فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

یعنے فنا فی اللہ ہو کر فروغ معرفت حاصل کر - اس شعر مین لفظ حقیقت مین دو عالمون کا تناقض ہے ایک فصل دوسری اضافت یعنے لفظ (سونپ) یہہ چاہتا ہے کہ حقیقت مفعول بہ ہو اور علامت مفعول یعنے (کو) اوس مین ہونا چاہئے اور لفظ مشتاق جو حقیقت کا مضاف ہے وہ چاہتا ہے کہ (کا) علامت مضاف الیہ اوس مین ہو اور نحو اردو یہہ ہے کہ عالم ثانی کو عمل دینا چاہئے جیسا کہ اس شعر مین ہے

اسد بسمل ہے کس انداز کا - قاتل سے کہتا ہے — کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

مطابق ہے اور کس چھان استفہام کے لئے نہین ہے استعجاب کے لئے ہے اس شعر کی تعریف حد امکان سے باہر ہے

تم کش مصلحت سے ہو نہ خوباں تجھہ عاشقون مین — لکلف برطرف ہے جانتا ہون تجھہ سا رقیب آخر

یعنے جو حسین تجھہ پر عاشق ہین اون مین سے کوئی نہ کوئی میرے ہاتھہ لگ جائیگا اس مصلحت سے تیز تیری ناز برداری کئے جاتا ہون کہ تو نہین ملتا تو تجھسا حسین کوئی رقیب تو مجھکو مل جائے گا

لازم تھا کہ دیکھو میرا رستہ کوئی دن اور — تنہا گئی کیونکر اب تنہا کوئی دن اور

اس شعر مین مصنف نے عارف سے خطاب کیا ہے کہ ہمارے ساتھہ تنہین مرتا تھا تم نے جلدی کی تو اب تنہا رہو - اس غزل کے سب شعر عارف کی مرثیہ مین ہین - عارف مرزا صاحب کی بی بی کے بھائی تھے زین العابدین خان نام تھا خوش فکر تھے جوان مرگ ہوئے

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسیگا — ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

یعنے میری ناصیہ سائی جو تیرے در پر ہے یہہ ہمیشہ کے لئے نہین ہے چند دن مین یا تو پتھر ہی گھس جائیگا یا میری ناصیہ ہی باقی رہیگا اور در سے اشارہ ہے قبر عارف کیطرف اور پتھر سے سنگ لوح مزار مراد ہے اور ناصیہ فرسائی سے سر کوٹنا مقصود ہے

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن — مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

کثرت غم مین یہہ تصور بندہ گیا جاتا ہے عارف ابھی زندہ ہے اور وداع ہوا چاہتا ہے -

جاتی ہوی کہتی ہو قیامت مین ملینگے — کیا خوب قیامت کا ہی گویا کوئی دن اور

یعنے ہم تو جانتے ہین کہ آج ہی قیامت کا دن ہے

ہان ای فلک پیر جوان تھا ابھی عارف — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

اس شعر مین (ہان) اپنے محل پر نہین ہے (کیون) کا مقام ہے

تھم جاہ شب چار دہم ہی سیری گھر کے — پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور

یعنی شب چار دہم کے بعد تو کچھ دنون تک چاند رہتا ہی پھر کیون تم یکایک چھپ گئے ۔

تم کو بھی ہمسے ہی ہے کہری دا دوستد کے — کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھسے تمہین نصرت سہی نیسی لڑائی — سچ کہنا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری ہی بھر حال یہ بہ حوش و ناخوش — کرنا تھا جوان مرگ گزارا کوئی دن اور

(نہ) استفہام انکاری کے لیے ہے اور جوان مرگ منادی ہے ۔ یہ مصنف کی شاگرد رشید

ہین اس شعر سے ظاہر ہی کہ مصنف کے ساتھ اوسکی خصوصیت عارف کو ناگوار تھی

نادان ہو جو کہتی ہو کہ کیون جیتے ہین غالب — قسمت مین ہے مرنیکی تمنا کوئی دن اور

تم لوگ تعجب کرتے ہو کہ جوان مرگی عارف کا داغ اوٹھا کر غالب جیتے ہین بڑی نادان ہوا ہی

کچھ دنون اور رہوت کی تمنا مین رہنا میری قسمت مین لکھا ہوا ہے پھر مرون تو کیونکر مرون ۔

(ردیف ز)

فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح و مہر — ہی داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز

صبح استعارہ ہی شب ہجر کے گذر جانے سے اور جیب کفن کو بھی گریبان صبح سے تشبیہ دی ہے

مطلب یہہ ہے کہ مرے پر بھی عشق سے خالی نہین ہون

ہی ناز خفتگان ز راز دست رفتہ پر — ہون گلفروش شوخی داغ کہن ہنوز

یعنے داغ عشق اب نہین ہے تو مین اوسکا تذکرہ ہی کیا کرتا ہون ۔ داغ کو اشرفی سے تشبیہ دی ہے

اور زوال عشق کو دولت از دست رفتہ سے ۔

میخانہ جگر مین یہان خاک بھی نہین — خمیازہ گنجی ہیبت بیداد فن ہنوز

معشوق جفا شعار جو میرے خون جگر کو شراب سمجھکر پیا کرتا ہے اوسکو ابھی تک انگڑائیان آرہی ہے

اور شراب نہین بھرا لیکن یہان شراب خانہ جگر مین اب خاک بھی نہین ہے ۔

حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسونِ نیاز — دعا قبول ہو یارب کہ عمرِ خضر دراز

یعنی جو مطلب و مقصد کہ شدنی نہیں ہے اوسکے طلب میں تو دعا و نیاز کیہہ بکار آمد نہیں ہوتا تو پھر اب ہم ایسی ہی دعا مانگیں گے جو تحصیل حاصل ہو مثلاً اپنی درازی عمر کی دعا تو قبول ہوگی تو پھر ہم درازی عمر خضر کی دعا کرتے ہیں بس اسی کو قبول کرلے۔

نہ ہو بہرزہ بیابانِ نور دوہم وجود — ہنوز تیری تصور میں ہے نشیب و فراز

وجود سے وجود ماسوی اللہ مراد ہے اور نشیب و فراز کا یہی سبب ہے کہ تو وجود کے لئے مرتبہ سمجھے ہوئے ہیں جسکا مرتبہ اعلیٰ وجوب ہے اور مرتبہ ادنی امکان ہے اور اسکان میں ہی قیام بذاتہ۔ و قیام بغیرہٖ جو ہر و عرض کے لئے وجود میں پستی و بلندی رکھتا ہے یعنی جادہ مستقیم یہہ ہے کہ ہر شئی کو موجود بوجود واحد سمجھے اور وجود کے لئے اقسام نہ نکالے کہ یہہ واجب یہہ ممکن یہہ

وصالِ جلوہ تماشا ہی پردماغ کہاں — کہ دیکھ آئینہ انتظار کو پرواز

یعنی یہہ ہم نے مانا کہ وصال یار جلوہ تماشا ہے یعنی جلوۂ حسن کا تماشا دکھانے والا ہے لیکن ہمیں یہہ دماغ کہاں کہ آئینہ انتظار کو صیقل پرداز کریں حاصل یہہ کہ جب تک تماشائے جلوۂ حسن نصیب ہو تب تک انتظار کون کرے۔

ہر ایک ذرہ عاشقِ ہی آفتاب پرست — گئی نہ خاک ہوئے پر ہوائے جلوۂ ناز

ہوا کی لفظ میں یہہ ابہام ہے کہ ذرہ ہوا میں ہوتا ہے (ہوئے) ماضی ہے مگر جب اس کے ساتھ حروف متصل ہوتے ہیں تو مصدر کے معنی ہو جاتے ہیں مثلاً کہیے کہو سے کیا ہوتا ہے اون کے آگے کو دو دن ہوئے۔ سورج نکلنے میں آدھ لگا۔ یہہ دن چڑھی کا ڈر ہے اور حروف میں سے دو حرف جو باقی رہگئی یعنی (نے) اور (میں) یہہ دونوں حرف اس صیغہ سے کبھی نہیں ملتے (نے) اس سبب سے نہیں ملتا کہ یہہ علامت فاعل ہے اور یہہ سب صیغہ متعلقات فعل سے ہوا کرتے ہیں اور (میں) اس سبب سے نہیں ملحق ہوتا کہ اس قسم کے اکثر متعلقات میں خود معنی ظرفیت ہوتے ہیں جیسے کہتے ہیں رات گئی۔ یہہ بات ہوچکی اور دن چڑھے یہہ واقعہ ہوا لیکن یہہ سب مواقع استعمال سماعی ہیں اس پر اور افعال کا قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا

نہ پوچھ وسعتِ میخانۂ جنونِ غالب — جہاں یہہ کاسۂ گردوں ہے ایک خاک انداز

خاک انداز وہ آلہ جس سے مٹی کو دکھو کر پھینکیں لیکن یہاں یہہ وصف نہیں مقصود ہے بلکہ آلہ

خاک انداز کا محقر ہونا وجہ شبہہ ہے - اور اسکا خاک سے نقطہ بھرا ہونا مقصود ہے یعنی کاسۂ گردون بھی اسی اعتبار سے کہ کرۂ خاک کو محیط ہے خاک انداز کی طرح خاک سے بھرا ہوا ہے غرض کہ کاسۂ گردون کی میخانہ جنون میں اتنی وقعت بھی نہیں کہ کاسہائے شراب میں اوسکا شمار ہو بلکہ ایک خاک انداز ہی (ایک) کا لفظ اردو میں تنکیر کے لئے ہوتا ہے اور یہاں تنکیر سے تحقیر مقصود ہے کہ تنکیر کے ایک معنی یہہ بھی ہیں -

وسعت سعی کرم دیکھ کہ سر تا خاک گذری ہے ابلہ پا ابر کہربار ہنوز

ابر کو آبلہ پا کہنے کی وجہ لفظ کہربار کو اوسکی صفت ڈال کر ظاہر کی ہے اور ادعا یہہ ہے کہ سعی کرم میں یہہ آبلے پاؤں میں پڑگئے ہیں اور پھر بھی وہ تمام زمین پر سرتاسر افادۂ کرم کے لئے دوڑ رہا ہے یعنی کرم کی یہہ شان ہونا چاہئے -

یک قلم کاغذ آتش زدہ ہے صفحۂ دشت نقش پا میں ہے تپ گرمیٔ رفتار ہنوز

یعنی میرے نقش پا میں میری گرمی رفتار کا اثر ابھی تک ایسا باقی ہے کہ صفحۂ دشت کا کاغذ آتش زدہ ہوگیا ہے - اس شعر میں مصنف نے یک قلم کا لفظ صفحہ کی رعایت سے استعمال کیا ہے اس زمانہ کی شاعری میں رعایت کو بھی صنعت سمجھتے ہیں اور رعایت اوسے کہتے ہیں کہ ایک لفظ ایسا استعمال کریں جسکے کسی اور لفظ کے ساتھہ کچھہ تعلق اور مناسبت محض لفظی ہو جیسے اس شعر میں لفظ یک قلم معنی کے اعتبار سے سرتاسر کے معنی پر ہے لیکن لفظ کے اعتبار سے قلم کو صفحہ سے ایک تعلق ہے - یا جیسے اس فقرہ میں کہ زبان تلوار کا کام کرتی ہے یہاں کام کے معنی فعل کے ہیں اور لفظ کے اعتبار سے کام و زبان تناسب رکھتے ہیں - یا جیسے یہ امانت کا یہہ شعر - عاشق کو زہر غیر کو مصری کی ہو ڈلی ۔ اسطرح کی بات زبان سے نکالئے کہ نہ بات نکالنے اس مطلب کے لئے ہے کہ بات نہ نکالئے - اور بات اور مصری کو باعتبار لفظ باہم گر تعلق و تناسب ہے یا جیسے میر انیس کے کلام میں ہے موت ہستی ہے کہ مراد تو موت کا ہونا ہے اور موت و ہستی باہم گر تعلق تضاد رکھتے ہیں - غرضکہ اسمیں شک نہیں کہ اسمیں رعایت کہیں یا ضلع کہیں بعض بعض مقام میں یہہ اچھا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں اس قدر افراط و تفریط کو دخل ہو گیا ہے کہ اس ضلع کے خیال سے حسن معنی و سلاست ادا کا بھی خیال نہیں رکھتے جیسے امانت نے ایک مرثیہ میں کہا ہے - مصرع -

شاعی کباب ہو کو پسند اہل ہوی - اس سبب سے فصحا کو اب اپنی کلام مین ضلیع بولنے سے
کراہیت آگئی ہے اور بے شبہہ قابل ترک ہے کہ یہہ بازاریون کی نکالی ہوی صنعت ہے
اہل ادب نے کہین اسکا ذکر ہی نہین کیا ہے شہر کے لونڈ جب ایک جگہہ جمع ہو جاتے
ہین تو ضلع بولتے ہین ایک کہتا ہے تمہاری چکنی چکنی باتون نے چھالیا یعنی چکنی ڈلی
اور چھالیا - دوسرا جواب دیتا ہے مین تیرا یار کدہ تہا - یعنی کتہا - وہ کہتا ہے المچھہ
پنجہ رکھہ کر کیون بات کرتے ہو - یہہ پنجہ کی رعایت سے جواب دیتا ہے کہ مت
ٹوک رے یعنی جہاڑو پنجہ اور ٹوکرا - انہین لوگون نے مشاعرون مین اور
مجلسون مین شعرا کو ایسی ایسی رعایتون پر داد دے دے کر اپنی رنگ پر کھینچ لیا ہے
ایک اور یہی صنعت یہہ آج کل کہی جاتی ہے کہ ایک لفظ جو کئی معنی مین مشترک
ہے اوسکے ایک معنی کو دوسرے معنی سے تشبیہ دیتے ہین اور اسی اشتراک
لفظی کو وجہہ شبہہ سمجھہ لیتے ہین مثلاً بحر کہتے ہین -
انگلیا کے ستاری ٹوٹتی ہین - پستان کے انار جھوٹتی ہین یعنی انار لفظ مشترک ہے
باغ مین بہی ہوتا ہے اور آتشبازی مین بہی ہوتا ہے تو انہون نے انار پستان کو
اسی اشتراک لفظی کے وجہ سے آتشبازی کے انار سے تشبیہ دی ہے - اور
میر علی اوسط صاحب رشک کہتے ہین ؎ توڑتی ہو مرغ جان بلی تیرے دروازہ کی
کاٹتا ہے رخت تن چوہا تمہاری ناک کا - یعنی بلی اور چوہا دونون جوان بہی ہین
اور دروازہ مین ایک قسم کا کہٹکا ہوتا ہے اوسے بہی بلی کہتے ہین اور
ناک مین سدہ بلغمی جو ہوتے ہین اوسی کو چوہا کہتے ہین اور محض اسی اشتراک
لفظی کی وجہ سے ناک کے چوہے کو جاندار چوہے سے اور دروازہ کے
بلی کو جاندار بلی سے تشبیہ دی ہے - ان کے ایک شاگرد ہلال کہتے ہین -
؎ پٹیون سر سن سن کے گانا اوس بت بے پیر کا - دروازہ بجنے لگے حرف خط تقدیر کا
یعنی دائرہ ایک باجا ہے اور حرف کے داس کو بہی دائرہ کہتے ہین اس وجہ سے
دائرہ حرف کو باجے سے تشبیہ دی ہے - اس نگ کے کہنے والے جو شعرا
ہین اونکی رائے یہہ ہے کہ ناسخ کے دیوان بھر مین بس ایک ہی شعر نئے مضمون
کا ہے - شعر - والے ہین انگیا کی چڑیا کو بہت کی چنیان مزہلتی ہر بالی کی مچھلی

سوئیون کی آپ مین - یعنے چڑیا بالاشتراک طائر کو بھی کہتے ہین اور دونون کشورون کے درمیان کی سیون کو بھی کہتے ہین اسی اشتراک لفظی کے سبب سے بغیر کسی وجہ شبہ کے کشور یون کی سیون کو طائر سے تشبیہ دی اور اسی قسم کی تشبیہ یہہ بھی ہے کہ زلف کو لیلی سے اور رخط رخسار کو خضر سے تشبیہ دیتے ہین یعنے لیلی و خضر دونون علم بھی ہین اور لیل و خضرت سے صفت مشتق بھی ہین اور اسی اشتراک کو وجہ شبہ قرار دیکر یون کہتے ہین کہ لیلیٰ زلف دل عاشق کی محمل مین رہتی ہے یا جیسے خضر خط کا چشمۂ حیوان دہن معشوق ہے یعنے پہلے تو زلف و خط کو لیلی و خضر معنی لغوی کے اعتبار سے کہا کہ زلف مین شبگونی اور خط مین سبزی ہوتی ہے اور سکے بعد ان معانی سے تجاوز کیا اور محمل و چشمۂ حیوان کا ذکر کرکے دونون لفظون مین معنی علمیت مراد لئے جسکا حاصل یہہ ہوا کہ زلف و خط کو لیلی محمل نشین اور خضر ظلمات گرو سے تشبیہ دی حال آنکہ کوئی وجہ شبہ نہین ہے - اسے صنعت استخدام کہہ سکتے ہین لیکن اتنی بات اسمین یہہ بڑی ہوی ہے - کہ دونون معنون مین تشبیہ ہی مقصود ہوتی ہے اور استخدام مین تشبیہ نہین ہوتی -

کیونکر اوس بت سے رکھون جان عزیز ۔۔۔ کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

یعنے مشرب عشق مین معشوق سے جان عزیز رکھنا کفر ہے -

دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے ۔۔۔ ہی تیرے تیر کا پیکان عزیز

یہ پیکان تیر جو دل مین اوترا ہوا تہا وہ نکل تو آیا مگر دل سے نہین نکلا یعنے اوسکی محبت اب تک باقی ہے -

تاب لائے ہی بنے گی غالب ۔۔۔ واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

(اور) اس شعر مین فع کے وزن پر ہے وسط مین ہے اور گر گیا اور وسط مین سے کوئی حرف کبھی نہین گرتا اور یہہ حرف عطف ہے اور حروف جتنے ہین اون سب مین اختصار ہی اچھا ہوتا ہے اس سبب سے کہ وہ محض روابط اور وصلات ہوتے ہین مثلاً (جو) اور (تو) شرط و جزا مین اگر اس طرح سے موزون ہو کہ او

تقطیع سے گرجا ہی تو زیادہ تر فصیح معلوم ہوتا ہے برخلاف اسکے کہ دونون کا واو وزن مین محسوب ہوا ور اشباع تام ہو کہ وہ بر ا معلوم ہوتا ہے لیکن (اور) کی لفظ مین فصیح یہی ہے کہ فاعَ کے وزن پر ہو اور اختصار اوسکا بخلاف اور حروف کے بُرا معلوم ہوتا ہے اوسکی وجہ یہی ہے کہ وسط مین سے واو ساقط ہوتا ہے اور بعض شعرا نے اس لفظ کو ایسا مختصر کیا ہے کہ (و) کو بھی گرا دیا ہے اور یہہ صورت عموماً آجکل سب اہل قلم غلط سمجھتے ہین جیسے یہہ مصرع - دیکھہ تک آن کر یہہ دل اور جگر اس مصرع مین واو اور رے دونون گر گئے اور مین سے فقط (ا) رہ گیا ہے لیکن حقیقت امر یہہ ہے کہ بول چال مین تینون طرح اور کو بولتے ہین ایک صورت یہہ کہ تینون حرف وزن مین داخل ہین یعنے ملفوظ ہون دوسری صورت یہہ کہ واو گر جائے فقط (ا ور) ملفوظ ہو تیسری صورت یہہ کہ رے بھی گر جائے فقط (ا) رہ جائے اور جب بول چال مین تینون طرح ہے تو پھر غلط کہنے کی کوئی وجہ نہین - (اسی طرح لفظ کوئی بھی چار طرح سے بولا جاتا ہے نہین و نِاع و نِئَل کے وزن پر فصیح اور نِع کے وزن پر غیر فصیح ہے -

---

**نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز — مین ہون اپنی شکست کی آواز**

یعنی شاطہ طرب سے مجھی کچھہ تعلق نہین مین سراپا درد ہون اور اپنی ہی مصیبت مین -

**تو اور آرائش خم کاکل — مین اور اندیشہہای دور و دراز**

یعنی تجھے آرائش کرتے دیکھہ کر مجھے یہہ اندیشہ ہوتا ہے کہ دیکھیے اب کون کون عاشق ہوجائے یا کس کس عاشق کو یہہ بناؤ دکھایا جائے -

**لاف تمکین فریب سادہ دلی — ہم مین اور رازہای سینہ گداز**

ای لاف سادہ دلی تیرا وصف تو یہہ مشہور ہے کہ تو تمکین فریب ہے تو کچھہ خبر ہے کہ میری دل مین ایسے راز ہین جو سینہ گداز ہین یعنے انہین فاش کر دے کہ الگا بوجھہ میری دل پر سے اوتر جائے حاصل یہہ کہ سادہ دلی سے اپنی ضبط و تمکین کی شکایت ہے اور یعنے ظاہر ہے کہ سادہ دلی کا مقتضی افشائے راز اور تمکین و وقار کی شان اخفائے راز ہے ؏

ہون گرفتارِ الفتِ صیّاد ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز

تعلقات دنیا نے اپنا اسیر کرلیا ہے ورنہ دل پر کہیں تو آزاد ہوسکتے ہین ۱۲

وہ بہی دن ہو کہ اوس ستمگر سی نازکیجون بجائے حسرتِ ناز

اس جملہ مین کہ اوس ستمگر سے نازکیجون (سے) اچہا نہین معلوم ہوتا مگر (سے) کا تعلق حسرت کے ساتھہ ہے یعنی جسطرح اوس ستمگر سے مین حسرتِ ناز کیجہ رہا ہون وہ بہی دن آئے کہ اسیطرح نازکیجون اور (سے) اس شعر مین معنے سبکے لئے ہے

نہین دل مین میرے وہ قطرۂ خون جس سے مژگان ہوئی نہ ہو گلبار

کہتے ہین میرے دل مین کوئی ایسا قطرۂ خون نہین ہے جس سے پیکانِ مژگان نے گلبازی نہ کی ہو یعنی سارا خون دل پلکون سے ٹپک گیا

ای ترا غمزہ یک قلم انگیز ای ترا ظلم سر بسر انداز

دونون مصرعون مین سے منادی ہی محذوف ہے اور فعل بہی - یعنی اے نازنین تیرا غمزہ یک قلم انگیز ہے اے ظالم تیرا ظلم سر بسر انداز معشوقانہ ہے - ان دونون جملون کی صدورت خبر کی ہے مگر انشاء کو مقصد الفات ہے - اور منادی کا محذوف ہونا دلیل ہے اسبات پر کہ خبر نہین ہے اس وجہ سے کہ محل انشا مین منادی کو حذف کرتے ہین جیسے دعا کی محل مین - ای تو ہجر - کوسنے کے مقام پر ای تو مری - تعجب مین ای واہ - ای لو - تنا کے لئے ای وہ دن خدا کرے - امر مین ای بیان آئندہ ہی مین ای یہہ بات نہ کرنا - استفہام کی جگہہ پر ای بتا - قسم مین ای تمہارے جان کی - ترجی کے لئے ای جہان نہیں آسے گر باتین کرین - ترجی مین ای شاید وہ آیا - ادم کے لئے ای لہجہ تحقیر کیلئے ای تو ہی جواب نہین دیتا - وجہ یہہ ہے کہ ای حرف ندا ہے اور ندا انشا ہے اس سبب سے اسکا استعمال انشا ہی مین ہوتا ہے اس صورت سے کہ منادی محذوف ہو - اگر جملۂ خبریہ مین حرف ندا واقع ہو تو منادی کا ذکر ضرور ہے کہ وہ منادی سے مل کر جملۂ انشائیہ ہوجائے اور جملہ خبریہ کا جزو نہ واقع ہو

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو ریزشِ سجدۂ جبین نیاز

تو آیا آپ میرا سجدہ کرنا تجھے مبارک ہو فرفر

مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا  میں غریب اور تو غریب نواز

اس شعر میں (کچھ غضب نہ ہوا) کثیر المعنی ہے اگر اس جملہ کے بدلے یوں کہتے کہ (مہربانی کی) تو لفظ و معنی میں مساوات ہوتی ایجاز نہ ہوتا۔ اور اگر اسکے بدلے یوں کہتے کہ (مراحیال کیا) تو مصرع میں اطناب ہوتا لطف ایجاز نہ ہوتا۔ یعنے اس مصرع میں (تجھکو پوچھا مراحیال کیا) اطناب ہے اور اس مصرع میں۔ مجھ کو پوچھا تو مہربانی کی۔ مساوات ہے اور اس مصرع میں۔ مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا ایجاز ہے اس سبب سے کہ یہہ جملہ کہ (کچھ غضب نہ ہوا) معنی زائد پر دلالت کرتا ہے۔ اس جملہ کے تو لفظ ہی) یعنے ہیں کہ (کوئی بیجا بات نہیں ہوی) لیکن معنے زائد اس سے یہہ بھی سمجھہ میں آتے ہیں کہ معشوق اس سے بات کرنا امر بے جا سمجھے ہوی تھا یا اپنے خلاف شان جانتا تھا اور اسکے علاوہ یہہ معنے بھی پیدا ہوتے ہیں کہ اسکے دل میں معشوق کی بے اعتنائی و تغافل کے شکوہ بھرے ہوی ہیں مگر اون کے ذرا بات کرلینے سے اسکو اب امید التفات پیدا ہوگئی ہے اور اون شکوہ کو اس خیال سے ظاہر نہیں کرتا کہ کہیں خفا نہ ہوجائے اس آخری معنی پر فقط لفظ غضب نے دلالت کی کہ اس لفظ سے ہوئے شکایت آتی ہے اور اسکے دل کے پر شکوہ ہونیکا حال کہلتا ہے بخلاف اسکے اگر یوں کہتے کہ مجھکو پوچھا تو مہربانی کی۔ تو یہہ جتنے معنے زائد بیان ہوے ان میں سے کچھ بھی نہیں ظاہر ہوتے (فقط مہربانی کی) میں جو معنے ہیں وہ البتہ معنے ہیں جیسے کہ وہ لفظ معنے ہیں۔ اور اگر یوں کہا ہوتا کہ مجھکو پوچھا مراحیال کیا تو نہ تو کچھ معنے زائد ظاہر رہتے نہ کوئی اور نئے معنے بڑھ گئے تھے یعنے (مراحیال کیا) کے وہی معنے ہیں جو (مجھکو پوچھا) کے معنے ہیں۔ یا دونوں جملہ قریب المعنی ہیں۔ غرض کہ (مراحیال کیا) میں لفظ نئے ہیں اور معنے نئے نہیں اسکے علاوہ اون دونوں مصرعوں میں شرط رجز اس کرایک ہی جملہ ہوتا ہے اور اس مصرع میں دو جملہ ہیں اسسے ظاہر ہوا کہ اس مصرع میں کثیر اللفظ و قلیل المعنے ہونیکے سبب سے اطناب ہے اور مصنف کے مصرع میں قلیل اللفظ اور کثیر المعنی ہونیکے سبب سے ایجاز ہے اور جو مصرع باقی رہا اوس میں لفظ و معنے میں مساوات ہے۔ اس جگہہ یہہ نکتہ بیان کردینا بھی ضروری ہے کہ یہہ شعر مصنف کا مجھکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا میں غریب اور تو غریب نواز

مقام فہمایش مین ہے اور یہہ دونون شعر مجھکو پوچھا تو مہربانی کی ہے مین غریب اور تو غریب نواز - مجھکو پوچھا سراخیال کیا ہے مین غریب اور تو غریب نواز سو مقام شکر مین ہین یعنے اوس شعر مین معشوق کا فہمایش کرنا مقصود ہے اور ان دونون شعرون مین اوسکا ادائے شکر مقصود ہے غرضکہ اوسکی غایت ہی اور ہی اور ان کی غایت ہی اور ہے اور جب مقام مین اختلاف ہوا تو مقتضائے مقام بہی الگ الگ ہو گیا لیکن ان دونون شعرون مین غایت ایک ہی ہے اور دونون شعر مقام شکر مین ہین اور مقام شکر کا مقتضی یہہ ہے کہ ادائے شکر کرتے وقت احسان کو طول دیکر بیان کرنا حسن رکہتا ہے اور اسی سبب سے جس مصرع مین الطناب ہے وہ مقتضائے مقام سے زیادہ مطابقت رکہتا ہے بہ نسبت اوس مصرع کے جس مین مساوات ہے یعنے اس مقام مین الطناب والا مصرع بلیغ ہے اور مساوات والا غیر بلیغ - ان دونون شعرون کے مقابلہ سے غرض یہہ ہے کہ مقام الطناب مین مساوات ہونا حسن کلام کو گہٹا دیتا ہے -

**اسد اللہ خان تمام ہوا ای دریغا وہ رند شاہد باز**

دوسرے مصرع مین ندبہ ولوحہ ہے اور ندبہ اقسام انشا مین ہے اور مقام انشا مین تنہا حرف ندا کو لانا اور منادی کو محذوف کر دینا محاورہ ہے جیسا آگے بہ تفصیل بیان ہوا لیکن اہل نحو ایسے مقام پر دریغ کو منادی کا قائم مقام سمجھتے ہین -

(رد لیف)

**مژدہ ای ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس**

شکار کرنیکا یہہ طریقہ مشہور ہے کہ جال لگا کر ایک طائر کا پنجرہ وہان رکہہ دیتے ہین کہ اوسے دیکہہ کر اور اوسکی آواز پر طیور وحشی وہان اوترین

**جگر تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا جوی خون ہم نے بہائی بن خار کے پاس**

یعنے میرا جگر جو تشنۂ آزار ہے اور آبلہ پائی و صحرانوردی سے اوسے لطف ملتا ہے اب بہی اوسے تسلی نہ ہوی ایک ایک کانٹے کے پاس میرے تلوون سے لہو کی ندیان بہ گئین لیکن ایذا اوٹہانے سے اوسکا جی نہ بہرا گیا تب ہم نے [illegible]

**سند گیں کیوتری کبوتر کی ہو لیتا ہے [illegible] خوب دست آدم اس عاشق بیمار کے پاس**

کہو اتنہی کہولتی مین حالت انتظار کا بیان کیا ہے اسی مضمون کا ایک شعر گذر چکا ہے

مند گئین کہولتی ہی کہولتی آنکہین غالب — یار لائے میری بالین پہ اوسی وقت

مین ہی رک رک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے — دشنہ اک تیز سا ہوتا سر مژگان کہ

یعنی شماتت و ملامت دشمنان سے بھی بہتر تھا کہ ایک چبھنے والی بات کہدی ہوتی سہ

دہن شیرین جاں بخشی — لیکن ای دل — نہ کہتے ہو جی خوبان دل آزار کی پاس

بیٹھنا اور کہڑے ہونا مقابلہ کا لطف رکھتا ہے

دیکہہ کر تجکو چمن بسکہ نمو کرتا ہے — خود بخود پہونچتی ہے گل گوشہ دستار کے پاس

نمو کا باعث جوش شوق ہے اسکا ذکر مصنف نے اس سبب سے ترک کیا کہ قرینہ اوس پر موجود ہے یعنی معشوق کو دیکہنا اپنے بس مین نہین کہ کوئی اوسے دیکہو اور دیکہہ کر دلولہ شوق نہ پیدا ہو

مر گیا پہوڑ کے سر غالب وحشی — ہے ہے — بیٹہنا اوسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

اوپر یہہ بیان گذر چکا ہے کہ خبر سے زیادہ تر انشا مین لطف ہے یعنی انشا اوقع فی القلب ہے اسی سبب سے جو شاعر مشاق ہے وہ خبر کو بھی انشا بنا لیتا ہے - اس شعر مین مصنف نے خبر کے پہلو کو ترک کر کے شعر کو نہایت بلیغ کر دیا یعنے دوسرا مصرع اگر یون ہوتا - بیٹہا کرتا تہا جو اگر تری دیوار کے پاس - یا اس طرح ہوتا - اہی بیٹہا تہا جو اگر تری دیوار کی پاس تو یہہ دونون صورتین خبر کی تہین - اور ہے ہے بیٹہنا اوسکا وہ اگر تری دیوار کی پاس جملہ انشائیہ ہے - اور (وہ) کا اشارہ اس مصرع مین اور ہی ایک خوبی ہے جو اون دونون مین نہین ہے -

اس شعر مین وہ کا لفظ ان مضمون کے طرف اشارہ کرتا ہے کہ معشوق جسکی طرف خطاب ہے اس واقعہ سے ناواقف نہین ہے جبھی تو یہہ اوسی یاد دلاتا ہے - اور اگر کا لفظ اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ اوس وحشی کا دستور یہہ تہا کہ جن جن وقتون مین اوسے معشوق کی صورت دیکہنے کی یا اوازش لینے کی امید ہوتی تہی اون اوقات مین روزانہ آکر بیٹہا کرتا تہا - اگر (اگر) اس مصرع مین نہ ہوتا تو یہہ مطلب نکلتا کہ فقط اوس کے بیٹہ رہنے کو یاد دلاتا ہے اور شعر کا حسن کم ہو جاتا ہے اسلئے کہ آکر بیٹہنا ایک ادا اور ایک حرکت ہے اور بیٹہے رہنا سکون و ہیئت ہے اور دونون کا فرق ظاہر ہے -

(ردیف شین)

نہ لیوی گر خسِ جمع ہر طراوت سبزۂ خط کی  لگادی خانۂ آئینہ مین رے وے نگار آتش

آئینہ مین عکس پڑنا اور آگ لگ جانا ان دونون مین وجہ شبہ حرکت ہے اور بیان بدیع ہے تشبیہ
اس سبب سے کہ وجہ شبہ بہت ہی لطیف ہے مطلب یہ ہے کہ جو ہر آئینہ کو معشوق کی سبزۂ
خط سے طراوت پہنچ جاتی ہے نہین تو شعلہ رخسار کے عکس نے خانۂ آئینہ مین آگ
لگادی ہوتی۔

نہ روغن حسن سے ہوتی ہے مشکل حل مسائل عاشق  نہ نکلی شمع کی یاسی نکالا گر نہ خار آتش

شمع کے دور ہی کو خار شمع کہتے ہین اور اس خار کا نکالنے والا شعلۂ شمع ہے اور لفظ حل کو
تناسب باندھا ہے شاید مشکل کے ہمسایہ ہین ہوسنے سے وہو کا کہا یا ورنہ محاورہ
یہہ ہے کہ مین نے اس کتاب کا حل لکھا

(۷ ردیف ع)

جادۂ رہ خور کو وقت شام ہی تار شعاع  چرخ وا کرتا ہی ماہ نو سی آغوش وداع

یعنی آفتاب فلک پر سے سفر کرتا ہے اور فلک نے آغوش ہلال کو کھولا ہی اوس کے وداع
کرنے کو اور جس لیک پر وہ چلتا ہے وہ تار شعاع ہے یعنی غروب کے بعد جو خط ابیض
افق سے بلند دکھائی دیتا ہے وہی اوسکی لیک ہے آفتاب کے طلوع سے ذرا پہلے
اور غروب کے بعد دو خط ابیض افق مین نمایان ہوتے ہین اہل ہند اون ہین
قرنی الشمس کہتے ہین اونہین دو مین سے ایک کو مصنف نے جادۂ راہ کہا ہے لیکن
اس مضمون مین کچھہ غزلیت نہین ہے قصیدہ کا مطلع ہو تو ہو سکتا ہے۔

---

رخ لگا رہی ہی سوز حاد والی شمع  ہوی ہی آتش گل آب زگانی شمع

اس ادعای شاعرانہ کو سنیے ہین کہ پہلے یہہ ٹہرایا کہ شمع رخ معشوق کو دیکھہ کر جل رہی ہے
پھر اسی بنا پر یہہ مضمون پیدا کیا کہ آتش گل جو کہ چہرۂ معشوق مین ہے وہ شمع کے لئے
آب حیات ہے اور اس سبب سے کہ محاورہ مین بجھی ہوی شمع کو شمع کشتہ کہتے ہین جلتی ہوی
شمع کو شعرا زندہ فرض کرتے ہین

زبان اہل زبان مین ہے مرگ خاموشی  پھر بات بزم مین وہ سن ہوی زبانی شمع

شمع جو شعلہ کے اعتبار سے اہل زبان ہے خاموش ہو جاتی ہے تو اوسے شمع

کشتہ و مردہ کہتے ہین تو اس سے یہہ بات روشن ہوی کہ جو اہل زبان ہو اوس کا خاموش رہنا گویا کہ مرگ ہے - اس شعر مین زبان و اہل زبان و مرگ و خاموشی و بزم و روشن زبانی یہہ سب شمع کے ضلع کی لفظین ہین مگر بہت بے تکلف صرف ہوئین -

کری ہی صرف بایمای شعلہ قصہ تمام — بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع

شمع صرف شعلہ کے اشارہ سے سارا قصہ تمام کرتی ہے - یعنی شعلہ سے لو لگا کر سر سے پاؤن تک فنا ہو جاتی ہے جسطرح صوفیان اہل فنا شعلہ عشق سے لو لگا کر فنا فی الذات ہو جاتے ہین اور اپنی ہستی سے گذر جاتے ہین -

غم اس کو حسرت پروانہ کا ہی ای شعلہ — تری لرزنی سے ظاہر ہی ناتوانی شمع

یعنی پروانہ کے غم نے اسے ناتوان کر دیا ہے یہی وجہ ہے شعلہ کے تھرتھرانے کی - شعلہ کیطرف خطاب کرنا یہان بے لطفی سے خالی نہین

تری خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے — بجلوہ ریزی بادو بہ پرفشانی شمع

دوسرے مصرع مین (بہ) دونون جگہہ فتحہ کے لیے ہے - اس شعر مین مصنف نے تشبیہ کو بہ تفنن عبارت ادا کیا ہے یعنی یہہ نہین کہا کہ جس طرح ہوا سے پرفشانی شمع ہوتی ہے بلکہ شبہ بہ کی قسم کہائی یعنے قسم ہے ہوا کے آنے اور شمع کے جھلملا نیکی کہ تری خیال سے روح پھڑکنے لگتی ہے - اور اگر (بہ) کو سببیہ لین تو یہہ لطف نہین رہتا اور اگر (بہ) کو معنی تشبیہ کے لین تو بھی وہی معنی اول پیدا ہوتی ہین

نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ — شگفتگی ہی شہید گل خزانی شمع

مطلب یہ ہی کہ جس طرح شگوفہ شعلہ بہار شمع کو خزان کر دیتا ہے اسی طرح داغ عشق عاشق کا کام تمام کر دیتا ہے لیکن اس داغ مین عجب بہار ہے اور اس گل خزانی پر شگفتگی نثار ہے

جلی ہی دیکھہ کے بالین یار پر مجھہ کو — نہ کیون ہو دل پہ میرے داغ بدگمانی شمع

شمع گیرف سے یہہ بدگمانی ہے کہ مجھے بالین یار پر دیکھہ کر ہی رشک کے جلی جاتی ہے یعنی اوس جگہہ کو وہ اپنے لئے خاص سمجھتے ہے ؎

(ردیف ف)

بیم رقیب سے نہین کرتی وداع ہوش — مجبوریان تلک ہوے ای اختیار حیف

ڈر کی وجہ یہہ ہے کہ رقیب نے ہوش دیکھکر راز عشق سے واقف ہو جائیگا یہہ انتہا کی محبت ہے

کہ انپر موش پر بھی اختیار نہین اوس مین بھی رقیب کا ڈر پڑا ہے - لفظ (نلک) کو آج کل کے شعرانے اتفاق کرکے ترک کردیا ہے اور اسکو غیر فصیح سمجھتے ہین نلک کی جگہہ (تک) کہتے ہین لیکن ہر زبان مین معیار فصاحت محاورہ ہے اور محاورہ مین نلک اور تک دونون موجود ہین پھر اسکے ترک کرنیکی کوئی وجہ وجیہ نہین بلکہ ایک وجہ سے نلک بہ نسبت تک کے افصح ہے وہ یہہ ہے کہ جن اہل تحقیق نے حروف کے مخارج وصفات پر نظر کی ہے اونہون نے جملہ حرف ایسے پائے ہین کہ جس کلمہ مین اونمین کا کوئی حرف ہو اوس کلمہ کو سلیس و فصیح سمجھتے ہین اون حرفون کا مجموعہ (مرنبغل) مشہور ہے غرض یہہ کہ تلک مین مرنبغل کا لام ہے اور تک مین اوسکا کوئی حرف نہین -

جلتا ہی دل کہ کیون نہ ہم اک بار جل گئے ای ناتمامی نفس شعلہ بار حیف

یعنی اسبات کے خیال سے دل جلتا ہے کہ ہر سانس اشتعال حرارت پیدا کرتی ہی لیکن ناتمام یہہ کیون نہین ہوتا کہ ایک ہی بار جل جائین - اس مسئلہ طب کو مصنف نے کتنی ہی جگہہ نظم کیا ہے -

(ردیف ک)

زخم پر چھڑکین کہان طفلان بے پروا نمک کیا مزا ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک

جو لوگ کہ بیدردانہ پتھار رہے ہین اونہین زخمون پر نمک چھڑکنے کا کہان دماغ اگر یہہ پتھر نمک کے ڈھیلے ہوتے تو بڑا مزا تہا کہ زخم ہی لگتا اور نمک ہی چھڑک جاتا -

گر در راہ یار ہے سامان نازِ زخم دل ورنہ ہوتا ہی جہان مین کسقدر پیدا نمک

کہتے ہین نمک کا زخم مین ہونا کچھہ ایسا باعث لذت نہین ہے میرے زخم کو بڑا ناز اسبات پر ہے کہ اوس مین گر در راہ یار بہری ہوی ہے ورنہ نمک کی کیا کمی ہے دوسرا پہلو یہہ ہے کہ کس قدر کے سمنے یہہ لین کہ نمک اتنا کہان دنیا مین ممکن ہے جس پر میرا زخم جگر مار کرے

مجھہ کو آرزانی رہی تجھکو مبارک ہو جیو نالہ بلبل کا درد اور خندہ گل کا نمک

یعنی مجھے نالہ بلبل کا درد آرزانی ہوا اور تجھے خندہ گل کا نمک مبارک ہو اس شعر مین ہو جیو بہت بیکار و لفظ ہے اور بہت متروک ہے -

شور جولان تہا کنار بحر پر کس کا کہ آج گرد ساحل ہے بزخم موجہ دریا نمک

دریا کنارے معشوق کے گھوڑے کو جولان کرنا ایسا پرشور تھا کہ گرد ساحل کو نمک بنا دیا
زور و شور دریا کے صفات مین سے ہے یہہ صفت اوسکے جولان مین دیکھہ کر
موج کے زخم مین نمک لگنے لگا یعنے رشک ہے۔

داد دیتا ہے مری زخم جگر کی واہ واہ یاد کرتا ہی مجھے دیکھو ہے وہ جان نمک

معشوق کی شوخی کا بیان ہے کہ وہ زخمون مین نمک چھڑکتا ہے اور مجھان نمک دیکھتا ہو
مجھے یاد کرتا ہے یعنے بلا کر میرے زخمون مین نمک چھڑکتا ہے۔

چھوڑ کر جاتا تن مجروح عاشق حیف ہے دل طلب کرتا ہی زخم اور مانگ ہین اعضا نمک

یعنے اعضا مجروح ہو چکی ہین وہ نمک مانگ رہی ہین اور دل پر ابھی زخم ہی نہین لگا ہے وہ زخم
چاہتا ہے ایسی وقت مین تو کہان چھوڑ کے جاتا ہے۔

غیر کی منت نہ کھینچو لگا پاؤ تو فیر درد زخم مثل خندۂ قاتل ہی سر تا پا نمک

خندۂ زخم مشہور استعارہ ہے یہان مصنف نے یہہ جدت کی کہ خندۂ معشوق سے اوسے
تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ اوسکے نمکین ہونیکو قرار دیا ہے اور جس زخم مین نمک ہو
اوس کے درد کا کیا مذکور

یاد مین غالب تجھے وہ دن کہ وجد و ذوق مین زخم سے گرتا تو مین پلکون سے چنتا تھا نمک

یہہ بات مشہور ہے کہ نمک زمین پر گری تو پلکون سے اوٹھا لی جاتی ہے۔ اس شعر مین (مین) کی
جگہہ (تو) زیادہ مناسب ہے اس سبب سے کہ جب یہہ کہتے ہین کہ تہین وہ بات یاد ہے
تو وہ بات اکثر ایسی ہوتی ہے جو مخاطب پر گزری ہوی ہو اپنی گزری ہوی کوئی دوسرے
کو یاد نہین دلاتا۔ (مجھے) کی جگہہ (مجھی) ہوگا کاتب کی غلطی سے مجھی لکھا گیا لیکن پہلی
صورت اس سے بہتر ہے۔

---

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

یہہ محاورہ ہے کہ ہم اسکے سر ہو گئی یعنی سمجھہ گئے یعنے جب تک تری زلف سیرے
حال سے باخبر ہو سیرا کام تمام ہو جاے گا

دام ہر موج مین ہے حلقۂ صد کام نہنگ دیکھین کیا گذرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

یہہ شعر ایک تمثیل ہے کہ عالم مین ہر وقت طوفان حوادث برپا ہے کسی کو طلب مین۔

کامیاب ہوتے ہی ہوتے نہ جانے کیا گزر جائے - یہاں ہر ہوس دام اور ہر حلقہ دامِ صد رنگ ہے

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب — دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

یعنی عشق کے معاملات ایسے ہیں کہ جلدی میں کام نہیں نکل سکتا اور آرزو بے تاب ہے اور جلدی کر رہی ہے غرض کہ جب تک جگر لہو ہو اور کام تمام ہو جائے دل کا سنبھالنا بہت مشکل ہے

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن — خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

مطلب یہ ہے کہ جب ہمیں خبر ہوگی تو خبر لوگے لیکن خبر ہوتے ہوتے یہاں کا کام تمام ہے

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم — میں ہی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یعنی میری ہستی مثل شبنم کے ہے اور تیری نظر پرتو خورشید ہے تیری ایک ہی نظر میں مجھے شبات و قیام نہیں رہ سکتا جلوع آفتاب کے ساتھ شبنم فنا ہو جاتی ہے

یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل — گرمیِ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک

مطلب یہ ہے کہ دنیا کو ایک نظر دیکھ لینے سے زیادہ تیرا قیام نہیں ہے جس طرح شرر محفل کو ایک نظر دیکھ لینے سے زیادہ قایم نہیں رہ سکتا -

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج — شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

یعنی محفل میں کیسا ہی رنگ و تماشا ہو مگر شمع کے جلنے کا اوس سے کچھ علاج نہیں ہو سکتا اوسکا بجھنا ہی (مردن) اوسکے جلنے کا علاج ہے

## (ردیف گ)

گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت دعا نہ مانگ — یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

یعنی جب کوئی مدعا ہی نہ ہوگا تو دعا مانگنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد — مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

داغ اور گنہ دونوں یہاں اسم جنس ہیں اور اس وجہ سے جمع کے حکم میں ہیں مطلب یہ ہے کہ ہر ایک گنہ کا باعث سوائے نہ کوئی حسرت و شوق ہے تو گناہ کے ذکر سے وہ حسرتیں یاد آتی ہیں اور وسوسہ ہوتا ہے کہ کثرت گناہ کثرت داغ کے مثل ہے -

## (ردیف ل)

ہی کس قدر ہلاک فریب وفای گل — بلبل کے کاروبار پہ ہنستے ہے گل

یعنی بلبل اس دھوکے میں مری جاتی ہے کہ رنگ گل میں وفا و ثبات ہے اوس کی اسی نا سمجھی پر پھول ہنستے ہیں یہ مصرع بعینہ پہلے ایک جگہ پہ گزر چکا ہے بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل ۔ کہتے ہیں جسکو عشق خلل ہے دماغ کا ۔

آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف — ٹوٹی پڑی ہیں حلقۂ دام ہوائے گل

ہوائے گل بمعنی بشوق گل ہے ۔ گل شگفتہ کو حلقۂ شکستۂ دام سے تشبیہ دی ہے اور نسیم سے خوشبو مراد ہے جو گل کے حلقہ دام شوق کو توڑ کر آزاد ہو جاتی ہے یعنی بوی گل کو آزادی مبارک ہو کہ سب پھول شگفتہ ہو گئے

جو تہا سو موج رنگ کی دھوکے میں مر گیا — ای وائے نالۂ لب خونین نوائے گل

مر جانے سے انتہائے فریفتگی مقصود ہے یعنے گل کے نوائے خونین و نالۂ خون چکاں کو لوگ موج رنگ سمجھ کر مفتون ہو رہے ہیں ۔

خوش حال اوس حریف سیہ مست کا کہ جو — رکھتا ہو مثل سایۂ گل سر بپای گل

یعنی وہ ہی خوش سیہ مست جو معشوق کے پاؤں پر سر رکھے ہوئے عرض نمکخوار رہا ہو اوس کا کیا کہنا ۔ معشوق کو گل سے اور عاشق سیہ مست کو سایۂ شاخ گل سے تشبیہ دی ہے ۔

ایجاد کرتی ہی اسی تیرے لئے بہار — میرا رقیب ہے نفس عطر سای گل

(تیرے لئے) یعنے پھول تیرے گلے کا ہار ہوں اور تجھ سے ہم نشین ہوں ۔

شرمندہ رکھتی ہیں تجھے بادبہار سی — مینای بی شراب و ادای ہوای گل

یہ شعر ایک سوال مقدر کا جواب ہے ۔ یعنے بے شراب مینا اور بے غنون کی سیر کرنا لوگ برا سمجھتے ہیں مگر ایسا نہ کرون تو تجھے بادبہار سے شرمندگی ہوتی ہے

سطوت سی تیری جلوۂ حسن غیور کی — خون ہی میری نگاہ میں رنگ ادای گل

یعنی غیور ہونیکے سبب سے تو نہیں چاہتا کہ کسی اور کی ادا عاشق کو اچھی معلوم ہو اسی لیے رنگ گل میری نگاہ میں خون ہے یعنے اچھا نہیں معلوم ہوتا ۔

تیری ہی جلوہ کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک — بی اختیار دوڑتی ہی گل پر نگاہ گل

یعنی ایک پھول کو شگفتہ دیکھ کر دوسرا پھول جو نکل آتا ہے تو اوسے یہ دھوکا ہوتا ہو

کر تو جلوہ گر ہوا ہے

غالب مجھے ہی اوس سے ہم آغوشی آرزو — جس کا خیال ہی گل جیب قبای گل

یعنی جس شاہد حقیقی کے خیال کو گل نے اپنا زینت گریبان بنایا ہے مین اوس سے ہم آغوش ہونا چاہتا ہون غ غ غ

## ردیف م

غم نہین ہوتا ہی آزادون کو بیش از یک نفس — برق سی کرتا ہین روشن شمع ماتم خانہ ہم

یعنی ہمارے ماتم خانہ مین شمع اگر ہے تو برق ہے جب دم بھر سے زیادہ ہم غم نہین کرتے تو ا روشنی بھی دم بھر سے زیادہ ہونیکی ضرورت نہین

محفلین برہم کرے ہے گنجفہ باز خیال — ہین ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

خیال کا محفلون کو برہم کرنا یعنے جو محفلین برہم ہوگئی ہین اونکی برہمی کو یاد دلانا - حاصل یہہ کہ ہمارے خیال مین حسینون کی محفلین جو برہم ہوگئی ہین ہر وقت رہا کرتی ہین ہم گویا کہ ورق گردانی نیرنگ بتخانہ ہین اس شعر مین گنجفہ کی ورق گردانی سے محفل نشاط کی برہمی کو تشبیہ دی ہے اور تازہ تشبیہ ہے

باوجود یکجہان رنگ ہ پیدائی نہین — ہین چراغان شبستان دل پروانہ ہم

کہتے ہین کہ پروانہ کے دل مین جس چراغ کے شوق سے روشن ہوکر اس قدر رنگ ہ آرائی کی ہے وہ ایسا چیز ہوا ہے کہ اوس کے لئے پیدائی وظہور کچھ ہی نہین ہے یہی حال ہماری ہستی کا ہے کہ رنگ ہ سب کچھ ہے مگر ہستی کا کہین پتہ نہین یعنی ہستی حقیقت مین اگر ہے تو ایک ہی ہے

ضعف سے ہی لے قناعت سے یہ ترک جستجو — ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

یعنی ہمت مردانہ کو قناعت پر تکیہ ہے اور قناعت کو سبب ہونا چاہئے ترک دنیا کا نہ یہہ کہ ترک دنیا تو ہے مگر بسبب ضعف ہمت کے ہے اور یہی ضعف ترک جستجو کا سبب ہے تو ایسا ترک جستجو ہمت مردانہ کے لئے وبال ہے

دائم الحبس اس مین ہین لاکھون تمنا مین اسد — جانتے ہین سینہ پر خون کو زندان خانہ ہم

جو سیر تن کہ کبھی نکلنے ہی کی نہین اونہین اسیر دائم الحبس سے تعبیر کیا ہے -

به نالہ حاصلِ دل بستگی فراہم کر — متاعِ خانۂ زنجیر جز صدا معلوم

دل بستگی و تعلق خاطر کو زنجیر سے تعبیر کیا ہے کہتے ہین اگر مجھے دل بستگی ہے تو نالہ کشی ہی اختیار کر کہ خانہ زنجیر مین جو مال و دولت ہے وہ فقط صدائے شیون ہے تعلقات دنیا کی مذمت مقصود ہے

مجھہ کو دیا رغیر مین مارا وطن سے دور — رکھہ لی مری خدا نے مری بیکسی کی شرم

یعنی اگر وطن مین مرتا تو بے کسی پر کیونکر افتخار کرتا - یعنے یہہ امر بے کسی کے لیے ننگ کا باعث ہوتا

وہ حلقہہائے زلف کمین مین ہین آخدا — رکھہ لیجو میرے دعوی وارستگی کی شرم

یعنی اگر اسیر زلف ہو گیا تو یہہ آزادی و وارستگی کا دعوی نہ باقی رہے گا -

(ردیف ن)

لون وام نخبت خفتہ سی یک خواب خوش ولے — غالب یہہ خوف ہے کہ کہان سے ادا کرون

تقدیر سو رہی ہے اور مین بے خواب ہون اگر اپنے مقدر سے ایک خواب خوش قرض لون تو لے سکتا ہون لیکن یہہ قرض کہان سے ادا کرونگا مین تو دولت خواب سے محروم ہون

وہ فراق اور وہ وصال کہان — وہ شب و روز و ماہ و سال کہان

اگر زمانہ کو شاعر یاد کرتا ہے فراق بری چیز ہے لیکن اب وہ بھی یاد آتا ہے کہ وہ دل اور وہ شوق باقی نہین رہا جسکے سبب سے فراق کو فراق اور وصال کو وصال سمجھتے تھے

یہہ ساری غزل ایک ہی مضمون مین ہے

فرصت کار و بار شوق کسے — ذوق نظارۂ جمال کہان

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا — شور سودائے خط و خال کہان

تھی وہ اک شخص کے تصور سے — اب وہ رعنائی خیال کہان

یہان (اک شخص) کا لفظ بہت بلیغ ہے اگر اسکے بدلے (اک شوخ) کہا ہوتا تو معشوق

کی تعریف نکلتی اور اوس سے یہہ ظاہر ہوتا کہ ابھی تک ذوق وشوق باقی ہے جو معشوق کو الہی لفظ سے تعبیہ کیا ہے اور یہہ مقتضائے مقام کے خلاف ہوتا ۔

ایسا آسان نہین لہو رونا　　دل مین طاقت جگر مین حال کہان

یعنی مصائب عشق کی انتہا ہوگئی اور سب خون دل جگر صرف ہو چکا ۔

ہم سی چھوٹا قمار خانہ عشق　　واہان جو جیتا وین گرہ مین مال کہان

یعنی اب نہ نقد دل ہے نہ اشرفی داغ ہے نہ دولت صبر ہے داؤ کس مال پر لگائین

اور جو اس پر لگے پر کھیلین شرط

فکر دنیا مین سر کھپاتا ہون　　مین کہان اور یہہ وبال کہان

یعنی ایک زمانہ وہ تھا کہ کبھی فکر دنیا سے مجھے کچھہ تعلق ہی نہ تھا ۔

مضمحل ہو گئے قوی غالب　　وہ عناصر مین اعتدال کہان

اعتدال عناصر سے شباب مراد ہے ۔

---

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین　　ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین

(کی) کا فاعل معشوق ہے ۔

آج ہم اپنی پریشانی خاطر - اون سے　　کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین

یعنی دیکھیے وہان جاکر ہم کیا کہتے ہین یا دیکھیے سنکر وہ کیا کہتے ہین - ان دونون صورتون مین پہلی صورت کثیر المعنی ہے اوس سے یہہ معنے زائد ظاہر ہوتے ہین کہ معشوق کے سامنے جاکر جو محویت وازخود رفتگی پیدا ہوگی اوس مین کہون گا کچھہ اور منہ سے کچھہ نکلیگا اس سبب سے کہ دل تو اہی سے پریشان ہے

اگلے وقتون کے ہین یہہ لوگ انہین کچھہ نہ کہو　　جوی و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین

اندوہ ربا ہونیکا الکار سی یا تو اندوہ فزا ہونا انکا مقصود ہے یا مراد ہی کہ اندوہ اسی قدر کہ کسی طرح بہلائے نہین بہلتا ۔

دل مین آجاتی ہی ہوتی ہی جو فرصت غشی　　اور پھر کون سی نالہ کو رسا کہتے ہین

نالہ رسا وہ کہ اثر تک جسکی رسائی ہو لیکن شاعر نے یہان اسقدر تفہیم کرکے یہہ بات ظاہر کی ہے کہ اسکے نالہ کو کبھی اثر تک رسائی نہین ہوی یہہ جانتا ہی نہین کہ نالہ رسا اوسی کہتے ہین جسکی پہونچ اثر تک ہو بلکہ یہہ رسائی نالہ اسی کو سمجھتا ہے کہ عرش سے چولکا اور دل مین

نالہ آموجود ہوا -

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

مصنف نے اس مسئلہ کو نظم کیا ہے کہ کعبہ کیطرف سجدہ کرنے سے کعبہ کو سجدہ کرنا نہین مقصود ہے بلکہ جسکی ہم سجدہ کرتے ہین وہ جہات سے منزہ ہے اور سجدہ کے لئے جہت ضرور ہے اس سبب سے جہت کعبہ کو معین کر لیا ہے اگر کعبہ منہدم ہو جائے جب بھی ہم اوسی جہت مین سجدہ کرین گے کہ وہ جہت بمنزلہ قبلہ نما ہے

پائے انکار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے — خارِ رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہین

ترکے خارِ رہ سے وہ خار مراد ہے جو معشوق کی جستجو مین عاشق کے دامن مین گڑا ہے اوس کو مہر گیا اس سبب سے کہا ہے کہ لطف و مہر معشوق کا باعث وہ ہوا نہ وہ تا دمِ مرگ اوسے رحم آتا اور مہر گیا یعنی گیاہ اکتاب اقسام گیاہ مین سے

اک شررِ دل مین ہے اوس سے کوئی گھبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہین

یعنی یہہ نہ سمجھا جاہئے کہ روح حیوانی جو کہ دل مین ہے اوسکی حرارت سے گھبرا کر انسان کو سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اصل یہہ ہے کہ اور اوسکا اشتعال مطلوب ہوتا ہے اور یہی باعث ہے کہ ہوا سینہ ضروریہ مین داخل ہے تاکہ بار بار سانس لینے سے حرارت غریزی کا اشتعال ہوتا رہے - اس مضمون کو مصنف نے تو ایک قضیہ شعریہ کی طرح نظم کر دیا لیکن دورانِ خون کا مسئلہ جسے ثابت ہوا اوس سے ظاہر ہو گیا کہ واقع مین ایسا ہی ہے کہ ہر سانس مین ہوا سے روح حیوانی کو اشتعال مطلوب ہے اور جو ہوا کہ نکلتی ہے یہہ بعینہ ویسی ہی ہے جیسی ہوا کہ دماغ کی لو سے پیدا ہوتی ہے اس شعر سے مصنف کے فلسفیانہ مذاق کا اندازہ ہو سکتا ہے

دیکھئے لاتی ہے اوس شوخ کی نخوت کیا رنگ — اوس کی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہین

یعنی ہمارے اس فعل سے وہ جانتا ہے کہ میری ہر بات اچھی ہے اور اوس کی نخوت اور بڑہتی جاتی ہے -

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید — مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہین

مرنے کا مضمون بہت ہی برا شر ہے اسی سبب سے واعظ بھی اسی مضمون سے اپنی

کلام کو رنگتے ہین اور شاعر بھی اپنے لئے یہہ فال ہہ گوارا کر لیتے ہین شیفتہ صاحب
تذکرہ شعرا مشہور شخص ہین ۶

---

آبرو کیا خاک اُس گل کی کہ گلشن مین نہیں ہے گریبان ننگ پیراہن جو دامن مین نہیں

گریبان دامن ہین جبھی ہوگا جب چاک ہوجائیگا اور چاک ہوکر گل سے مشابہت پیدا کریگا اور دامن کو صحن گلشن بنا دیگا ۔

ضعف سے اشک گریہ کچھ باقی مرے تن مین نہیں رنگ ہوکر اُڑ گیا جو خون کہ دامن مین نہیں

یعنی جو خون کہ آنسوؤن مین نہین نکلا وہ رنگ بن کر اُڑ گیا ۔ لفظ گریہ سے یہہ مطلب نکلا کہ دامن مین جو خون ہے وہ اشک خونین ہین لیکن گریہ کی طرف خطاب کرنا نہایت تضنع ہے اور تکلف نامقبول ہے ۔

ہوگئی ہین جمع اجزائے نگاہ آفتاب ذرہ اوسکی گہر کی دیوار روزن مین نہیں

یعنی آفتاب کو بھی اوسکا جھانک کر دیکھنے کا شوق ہے

کیا کہون تاریکی زندان غم اندھیر ہے پنبہ نور صبح یہان کم جسکی روزن مین نہیں

جہان تاریکی بہت ہو وہان ذرا سی روشنی بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے اس سے سمجھنا چاہئے کہ جس زندان مین پنبہ روزن پر سپیدہ صبح کا گمان ہوتا ہے وہ کس قدر تاریک ہوگا ۔

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز سے انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن مین نہیں

یعنی برق عشق اگر خرمن ہستی مین نہو تو ہستی انجمن بے شمع کی طرح بے رونق ہے ۔

زخم سلوانے نہ مجھپر چارہ جوئی کا طعن غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن مین نہیں

یعنی زخم مین ٹانکے لگوانا اسلئے نہین ہے کہ اوسکا اچھا ہوجانا منظور ہو بلکہ زخم سوزن کی لذت اوٹھانا مقصود ہے ۔ مضمون شعر یہی ہے جو گزرا لیکن اس مضمون کو مصنف نے رقیب کی غلط فہمی پر تشنیع کرکے جس مین وہ چند کر دیا ۔

بسکہ مین ہم اک بہار ناز کی ماری ہوے جلوہ گل کے سوا گرد اپنی مدفن مین نہین

یعنی ایک بہار ناز کے تصور مین ہم مر گئے اور مدفن مین بھی اوسی تصور سے جلوہ گل پیش نظر ہے

قطرہ قطرہ اک ہیولا ہے مری ناسور کا خون ہی فوق ردائے خانہ مرے تن مین نہیں

یعنی لہو کا ہر قطرہ ناسور کی صورت پیدا کرنے والا ہے جسطرح ہیولے پر سے ایک صورت معدوم ہوتی ہے اور دوسری طاری ہوتی ہے اسی طرح لہو کی ہر بوند سے قطرۂ خون کی صورت فنا ہو کر ناسور کی صورت پیدا ہو جائیگی اور جہان جہان بدن میں لہو کی کوئی چینٹ ہے وہان وہان ناسور ہو جائیگا

گر گئی ساقی کی نخوت تلزم آشامی مری ۔۔۔ موج مے کی آج رگ مینا کی گردن میں نہیں

عنقریب رگ گردن سے تعبیر کرتے ہیں اور اس تعبیر میں مجاز مرسل ہے کہتے ہیں کہ جب تک شیشے میں شراب تھی ساقی بہت اترایا ہوا تھا مگر میری تلزم آشامی یعنی کثرت مے نوشی نے اوسکی ساری نخوت مٹادی اب مینا کی رگ گردن جاتی رہی یعنی کسی شیشہ میں موج شراب نہیں رہی

ہو فشارِ ضعف میں کیا ناتوانی کی نمود ۔۔۔ قد کی خمیدگی کی بھی گنجائش میری تن میں نہیں

مطلب یہ ہے کہ ضعف تو چاروں طرف سے پیسے ڈالتا ہے قد جھکے تو کیونکر جھکے

ہستی و طن میں شادیں کیا غالب کہ غربت میں مدد ۔۔۔ بے تکلف ہو وہ مشتِ خس کہ گلخن میں نہیں

ظاہر ہے کہ مشتِ خس اگر اپنے وطن میں ہے تو خارزار میں ہے اور اگر وطن سے باہر نکل کر کہیں قدم رکھا تو جاروب کشوں نے نکال باہر کیا وطن میں اذیت اور غربت میں ذلت کا سامنا ہے اوس کے لئے فروغ اور شان اگر ہے تو گلخن میں ہے اس شعر میں مذاق تصوف ہے یعنی جس طرح شعلۂ آگ میں گر کر آگ ہو جاتی ہے اسی طرح عارف کو شاہد حقیقی کی ساتھ اتحاد حاصل ہو جاتا ہے اور رہنیں تو ایک مشتِ خس ہے جسکا وطن عدم اور غربت امکان ہے اور امکان پر جس طرح عدم سابق ہے اوسی طرح اوسپر عدم لاحق بھی ہے کہ امکان وجود بین العدمین کا نام ہے جو ممکن عدم سے آیا ہے وہ عدم میں چلا ہی جائیگا بس حیات ابدی اس میں ہے کہ واجب الوجود سے ملحق ہو جائے اور فنا فی الذات ہو کر ترانۂ انا ولا غیری بلند کرے ۔ لفظ بے تکلف اس شعر میں تکلف سے خالی نہیں ۔

عہدہ سے مدحِ ناز کی باہر نہ آسکا ۔۔۔ گر ایک ادا ہو تو اوسے اپنی قضا کہوں

صاف شعر ہے پہلے مصرع میں (میں) محذوف ہے

حلقے ہین چشم ہای کشادہ بسوی دل ہر تار زلف کو نگہہ سرسہ سا کہون

یعنے زلف کے حلقے گویا آنکھین ہین کہ دل کو گھور رہی ہین اور جب حلقۂ زلف کو آنکھ کہا تو اس آنکھ کے لئے نگاہ بھی ہونا چاہیئے تو ہر ایک تار زلف کو مصنف نے نگاہ سرسہ سا بنایا

ہین اور صد ہزار نوای جگر خراش تو - اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہون

اس شعر سے یہہ دہوکا نہ کہانا چاہیئے کہ غالباً شخص اور اس طرح اردو اور فارسی مین خلط کرے جسے ایک مبتدی سا مبتدی اور گنوار سا گنوار بھی صحیح نہین سمجھتا - مقام طنز مین لفظین الفاظ اچھا معلوم ہوتا ہے یہہ سمجھہ کر مصنف نے یہان (نہ شنیدن) کہا ہے لیکن یہہ تاویل مستبعد ہے اس مین شک نہین -

ظالم میرے گمان سے مجھے منفعل نہ چاہ ہی ہی خدا نہ کردہ تجھے بے وفا کہون

یعنے میرا گمان تجھے بے وفا کہتا ہے اور مین با وفا کہتا ہون ایسا نہ کر کہ مجھے اپنے گمان سے منفعل ہونا پڑے مطلب یہہ کہ بے وفائی نہ کر کہ خدا نخواستہ مجھے بھی بے وفا کہنا پڑے

---

مہمان ہو کی بلا اور مجھ سا ہو جس کو وقت مین کیا وقت نہین ہون کہ آپ ہی سکون

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے بات کچھہ سر تو نہین ہے کہ اوٹھا بھی نہ سکون

زہر ملتا ہی نہین مجھکو ستمگر ورنہ کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ان تینون شعرون مین یہہ صنعت ہے کہ ایک فعل جو دو معلولون مین مشترک ہے اور سبب شبہ قرار دیا ہے لیکن خضر و سبزہ کی طرح یہان محض اشتراک لفظی و وجہ شبہ نہین ہے اسی سبب سے یہہ اشعار بہت بدیع ہین - مومن خان بھی اس طرز پر بہت دوڑے ہین اور ایک دو اسوقت مین کئی بند اسی طرح کے کہے ہین آتش کا بھی ایک شعر اسی صنعت مین ہے جو بجز ایسی وحشت نہین دل کو کہ سنبھل جاؤ لگا ہو صورت پیر ہین تنگ نکل جاؤ لگا مجھے ایک شعر اپنا یاد آیا - ؎ راز ہی کیا گر زلف جو کہلا جائیگا ہو کوئی مضمون ہین جو بندہ جائین گے بازو میرے - آخر کے مصرع مین غضب کا تناقر ہے تین کاف متحرک پے در پے جمع ہو گئے ہین سچ کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہا بھی نہ سکون

---

ہم سے کہلا جاؤ بوقت می پرستی ایک دن ورنہ ہم چھیڑین گے رکھہ کر عذر مستی ایکدن

کھل جاؤ یعنی بے تکلف ہو جاؤ

غرۂ اوج بنائی عالم امکان نہ ہو — اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

اس شعر میں حسن ردیف یہ ہے کہ ایک دن سے قیامت کا دن مراد ہے

تند خو کی پیتے ہیں لیکن سمجھ جاتے ہیں کہ ہاں — رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

یعنی ایک دن کے فروشوں سے سرانجام تک ہوگا

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے — بے صدا ہو جائیگا یہ ساز ہستی ایک دن

(بھی) کے لفظ سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ ترانہ شادی کی جس طرح خواہش ہے اسی طرح نغمۂ غم کو بھی غنیمت سمجھنا چاہیئے

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت — میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

یعنی ہماری ہی گستاخی نے اوسے بے باک کر دیا ہے - ہم ہی اور تم ہی کی جگہہ - ہمین اور تمہین محاورہ ہے - میر کہتے ہین ع آخر کو ہی خدا ہی تو ای میان جھان مین ملا نبڑہ کے کام کچھہ کیسا موقوف ہین تمہین پر - زمین و نگین قافیہ ہے - مصنف نے ضرورت شعر کے سبب سے ہم ہی باندہ دیا نثر مین اس طرح کہنا ہرگز نہین درست لیکن اسکے متبع مین اکثر لوگ زبان کو خراب کر بیٹھے - اور سنو محاورہ مین قیاس نہین درست ورنہ یہین اور وہین کو بھی - یہان ہی - اور وہان ہی - کہا کرو -

---

ہم پر جفا سے ترک وفا کا گمان نہین — اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحان نہین

یعنی ہم پر یہ گمان اور نہین ہے کہ جفا کے سبب سے وفا کو ہم ترک کر دین گے -

کس منہ سے شکر کیجئے اس لطف خاص کا — پرسش ہے اور پاسخ دشنام نہین

سنو اس کی ایک ادا کا بیان ہے کہ بات تو کرتا نہین ہے مجھہ سے لیکن میری خبر کا تا رہا کرتا ہے اور ایک پہلو یہہ بھی نکلتا ہے کہ مصنف نے یہہ شعر محمد مین کہا ہے

ہم کو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز — نا مہربان نہین ہے اگر مہربان نہین

پہلے مصرع کا مطلب یہہ ہے کہ میرا ستم سہنا اور اوسکا ستم کرنا اس سبب سے ہے کہ وہ مجھکو عزیز ہے مین اوسکو عزیز ہون - دوسری طرح سے یون سمجھو کہ مجھے وہ عزیز ہے اس سبب سے اوسکا ستم بھی عزیز ہے اور وہ مجھہ پر ستم کرتا ہے جس ستم کا کہ مین

خواہان ہون لوگ مین بھی اوسے عزیز ہون - اب دوسرے مصرع سے اسکو یہہ ربط ہے کہ اوسکی نامہربانی یعنے ستم کرنا عین مہربانی ہے یعنے جس بات کا مین خواہان ہون وہی بات وہ کرتا ہے مگر مہربان نہین ہے تو نامہربان نہین اور نامہربان نہین ہے اگر مہربان نہین

بوسہ نہین - نہ دیجئے - دشنام ہی سہی — آخر زبان تو رکھتے ہو تم - گر دہان نہین

بوسہ سے دہن کا بوسہ مراد ہے اور جب معشوق کا دہن ہی نہین ہوتا تو بوسہ کیونکر لین اور کیونکر دین لیکن گالیان دینے کو زبان تو موجود ہے اوس مین کاہے کا عذر -

ہر چند جان گدازی قہر و عتاب ہے — ہر چند پشت گرمی تاب و توان نہین
جان سطرب ترانۂ ہل من مزید ہی — لب پردہ سنج زمزمۂ الامان نہین

ہر چند کہ اوسکا قہر و عتاب جان کو گھلا رہا ہے ہر چند کہ تاب و توان نے جواب دیدیا ہے لیکن اس پر بھی جان زار یہی کہہ رہی ہے کہ اور کوئی ظلم باقی رہ گیا ہو تو اوٹھا نہ رکھہ اور اب بھی مین امان کا خواہان نہین ہون -

خنجر سی چیر سینہ اگر دل نہو دو نیم — دل مین ہی چیر جیبھو مژہ گر خونچکان نہین
ہے ننگ سینہ وا اگر اشکدہ نہو — ہی عار دل نفس اگر آذر فشان نہین

یعنی دل دو نیم و مژہ خونچکان مین وہ لذت ہے کہ اگر دشنۂ عشق نے دل کو تیرے دو نیم نہ کیا ہو تو خنجر سے سینہ کو چاک کرکے دل کو دو نیم کرا و رچیر ہی دل مین بھونک کر مژگان کو خونچکان کر وہ سینہ کیا جس مین دل سوزان نہو وہ دل کیا جس کا نفس آتش فشان نہو - مژہ کی (ہ) کا گرانا درست ہے لیکن فارسی مین

نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب — سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

یعنی دیوانگی مین اگر گھر خراب ہو تو ہو گھر مین تو سو گز زمین سے زیادہ نہو گی اوس کے بدلے اتنا بڑا بیابان ملتا ہے اس مین نقصان ہی کیا ہے گھر نہو گا سر بھی تو نکل جائیگا

کہتی ہو کیا لکھا ہی تری سرنوشت مین — گویا جبین پہ سجدۂ بت کا نشان نہین

یعنی تجھہ سے میری سرنوشت و سرگذشت کو کیا پوچھتی ہو نشان سجدہ خود پیشانی کہہ رہا ہے

پاتا ہون اوس سے داد کچھہ اپنی کلام کی — روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہین

یعنی روح القدس نے بھی وہ زبان نہین پائی ہے جو مین نے پائی ہے لیکن میرے کلام

کو اگر کچھہ سمجھتا ہے تو وہی سمجھتا ہے اور داد دیتا ہے غرض یہہ کہ میرا کلام سراسر

الہام ہے

جان ہے بہائی بوسہ ۔ ولے کیوں کہے ابھی — غالب کو جانتا ہی کہ وہ نیم جان نہین

یعنی ابھی وہ کیون کہنے لگا کہ جان دیکر بوسہ لے لو ابھی تو مجھہ مین جان باقی ہے جب مجھہ

مین جان نہ رہیگی اوس وقت کہیگا کہ جان دو تو بوسہ لو ۔ ۔ ۔

---

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین — ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین

یعنی زنجیر ڈالدی تو کیا مین دشت نوردی سے باز رہا وہ بھی میرے پاؤن مین چکر ہے زنجیر نہین

شوق اوس دشت مین دوڑاتی ہی مجھکو کہ جہان — جادہ غیر از نگہ دیدۂ تصویر نہین

یعنی شوق عرفان اوس دشت کی طرف مجھے لئے جاتا ہے جہان نگاہ دیدۂ تصویر کی سوا

کوئی جادہ نہین اس وادی مین قدم رکھہ کر شخص کو سلیماً حیرت بنجانا پڑتا ہی

حسرت لذت آزار رہی جاتی ہی — جادۂ راہ وفا جز دم شمشیر نہین

شاعر افسوس کرتا ہے کہ راہ وفا کا جادہ تلوار کی باڑہ کے سوا کوئی اور نہین ہے یعنی

یہہ جادہ وہ جادہ ہے جو ایک دم مین طے ہوجاتا ہے اور جی بھر کے لذت

آزار نہین حاصل ہوتی

رنج نومیدی جاوید گوارا رہیو — خوش ہون گر نالۂ بلبل کش تاثیر نہین

شاعر اپنا غم دوست ہونا ظاہر کرتا ہے کہتا ہے مجھے یاس نومیدی ہی نصیب ہے

میری فریاد کو یہہ ذلت و ننگ خدا نہ دکھلائے کہ اوسسے تاثیر ملے اور امید بر آئے

سیر کیجاتا ہی جہان زخم سر اچھا ہوجائی — لذت سنگ باندازۂ تقریر نہین

(جہان) اس شعر مین (بجس وقت) کے معنی پر ہے اور اصل مین یہہ لفظ (جس جگہہ)

کے معنے کے لئے موضوع ہوا ہے مگر محاورہ مین معنی زمان کے لئے بھی بول جاتے

ہین باندازہ تقریر ہونا یہہ معنے رکھتا ہے کہ جس قدر بیان کو وسعت ہے لذت

سنگ اوس سے کہین زیادہ ہی

جب کرم رخصت بیباکی و گستاخی دی — کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہین

جب کرم رخصت گناہ دی تو گناہون پر نادم ہونیکے سوا کوئی گناہ گناہ نہین ہے ۔

غالب اپنا یہہ عقیدہ ہی بقول ناسخ آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

غالب اور میر دونون بزرگ اکبرآبادی ہین یعنے زبان آنے کی عمر دارالسلطنت اکبرآباد مین گزری نواب مصطفے خان شیفتہ غالب مرحوم کو لکھتے ہین سابقا مستقر الخلافہ اکبرآباد از استقرار رشک سمرقند و نازبود اکنون دارالخلافہ شاہ جہان آباد دہلی نسبت بحیرت افزای صفاہان و شیراز خود غالب ایک خط مین لکھتے ہین امجد علی شاہ کے آغاز سلطنت مین ایک صاحب وارد اکبرآباد ہوے میری ہان دو ایک بار آئے تیسرے پھر وہ خدا جانے کہان گئے مین دلی آرہا - اور میر محمد حسین صاحب آزاد میر محمد تقی میر کو لکھتے ہین باپ کے مرنے کے بعد (اکبرآباد سے) دلی مین آئے اور گلشن بے خار مین ہے میر از اہل اکبرآباد دست در بد وحال بہ شاہجہان آباد آمد و متمتع نیافتہ کام برگشتہ در لکھنو می گزرانید و ما یحتاج از سہ کار نواب وزیر الممالک بہادر می یافت ہم دران جا بسیر ملک عدم شتافت - اب اگر غالب کو دلہوی کہو تو میر کو لکھنوی کہنا ضرور ہے مگر ان دونون استادون کی زبان یہہ کہہ رہی ہے کہ نہ وہ دلہوی ہین نہ یہہ دلہوی ہین اور زبان کا حال ایک لفظ سے معلوم ہوجاتا ہے زیادہ تفحص کرنے کی ضرورت نہین میر مرحوم کے محاورہ مین ساری دیوان میز جابجا اور کا لفظ طرف کے معنے پر ہے حالانکہ دہلی کے زبان مین یہہ لفظ کبھی نہ تھا مرزا غالب مغفور فرماتے ہین ایک دل خوش پر یہہ نا امیدواری ہاے ہاے ایک خط مین لکھتے ہین یار سلون کا چھٹون سالتون دن پہونچنا خیال کر رہا ہون ایک جگہہ لکھتے ہین پلنگ پر سے کہنسل پڑا کہانا کہا لیا - حال انکا اون کے معاصرین مین کسی کی زبان پر دہلی و لکھنو مین یہہ الفاظ نہ ہے الفصاف یہہ ہے کہ یہہ دونون بزرگ زبان اکبرآباد کے لئے مایۂ فخر و ناز ہین دو ایک لفظون کے نامانوس ہونے سے اون کی زبان پر حرف نہین آسکتا - غرضکہ قدرشناسی فن اور محبت وطن دونون امر اسبات کے مقتضی ہوے کہ غالب نے ناسخ کے ساتھہ اس عقیدہ مین اتفاق کیا کہ آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین - اسی طرح میر کی استادی کا آتش نے بھی اعتراف کیا ہے ؎ آتش یہہ زمین ہے کہ جس مین شفیق من سودا ہوا ہے میر سے اوستاد کی طرف - مرزا رفیع سودا جو اون کے معاصر

ہین وہ بہی اون کے اوستادی کے معترین ۔ سے سودا تو اس زمین کو غزل در غزل ہی کہہ ۔ ہونا پڑا ہے میر سے اوستاد کی طرف معاصرین مین ایک دوسرے کو مان جائے ایسا کم ہوتا ہے مگر میر ہی سودا کو مان گئے ہین کہتے ہین ۔ نہ ہو کیون ریختہ بے شورش و کیفیت سے ٹر گیا ہو میر دیوانہ رہا سودا سودائی تہا ۔ اسی طرح ایک شعر آزاد نے نقل کیا ہے سے طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن مین ٹر یون نہین سودا کبہی ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے ۔ مشہور ہے کہ سودا قصیدہ مین اور میر غزل مین اوستاد ہین اور اونکی غزل سست ہوتی ہے اور انکا قصیدہ سست ہے یہہ بات حد تحقیق سے دور ہے سودا کی غزل بہی ہرگز سست نہین ہے البتہ میر سے غزلین اونہون نے کم کہی ہین اور قصائد بہت کہے ہین اور میر کے قصیدہ کو سست کہنا اس اعتبار سے غلط ہے کہ میر قصیدہ کہنا جانتے ہی نہین دو تین قصیدے وہ بہی مختصر اونہون نے کہے اور پہر بہی نہ کہہ سکے اون کے قصیدہ کا یہہ ایک شعر سے جان یہہ ہے ترے گہوڑے مین کہ تار و زجراغ گرد کو اوسکی نہ پہنچیگی کبہی اوسکی اجل ۔ اغراق پسند طبیعتون کو بہت بڑہا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن میر کے رنگ کا یہہ شعر ہی نہین ہے بے شک غزل مین جو انداز میر نے پایا وہ کسی کو نصیب ہی نہ ہوا ۔

ایک نکتہ یہہ بہی یہان افادۂ ادب سے خالی نہین ہے کہ میر و سودا کو تمام اساتذۂ متاخرین نے مانا اور مانے جاتے ہین اور یہہ محض مضامین عالیہ کے سبب سے اور زبان کی بے تکلفی کے باعث سے سب کے دل پر نقش بیٹہا ہوا ہے اور اون کی اوستادی مین کوئی کلام نہین کرتا جن بالون پر کہ اب دار و مدار اوستادی کا آرہا ہے وہ عروض سیفی اور غیاث اللغات کی صفحہ گردانی ہے یہہ دونون بزرگ محاورہ کے آگے نہ غلطی کی پروا کرتے تہے نہ قواعد کا خیال رکہتے تہے ۔ آزاد نے کچہہ ایسے اشعار لکہدئے ہین لیکن اکثر جگہہ اون کی نظر نہین پڑی (۱) وہ سب غلطیان یہہ ہین میر حروم فرماتے ہین ۔ ع ۔ گزری نہ اکیدم ہی کہ تقضیہ ہی انفصال ۔ ع ۔ تحت الثری کو جاے ع اپنے از دحام ع ۔ گرانی شیخ ہین کے جاسہ قران کا ع ۔ وہ یار کے کوچہ کا ہی کچہہ شور غلغلا سا ۔ ع معنی محبت

نہ طیروں کو رہا یاد ع - دانہ ہے گلستان اوس روئے پھپھی کا ع - دہر کے
ہے جی قفس مین غم آشیان سے ع - ای جد پاک حضرت موسی رضا امام ع -
یا در علی محمد علی رہنما علی - سودا کہتے ہین ع - تہا مستحق خون سہرا یہ بہلا خدا ع -
راستی یہہ ہے کہ ہے مدعا طویل اقتضا ع - کب ہمین اس چیز کی پروا یہہ ہووے نہو
ع کیجے جو اسیری مین اگر ضبط نفس کو لیجے جو اور اگر وود و حرف شرط ع - شور
قلقل سے ہو آواز صیحہ کی اوسکے آواز ع - تن پر اگر زبان ہو بجائے ہر ایک مو -
(۲) - عین اوروہ کا گر جانا میر ؎ کیونکہ دنیا دنیا سوائی سری موتوف ہونہ عالم عالم
مجہہ اوسکے عشق مین تہمت ہے اب ع - عالم عالم جمع ہے تو بان جہان صافا ہوا
ع - یہی حال ہمیشہ رہا کیا تو آل پر بہی نظر کرو - سودا کہتے ہین ع جو فقد جان بڑی تہمت
تو دل بیجا نہ تہا اور ایک مصرع میر صاحب کا صاف نامو زون ہے ؎ ان در
گہون مین ایسا آیا نہ نظر ہمکو ع کیا نقل کرون خوبی اوس چہرہ کتابی کی - اے کی ی
بہت جگہہ گری ہے میر ع - تمکو جبتار کہے خدا اسے بتان - (۳) غزل مین ہزل
ہی اکثر ہے ؎ ہیکے جو ہم بست آگئے سو بار مسجد سے اوٹہا ؎ واعظ کو ماری خوف
کے کل لگ گیا جلاب سا ؎ واعظ کو یہہ طلب ہے شاید کہ فہر ہی سے ہو رہتا ہے
حوض ہی مین اکثر پڑا مگر ساتہ باہم ہوا کرے ہین دن رات نیچے اوپر ؎ یہہ نرم شانے
لونڈی ہین تہل دو دہا باہم ؎ میر فقیر ہوے تو اک دن کیا کہتے ہین بیٹے سے ؎ عمر بہی
ہے تہوڑی اسے اب کیونکر کاٹین باہم ؎ اوڑاتا گدی وہ باہر نہ آوے
سبا دا بہکو ہی گدا بنا دے ؎ وہ دہوبی کا کم ملتا ہے - میل دل اودہر ہے بہت
کوئی کہے اوس سے ملنے مین ؎ تجہکو کیا ہم و ہولین ہین - سودا کہتے ہین ؎ شیخ وہ
رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے ع پہاڑ ڈالی ہے ترے سبحہ کے ہر دانے کی - ؎
خون جگر کا کہانا دل پر نہین گوارا ع اون ترش ابرو ؤنکی جب تک نہو وی چٹنی (۴)
سخوار دو مین دہوکا کہانا میر ؎ اک شور ہو رہا ہے خونریزی مین ہمارے ع حیرت
سے ہم تو چپ ہین کچہہ تم ہی بولو پیارے - یعنے ہماری کی جگہہ ہمارے باندہے
سودا کہتے ہین ؎ آہ کس طرح تری راہ مین گہیرون کہ کوئی ع سدرہ ہو نہ سکے
عمر چلی جاتی کا عجیب ترکیب ہے - مینہ کا لفظ اس زمانہ مین فع کے وزن پر ہے اور

یونہین نظم ہی کرتے ہین مگر میر صاحب ہمیشہ اس لفظ کو فاع کے وزن پر نظم کرتے ہین
ع - صبح تک جاتا نہین ہے مینہ آبا شام کا - ایک جگہہ میر صاحب نے کہین کے معنے پر کہین
نظم کیا ہے ؎ ست کر خرام - میر پر اوٹھا بیگا خلق کو ہو مینہا اگر زمین پہ ترا نقش پا
کہون - ہیگا اور ہیگی کے ساتھہ تو ابہی تک (گی) کو بول چال مین اگا رکھا ہے
گو کہ شعرا نے ترک کر دیا لیکن میر کے کلام مین ایک جگہہ (گی) عجب طرح سے آیا ہے
؎ تجھہ سے دوچار ہوگا جو کوئی - راہ جاتے ٹر پھہ عمر چاہیگی اوسکو سحال آتے
(۵) میر صاحب شاعر سفی بند و اوستاد مضمون گو ہین لیکن جب تناسب لفظی
اور ضلع کی طرف جھکتے ہین تو امانت لکھنوی و شاہ نصیر دہلوی کو مات کر دیتے ہین ؎
لوح سینہ پہ میرے سونیزہ خطی لگے - خستگی اس دل شکستہ کی اسی بابت ہوی ؎ اوسکے
لبون کے آگے کنہون نے بنات کی ہو آئی ہے کسر شہد مصفا کی شان مین ہوشان
شہد کے جتنے کو بہی کہتے ہین ایک شعر مین یہہ مضمون ہے کہ اوسکی انکہون کو دیکھکر
بادام پستہ ہے - جیسے حافظ کہتے ہین - ؎ چو فندق پستہ اش خندد بحالم ہو چرا
بادام من گریان نباشد - (۶) ردیف مین خلل ؎ میر کی اوٹھہ کے ہم نے تماسوت
وویسی دیکھی نہ ایک جا صورت - (۷) قافیہ کے دہوکے ؎ گل گئے بوٹے گئے
گلشن ہوئے برہم گئے - وکیسی کیسی ہاے اپنے دیکھتے موسم گئے - یعنی اختلاف توجیہ
کا عیب اس مطلع مین ہے ایک جگہہ تربت اور صحت کے قافیہ مین کہتے ہین ع -
بے ست ہوی بے ست ہوکے بے خود ہوے میت ہوے - ایک غزل مین تین
اور رسمین قافیہ ہے اوس مین کہتے ہین ع - دغا سے یہہ ہیتون کے کہینچے ہے تمین
حال انکہ لفظ تسمہ کو جمع کرین تو بغیر نون کے صحیح جمع بنیگی - (۸) ایسی بندش کہ اوس مین
کوئی ریکیک پہلو نکلے شاعر کو اوس سے بہی بچنا ضرور ہے میر کہتے ہین ؎ دریا
تہا مگر اگ کا دریاے نم عشق ہو سب آبلہ ہین میری در و لی مین صدف سے -
یعنی مثل صدف کے آبلہ ہین -

---

ست مرمک دیدہ مین سمجھو یہہ لگا ہین ہین جمع سویدا دل چشم مین آہین

جس طرح آنکہہ مین تل ہوتا ہے اسی طرح دل مین ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے اوسکے سویدا

نہ طہیرون کو رہا یاد ع - وارفتہ ہے گلستان اوس روئے چمپئی کا ع - دہڑکے
ہے جی قفس مین غم آشیان سے ع - ای جد پاک حضرت موسی رضا امام ع -
یا ورعلی مدد علی رہنما علی - سودا کہتے ہین ع - تہا مستحق خون میرا یہلا خا ع -
راستی یہہ ہے کہ ہے بلہ طویل القامتہ ع - کب ہمین اس چیز کی پروا یہہ ہووہ نہو
ع کیجے جو سیری مین اگر ضبط نفس کو لیجے جو اور اگر دو دحرف شرط ع شور
قلقل سے ہے آواز صیحہ کی اوسکے آواز ع - تن پر اگر زبان ہو بجائے ہر ایک مو -
(۲) - عین اور رہ کا گر جانا میر ؎ کیونکہ دنیا دنیا ر سوائی مری موقوف ہو عالم عالم
مجہہ اوسکے عشق مین تہمت ہے اب ع - عالم عالم جمع ہے تو بان جہان صاف ہوا
ع - یہی حال ہمیشہ رہا یا تو مآل پر بہی نظر کرد - سودا کہتے ہین ع جو نقد جان بڑی تہمت
تو دل بیجا نہ تہا اور ایک مصرع میر صاحب کا صاف نامو زون ہے ؎ ان در
گہون مین ایسا آیا نہ نظر ہمکو شریف کیا نقل کرون خوبی اوس چہرہ کتابی کی - اے کی ی
بہت جگہہ گری ہے میر ع - تمکو جیتا رکہے خدا اسے بتان - (۳) غزل مین ہزل
ہی اکثر ہے - میر ؎ بہکے جو ہم مست آگئے سو بار مسجد سے اوٹہا ؎ واعظ کو ماری خوف
کے کل لگ گیا جلاب سا - ؎ واعظ کو یہہ جلن ہے شاید کہ فہر ہی سے رہتا ہے
حوض ہی مین اکثر پڑا مگر سا ؎ باہم ہوا کرے ہین دن رات نیچے اوپر ؎ یہہ نرم شانے
لونڈی مین مخمل و دہا با ؎ میر فقیر ہوے تو اک دن کیا کہتے ہین بیٹے سے ؎ عمر بہی
ہے تہوڑی اسے اب کیونکر کاٹین باہم ؎ اوڑاتا گدی وہ باہر نہ آوے
سبا دا بہکو بہی گڈا بنا دے ؎ ؎ وہ دہوبی کا کم ملتا ہے - میل دل اودہر ہے بہت
کوئی کہے اوس سے ملنے مین ؎ تجہکو کیا ہم وہولین ہین - سودا کہتے ہین ؎ شیخ وہ
رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے ع پہاڑ ڈالی ہے ترے سجدہ کے ہر دانے کی - ؎
خون جگر کا کہانا دل پر نہین گوارا اوا ون ترش ابرو کی جب تک نہووے چٹنی (۴)
سخوار دو مین دہوکا کہانا میر ؎ اک شور ہو رہا ہے خونریزی مین ہمارے وحیرت
سے ہم تو چپ ہین کچہہ تم ہی بولو پیارے - یعنے ہماری کی جگہہ ہمارے باندہے
سودا کہتے ہین ؎ آہ کس طرح تری راہ مین کہیون کہ کوئی ؎ سدرہ ہو نہ سکے
عمر چلی جاتی کا عجیب ترکیب ہے - مینہ کا لفظ اس زمانہ مین مغ کے وزن پر ہے اور

یونہین نظم بہی کرتے ہین مگر میر صاحب ہمیشہ اس لفظ کو فاع کے وزن پر نظم کرتے ہین
ع - صبح تک جاتا نہین ہے مینہ آیا شام کا - ایک جگہہ میر صاحب نے کہین کے معنی پر کہون
نظم کیا ہے ؎ مست کر خرام - سہ پہ اوٹہا نیگا خلق کو ہو میٹہا اگر زمین پہ تر النقش پا
کہون - ہیگا اور ہیگی کے ساتہہ تو ابہی تک (گی) کو بول چال مین لگا رکہا ہے
گو کہ شعرا نے ترک کر دیا لیکن میر کے کلام مین ایک جگہہ (گی) مجہ طرح سے آیا ہے
؎ تجہہ سے دوچار ہوگا جو کوئی - راہ جاتے نہ پہر عمر جائیگی اوسکو سحال آتے
(۵) میر صاحب شاعر معنی بند و اوستاد مضمون گو ہین لیکن جب تناسب لفظی
اور ضلع کی طرف جہکتے ہین تو امانت لکہنوی و شاہ نصیر دہلوی کو مات کر دیتے ہین ؎
لوح سینہ پہ مرے سونیزہ خطی لگے خستگی اس دل شکستہ کی اسی بابت ہوی ؎ اوسکے
لبون کے آگے کہون نے نبات کی ہو آئی ہے کسر شہد مصفا کی شان ہین ہو شان
شہد کے جہتے کو بہی کہتے ہین ایک شعر مین یہہ مضمون ہے کہ اوسکی انکہون کو دیکہکر
بادام پستہ ہے - جیسے حافظ کہتے ہین ؎ چو فندق پستہ اش خندد بحالم ہو جہرا
بادام من گریان بنا شد - (۶) ردیف مین خلل ؎ سیر کی اوٹہہ کے ہم نے تا سورت
ہو ویسی دیکہی نہ ایک جا صورت - (۷) قافیہ کے دہوکے ؎ گل گئے بوٹے گئے
گلشن ہوئے برہم گئے ہو کیسے کیسے ہمارے اپنے دیکہتے موسم گئے - یعنی اختلاف توجیہ
کا عیب اس مطلع مین ہے ایک جگہہ تربت اور صحت کے قافیہ مین کہتے ہین ع -
بے سدت ہوی بے ست ہوے بے خود ہوے سیت ہوے - ایک غزل مین تین
اور رسین قافیہ ہے اوس مین کہتے ہین ع - دغا سے یہہ ہتون کے کینچے ہے تسمین
حال آنکہ لفظ تسمہ کو جمع کرین تو بغیر نون کے تسمی جمع بنیگی - (۸) ایسی بندش کہ اوس مین
کوئی ریکیک پہلو نکلے شاعر کو اوس سے بہی بچنا ضرور ہے میر کہتے ہین ؎ دریا
تہا مگر اگ کا دریائے غم عشق ہو سب آبلہ ہین میری دروں مین صدف سے -
یعنی مثل صدف کے آبلہ ہین -

---

مت مرمک دیدہ مین سمجہو یہہ لگا ہین ہین جمع سویدائے دل چشم مین آہین

جس طرح آنکہہ مین تل ہوتا ہے اسی طرح دل مین ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے اوسکے سویدا

کہتے ہین مطلب یہہ ہے کہ میری آنکہہ کے تل مین یہہ لگا ہین نہین ہین بلکہہ آنکہہ کی دل
مین آہین ہین یعنے میری آنکہہ اور نگاہ حسرت آلود ہے اس شعر مین انتہا کا تصنع ہے
اور دل بیان بمعنی وسط ہے

---

بہ شکال گریۂ عاشق ہے دیکھا چاہئے  کہل گئی مانند گل سو جا سے دیوار چمن

(ہے) کی جگہہ شاید (ہی) کا لفظ تنہا کاتب نے دہوکا کہایا ہے کہلنا شگافتہ ہونا ہے

الفت گل سے غلط ہے دعوی وارستگی  سرو ہے باوصف آزادی گرفتار چمن

اقسام سرو مین ایک قسم سرو آزاد ہے ۱۲

---

عشق تاثیر سے نومید نہین  جان سپاری شجر بید نہین

یعنے عاشقی وجان بازی درخت بید تہوڑی ہے کہ تاثیر وثمرہ سے محروم رہے

سلطنت دست بدست آئی ہے  جام مے خاتم جمشید نہین

کہتے ہین جام شراب سلطنت ہے جو جمشید سے رندون تک ہاتہون ہاتہ ہوکر پہنچی ہے یہہ
نگین جمشید نہین ہے کہ اسپر اوسی کا نام کہدا ہوا ہو اور اوسی کے لئے خاص ہوگیا ہو

ہے تجلی تری سامان وجود  ذرہ بے پرتو خورشید نہین

یعنے ذات سبحانہ تعالی کی جلوہ گری باعث وجود عالم ہے جیسے طلوع خورشید ذرون کے لئے
باعث ظہور ہے - پہلا مصرع اصل مین یون ہے کہ تیری تجلی سامان وجود ہے (ہے) کا
اس طرح سے مقدم کر دینا شعر کے لئے مخصوص ہے - عبارت مین کسی فعل ناقص کو اسم
وخبر پر خصوصا اسم پر مقدم کرنا نہین درست اردو مین افعال ناقصہ یہہ ہین - نہین - ہے
تہا - ہوا - رہا - ہوگیا - بن گیا - اور تیرا - اور تیری - اور مرا - اور مری - مین
ی کا حذف بہی شاعر ہی کے لئے ہے - کسی اور عبارت مین ہو تو غیر فصیح ہے ۱۲

راز معشوق نہ رسوا ہو جائے  ورنہ مرجانے مین کچہہ بید نہین

یعنے جانبین رازداری کی تکلیف کچہہ ہی نہین باقی رہتی لیکن راز معشوق کے فاش ہوجانے کا
اندیشہ ہے اس لئے کہ عاشق کا جان دینا اکثر معشوق کی رسوائی کا باعث ہوتا ہے -

گردش رنگ طرب سے ڈر ہے  غم محرومی جاوید نہین ۱۲

اس شعر مین سے (مجھکو) یا (تجھکو) محذوف ہے - اگر (مجھکو) محذوف سمجھین تو مطلب یہہ ہے کہ حصول طرب کے بعد زوال طرب ہونا ایسا جانکاہ ہے کہ اوس سے محرومی جاویدہ بہتر ہے - اور اگر (تجھکو) محذوف لین تو مطلب یہہ ہے کہ تجھے عیش دمروزہ جو دنیا مین حاصل ہے اوس کے زوال کا تو ڈر ہے اور آخرت کی محرومی جاویدہ کا کچھہ خیال نہین - یہہ شعر ایک مثال اسکی ہے کہ محتمل دو معنی پر یا زیادہ ہونا شعر کے لئے کوئی خوبی کا باعث نہین ہوتا خوبی کثرت معنی سے پیدا ہوتی ہے نہ احتمالات کثیر سے - اسے سمجھو ؏ ؏ ؏ ؏

کہتے ہین - جیتی ہین امید پہ لوگ ہم کو جینے کی بھی امید نہین

یعنے اس طرح سے جینے کی بھی ہمکو امید نہین پھر ہم کس امید پر جی سکتے ہین ؏ ؏

---

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنے ہر ایک نقش قدم ایک خیابان ارم ہے

دل آشفتگان خال کنج دہن کے سویدا مین سیر عدم دیکھتے ہین

دہن بے نشان کے خال کنج جو لوگ دل دادہ ہین وہ اپنے سویدای دل مین عدم کی سیر کر رہے ہین سیر عربی لفظ ہے اور چلنے کے معنی پر عربی ہی مین مستعمل ہے لیکن فارسی وار دو مین تماشے کے معنے پر مستعمل ہے مصنف نے یہان اہل نجم کے مذاق کے موافق نظم کیا ہے ؏ اور اس سبب سے لفظ سیر کی اضافت درست ہے

ترے سرو قامت سے اک قد آدم قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہین

یعنے فتنہ قیامت سے سرو قامت ایک قد بھر بڑھا ہوا ہے نہایت لطیف مضمون ہے

تماشا - کہ ای محو آئینہ داری تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہین

فارسی والے کہتے ہین مدد سے یعنے مدد کر - لگا ہے - یعنی لگاکر - تماشائے - یعنی تماشا دیکھ زخمے - یعنے زخم لگا - دستے - یعنی ہاتھہ پکڑ - اوسی مذاق کے موافق مصنف نے یہان فعل کو محذوف کیا ہے - مطلب یہہ ہے کہ آئینہ مین اپنے جمال کو کیا دیکھہ رہے ہو ذرہ یہہ تماشا تو دیکھو کہ ہم تم کو کس حسرت سے دیکھہ رہے ہین لیکن اردو مین خالی تماشا کہہ دینا محاورہ نہین ہے

سراغ نالہ لی داغ دل سے کہ شب رو کا نقش قدم دیکھتے ہین

نالہ کشی کا وقت رات کو ہوا کرتا ہے نالہ کو شب رو اس وجہ سے کہا ہے - کہتے ہین جس طرح صبح کو نقش قدم دیکھکر شب رو کا سراغ لگ جاتا ہے کہ ادہر سے آیا اور ادہر گیا اسی طرح داغ دل سے نالہ شب کی تاب و تب کا پتہ ملسکتا ہے ؏ ؏

بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب تماشائے اہل کرم دیکھتے ہین

مطلب یہہ ہے کہ مجھے کرم کی طرف احتیاج نہین ہے لیکن انداز کرم پر مین فریفتہ ہون اوس کے دیکھنے کے لئے فقیرون کا بھیس بنایا ہے ؏

---

ملتی ہی خوئے یار سے نار التہاب مین کافر ہون گر نہ ملتی ہو لذت عذاب مین

یعنی مجھے جلانا اور مجھ پر آگ بھبوکا ہو ہو جانا ہی خصلت تو معشوق کی ہی ہی پھر عذاب نار مین کیونکر مجھے لذت نہ ملے - آتش مرحوم کہتے ہین - ؎ آسمان شوق سے تلوارون کا مینہ برسا دے جو ہو نونے کیا ابرو کا ترے خم پیدا ؏ ؏

کب سے ہون کیا بتاؤن جہان خراب مین شب ہای ہجر کو بھی اگر جوڑ لون حساب مین

شاعر زندگی سے بیزار ہو کر کہتا ہے کہ کس مدت سے مین جی رہا ہون ایک ایک رات ہزار ہزار سال کی گزر گئی اور مین زندہ رہا ؏ ؏

تا پھر نہ انتظار مین نیند آئی عمر بھر آنیکا عہد کر گئے آئے جو خواب مین

اس شعر مین معشوق کی شوخی کا بیان کیا ہے اس کوچہ کی طرف خوش فکر غزل گو بہت دوڑتے ہین اور جس شعر سے کوئی شوخی معشوق کی نکلے وہی شعر غزل کا اچھا شعر ہوتا ہے مصنف نے یہان (وہ) کا لفظ ترک کیا اور اس ترک سے معنی لطیف یہہ پیدا ہوے کہ جسے سب جانتے ہین کہ اوس کے سوا ہم کسیکا ذکر ہی نہین کرتے یا یون سمجھو جیسے دل سے معشوق کی باتین کرتے کرتے یہہ بات زبان سے نکل گئی ہے اور ضمیر دل ہی مین رہ گئی - کلام فصحا مین حذف و ترک ذکر کے بہت سے سبب ہوا کرتے ہین لیکن یہان یہی دونون سبب ہو سکتے ہین جو بیان ہوے ؏ ؏

قاصد کی آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھون مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

یہہ شعر بہت لطیف ہے - اپنا معاملات عشق مین صاحب تجربہ اور معشوقون کا مزاج دان

ہونا اور معشوق کا بدعہد و حیلہ جو ہونا یہہ سب معنے اوس سے سمجھہ مین آتے ہین بیان
(آتے آتے) کے معنے جب تک قاصد آئے آئے جیسے رند نے کہا ہے ؎
سانس وکہی تن بسمل مین جو آتے جاتے ہو اور چرکا دیا جلاتے جاتے
یعنے جبتک جاے جاے اور چرکا لگا دیا اور کبھی فعل کو محض تکرار معانی کے بیان کے
لئے اس طرح مکرر بولتے ہین جیسے کہتے ہین لکھتے لکھتے ہاتھہ دکھہ گیا اور کبھی مسند الیہ
کی حالت کے بیان مین مکرر لاتے ہین جیسے تم روتے روتے ہنسنے کیون لگے
اور کبھی شروع فعل کے معنے تکرار سے ظاہر ہوتے ہین جیسے تم دیتے دیتے
لگے ؎

مجھہ تک کب اونکی بزم مین آتا تھا دور جام ساقی نے کچھہ ملا نہ دیا ہو شراب مین

اون کے محفل مین جو ہے وہ رقیب ہے ساقی نے زہر ملا دیا ہو تو کیا عجب ہے ؎

جو منکر وفا ہو فریب اوسپہ کیا چلے کیون بدگمان ہون دوست سے دشمن کے باب مین

یعنے رقیب جو سرتہ سرتہ انکار وفا کرے اوس کو فریب نہین دے سکتا پھر اوس کے
باب مین معشوق سے مین کیون بدگمان ہون جسکو کسی کی وفا کا یقین ہی نہین ؎

مین مضطرب ہون وصل مین خوف رقیب سے ڈالا ہی تمکو وہم نے کس پیچ و تاب مین

یعنے وصل مین مجھے تو یہہ دہڑکا ہے کہ کہین رقیب نہ آجائے اور یہ ہی گھبراہٹ کو
دیکھہ کر تمکو وہم یہہ ہوا ہے کہ یہہ اپنے کسی معشوق سے چھپ کر میرے پاس آیا ہے
اوس سبب سے گھبرایا ہوا ہے ؎

مین اور حظ وصل خدا ساز بات ہے جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

یعنے مجھکو اور حظ وصل حاصل ہو - ایسی غیر متر قب امر پر اظہار تعجب مین فعل کا حذف
محاورہ مین ہے اسی طرح مقام مبالغہ مین بھی فعل کو حذف کرتے ہین جیسے بھجے
ہاتھہ اور ایسی تلوار - (دینی) مصدر مونث ہے ؎

ہی تیوری چڑھی ہوی اندر نقاب کے ہی اک شکن پڑی ہوی طرف نقاب مین

لکھنؤ اور دہلی کی زبانین جو بعض الفاظ مین فرق ہے اونمین سے تیوری کا لفظ بھی
ہے مصنف نے زبان دہلی کے موافق اسے موزون کیا ہے اور لکھنؤ
مین (ی) کو نہین ظاہر کرتے یعنے دہلی مین تیوری فاعلن کے وزن پر ہے

اور لکھنؤ کے زبان مین فعلن کے وزن پر ہے عزیز ہے کہ نقاب پر شکن دیکھکر
عاشق کو یہہ ڈہر کا پیدا ہوا ہے کہ شاید اوسکی تیوری چڑہی ہوی ہے کچھ خفا ہے

لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا　　لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

بناؤ کی ترکیب مین تماثل اور لفظون کی نشست مین حسن تقابل ہونا اسکی مثال مین یہہ
آیت مشہور ہے - ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم - لیکن اردو مین یہہ شعر
ہی یہان شاید زیبا ہے

وہ نالہ دل مین جس کے برابر جگہہ نہ پائی　　جس نالہ سے شگاف پڑی آفتاب مین
وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے　　جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب مین

دونون شعر مقام تحیر مین ہین اور دل سے معشوق کا دل مراد ہے اور سراب مین سفینہ رواں
ہونا امر خارق عادت کا واقع ہونا مقصود ہے

غالب چھٹی شراب پر اب ہی کبھی کبھی　　پیتا ہون روز ابر و شب ماہتاب مین

مطلب یہہ ہے کہ شراب چھٹی پر ہی یہہ حال ہے کہ ابر اور چاندنی دیکھکر رہا نہین جاتا پی ہی لیتا ہون

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب مین　　یہہ سوء ظن ہے ساقی کوثر کی باب مین

شاعر کی نظر مین کل جو آنیوالا ہے وہ فردائے قیامت ہے اور کل جو گزر گیا وہ روز
الست ہے اور اوپر کا لفظ جو آئے گا تو فلک الافلاک پر خیال پہونچے گا اور نیچے
کے لفظ سے تحت الثری کیطرف ذہن منتقل ہوگا جام کے ساتھہ جمشید کا تصور کریگا
اور خم کا لفظ آتے ہی فلاطون یاد آجائیگا عصا اگر تہا تو موسی ہی کے پاس تہا اور
رزہ اگر ہے تو داؤد ہی کے لئے ہے انگوٹھی پر سلیمان ہی کا نام کہدا ہوا ہے
اور آئینہ سکندر ہی کے سامنے لگا ہوا ہے دنیا مین اگر کوئی دیوار ہے تو سد سکندر
ہے اور رطاق ہے تو طاق کسری ہے غرضکہ شاعر کا موضوع کلام وہی ہونا چاہئے
جو بہت مشہور ہو

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہین پسند　　گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب مین

اس شعر مین کل سے وہ کل مراد ہے جس دن فرشتون نے یہہ عرض کیا تہا کہ انسان
پیدا ہونگے تو فساد و خونریزی کرین گے اور یہہ ناپسند ہوا تہا - شاعر نے یہان
استفہام اس غرض سے نہین کیا ہے کہ اوسکے جواب کا خواہان ہے بلکہ سامع

رکا متنبہ کرنا فقط مقصود ہے یعنے خیال کرین کہ ذلت کا سامنا اپنے ہی ہوتا ہو۔

جان کیون نکلنی لگتی ہی تن سے دم سماع — گر وہ صدا سمائی ہی چنگ و رباب مین

یہان ہی استفہام فقط سامع کے متنبہ کرنے کے لئے ہے شاعر جواب نہین چاہتا ہے مطلب یہہ ہے کہ خیال کر کہ رباب سے جو اس موجود سچی کی صدا بلند ہوتی ہے تو ارباب سماع کی جان فنا ہونے لگتی ہے یعنے اوسکے وجود کے سامنے سب کی ہستی ہیچ ہے اور وہ سب کا جاذب ہے اور سب مجذوب ہین اور وہ مرجع ہے ارز سب اوسکی طرف راجع ہین اس مضمون کو یون ادا کیا ہے کہ اگر یہہ سچ ہے کہ چنگ و رباب مین اوسکی صدا سمائی ہوی ہے تو پھر اوسے سنکر جان کیون فنا ہوتی ہے غرض یہہ کہ سامع کو متنبہ ہو جائے۔

رو مین ہے رخش عمر کہان دیکھئے تھمے — نے ہاتھ باگ پر ہی نہ پا ہی رکاب مین

عمر تو سن ہے اور وہ تو سن جو سوار کے قابو مین نہین دیکھئے کتنی دور جا کر اوس کو دشت پر سے گراتا ہے

او تنا ہی نہکو اپنی حقیقت سے بعد ہی — جتنا کہ وہم غیر ہی ہون پیچ و تاب مین

یعنے جس قدر کہ غیر کو غیر سمجھتا ہون اوتنا ہی اپنے سے بیگانہ ہون بس عارف وہی ہی جسے غیر کے آئینہ رخسار مین اپنا مو بہ مو نظر آئے۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے — حیران ہون پھر مشاہدہ ہے کس حساب مین

جب تمام عالم بوجود واحد موجود ہے تو شاہد و مشہود ایک ہی ہوے اور ایک کے سوا دوسرا موجود نہین ہے اور اوسکا بھی وجود و شہود کوئی شی عارضی نہین ہے بلکہ وجود عین ذات موجود ہے اسلئے کہ اگر ذات مین اور وجود مین مغایرت ہو تو ذات اوسکی وجود کی طرف محتاج ہوگی اور اوسکا ازلی و ابدی و سرمدی ہونا ثابت نہوگا غرضکہ وجود و شہود بھی عین شاہد و مشہود ہے اور مشاہدہ مین شاہد و مشہود مین مغایرت ہونا ضرور رہے اور جب مغایرت ہی یہان نہین ہے تو پھر مشاہدہ کیسا جسکی امید آخرت مین لوگ رکھتے ہین۔

ہی مشتمل نمود صور پر وجود بحر — یان کیا دھرا ہی قطرہ و موج و حباب مین

یعنی قطرہ و موج و حباب کے لئے کچھ ہستی ہی نہین ہے انکی نمود بے بود وجود بحر کے

ضمن مین ہے غرض اس تمثیل سے یہہ ہے کہ ممکنات کی ہستی وجود واجب کی ضمن مین ہے
اگر یہہ غرض نہو تو شعر بے معنے رہا جاتا ہے ۔ اور یہہ طرز بیان کہ فقط تمثیل کو ذکر کرین
اور ممثل کو ترک کرین اوس بیان سے بلیغ تر ہے جسمین تمثیل و ممثل دونون مذکور ہون
جس طرح استعارہ بلیغ تر ہوتا ہے بہ نسبت تشبیہ کے لیکن جسطرح استعارہ مین یہہ شرط
ہے کہ شبہ کی طرف جلد ذہن منتقل ہوجانا چاہیئے اسی طرح تمثیل مین بھی ایسی ہونی چاہیئے کہ
ادھر سے سنکر ممثل کی طرف انتقال ذہن ہو جائے ۔ مثلاً یون کہین کہ جیسا جو کرے گا
ویسا پھل کیا پاوے گا اس سے صاف سمجھہ مین آتا ہے کہ جیسا کرے گا ویسا پاوے گا ۔ اور
ممثل کا ترک کرنا اس سبب سے بہتر ہوتا ہے کہ ایسا ابہام جسکے بعد انکشاف فوراً ہوجائے
ذہن سامع کو لذت بخشتا ہے ۔ اور یہہ لذت اوس لذت سے بڑھی ہوی ہے جو ذکر
ممثل سے حاصل ہوتی

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی ہین کتنے بے حجاب کہ ہین یون حجاب مین

اس غزل کے اکثر شعر تصوف کے مضمون کے ہین اور یہہ شعر بھی ویسا ہی ہے ۔ کہتے ہین کہ
اوسکا شرمانا اور سامنے نہ آنا یہہ غمزۂ معشوقانہ ہے یہہ ہم سے نہین ہے کہ یہان کوئی دوسرا
موجود نہین ہے اور اپنا غمزہ اپنے ہی ساتھہ ہے لیکن جب غمزہ و ادا خود ایک قسم
کی بے حجابی ہے تو اوسکا حجاب کرنا عین بے حجابی ہوا

آرایش جمال سے فارغ نہین ہنوز پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب مین

نقاب استعارہ ہے حجاب قدس سے اور آئینہ اوس مین علم ما یکون و ما کان کا ہے
اور آرایش جمال سے فارغ نہونا الفسیہ کل یوم ہو فی شان کی شان ہے

ہی غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

یعنی جو خواب مین ہین خواب دیکھہ رہے ہین تو یہہ غیب مین غیب ہے

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست مشغول حق ہون بندگی بوتراب مین

اس مضمون کا ایک شعر ناسخ کا بھی ہے ؎ بیعت خدا سے ہی مجھے بے واسطہ نصیب
دست خدا ہے نام میرے دستگیر کا ناسخ نے پہلے مصرع مین ادعا کیا ہے اور دوسرے
مین تنبیہ اور مصنف نے دلیل کو دعوی پر مقدم کر دیا ہے لیکن دعوی مین اہتمام ہوتا ہے
اور دلیل مین انکشاف ہوتا ہے اس سبب سے آداب دانشا مین دعوی کو دلیل پر مقدم

رکھنا بہتر ہے کہ ابہام کے بعد انکشاف لذیذ تر ہوتا ہے

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو میں — مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو میں

یہہ معنی نکلتے ہین کہ دل و جگر دونون ایسی صاحب مرتبہ و شان ہے کہ عزاداری اونکی بہر حال ضرور ہے خود نہو سکے تو نوحہ گر رکھنا چاہئے کہ ایک کا ماتم مین کرون اور ایک کا نوحہ رو پڑہے

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون — ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو میں

حالت اضطراب و کثرت قلق مین یہہ کہتے ہین کہ ارے کدہر جاؤن مطلب یہہ ہوتا ہے کہ کوئی جگہہ ایسی نہین جہان غم بہلے اور تسکین ہو۔ اس شعر مین جگہہ یعنے کوچہ معشوق تو نہین ہے مگر راہ چلتون کے سامنے اوسکا نام مارے رشک کے نہین لیتے اور رتبہ نہ ملنے سے اضطراب و قلق پیدا ہو گیا ہے تو یہان (جاؤن کدہر کو مین) دو معنے رکھتا ہے اور یہی لطافت شعر مین ہے

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار — اے کاش جانتا نہ تری رہگزر کو میں

رقیب کے در پر اسلئے انکو جانا پڑا کہ معشوق کی آمد و رفت اوسی کے گھر مین تھی

ہے کیا جو اُس کے باندھے میری بلا ڈرے — کیا جانتا نہین ہون تمہاری کمر کو میں

گر گسنا اور کمر باندھنا کسی مہم پر مستعد ہونیکے معنی پر ہے اور معشوق کے لئے بڑی مہم عاشق کا قتل کرنا ہے کہتے ہین تمہاری کمر ہی کیا ہے جسے تم کسو گے بہلا مین تمہاری کمر کو نہین جانتا ہون اس شعر مین (مین) کی لفظ کو ذرا لہجہ مین ممتاز رکھنا چاہئے اور اس سے معنی زائد یہہ پیدا ہون گے کہ (کوئی اور ہی نہین مین) اور یہہ اس معنے کو ایک اور معنے کے ساتھہ ملازمت ہے کہ اوسکی تصریح کو قرینہ اندازکرتا ہے

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہہ بے ننگ و نام ہے — یہہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

یعنے جس کی خوشی کے لئے مین نے آپکو تباہ کیا یہہ تماشا دیکھو کہ وہی میری حالت تباہ سے ناراض ہے

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھہ — پہچانتا نہین ہون ابھی راہ بر کو میں

(ابھی) کے لفظ سے یہہ مطلب پیدا ہوتا ہے کہ بے وطنی کی آفت اور رفعت عزت

کی مصیبت نئی نئی پڑی ہے ۔غرض یہہ ہے کہ مین نے تازہ تازہ وطن کو چھوڑا ہے
اور منزل کی راہ نہین جانتا راہ بر کو نہین پہچانتا چاہتا ہون کہ منزل تک جلد پہنچ جاؤن
اس سبب سے جس کو تیز رفتار دیکھا اوسی کے ساتھہ ہولیا پھر تھوڑی دور جاکر کسی کو
دوسرے طرف قدم بڑہائے ہوے جاتے دیکھا اوسی طرف مین ہی اوس کے
ساتھہ دوڑنے لگا ۔خوبی شعر کی یہہ ہے کہ ایک مضطرب گم کردہ راہ کی تصویر
کھینچدی ہے

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار — کیا پوجتا ہون اوس بت بیداد گر کو مین

سہل بار یک اس شعر مین یہہ مین کہ شاعر حیران ہوکر پوچھتا ہے کہ کیا مین اوسی پوجتا ہون جسپر
اوسے خبر نہین کہ معشوق کے سامنے جاکر اظہار نیاز پرستش کی حد تک پہنچ جاتا ہے
یا خواہش کی حد تک رہتا ہے اور حیرت کے علاوہ دوسرا پہلو تشنیع کا بھی ہے

کعبے کس منہ سے جاؤگے غالب — شرم تم کو مگر نہین آتی

بیخودی مین بہہ گیا کاراہ کو دیکھا یار — جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین

یعنی آپے سے جو مین گیا ہوا ہون تو کہین اور تھوڑی گیا ہوا ہون کوئی یار ہی مین
گیا ہون گا وہی جگہہ ایسی دلکش ہے کہ کوئی وہان جاکر نہین پلٹتا مین بھی وہین چلا
اسی سبب سے آپ مین نہین آتا اور آپ مین نہونے کے سبب سے راہ ہی بہول گیا
نہین تو ایک دن اپنی خبر کو وہان جاتا

اپنی پہ کر رہا ہون قیاس اہل دہر کا — سمجھا ہون دل پذیر متاع ہنر کو مین

یعنی مین جانتا ہون جاہلون مین ہنر دوست ہون ایسے ہی سب لوگ زمانہ مین ہین اور
اسی غلطی سے مین ہنر کو متاع دلپذیر سمجھے ہوے ہون ہنا عرنے اپنی اس غلط انکاری
پر شماتت کرنے سے مطلب یہہ ظاہر کیا ہے کہ ہنر اس زمانہ مین متاع کاسد ہے
اپنے اوپر محاورہ ہے اور آپ پر لکھنؤ مین تو نہین بولتے گو عموماً اہل تسلم (تئین اور اوس
کا لفظ لکھنے مین احتیاط کرتے ہین

غالب خدا کرے کہ سوار سمند ناز — دیکھون علی بہادر عالی گہر کو مین

سمند ناز سے وہ سمند مراد ہے جو ناز سے چلے اضافت کے لئے او نا تعلق
کافی ہوتا ہے

ذکر میرا بہ بدی ہی اوسکی منظور نہین — غیر کی بات بگڑ جای تو کچھ دور نہین

یعنی مجھہ سے اوسے ایسی نفرت ہے کہ میری ہی بھلائی کو بھی اگر کوئی میرا نام اوس کے سامنے لیتا ہے تو اوسے گوارا نہین ہوتا اور غیر کو عادت ہے کہ میری بدی کیا کرتا ہے تو کچھہ دور نہین کہ اسی سبب سے رقیب سے اور اوس سے لگاڑ ہو جائے ۔

وعدۂ سیر گلستان جو شاطالع شوق — مژدۂ قتل مقدر ہی جو مذکور نہین

یعنی تماشائے لالۂ و گل کا اوسنے وعدہ کیا ہے اس سے مین سمجھہ گیا کہ مجھے قتل کریگا یہہ نصیب کہان کہ سچ مچ میرے ساتھہ سیر گلستان کرے کچھہ عجب نہین کہ مژدۂ قتل کی جگہہ مژدۂ وصل کہا ہو

شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم — لوگ کہتے ہین کہ ہی پر ہمین منظور نہین

یعنی عالم کو ہستی کے ساتھہ ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ معشوق کی کمر کا ساتھہ کہ اوسکا نام ہی نام سنتے ہین اور دکھائی نہین دیتی ۔ مصنف نے لفظ منظور کو بجہان مبصر و مرئی کے معنے پر استعمال کیا ہے محاورہ اسکے مساعد نہین ۔ ع ع

قطرہ اپنا بہی حقیقت مین ہے دریا لیکن — ہم کو تقلید تنک ظرفی منصور نہین

قطرہ مضاف ہے اور اپنا مضاف الیہ اور اضافت بیان بیانیہ ہے یعنی مین بہی وہ قطرہ ہون جو دریا مین فنا ہو یعنے مجھے بہی فنافی الذات کا مرتبہ حاصل ہے مگر منصور کا ظرف چھوٹا تہا چھلک گیا

حسرت اس ذوق خرابی کی کہ وہ طاقت نہ رہی — عشق پر بادہ کی گو تن رنجور نہین

(د) اشارہ ہے اگلے زمانہ کی کشتیون کی طرف جب اون مین ایسی طاقت ہتی کہ عشق سے پہیت پہلوان کے ساتھہ بار بار لپٹ پڑتے تہے لیکن آخر کو ہار گئے اور مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور اسی بات پہ حسرت کرتے ہین کہ تن رنجور عشق کی زور آزمائی کی گو تن نہ رہا ۔

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمہین — کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم چور نہین

غزل کا ایک یہہ ہی بڑا مضمون ہے کہ معشوق کی حاضر جوابی کا بیان ہو اور اکثر ایسا شعر بیت الغزل ہوا کرتا ہی

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو — تو تغافل مین کسی رنگ سے معذور نہین

یعنی تغافل تو ناآشنائی محض ہے یہہ مجھکو کیونکر گوارا ہو

صاف دردی کش پیمانۂ جم ہیں ہم لوگ — وای وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہیں

یعنی میکشی ہی ہماری بڑے رتبہ کی ہے وہ شراب بے نصیب ہے جو انگوری ہو کہ ہم اوسے نہیں منہ لگاتے اسلئے کہ یہہ تقلید جم کے خلاف ہے یہان مرزا صاحب صفا بول گئے ہیں یعنے دُرد کے واسطے صاف کا لفظ شعر میں لائے ہیں حالانکہ صفا سے کمال نفرت رکھتے تھے - ایک خط میں لکھتے ہیں ایک صاحب نے میرے سامنے یہہ مطلع پڑھا - شعر - اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی ۔ میرے شیر شاباش رحمت خدا کی ۔ میں نے سنکر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہہ مطلع ہے اوس پر قبول اوسکے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہیں ہے اور مرزا غالب سے بہت پیشتر جو اساتذہ گذرے ہیں اونکا بھی یہی حال تھا کہ ضلع و رعایت کو بہت ہی مبتذل سمجھتے تھے مرزا رفیع سودا نے جو قصیدہ امام رضا علیہ السلام کی مدح میں کہا ہے اوسکی تشبیب میں اپنے بعض معاصرین پر اسی ضلع بولنے پر تشنیع کی ہے لکھتے ہیں - شعر - اوستاد کی اوسکے ہے اونہوں کو یہہ نصیحت ۔ لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ سست کر و کچھ پروا ۔ اتنا تو ملازم رکھو الفاظ کا ملحوظ ۔ بے پنجہ و ناخن نہ لکھو وہ تم شیر ۔ جنگ کہ نہ مضطوم ہو پاسکتے از و باندھو نہ کبھی شعر میں تم لفظ شکم شیر

ہوں ظہوری کی مقابل میں خفائی غالب — میرے دعوے پہ یہہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

یعنی یہہ اشتہار نہ ہونا اسبات پر دلیل ہے کہ میں خفائی ہوں اور ظہور و خفا میں تقابل ہے تو میں ظہوری کا مدمقابل ہوا ۔

---

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہیں — ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہیں

یعنے یوں تو تمنا کے جفا مقبول ہوگی ہاں نالہ کشی پر میرے خفا ہو کر جفا کرو تو کرو ۔ غرضکہ نالہ کشی حسن طلب ہے نہ شکایت جب

عشق و مزدوری عشرت گہہ خسرو کیا خوب — ہم کو تسلیم نکو نامی فرہاد نہیں

ہمکو تسلیم نہین یعنے ہماری نزدیک مسلم نہین یعنے مصدر کو بمعنی مفعول استعمال کیا ہے
اور عربی کے مصدر اکثر اردو مین اس طرح لوگ استعمال کیا کرتے ہین جیسے کہتے ہین
مطلب حصول ہوا یعنے حاصل ہوا راز افشا ہوا یعنی فاش ہوا لیکن جو لوگ عربی دان
ہین وہ ایسی عبارت سے احتراز کرتے ہین اور محلوہ بگار لیتے ہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم — دشت مین ہے مجھی وہ عیش کہ گھر مین نہین

یعنی گھر ہی مثل صحرا کے ویران ہے مگر وسعت اتنی کہان

اہل بینش کو ہی طوفان حوادث مکتب — لطمہ موج کم از سیلی استاد نہین

موج سے طوفان حوادث کی موج مقصود ہے مطلب یہہ ہے کہ حوادث سے
عبرت کا سبق لیتے ہین

وای محرومی تسلیم و بدا حال وفا — جانتا ہے کہ ہمین طاقت فریاد نہین

یعنی ہم رضا و وفا کے پاس سے جو صبر کرتے ہین تو نہ جانتے ہو کہ ہمین طاقت فریاد نہین ہے

رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیون ہے — گر چراغان سر رہگزر باد نہین ہے

یعنی جلوہ لالہ و گل اگر چراغ رہگزر باد نہین ہے تو اس قدر بے ثبات کیون ہے

سبد گل کے تلی بندھی ہی کلمچین — مژدہ ای مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین

شعر کو عادت ہو گئی ہے کہ گل و بلبل و شمع و پروانہ وغیرہ کا ذکر ہی مضمون شعر سمجھتے ہین
اور نہین کے تتبع مین مصنف نے یہہ شعر کہا ہے ورنہ جھانک غور سے دیکھیے کچھہ حاصل اوسکا
نہین معلوم ہوتا

نفی سی کرتی ہی اثبات تراوش گویا — دی ہی جا ہے دہن اوسکو دہم ایجاد نہین

یعنی اوسکے دہن کا وجود اگر ہے تو بالتزام سے ہے بحض تصور سے ہے ورنہ خارج مین سچمچ دہن (نہین) ہی لفظ ایجاد
مصنف نے یہان موشح باندہا ورنہ افعال کے وزن پر جتنے الفاظ ہین سب بتذکیر
مستعمل ہین میر کہتے ہین شعر — ابوت میرا دیر اوٹہا اوسکی گلی سے ہوا ثبات ہوا مرہم
محبت کا اسی سے مصنف نے خود بتذکیر کہا ہے — ہر رنگ مین بہار کا ثبات
چاہئے — یہان تراوش کے قرینے سے ہوگا وہا — جو لوگ ضائع بسیار کرتے ہین اونکو
اس شعر مین گویا کا لفظ بہت لطف دیتا ہوگا مگر یہہ لفظ متبذل ہو گیا ہے خ

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچہ سے بہشت — یہی نقشہ ہی ولے اسقدر آباد نہین

یعنے یہان عشاق کا ہجوم بہت رہتا ہے

کرتی کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب — تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہین

محاورہ دوگے دقایق مین سے ایک یہہ مسئلہ ہی کہ (تمکو) یہان ترکیب مین کیا ہی اور (یاد) کیا ہے اگر یون کہین کہ (نہین) فعل ناقص ہے اسم اسکا بے مہری یاران وطن ہے اور خبر اسکی یاد ہے تو اس صورت مین (تم کو) کو مفعول نہین کہہ سکتے اسلئے کہ فعل ناقص لازم ہوا کرتا ہے - اور اگر یون کہین کہ (نہین) اس مقام مین تامہ ہو اور بے مہری یاران وطن فاعل اور (تمکو) مفعول ہے تو اس صورت مین (یاد) ترکیب مین کیا ہے - اور (نہین) تامہ ہوا تو متعدی کیون ہوگیا یہہ دونون اشکال اس طرح دفع ہو سکتے ہین کہ یون کہین کہ پہلی صورت مین (تمکو) کو ہم مفعول بہ نہین کہتے بلکہ متعلق فعل ہے اسلئے کہ (کو) مفعول بہ کے لئے خاص نہین ہے مفعول لہ کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے کہتے ہین مج کو گئے اور مفعول فیہ کے لئے بھی کو آتا ہی جیسے کہتے ہین منگل کو روانہ ہوے طرف کے معنے پر بھی آتا ہے جیسے پوچھتے ہین قافلہ کدہر کو گیا - اسکے علاوہ جسطرح کو مفعول بہ کے لئے خاص نہین ہے اسیطرح مفعول بہ بھی کو کے لئے خاص نہین ہے کہتے ہین کہ خط پڑہا اور زید کو پڑہا یعنے مفعول بہ اگر ذوی العقول مین سے ہو تو وہ کو کے ساتھہ بولا جاتا ہے اور افعال قلوب مین بھی یہی ضابطہ رہتا ہے جیسے زید کو احمق سمجھا اسی طرح جن فعلون کے دو مفعول ہوتے ہین وہان بھی نقط دونون مین جو اشرف ہے اوسی کے ساتھہ کو استعمال کرتے ہین جیسے گھوڑے کو دانہ دیا - اور دوسری صورت مین یہہ کہین گے کہ (یاد) کو ہم متعلقات مین نہین شمار کرتے بلکہ جزو فعل ہے یعنے یاد ہونا فعل متعدی ہے اور (ہمکو) مفعول بہ ہے اور اس طرح کے فعل اردو مین بہت ہین جن مین ایسی ترکیب واقع ہوی ہے - مثلاً وعا قبول ہوی اور کہنا قبول ہوا کہ اس مثال مین قبول ہونا ایک فعل مرکب ہے اور قبول ہمعمول فعل نہین ہے نہین تو مقبول ہونا چاہئے تھا - یا رازِ افشا ہوا کہ اگر افشا کو ہمعمول فعل لین تو افشا بمعنی افشا شدہ ہونا چاہئے تھا - اس سے ظاہر ہے کہ افشا ہونا خود فعل ہے اور افشا جزو فعل ہے - یا جیسے مطلب حصول ہوا کہ اس مین حصول کو اگر جزو فعل نہ قرار دین تو حصول کی جگہہ حاصل

کہنے کا موقع تھا - یا جیسے کہتے ہین ہین یہہ بات تسلیم نہین یہان تسلیم ہونا فعل مرکب ہے تسلیم
فعل سے خارج اور اوسکے ساتھہ متعلق ہو یہہ بات نہین ورنہ مسلم کہنا چاہیے تھا
جب یون کہتے ہین کہ وہ خوش ہے تو اس مین (ہے) فعل ناقص ہوا کرتا ہے
اور اسم وخبر لفظ (وہ) اور لفظ (خوش) ہے اور جب یون کہتے ہین کہ اوسکو
خوشی ہے تو اس مثال مین (ہے) تامہ ہے اور خوشی فاعل ہے اور (اوسکو)
مفعول بہ ہے - لیکن بنظر دقیق (اوسکو) متعلق ہے اور (کو) اس مین صلہ
ہے علامت مفعول بہ نہین ہے - اسی قیاس پر ان مثالون کو بھی سمجھنا چاہیے
جیسے وہ رنجیدہ ہے اور اوسکو رنج ہے وہ ملول ہے اور اوسکو ملال ہے
وہ خبردار ہے اور اوسکو خبر ہے - لیکن ان مثالون مین (اوسکو) کس قسم کا
تعلق فعل سے رکھتا ہے - یہہ تعلق ویسا ہے جیسا محل کو حال کے ساتھہ ہوتا ہے -

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہہ خوش رہا — یان آپڑی یہہ شرم کہ تکرار کیا کرین

یعنی حیات دنیوی ونعیم آخروی عطا کرکے وہ سمجھا کہ ہم راضی ہو گئے ہم نے بھی کہا کہ
کیا تکرار کرین نہین تو ہمارا دعوی تو یہہ تھا کہ ایک اوس سے مفارقت نہوتی

اور یہہ کچھہ نہ ملتا ؎

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئی — تیرا پتہ نہ پائین تو ناچار کیا کرین

مقام سے مقامات سلوک وسعرفت مراد ہین اس شعر مین دو چار ناچار کی صنایع کا لفظ ہے

کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہل بزم — ہو غم ہی جان گداز تو غمخوار کیا کرین

شمع کا ذکر محض تمثیل ہے غرض ہے حال سے ہے

ہو گئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر — عشق کا اوسکو گمان ہم بیزبانون پر نہین

یعنی غیر کی شیریں بیانی اوس پر کام کر گئی اور غیر کو وہ اپنا عاشق سمجھنے لگا اور ہم بے زبان
ہین اسی سبب سے ہماری محبت کا اوسے یقین نہین ؎

قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس مین آنا — تعجب سے وہ بولا یون بھی ہوتا ہے زمانہ مین

یعنی لیلی کے اس فعل پر اوسنے تعجب کیا - اور تعجب کرنیکو یہہ معنے لازم ہین کہ شرم وحیا کو خلاف سمجھا - اور اس فعل کو شرم وحیا کے خلاف سمجھنے سے یہہ معنی لازم آئے کہ لیلی پر اوسنے تشنیع کی - اور تشنیع کرنے سے یہہ بات لازم آئی کہ عاشق کی خبر لینے مین خود اوسکو شرم وحجاب مانع ہے - غرضکہ اس شعر مین بلاغت کی وجہ یہی سلسلۂ لزوم ہے حاصل یہہ ہوا قیامت ہے کہ عاشق کی خبر گیری مین بھی وہ حجاب کرتا ہے

دل ناز ک پہ اوسکی رحم آتا ہے مجھی غالب — نہ کر سرگرم اوس کافر کو الفت آزمانے مین

یعنی کہین ایسا نہو کہ تیرے جان دیدینے کے بعد اوس کا دل کڑھے -

---

دل لگا کر لگ گیا اونکو بھی تنہا بیٹھنا — بار ی اپنی بیکسی کی ہم نے پائی داد یان

یعنی ہماری بیکسی تنہائی کا صدمہ پڑا دنیا ہی مین ہمکو داد مل گئی

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام — مہر گردون ہے چراغ رہگزار بادیان

(باد) استعارہ ہے زمانہ کے تجدد و مرور سے غیر محسوس کو محسوس سے تشبیہ دی ہے اور پھر وجہ شبہ حرکت ہے اس سبب سے یہہ استعارہ بہت ہی بدیع ہے

---

یہہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین — کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین

باد صبا یہ جگہہ آتی جاتی ہے اور ہر کہین بے روک ٹوک اوسکی رسائی ہے اس سبب سے شعرا مین صبا کی پیامبری مشہور ہے کہ اوس سے بہتر قاصد نہین مطلب یہہ کہ ہم انتظار مین ہین کہ دیکھین نامہ بر کب در سے نمودار ہوتا ہے اور صبا کب دیوار پہاند کر آتی ہے

وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے — کبھی ہم اوسکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

اوسکو دیکھنے کی وجہ یہہ ہے کہ ہر بار شبہ ہوتا ہے کہ وہ نہ آئے ہونگے اور گھر کو دیکھنے کی وجہ یہہ ہے کہ جب اون کے آنیکا یقین ہوتا ہے تو شبہ پیدا ہوتا ہے کہ میرا گھر نہ ہوگا

نظر لگے نہ کہین اوس کے دست و بازو کو — یہہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

یعنی اوسکی نازک انگلی و قدر اندازی کو نظر نہ لگے اور اس شعر کی خوبی بیان سے

باہر ہے بڑے بڑے شاہیر شعرا کے دیوانون مین اسکا جواب نہین نکل سکتا ؎

تری جواہر طرفِ کلہ کو کیا دیکھین ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہین

معنے صاف ہین اور بندش مین تازگی ہے

---

نہین کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہین شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یعنی قیامت کے آنیکا تو مین قائل ہون لیکن اسکا قائل نہین کہ اوس دن کا ہول و ہراس اس رات کے شدائد سے بڑھا ہوا ہوگا ؎

کوئی کہے کہ شب ہجر مین کیا برائی ہے بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین

یعنی اگر دن کو ابر و ہوا نہونے کے سبب سے صحبت شراب موقوف رہی تو شب کو چاندنی مین بیٹھ جلسہ کیون نہو یعنے ابر کے نہ آنے سے جیسی دن کو بے لطفی رہی ویسی ہی رات کو آسمان کے صاف ہونے سے چاندنی ہی خوب ہی چھٹکی گی ؎

جو اؤن سا منے اونکی تو مجھ سا نہ کہین جو جاؤن دو آکہین کو تو خیر باد نہین

بے التفاتی کی شکایت ہے اور (کو) طرف کے معنے پر ہے زائد اسے نہ سمجھنا چاہیے اس زمانہ کے شعرا اکثر اس مغالطہ مین ہین کہ ادہر کو اور کدہر کو اور کہین کو مین (کو) زائد سمجھتے ہین اور اوسکے استعمال سے احتراز کرتے ہین اسی طرح سے (اس طرح سے) کہنے مین (سے) کو زائد کہتے ہین اور اوسکو ترک کیا ہے اور یہ خیال ہی غلط ہے

کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین

بزم کا لفظ اس شعر مین مقتضائے مقام سے گرا ہوا ہے اس سبب سے کہ مصرع معشوق کی زبانی ہے اور اوسکے محاورہ کی نقل ہے اور لفظ بزم اوسکے محاورہ کا لفظ نہین ہے لیکن اصل یہہ ہے کہ محاورہ مین اس قدر احتیاط کوئی نہین کرتا ؎

علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہین

یعنی دنیا مین تمام مراد و مقصود بس شراب ہی ہے نامراد وہی ہے جسے شراب نہ ملے ۔ پہلا مصرعہ فقیرون کا لہجہ ہے کہ ہئی وہان جمعہ رات کے سوا اور دن بھی کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے

جہان مین غم و شادی بہم ہین کیا کام دیا ہے تم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

دنیا مین غم و شادی کا بہم ہونا اوس مقام پر ذکر کرتے ہین جہان دنیا کی سرور و خوشی سے نفرت ظاہر کرنا منظور ہوا اس شعر مین مصنف نے نازگی یہ پیدا کی ہے کہ غم و شادی کے بہم ہونے پر حسرت ظاہر کی ہے کہتے ہین (ہمین کیا کام) یعنے ہم تو محروم ہین ہمکو تو کبھی ایسی خوشی بھی حاصل نہین ہوی جو غم سے متصل ہو - اور شادی مخلوط بالغم کی حسرت کرنے سے یہہ معنے نکلتے ہین کہ شاعر کو انتہا کی غمزدگی ہے کہ ایسی ہیچ و ناکارہ خوشی کی تمنا رکھتا ہے اور یہی وجہ بلاغت ہے

**تم اونکے وعدہ کا ذکر اونسے کیون کرو غالب — یہہ کیا کہ تم کہو اور کہین کہ یاد نہین**

اس شعر مین معشوق کی بدعہدی و وعدہ خلافی کو جو لوگ اولٹ پلٹ کر کہا کرتے ہین وہ اس شعر مین تامل کرین کہ اس مضمون کہنہ کو کیا آب و رنگ دیا ہے مطلب تو یہہ ہے کہ مین جب اونسے وعدہ یاد دلاتا ہون وہ کہتے ہین یاد نہین مگر اس مطلب کی ملاست گر کی زبانی ادا کیا ہے یعنے خبر کے پہلو کو ترک کر کے اس مضمون کو انشا کے سانچے مین ڈہالا ہے

---

**تیری توسن کو صبا باندہتے ہین — ہم بھی مضمون کی ہوا باندہتے ہین**

یعنی توسن کو صبا سے تشبیہ دیکر خوش بیانی کی ہوا باندہتے ہین -

**آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے — ہم بھی ایک اپنی ہوا باندہتے ہین**

ہوا باندہنا رعب بٹہانے کے معنے پر ہے

**تیری فرصت کے مقابل اے عمر — برق کو پا بہ حنا باندہتے ہین**

یعنی فرصت عمر کے ساتھہ اگر مقابلہ کرو تو گویا برق کے پاؤن مین مہندی لگی ہوی ہے یعنی آنی فانی ہونے مین برق سے عمر کہین بڑہی ہوی ہے

**قید ہستی سے رہائی معلوم — اشک کو بے سر و پا باندہتے ہین**

لطف یہہ ہے کہ ممکن پر عدم سابق بھی ہے اور عدم لاحق بھی ہے تو اشک کی طرح انسان بھی بے سر و پا ہے اور اشک کو باوجود بے سر و پا ہونیکے باندہتے ہین اور کہکے باندہنے سے بندہ جانا فرع ہے ہستی کی غرض یہہ کہ ہم ہستی کی قید مین ضرور رہینگے اور مرنیکا جو معین از آدی ہے حاصل نہین ہوگا

نشۂ رنگ سے ہی واشد گل ؔ مست کب بند قبا باندھتے ہین

یعنی نشۂ رنگ سے مست ہے اس سبب سے گل کے بند قبا کھلے ہوے ہین ؛

غلطیہاے مضامین مت پوچھ لوگ نالہ کو رسا باندھتے ہین

یعنی ہمکو خبر یہ حاصل ہے کہ نالہ کو کہی رسائی نہین ہوتی یہہ تو ظاہر معنے ہین اور ایہام ایک معنے کی طرف ہے کہ اگر رسا ہوتا تو باندھتے کسیکو اوسکا بندہ جاناہی دلیل واماندگی و نارسائی ہے ۔ لفظ غلط مین یاے مصدری لگانا غلط در غلط ہے ۔ فارسی مین کسیکے ایسا تصرف نہین کیا بلکہ قدیم اردو مین بہی (ی) نہین بڑہائی گئی تہی ۔ میر ۔ غلط اپنا کہ اوس جفاجو کو ہو سادگی سے ہم آشنا سمجھے ۔ ہان اب محاورہ ہندیون کا یہی ہے کہ غلط کو غلطی کہتے ہین اور (ی) کا بڑہا دینا تصرف ہندیو نکا ہے اس سبب سے غلطی کا لفظ ہندی ہے فارسی ترکیب مین اوسکو لانا اور فارسی کی جمع بنانا اور غلط کی اضافت اوسکو دینا صحیح نہین خود مصنف نے لفظ انتظاری کے بالہندی کو ایک خطا مین منع کیا ہے

اہل تدبیر کی واماندگیان ؔ آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

اہل تدبیر ۔ شماتت ہے کہ اون کے پاؤن مین ۔ آبلہ ہو تو اوسپر حنا باندہتے ہین یعنی ایک تو آبلہ ہی باعث واماندگی تہا اور اوسپر پاؤن مین مہندی بہی لگا لیتے ہین اور عاجز و درماندہ بنجاتے ہین اسکے مقابلہ مین اہل جنون کی ستایش مقصود ہے کہ وہ پاے پرآبلہ سے دشت پرخار پر دوڑتے ہین ۔ پہلے مصرع مین سے خبر محذوف ہے اور مقام شماتت مین خبر کا حذف محاورہ مین ہے جیسے کہتے ہین (تقدیر) یعنے تقدیر کی برائی دیکہو (نا نہی) یعنے نافہمی کا نتیجہ دیکہو ۔

سادہ پرکار ہین خوبان غالبؔ ہم سے پیمان وفا باندھتے ہین

(ہم) کو خاص لہجہ مین پڑہنا چاہیے جس سے یہہ معنے نکلینگے کہ کوئی اور سہی ہین ہم اور یہی وجہ ہے سادہ کہنے کی کہ وہ جانتے ہین ہم اوسکے فریب مین آجائینگے اور پرکار اسی وجہ سے کہا ہے کہ فریب دینے کا قصد رکہتے ہین ۔ خوبان خوب کی جمع ہی اور رائج کل کی اردو مین الف نون کے ساتہہ ہر ایک لفظ کو جمع بنا لینا نہین درست ہے اس باب مین اون کے محاورہ مین بہت توسعہ ہے اور یہہ لوگ کلیتہً ہر لفظ کو اس طرح

جمع بناتے ہین لیکن اردو مے سعتہ جو سمجھی جاتی ہے اوس مین جمع بنانیکا یہہ ضابطہ ہے کہ اگر لفظ حروف معنویہ مین سے کسی حرف کے ساتھہ متصل ہے تو واو نون کی ساتھہ جمع کرینگے اور حروف معنویہ سات ہین - نے - کو - مین - پر - تک - سے - کا - جیسے مردون نے - عورتون کو الخ - اور اگر سناوی ہے تو فقط واو سے جمع بنائینگے جیسے یارو - لوگو لیکن ہولی مین حالت ندا مین ہی نون ہے - کبھہ رسم ایسا ہی ہوگیا ہے کہ یارو اور دیکھو قافیہ کرتے ہین اور بغیر نون کے لکھتے ہین - اور اگر لفظ ندا سے اور حروف معنویہ سے مجرد ہے تو یا مذکر ہے یا مونث - اگر مذکر ہے اور اوس کے آخر مین ہاے مختفی یا الف تذکیر ہے تو فقط الف مالہ کرکے جمع بناتے ہین جیسے حوصلہ اور حوصلے لڑکا اور لڑکے - اور اگر یہہ دونون حرف آخر مین نہین ہین تو مفرد و جمع مین مذکر کے کچھہ امتیاز نہین کرتے جیسے - ایک مرد آیا - کئی مرد آئے - اور اگر لفظ مونث ہے اور آخر مین اوسکے کوئی حرف علت یا ہاے مختفی نہین ہے تو - ی - نون سے جمع بناتے ہین جیسے راہین - آنکھین - اور اگر آخر مین الف تصغیر ہے تو فقط نون سے جمع بنتی ہے جیسے لٹیان - بڑہیان - اور اگر آخر مین ہاے مختفی یا الف اصلی یا واو ہے تو ہمزہ ی - نون بڑہا کر جمع بنائینگے جیسے خالائین - بیوائین - گھٹائین - آرزوئین - آبروئین اور اگر آخر مین ی ہے تو اس صورت مین البتہ الف نون کے ساتھہ جمع کرتے ہین جیسے لڑکیان - بجلیان -

---

**زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد — وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہین**

اسم کہا کے کہتے ہین کہ زمانہ کے ہاتھہ سے جس قدر آزار پہنچتا ہے یہہ بہت ہی کم ہے وگرنہ ہم اس سے زیادہ ستم سہنے کی آرزو رکھتے ہین سخت کا استعمال بہت کے معنے پر فارسی کا محاورہ ہے اردو مین بہت کم مستعمل ہے ؛

---

**دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین — خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین**

یعنی اس زندگی سے تو پتھر ہونا بہتر تھا کہ شاید تیرا سنگ در ہوتا اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہمیشہ پتھر کیطرح پڑا تو رہتا ہون لیکن در یار سے دور ہون -

میں ہیچ نہیں ہون کہ اس طرح پڑا رہنا گوارا کرون ٭

کیون گردش مدام سے گھبرا نہ جاے دل — انسان ہون پیالۂ و ساغر نہیں ہون

یعنی جو لوگ شراب مدام رکھتے ہین اون کا ساغر ہمیشہ دور مین رہتا ہے تو وہ بنا ہی ہے اسی واسطے مین انسان ہون میرے لئے یہہ گردش مدام کیسی ہے ٭ ٭ ٭

یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہی کس لئے — لوح جہان پہ حرف مکرر نہیں ہون

مضمون تو یہہ ہے کہ اپنے معشوق کو حرف غلط کے معنی سے تشبیہ دی ہے لیکن اگر یون کہتے کہ زمانہ مجھے حرف غلط کی طرح مٹائے دیتا ہے تو اس قدر بلیغ نہوتا جس قدر کہ اب بلیغ ہے اور بلاغت کی وجہ زیادتی معنے ہے لیعنے اب اتنی معنے اور بڑھے ہوی ہین کہ باوجودیکہ مین حرف مکرر نہین ہون اور کوئی وجہ میرے مٹانے کی نہین ہے زمانہ مجھے مٹا رہا ہے ۔ اس شعر سے یہہ نکتہ سمجھنا چاہیئے کہ ایک تشبیہ مبتذل مین زیادتی معنی پیدا کرنیکا کیا طریقہ ہے اور پھر زیادتی معنے سے کس قدر بلاغت بڑھ جاتی ہے

حد چاہیئے سزا مین عقوبت کے واسطے — آخر گناہ گار ہون کافر نہیں ہون

لفظ کافر مین اہل زبان ف کو زیر پڑھتے ہین لیکن عجم کا محاورہ زبر ہے اسی سبب سے اسکو ساغر کے ساتھہ قافیہ کرتے ہین ۔ ایک یہہ لفظ اور ایک لفظ ظاہر کو تا آنی نے ساغر کے ساتھہ قافیہ کیا ہے اور روے یعنی (رے) متحرک ہے اور اسی طرح ایک شعر یہہ مشہور ہے ۔ شعر ۔ آدمی را آدمیت لازم است و عود را گر بو نباشد ہیزم است ۔ اس شعر مین ہی میم جو کہ حرف روی ہے متحرک ہے اس سے یہہ استنباط نہ کرنا چاہیئے کہ جہان روی متحرک ہو جائے وہان اختلاف توجیہ یعنی حرکت ماقبل روی کا اختلاف درست ہے اور یہہ بھی خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ضرورت قافیہ کے لئے مکسور کو مفتوح کر لینا درست ہوگا بلکہ یہی الفاظ مخصوص سمجھنا چاہیئے اس حکم کے لئے ۔ سزا و عقوبت کے معنی ایک ہی ہین اس تکرار کے سبب سے پہلا مصرع سست ہوگیا ہی

کس واسطے عزیز نہین جانتی مجھے — لعل و زمرد و زر و گوہر نہین ہون

حضرت کی طرف خطاب ہے اور معنی یہہ ہین کہ زر و گوہر و مال دنیا کو آپ عزیز نہین

جانتے تھے کیا اوسی طرح مجھکو بھی سمجھتے ہین لو زر و گوہر نہین ہون ؏ ؏ ؏

رکھتی ہو تم قدم مری آنکھو سے کیون دریغ — رتبہ مین مہ و ماہ سے کمتر نہین ہو تمین
کرتی ہو مجھکو منع قدمبوس کس لئے — کیا آسمان کی بھی برابر نہین ہو تمین

ان دونون شعرون مین بھی صاحب معراج کی طرف خطاب کیا ہے ؏ ؏ ؏

غالب — وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا — وہ دن گئی کہ کہتے تھے نوکر نہین ہو تمین

دیکھو ادائے شکر کا ایک پہلو یہہ بھی ہے

---

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین — خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین

دوسرا مصرع اصل مین یون ہے کہ کیا صورتین ہونگی کہ خاک مین پنہان ہو گئین ضرورت شعر کے لئے متعلق اور اوسکے مغل مین اجنبی کو فاصل لائے ہین مطلب یہہ ہے کہ لالہ و گل اونہین حسینون کی خاک ہے جو خاک مین مل گئے

یاد تھین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان — لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہو گئین

اس شعر مین (بھی) کا لفظ دیکھنے کا ہے — یہہ دو حرف کا لفظ اگر اس شعر سے نکال ڈالا جائے تو کس قدر معنی شعر مین کمی ہو جاتی ہے اور اس ایک لفظ سے کتنے معنی زاید کی طرف اشارہ نکلتا ہے — وہ معنی زاید یہہ ہین کہ جس طرح تم لوگ رنگا رنگ جلسہ کیا کرتے ہو کبھی ہمکو بھی ان صحبتون کا شوق تھا لیکن اب ہمارا حال دیکھہ کر تم کو عبرت کرنا چاہئے شباب

تھین بنات النعش گردون دن کو پردہ مین نہان — شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہو گئین

تاروں کی کہلتی کی کیفیت بیان کرتے ہین اور اوسکو عریان ہو جانے سے تعبیہ کیا ہے — بنات النعش اوترہ کے طرف سات ستارے ہین چار ستارے اون مین سے جنازہ ہین اور تین جنازہ کے اوٹھانیوالے ہین بنات کی لفظ سے یہہ دھوکا نہ کھانا چاہئے کہ عرب اوسکو لڑکیان سمجھتے ہین بلکہ بات یہہ ہے کہ جنازہ اوٹھانے والے کو عرب ابن النعش کہتے ہین اور ابن النعش کی جمع بنات النعش اون کے محاورہ مین ہے جس طرح ابن آوے اور ابن العرس کو جب جمع کرین گے بنات آوی اور بنات العرس کہینگے اسی طرح یہان بھی کو مثلاً ابن المطر کہین گے اور اسکی جمع بنات المطر بنائین گے اور عربی

مین یہہ ضابطہ کلیہ ہے ایسہی سی لفظ مین اور اون کے جمع کا بہی یہی خاص طریقہ
ہے لیکن بدر چاچ نے بہی اس لفظ مین لسامحہ کیا ہے کہتے ہین شعر ۔ درسیاست
گاہ قہرش بر فضائے کائنات ۔ قطب را دائم حنا زہ بر سر سہ دختر است ۔
قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر ۔ لیکن انکہین زنی دیوار زندان ہوگئین
یعنے روزن کی طرح بے نور ہو گئین ۔ ۔ ۔
سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان مصر سے ۔ ہی زلیخا خوش ۔ کہ محو ماہ کنعان ہوگئین
(ب) سے سب نہین مراد ہین بلکہ سب عشاق مراد ہین یعنے سب عشاق رقیبون سے
ناخوش ہون لیکن زلیخا زنان مصر کی محویت سے خوش ہے کہ مجہہ پر تو شماتت کرتی تہین
خود کیسا حسن کنعانی پر محو ہو کر ہاتہہ کاٹ کر بیٹہہ رہین
جوی خون آنکہون سے بہنے دو کہ ہے شام فراق ۔ مین یہہ سمجہونگا کہ شمعین دو فروزان ہوگئین
یعنے شب تار فراق مین جو آنکہون مین خون اتر یگا تو مین سمجہونگا دو چراغ اندہیری مین
روشن ہو گئے اور یہہ باعث تسکین ہوگا میرے لئے
ان پہ بیدادون سے لینگے خلد مین ہم انتقام ۔ قدرت حق سے یہی حورین اگر وان ہوگئین
اس شعر مین (ہوگئین) کا لفظ جو ہے اوسکی ضمیر پر بیدادون کی طرف پہیرتی ہے اس سے
ظاہر ہے کہ پر بیدادون سے حورین مراد ہین جیسا خواجہ حافظ فرماتے ہین شعر ۔
فغان زین لولیان شوخ و شیرین کار و شہر آشوب ۔ چنان بردند صبر از دل کہ ترکان
خوان یغما را ۔ حال آنکہ فارسی واردو مین غزل کے اصول جو قائم ہوے ہین ہر جب
اون کے مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق ہونا چاہیے اور معشوق کی نسبت مونث
کے صیغون کا استعمال کرنا ہی نہین درست بلکہ وہ پری آیا اور وہ حور آیا بے
تکلف سب نظم کرتے ہین میر نے تو اس باب مین ایسی افراط کی ہے کہ جابجا
اون کے دیوان مین دلے کے لونڈے بہرے ہوے ہین لکہنؤ کے شعرا
جو کہ انہین کے فیضیاب تہے اونہون نے بہی اس قاعدہ کو مسلم سمجہا لیکن
کسی قدر اصلاح کی یعنے چولی اور افشان اور رسی اور کاجل اور محرم
اور کرتی اور دوپٹہ اور انچل وغیرہ کے مضمون کہنا شروع کئے لیکن
صیغے مذکر ہی کے استعمال کئے مگر جن لوگون مین فارسی یا اردو کے

شعرای قدما کا مذاق پیدا ہوگیا ہے وہ چوٹی اور آنچل وغیرہ جو جو لفظ کہ عورتون
کے ساتھہ مخصوص ہین اون کے استعمال کو اب بھی مکروہ سمجھتے ہین اور
پھر یہ صاحب نے جیسی افراط کی ہے اوسکو بھی پسند نہین کرتے وہ چاہتے
ہین معشوق سمجھہ رہے اور بے شک بھہ اچھا طریقہ ہے مگر یہہ خیال کہنا
چاہیے کہ حضرت کے سامنے کعب بن زہیر نے جو قصیدہ پڑہا ہے اوس مین
وہ کہتے ہین - ہیفار مقبلۃ محجرا مدبرۃ ۞ لالیشکی منہا قصر ولا طول ۞ ۞ ۞
یعنی سامنے سے اوسے دیکھو تو چھریری اور نازنین ہے اور پیچھا دے کو اوسکو
دیکھو تو بزرگ سرین ہے اور اوسکا قد کثیف ہونے بہت دراز ہے - اور سید مرتضی
کہتے ہین - ہیفار ان قال الشباب لہا انہضی ۞ قالت رواد نہا اقعدی وتمہکی
وہ ایسی نازنین ہے کہ اگر جوش شباب کہے کہ ذرا اوٹھہ تو کمر کو لے کہین بیٹھہ
بھی کہان جائیگی - واذا سالت الوصل قال جمالہا ۞ جودی وقال لالہا لا تفعلی
اور جب اوسے وصل کرنے کو کہو تو جمال کہے کہ ان بھی جا اور غمزہ سکہا ہے کہ ہرگز نہ ماننا
اسی قسم کا ایک شعر یہہ ہے -
ابت الروادف والنہود لقصہا ۞ من ان تمس ظہورہا ولبطونہا ۞
اوسکے کولون کے اور سینہ کے اوبھار نے قمیص کو شکم و پشت سے لپٹنے نہ
دیا - اور نابغہ کہتا ہے - واذا المست لمست اجثم جاثما متحیزا ابکانہ بل الید
واذا طعنت طعنت فی مستہدف رابی المجسۃ بالعبیر مقصر ۞ واذا نزعت نزعت
عن مستحصف نزع الخزور بارشاء المحصد ۞ اور عرب کے کلام مین ایسے
بہت شعر ہین اور یہی شعر بیاض انتخاب مین گل سرسبد ہین لیکن فارسی مین
یہہ بات نہین اور اردو پر فارسی ہی کا بہت اثر پڑا ہے محض اس وجہ سے
مصنف کے اس شعر مین اعتراض کی بے شک گنجایش ہے

نیند اوسکی ہے دماغ اوسکا ہے راتین اوسکی ہین ۔ تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین
زلفون کے پریشان ہونے سے کنایہ کیا ہے جوش اختلاط و کثرت توسن و کنار
کی طرف اس مین شک نہین کہ یہہ شعر بیت الغزل ہے اور کارنامہ
مین حسن بین کیا گیا گویا بسنت کہل گیا ۔ بلبلین سنکر میرے نالے غزلخوان ہوگئین

یعنی بلبلین غزلین پڑھنے لگین جسطرح مکتب مین سبق پڑھتے ہین بلبل کا قاعدہ ہے کہ خوش
اوآواز کو سنکر زمزمہ کرتی ہے

وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب اور کار — جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین

مژگان ہوجانے سے مراد یہہ ہے کہ اُس قدر میری طرف سے اوسکی نگاہین کوتاہ ہین
گویا مژگان ہوگئین مگر باوجود اس کوتاہی کے دل سے پار ہوی جاتی ہین

بسکہ رونا ہین اور سینہ مین اوبھر ہے پیچ — سیری آہین بخیہ چاک گریبان ہوگئین

اس شعر مین آہ کے بار بار اوبھرنے کو اور بار بار ضبط کرنے کو گذشتہ بخیہ گر کی
حرکت سے تشبیہ دی ہے یعنے متحرک کی تحرک سے تشبیہ ہے اور وجہ شبہ حرکت ہے
لیکن آہ کے لئے ایسی حرکت محض ادعائے شاعرانہ ہے اس سبب سے یہہ
تشبیہ ویسی بدیع نہین ہے جیسے اور شعر تشبیہ متحرک کے گزر چکے ہین اور باعتبار
مضمون کے شعر بے معنی ہے فارسی واردو کے شعرا آنکھہ بند کرکے ایسے مضمون
کہا کرتے ہین - یہان بخیہ اور سینہ مین جو صنایع لپول گئے ہین لطف سے خالی نہین

وان گیا بھی مین تو اوسکی گالیون کا کیا جواب — یاد تہین جتنی دعائین صرف دربان ہوگئین

یعنی جسقدر دعائین مجھے دینا تھا سو یہ سب دعائین دربان ہی کو دیدیگا

جانفزا ہے بادہ جسکے ہاتھہ مین جام آگیا — سب لکیرین ہاتھہ کی گویا رگ جان ہوگئین

گویا کا لفظ اکثر شعار سخن پیرائی کا ہوا کرتا ہے لیکن اس شعر مین ایسا نہین ہے یہان
سے اگر یہہ لفظ نکال ڈالا جائے تو مبالغہ حد امکان سے تجاوز کر جائے اور
مطلب یہہ ہو کہ لکیرین سچ مچ رگ جان ہنگئین اور قواعد بلاغت مین ایسا
مبالغہ جو حد امکان سے بڑہ جائے اوسے غیر مدوح سمجھتے ہین لیکن اکثر شعرا اس
زمانہ مین بے تکلف ایسے مبالغہ اور اغراق کو کہا کرتے ہین بلکہ اوسے صنعت
سمجھتے ہین مصنف نے یہان مبالغہ کے گہٹانے کے لئے گویا کا لفظ صرف کیا ہے
جو کہ ظن وتخمین و اشتباہ پر دلالت کرتا ہے نہین تو مصرع یون پورا ہوسکتا
تہا مصرع سب لکیرین ہاتھہ کی اوسکے رگ جان ہوگئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم — ملتین جب مٹ گئین اجزائے ایمان ہوگئین

ہم موحد ہین یعنے وحدت شہود کے قائل ہین اور اوسکی ذات کو واحد سمجھتے ہین

اور واحد وہ جس مین نہ تو اجزائے مقداری ہون جیسے طول و عرض وغیرہ اور نہ اجزائے ترکیبی ہون جیسے ہیولی صورۃ اور نہ اجزائے ذہنی ہون جیسے جنس و فصل غرضکہ اوسکا علم محض سلبیات کے ذریعہ سے حاصل ہے جیسے کہین کہ اوسکا شریک نہین ہے وہ جسم نہین ہے وہ متحیز نہین ہے وہ مرئی نہین ہے وہ عاجز نہین ہے وہ جاہل نہین ہے وہ حادث نہین ہے وہ علت موجبہ نہین ہے یہی سب سلبیات کہ انکے اعتقاد سے اور سب ملتین باطل محو ہو جاتی ہین عین اجزائے توحید ہین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہو گئین

یعنی اتنی مشکلین مجھ پر پڑین کہ مین خوگر ہو گیا پھر مشکل مجھے مشکل نہ معلوم ہوئی

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان — دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہو گئین

یا یہ سمجھو کہ رونے کے تاثیر سے ویرانی ہوئی یا یون سمجھو کہ سیلاب اشک نے ویران کر دیا لیکن یہہ دوسرا پہلو رونا ہوا مضمون ہے اور مبتذل ہے ۔

---

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہین — یعنی ہماری جیب مین اک تار بھی نہین

کہتے ہین طرفہ دیوانگی یہہ ہے کہ ایک تار بھی گریبان مین نہ چھوڑا کہ وہ بجائے زنار ہوتا اور کیش صنم پرستی کے خلاف نہ ہوتا

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے — دیکھا تو ہم مین طاقت دیدار بھی نہین

یعنی حسرت دیدار کے چھپے جب دل کو مٹا چکے اوسکے بعد جو خیال کیا تو آپ مین طاقت و تاب دیدار بھی نہ پائی ۔ (دیکھا) یہان افعال قلوب مین سے ہے اور دونون معمولون سے متعلق ہے

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے — دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

اوسی شے کے لئے آسان ہونا اور دشوار ہونا کہتے ہین جو ممکن الوقوع ہو لیکن جو آسان بھی نہو اور دشوار بھی نہو وہ ممتنع اور ناممکن الوقوع ہے

بے عشق عمر کٹ نہین سکتی ہے اور یہان — طاقت بقدر لذت آزار بھی نہین

یعنی عشق مین آزار ضرور ہے اور آزار کی لذت اوٹھانے کے لئے تاب و طاقت نہین ہے

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبال دوش — صحرا مگر بہ اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

دیوار ہوتی تو سر کو پھوڑ کر اس وبال سے نجات پاتے

گنجایش عداوت اغیار اک طرف — یاں دل میں ضعف سے ہوس یار بھی نہیں

یعنی دل کو ضعف سے وہ افسردگی ہے کہ گنجایش عداوت اغیار کا کیا ذکر ہوس یار تک نہیں سمائی

وہ نالہائے زار سہی — خدا کو مان — آخر نوائے مرغ گرفتار بھی نہیں

یعنی آخر یہ نالہ نالہ ہے بلبور کی نوحہ گری ہو تو ہی ہے کہ کچھ اثر ہو ورنہ

دل میں ہے یار کی صف مژگان سے روکشی — حالانکہ طاقت خلش خار بھی نہیں

حال تو یہ ہے کہ خلش خار کی بھی طاقت نہیں اور پیکار کاوش مژگان سے مقابلہ کرنیکا حوصلہ دل میں موجود ہے

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے — اے خدا — لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(اور) اس شعر میں حاکیہ ہے اور لڑنے میں اختلاط سے ہاتھا پائی کرنا مراد ہے

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا — دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں

مقام اس کلام کا یہ ہے جیسے مخاطب کو اسکے دیوانہ ہونیکا یقین نہیں ہے یہ اوسکا رد کرتا ہے

---

نہیں ہے زخم کوئی بخیے کے در خور میرے تن میں — ہوا ہے تار اشک یاس رشتہ چشم سوزن میں

یعنی زخم کے سینہ سے سوزن کو یاس ہوی تو رشتہ اوسکا تار اشک یاس بنگیا

ہوئے ہیں کام کیا کیا زخم بھی اک وضع رحمت کے — کف سیلاب باقی ہے برنگ پنبہ روزن میں

روزن میں پنبہ ہونا جہاں تکنی کو مانع ہوتا ہے اور یہ پنبہ اوسی سیلاب کا کف ہے جس سے خانہ ویرانی ہوی اس سبب سے خانہ ویرانی مانع تماشا ہے یعنی مسبب کو سبب قرار دیا اور صحاح السابعہ کرتے ہیں

ودیعت خانۂ بیداد کاوشہای مژگان ہیں — نگین نام شاہد ہے سرشک قطرہ خوں کا میں

یعنی ہر قطرۂ خون مرے تن میں ایک نگینہ ہے جس پر سوزن مژگان نے معشوق کا نام کھود دیا ہے اور میں ان سب نگینوں کا جواہر خانہ ہوں یا امانت خانہ ہوں کہ

کہ ہر ہر قطرہ پر اوسکے نام کی مہر کی ہوی ہے

بیان کس سے ہو ظلمت گستری مہر شبستانی — شب مہ ہو جو رکھہ دین منہ پہ دیوار روزن مین

یعنی منہ روزن سے سیہ خانہ مین چاند معلوم ہو

نکوہش مانع بیربطی شور جنون آئی — ہوا ہی خندۂ احباب بخیہ چیب و دامن مین

ملامت احباب سے جوش جنون کا مانع ہوی گویا خندۂ احباب بخیہ گریبان ہو گیا

لیکن خندہ سے خندۂ دندان نما مقصود ہے تاکہ اوسے بخیہ سے مشابہت ہو جاے

ہوی اوس مہر وش کے جلوۂ تمثال کی گر — پر افشان جوہر آئینہ مین مثل ذرہ روزن مین

(ہوی) کا اسم جوہر ہے اور جبر پر افشان ہے غرض یہہ ہے کہ جس طرح آفتاب کی

شعاع پڑنے سے روزن مین ذرہ پر افشان ہوتے ہین اسی طرح اوس مہر وش

کے عکس رخ سے آئینہ مین جوہر پر افشان ہین

نجانون نیک ہون یا بد ہون پر صحبت مخالف — جو گل ہون تو ہون گلخن مین جو خس ہون تو ہون گلشن مین

یعنی گل کے لیے گلشن مین بھاے ہے اور خس کے لیے گلخن مین رونق بازار ہے۔ اگر گل گلخن

مین ہے تو بیکار ہے اور اگر خس گلشن مین ہے تو بار ہے اور صحبت مخالف مین

یہی میرا حال ہے

ہزارون دل دی جوش جنون عشق نے مجھکو — سیہ ہو کر سویدا ہو گیا قطرہ خون تنمین

ہر قطرۂ خون سویدا بنگیا اور سویدا دل مین ہوتا ہے تو گویا جوش جنون کی بدولت

ہزارون دل مجھمین مل گئے

اسد زندانی تاثیر الفتہاے خوبان ہون — ہم دست نوازش ہو گیا ہی طوق گردنمین

یعنی معشوقون کے نوازش و مہربانی سے جو میرے گلے مین بانہین ڈالین تو وہ میرے

لئے طوق بنگیین اور مجھے اسیر کر لیا اور اوسکی تاثیر نوازش میرے حق مین زندان

ہو گئی ورنہ درحقیقت نہ زندان ہی نہ طوق ہے

مزے دنیا کے اپنی نظر مین خاک نہین — سوا خون جگر سو جگر مین خاک نہین

دنیا کے کہانے پینے مین خاک بھی مزہ نہین ہان خون جگر پینے مین البتہ لذت ہے تو

جگر مین خون ہی نہین (سوم) کا استعمال اب ترک ہوتا جاتا ہے۔

مگر غبار ہوی پر سو اڑا لیجائے — وگرنہ تاب و تواں بال و پر میں خاک نہیں

مگر بمعنی شاید ہے - غبار ہونے کا مناسب ذکر ہے

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے — کہ غیر جلوۂ گل رہگزر میں خاک نہیں

یعنے رہگزر میں خاک نہیں ہے جلوۂ گل ہے

بھلا اڑا وسی نہ سہی - کچھ تجھ ہی کو رحم آتا — اثر مری نفس نارسا میں خاک نہیں

نفس کو بے اثر کہہ کر پھر کہنا کہ اثر نہیں بلکہ اعتبار معنی کے اسکی تاویل مشکل ہے لیکن محاورہ میں ہیچ ہے جیسے من قبل قتیلہ فلہ سلبہ - اس مضمون کو مصرع لگا کر مصنف نے تازہ کیا

خیال جلوہ گل سے خراب ہیں میکش — شراب خانہ کی دیوار و در میں خاک نہیں

یعنی نشہ کی کرامات سے آنکھوں میں سرسوں پھولی ہے وگرنہ شراب خانہ میں کیا ہے

ہوا ہوں عشق کی غارتگری سے شرمندہ — سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں

شرمندگی کی وجہ یہ ہے کہ جب مجھ ہی کو عشق نے غارت کیا کرے گا -

ہمارے شعر میں اب صرف دل لگی کی ہے اسدؔ — کھلا کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں

(کھلا) کے قائل کا حذف اس نظیر کے سبب سے شاید شعر میں درست ہو جائے تو ہو جائے ورنہ محاورہ تو یہ ہے کہ یہ حال کھلا - بولنے میں کبھی لفظ حال کو حذف نہیں کرتے

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں — روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

جیسے کوئی ستم زدہ سے کہے کہ معشوق اور سے کہتا ہے کہ ہم ظلم کریں تو اف نہ کرا اور (کوئی) کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خفگی میں اور سے قابل خطاب نہیں سمجھتے

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں — بیٹھے ہیں رہگزر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

اس شعر کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں مل سکتے -

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیم روز — آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ میں منہ چھپائے کیوں

یعنے وہ پردہ میں چھپا ہوا نہیں ہے بلکہ آشکارت اور اوس کے کثرت ظہور سے فکر و نظر اوسکا احاطہ نہیں کر سکتی جس طرح آفتاب کے کثرت نور سے نگاہ قاصر ہے

دشنۂ غمزہ جاں ستاں ناوک ناز بے پناہ — تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیر کے آئے کیوں

مطلب یہ ہے کہ تیرے سامنے ہی کسی کا آنا نہیں اچھا کوئی غیر آیا تو ملایا اپنا خود عکس

ترا اگر آئینہ مین ہی دشنہ دناوک لئے ہوی تیرے سامنے آپوتیر اکیا جاہیگا

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیون

یعنی حیات و غم ایک ہی چیز کا نام ہے پہر حیات مین غم کا زوال سمجھنے عن نفسہ محال ہے

حسن اور اوسپہ حسن ظن رہ گئی بلہوس کی شرم اپنی پہ اعتماد ہی غیر کو آزمائے کیون

یعنی رقیب بلہوس نے جو اظہار عشق کیا تو بے امتحان کئے اوسکے یقین آگیا اس سبب سے کہ ایک تو حسن ہی خدا نے دیا ہے دوسرے حسن ظن ہی ہے یعنی جانتا ہے کہ وہ کون ہوگا جو مجھے نہ چاہے گا غرضکہ اپنے حسن پہ اعتماد ہے پہر رقیب کو کیون آزمانے لگا اسی مین اوسکی شرم رہ گئی۔

واں وہ غرور عزو ناز یان یہ حجاب پاس وضع راہ مین ہم ملین کہان بزم مین وہ بلائے کیون

الف و نشر غیر مرتب ہے

ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو دین و دل عزیز اوسکی گلی مین جائے کیون

معشوق کی پرچک لی ہے کہ چلو اوسے خوف خدا نہین نہ سہی تم کو وفا تجھتی ہو اچہا بیوفا ہی سہی پہر اوسکی گلی مین کیون جاؤ یہ شعر ہی بیت الغزل ہے اس زمین مین - اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ لوگ سمجہا رہے ہین اور یہہ اونکی بات کو کاٹ رہے ہین

غالب خستہ کی بغیر کونسی کام بند ہین روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیون

شاعر مرنے کے بعد اپنے احباب کو تسکین دیتا ہے زبان حال سے

غنچہ ناشگفتہ کو دور سے مت دکہا کہ یون یوسہ کو پوچہتا ہون مین منہ سے مجہے بتا کہ یون

یعنی مین نے جو پوچہا کہ بوسہ کیونکر لیتے ہین تو تم نے غنچہ ناشگفتہ کو دور سے دکہا دیا کہ دیکہہ بوسہ لینگی یہہ صورت ہے یہہ نہین کہ پاس آکر اپنے منہ سے بوسہ لیکر بتاؤ کہ یون لیتے ہین

پرسش طرز دلبری کیجئے کیا کہ بن کہے اوسکی ہر ایک اشارہ سے نکلے ہے ادا کہ یون

یعنی اوس سے دلبری کی طرز کو کیا پوچہون بن پوچہے ہر اشارہ اوسکا کہہ رہا ہے

کہ دیکھیہ دل یون لے لیتے ہین ؛ ؛ ؛

ہو کر کوچہ معشوق مین رہنا چاہیے

گر تری دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال — موج محیط آب مین ماری ہے دست و پا کہ یون

یعنی اگر تجھے یہہ خیال ہو کہ مبدا حقیقی تک پہونچکر کیونکر زوال شوق ہو جائیگا اور کس طرح اتحاد پیدا ہوگا تو موج محیط کو دیکھہ وہ بیتاب ہی ہے کہ اس طرح دست و پا مارتے مارتے آخر اتحاد ہو جاتا ہے جو کہ مرتبہ اطمینان و سکون کا ہے

ہو یہہ کہی کہ یکرختہ کیونکہ ہو رشک فارسی — گفتہ غالب ایک بار پڑھ لو اوسی سناکہ یون

کیونکر کے مقام پر کیونکہ اب ترک ہو گیا ہے

ردیف واو

سبزہ دل اگر افسردہ ہی گرم تماشا ہو — کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سی وا ہو

تنگ چشم ہونا حاسد کی صفات مین سے ہے اور (گرم تماشا ہو) یعنی دنیا کو دیکھہ حاصل یہہ کہ تجربہ کے بعد تجھے معلوم ہو جائیگا کہ حسد کرنا بے جا ہے دنیا مین دولت کیلئے کوئی سبب نہین دار و مدار ہے ہر جگہہ یہی حال ہے

بقدر حسرت دل چاہیے ذوق معاصی بھی — بہ زن اک گوشہ دامن کو آب ہفت دریا ہو

فارسی کی اصطلاح ہی کہ عاصی کو تر دامن کہتے ہین اور آب ہفت دریا سے کثرت معاصی کا استعارہ کیا ہے

گر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوی — کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

کف ہر خاک یعنی ہر کف خاک قمری بن جائے اس سبب سے کہ قمری کا رنگ خاکستری ہی

---

کعبہ مین جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین — بھولا ہون حق صحبت اہل کنشت کو

کعبہ گیا تو کیا ہوا کیا کہین بتکدہ کو مین بھولنے والا ہون

طاعت مین رہی نہ مے و انگبین کی لاگ — دوزخ مین ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

یعنی بہشت مین جو شہد و شراب کی نہرین ہین اوسکی طمع مین عبادت کی تو کیا اچھی جگہہ ہم نے دوزخ کو بنایا ہے

ہون حرف زن نہ کیون رہ و رسم ثواب سے — پیہا لگا ہی قطع تعلق سہ نوشت کو

یعنی اپنے مقدور ہی مین یہہ ہے کہ راہ ثواب سے منحرف رہین

غالب کچھہ اپنی سعی سی لہنا نہین مجھے — خرمن جلے اگر نہ ملخ کہا ہی کشت کو

مقام شکایت مین ریاضت کر ثمرہ کو لینا کہتے ہین ؛

وارستہ اس سے ہین کہ محبت ہی کیون نہو ۔ کیجی ہماری ساتھہ عداوت ہی کیون نہو

یعنی ہم اس خیال سے آزاد ہین کہ تم سے ضد کرین کہ محبت ہی ہم سے کرو مگر اگر محبت نہین کرتے تو عداوت ہی کرو لیکن کچھہ کی شرکت عداوت مین بھی ناگوار ہے

چھوڑا نہ مجھہ مین ضعف نے رنگ اختلاط کا ۔ ہے دل پہ بار نقش محبت ہی کیون نہو

شدت ضعف سے تاب اختلاط مجھہ مین نہ رہی کہ نقش محبت تک دل پہ بار رہے ۔ رنگ کا لفظ فقط تصویر کے مناسبات سے ہے ؛

ہے مجھکو تجھہ سے تذکرۂ غیر کا گلہ ؛ ہر چند بر سبیل شکایت ہی کیون نہو

کہتے ہین ہر چند کہ غیر کی شکایت کی لیکن اوسکا ذکر ہی کیون کیا ۔

پیدا ہوی ہے کہتے ہین ہر درد کی دوا ۔ یون ہو تو چارۂ غم الفت ہی کیون نہو

(یون ہو) یعنی لوگون کا یہہ کہنا سچ ہو تو مرض عشق کی چارہ سازی کیون نہو لیکن بیماری عشق کی کوی دوا نہین پھر کیونکر یقین مانین کہ ہر درد کی دوا پیدا ہوی ہے

؛ والا بہ یکی نے کسی سے معاملہ ؛ اپنی سی کہینچتا ہون خجالت ہی کیون نہو

یعنی یکی کا احسان ہے کسی کے احسان سے بچایا ۔ لوگون سے کچھہ اور نفع نہوتا تو خجالت تو اون سے ہوتی ۔ اب خجالت بھی مجھے ہے تو اپنی ہی سے ہے ؛

ہے وحشی بجای خود اک محشر خیال ۔ ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

یعنی خلوت مین بھی تو تصور وحشیانہ کا ہنگامہ گرم رہتا ہے وہ کیا انجمن سے کم ہے غرض کہ تخلیہ نفس بہت مشکل ہے اور خطرات قلب پر قابو پانا بہت دشوار ہے

عارفانہ شعر ہے

ہنگامۂ زبونی ہمت ہے انفعال ۔ حاصل نہ کیجی دہر سے عبرت ہی کیون نہو

یعنی کسی سے کچھہ حاصل کرنا اور احسان لینا باعث انفعال ہے اور یہ انفعال عین زبونی ہمت ہے ۔ یہہ قیاس منتج ہوتا ہے اس مقدمہ کا کہ کسی سے کچھہ حاصل کرنا پستی ہمت کا باعث ہے تو زمانہ سے کچھہ نہ حاصل کرنا چاہیے اور کچھہ نہین عبرت ہی کیون نہ سہی

وارستگی بہانہ بیگانگی نہیں ہے — اپنی ہی کر نہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہو

یعنی وارستگی و آزادی اسکا نام نہین ہے کہ بیگانگی و وحشت کا بہانہ کرلیا اور ہم سمجھے کہ دنیا سے آزاد ہوگئے - ارے بیگانگی و وحشت ہی کرتو اپنے نفس سے کر نہ غیر سے

مٹتا ہی فوت فرصت ہستی کا غم کوئی — عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہو

یعنی عبادت کا جو ثمرہ ہے اوس سے اور بڑھ کر انسان حاصل کرسکتا ہے یہہ محض عبادت مین اگر مہلت حیات کو صرف کردیا تو کیونکر اوسکا غم نہوگا یہہ فرصت ہستی

اوس فتنہ خو کی ڈر سے اب اوٹھتے نہین اسد — اس مین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہو

گو قیامت مین سب کا اوٹھنا ضرور ہے لیکن ہم اب نہ اٹھین گے - (اب نہ اوٹھینگے) اور (اب نہین اوٹھتے) اس طرح کے فعلون مین مطلب دونون فعلون کا ایک ہی ہوا کرتا ہے لیکن دوسرے فعل مین تاکید بھی نکلتی ہے کہ وہ پہلے مین نہین ہے

---

قفس مین ہون گر اچھا بھی نہ جانین میرے شیون کو — مرا ہونا برا کیا ہی نواسنجان گلشن کو

یعنی مجھے گرفتار محن اور سرگرم نالہ شیون دیکھہ کر جو لوگ کہ شاد و کام ہین وہ کیون نہ مجھ سے نفرت کرتے ہین اون کا مین کیا لیتا ہون

نہین گر ہمدمی آسان نہو یہہ رشک کیا کم ہے — نہ دی ہوتی خدایا آرزوی دوست دشمن کو

یعنی اگرچہ دشمن کو میرا ہمدم و یار دوست کا ہمدم ہونا مشکل ہے لیکن یہہ رشک کیا کم ہے میرے لئے کہ وہ بھی آرزوے دوست رکھتا ہے

نہ نکلا آنکھہ سے میری اک ستوان عمر اپنی — کیا سینہ مین جسنے چکان مژگان سوزن کو

سوزن سے سوزن غم مراد ہے جسکا مقام سینہ کے اندر ہے اور سوزن سے یہہ استعارہ نہ لین تو شعر عامیانہ ہوجائیگا جیسا ناسمجھ شعرا غیر واقعی باتین نظم کردیا کرتے ہین ہان اگر سینہ کی جگہہ سینا سمجھو تو استعارہ کی ضرورت نہین

خدا شرمائی ہاتھون کو کہ رکھتے ہین شکن اس مین — کبھی میری گریبانکو کبھی جانان کے دامن کو

یعنی رخصت کے وقت تو اوسکے دامن کو اور فراق کی حالت مین میرے گریبان کو

ابھی ہم قتلگہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین — نہین دیکھا سنا وہ جو کہ خون میں تیرتوں کو

معشوق کی خون ریزی مین اغراق کیا ہے کہ حد عادت سے خارج ہوگیا ہے۔

ہوا جو چاہے تیرے پاؤنکی زنجیر بننے کا — کیا بیتاب کان مین جنبش نے آہن کو

یعنی میری دیوانگی وہ مرتبہ رکھتی ہے جو کہ آہن کو آرزو ہے کہ زنجیر بنکر مجھ سے شرف پائے

ہو لفظ کان مین اعلان نون ہونا یہان برا معلوم ہوتا ہے ؎

خوشی کیا کہیے پر میرے اگر سو بار ابر آوے — سمجھتا ہون کہ دھونڈے ہے ابھی برسن کو

یعنی مراد آنے سے پہلے نامرادی کا سامان ہو جاتا ہے

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے — مری بت خانہ مین تو کعبہ مین گاڑو برہمن کو

یعنی وفاداری و پایداری ہر حال مین یہان تک کہ کفر مین بھی قابل قدر ہے ؎

شہادت تھی مری قسمت جو وی تیغ مجھکو — جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

تلوار استعارہ ہے ناز و ادا و جور و جفا سے اور گردن جھکانا کنایہ ہے گوار اکرنے سے

اور شہادت سے خون آزاد مراد ہے اور اگر معنی حقیقی ہران لفظون کو لین

تو شعر کا کوئی محصل نہین رہتا ؎

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بے خبر سوتا — رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

یعنی تعلقات دنیوی تکلیف و ستویش سے خالی نہین جدائی اوس سے ناگوار تو ہوتی ہے

لیکن راحت اسی مین ہے

سخن کیا کہہ نہین سکتے کہ جویان جواہر کے — جگر لیا ہم نہین کہتے کہ کھودو جا کے معدن کو

یعنی جگر کاوی کرکے شعر تر نکالنا معدن کو کھود کر جواہر نکالنے سے بہتر ہے ؎ ؎

مری سنکر سلیمان جاہ بے نسبت نہین بیجا — فریدون و جم و کیخسرو و دارا اب وہمن کو

یعنی یہہ سب کفار مین سے تھے ؎ ؎ ؎

---

دھونا ہون جب مین پینے کو اوس ستمگر کے پانو — رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو

اس مضمون کو مصنف نے محورلون کے محاورہ سے لگایا ہے وہ کہتی ہین خدا کرے

تیرا شوہر تیرے تلوے دھو دھو کر پیے اور پانی وار وار کر پیے یعنی بہت

چاہے ورنہ تلوے دھو کر پینا حقیقت مین کوئی انداز محبت نہین ہے اور اصل

اس محاورہ کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندؤن مین برہمن کے پاؤن کو پوجتے ہین اور اعمال پرستش مین سے یہہ بھی ہے کہ اوس کے پاؤن دہوکر پیئن اور اوس دہوون کو متبرک سمجھین عورتین جو دعا مین اس محاورہ کو استعمال کرتی ہین اوس سے غرض یہہ ہوتی ہے شوہر تیرا اس قدر چاہے کہ تیری پرستش کرے ۔

آج کل کے رسم خط مین پاؤن مین نون دادے سوخر لکھا جاتا ہے اور یہہ غزل اس اعتبار سے نون کی ردیف مین ہونا چاہیئے تھی لیکن بعض شعرائے دہلی کو اس مین اصرار ہے کہ پاؤن مین نون دادے مقدم ہے مگر قائم کے اس شعر مین عجب طرح سے پاؤن کا لفظ موزون ہوگیا ہے ؎ لوٹ کرتا ہے پاؤن سے سر کی تمیز پڑ ہی اپنی جگہہ پاؤن سر سے عزیز ۔ اب پہلی مصرع مین اگر پانو لکھین تو موزون نہین رہتا

دی ساوگی سی جان ۔ پڑون کو پک کے پانو ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئی پیرہن کے پانو

کسی کی مصیبت پر جوش محبت مین کہتے ہین کہ ہے ہے مین اوسکے پاؤن پڑون اور یہہ بڑے محاورہ کا لفظ ہے ۔ اور التجا کے لئے تو پاؤن پڑنا مشہور بات ہے ۔ اس شعر مین مرزا صاحب ہیہات کا لفظ ضلع کا بول گئے ہین مگر کیا کرتے مصرع مین ایک رکن کم پڑتا تھا

بھاگے ہے ہم ہیہات سواد سی کی سزا ہے ہو کر اسیر دابتے ہین راہزن کے پانو

اس شعر کے جو معنی کہ حقیقی ہین تو شاعر کا کلام نہین معلوم ہوتے ہان اگر یہہ سب باتین استعارہ سمجھو تو وہ بھی صاف نہین ہے ؎

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور تن سی سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پانو

اس شعر مین اور اس سے قبل کے شعر مین مطلب یہہ ہے کہ جس چیز سے بہاگتے ہین اوسی کا سامنا ہوتا ہے اور جس آفت کی چارہ جوئی کرتے ہین اوسی مین پھنستی ہین ؎

اللہ ری ذوق دشت نوردی ۔ کہ بعد مرگ ہلتی ہین خود بخود مری اندر کفن کے پانو

حالت ذوق و شوق مین خود بخود پانون کا ہلنا خلقت و فطری بات ہے اور مصنف نے سب سے پہلے اسے نظم کیا ہے ؎

ہی جوش گل بہار مین یان تک ۔ کہ ہر طرف اڑتی پھری ہوا مین ہے مرغ چمن کے پانو

یعنی اس قدر نشو و نما ہے کہ فضائے جو مین طائرون کے پاؤن رگ گل مین الجھتے
ہین اور پاؤن الجھنا کنایہ اس سے بھی ہے کہ باغ پر سے جو طائر گزرتا ہے
اوسکا آگے بڑہنے کو جی نہین چاہتا اور نہین گر پڑتا ہے

شب کو کسی کی خواب مین آیا نہو نہین — دکھتے ہین آج اوس بت نازک بدن کے پانو

نزاکت کے بیان مین اغراق ہے کہ خواب مین جانے سے پاؤن دکھتے ہین

غالب کے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو — پیتا ہون دہو کی خسرو شیرین سخن کی پانو

شیرین سخن خسرو کے ضلع کا لفظ ہے

---

واں اوسکو ہول دل ہی تو یان مین ہیں شور سا — یعنی یہہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو

دسواسی و خفقانی ہونا ادائے معشوقانہ ہے

اپنی کو دیکھتا نہین ذوق ستم تو دیکھہ — آئینہ تا کہ دیدۂ نخچیر سے نہو

جب تک چشم نخچیر کا آئینہ نہو وہ ستمگر آرایش نہین کرتا اور اپنی صورت نہین دیکھتا

---

واں پہونچکر جو غش آتا پے ہم ہے ہم کو — صدرہ آہنگ زمین بوس قدم ہی ہمکو

یعنی پاؤن کا یہہ سلوک دیکھکر آئینہ کو جو معشوق مین لے آئے اوسکا بوسہ لینے کے لئے
مجھے پیہم غش آتا ہے اور غش آنیکی سو صورتین ہین غرض کہ سو سو طرح سے اپنے
قدم کی زمین بوسی کرنیکو جی چاہتا ہے لفظ پیہم باضافت و بلا اضافت دونون طرح
صحیح ہے لیکن اردو کا محاورہ یہی ہے کہ اس لفظ کو بے اضافت بولتے ہین
فارسی عربی کے جتنے لفظ ذو وجہین ہین اون مین محاورہ اردو کا اتباع کرنا ضرور
ہے ورنہ مخل فصاحت ہوگا

دل کو مین اور مجھہ دل محو وفا رکہتا ہی — کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہی ہم کو

یعنی مجھے دل اور مین دل کو چاہتا ہون کہ گرفتار وفا رہے

ضعف سی لقمہ بے موے ہے طوق گردن — تیری کوچہ سی کہان طاقت رم ہی ہمکو

جس نا توان کی گلے مین ایسا بھاری طوق پڑا ہو وہ اپنی جگہہ سے کہان ہل
سکتا ہے

جان کر کیجے تغافل کہ کچھہ امید بھی ہو — یہہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

یعنی مجھے اپنا عاشق جان کر تغافل نہ کیجو تو کچھہ رحم آجانیکی امید بھی ہو لیکن ایسی نگاہ ناآشنا یا نہ تو میرے لئے زہر ہے ؛؛

رشکِ سم طرحی و درد اثر بانگ حزیں — نالۂ مرغ سحر تیغ دو دم ہے ہم کو

ایک باڑہ اس تلوار پر رشکِ ہم زبانی ہے اور دوسری باڑہ خود اسکی فریاد کا درد ہے

سر اوڑانیکے جو وعدہ کو مکر رچاہا — ہنس کے بولے کہ تری سر کی قسم ہے ہم کو

یعنی تری سر کی قسم تیرا سر اوڑا دینگے یا یوں سمجھو کہ تیرا سر اوڑانیکی تو قسم ہے ہم کو یعنے تیرا سر نہ اوڑاوینگے ؛؛

دل کے خون کرنیکی کیا وجہ — ولیکن ناچار — یار بے روتقی دیدہ اہم ہے ہم کو

یعنی اشک خونین آنکھون مین نہونے سے انکہین بے رونق رہتی ہین اگر یہ خیال نہوتا تو دل کو خون کرنے کی اور کوئی وجہ نہ تھی ؛

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو — ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

یعنی مین ایسا ناتوان ہون کہ سر سے تمنی ہاتھہ کھینچکر تغافل کیا تو مین اوسے بھی ستم سمجھا اور تم ایسے نازک ہو کہ فریاد سے مین زبان روک کر خاموش ہو رہا تو تم اوسے بھی فریاد سمجھے ؛؛

لکھنؤ آنیکا باعث نہین کھلتا یعنی — ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر — عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو

لئے جاتی ہی کہین ایک توقع غالب — جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

مصرع آخر سے اس قطع کا مطلب یہ ہے کہ کسی امید پر کہین جاتے ہے اشائے راہ مین لکھنؤ مین بھی ٹہیرے اور یہہ غزل کہی تعجب ہے کہ غالب سا شخص لکھنؤ سے شہر مین آئے اور کچھہ اسکا ذکر کسی سے وہان سننے مین نہین آیا کہ کب آئے اور کہان آئے اور کیا ہوا ؛؛

---

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو — مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

تم جانو تمہارا کام جانے ہمین کچھہ دخل نہین لیکن غیر کی ملاقات مین ہم سے ترک
ملاقات کا کیا سبب ہے

بچتے نہین مواخذۂ روز حشر سے قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

یعنی تم نہین بچتے اور یعنی میرا قاتل ہے مطلب یہہ کہ تم گواہی مین پکڑے جاؤگے
اگر قتل کے الزام سے بچ رہے

کیا وہ بھی بیگنہ کش و حق ناشناس ہین مانا کہ تم بشر نہین خورشید و ماہ ہو

ردیف و قافیہ شاعر کو مجبور کرتا ہے تو پہلے نیچے کا مصرع لکھ لے اسی سبب سے (وہ)
کی لفظ مین اضمار قبل الذکر پیدا ہوگیا ہے یہہ ضمیر خورشید و ماہ کی طرف
ہے

اوبھرا ہوا نقاب مین ہے انکی ایک تار مرتا ہون مین کہ یہہ نہ کسی کی نگاہ ہو

یعنی معشوق پر کسی کی آنکھہ ڈالنا گوارا نہین تار نقاب پر بھی نگاہ رقیب کا وہم گزرتا ہے
اس وہم کا بیان اور طرح سے بھی ہوسکتا تھا مگر مصنف نے تار نقاب کو اختیار
کیا کوئی وجہ ترجیح کی نہین معلوم ہوتی مثلاً بیٹھو شعاع روزن در سے ذرا الگ ہو مرتا
ہون مین الخ - عارض پر اون کے پڑتی ہے عقد گہر کی چھوٹ ہو مرتا ہون مین الخ -

جب بیکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگھہ کی قید مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

جس جگہہ لطف زندگی تھا جب وہی جگہہ چھٹ گئی تو پھر اب کہین جانیکا انکار نہین رہا
حاصل زمین یہی شعر ہے

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست لیکن خدا کرے وہ تیرا جلوہ گاہ ہو

سب درست ہے یہہ مطلب ہے کہ ہمین اوسکی خوبی مین کلام نہین سوا اسکے کہ اگر دیدار
ہو تو ہمین بہشت کی کچھہ ضرورت نہین

غالب ہی گر نہو تو کچھہ ایسا ضرر نہین دنیا ہو یا رب اور مرا بادشاہ ہو

یعنی میری عمر ہی بادشاہ کو ملے

---

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو کہے سے کچھہ نہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

اس غزل کے اکثر شعر دون مین کیونکر ہو لکھنو کے محاورہ سے الگ ہے - بیان

کیونکر ہو مصنف نے اہل دہلی کی طرح کیا ہو کی جگہہ پر کہا ہے یعنے اب وہ دن نہین رہے جو ہم کہا کرتے تہے دیکھین اون سے گفتگو ہو تو کیا ہو - کہہ سن چکے اور کچھہ نہوا اب پھر کہین تو کیا ہو دوسرا پہلو یہہ بہی ہے کہ جب کہے سے کچھہ نہوا تو پھر بتاؤ اب کیا ہو اور اب کیا کرین

ہماری ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال کہ گر نہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

یعنی اسی فکر ہی مین ہم خوش رہتے ہین وصال کہی نصیب نہین ہونا ؎ ؎

ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے حیا ہے اور یہی گومگو تو کیونکر ہو

اس شعر مین کیونکر ہو کی جگہہ کیونکر بنے) محاورہ مین ہے یعنی بےادب کے ساتہہ کشمکش روکے ہوے ہے اور معشوق کو حیا ہے پھر بات کیونکر بنے ؎

تمہین کہو کہ گزارا صنم پرستون کا بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

یعنے جیسی تمہاری خو ہے اگر بتون کی ایسی ہی خو ہو تو گزارا کیونکر ہو ؎

الجہتے ہو تم اگر دیکہتے ہو آئینہ جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

یعنے آئینہ مین اپنے عکس کو تو دیکہہ کر تم الجہتے ہو اگر شہر مین تمہاری صورت کے دو ایک اور ہون تو کیونکر بنے - یہان بہی کیونکر ہو مصنف نے کیونکر بنے کی جگہہ پر کہا ہے

جسے نصیب ہو روز سیاہ میر وہ شخص دن کہی رات کو تو کیونکر ہو

کیونکر ہو یعنے کیونکر بنے مطلب یہہ ہے کہ میر وہ دن کسی کہے اس سبب سے کہ ایسی روز سیاہ کو دن کہتے نہین بن پڑتا

ہمین سے اپنے اسید اور اونہین ہماری قدر ہماری بات ہی پوچہین نہ وہ تو کیونکر ہو

یعنی ہمین اسید کیونکر ہو اور اونہین قدر کیونکر ہو - بندش مین تعقید ہے - اور وہ کی ہ کو قافیہ کے لئے واو بنا لیا ہے اس لئے کہ یہہ ہ تلفظ مین نہین ہے بلکہ اظہار حرکت ماقبل کے لئے ہے جیسی ہ لالہ و زالہ و نہ وکہ وغیرہ مین ہے تو دوسرا واو محض اشباع حرکت سے پیدا ہوا ہے اور وہی یہان حرف روی ہے جس طرح دریا کا قافیہ لالہ کرین اور حرکت لام کے اشباع سے جو الف پیدا ہو وہی حرف روی قرار دین لیکن میر کی زبان پر (وہ) کا لفظ بفتح واو تہا اور (ہ)

ملفوظ ہی یہہ شعر اوسکا شاہد ہے ۔ ؎ کہتا ہے کون تجھکو یان یہ نکر تو وہ کر ؛
پر ہو سکے تو پیار ہو دلمین ہی نیٹ جگھہ کر ؛

غلط نہ تھا ہمین خط پر گمان تسلی کا نہ مانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو

یعنی اوسکے پاس سے خط آنا باعث تسلی ہم سمجھتے ہے لیکن چشم دیدار طلب مانے
تو کیون کر تسلی ہو

بتاؤ اوسکی مژہ کو دیکھ کر کہ مجھکو قرار یہ نیش ہو رگ جان مین فرو تو کیونکر ہو

اردو کے مذاق مین مژہ کی (ہ) کا گرنا برا معلوم ہوتا ہے ۔ مصنف نے میان فارسی
گویون کا اتباع کیا ہے اس شعر مین نہایت تعقید ہے اسکو نثر مین یون کہینگے
کہ اوسکی مژہ کو دیکھ کر یہہ بتاو کہ ایسے نشتر رگ جان مین فرو ہون تو قرار
مجھکو کیونکر ہو

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

دوسرا مصرع حضور کا ہے اور زمین فرمائشی ہے جس مین قافیہ ندارد ۔ مصنف نے
کمال کیا کہ اس زمین مین نمایش کو پورا کیا لیکن یہہ یاد رکھنا چاہیے کہ اوستاد کامل
کے لئے سب کچھہ روا ہے ورنہ گفتگو اور کہو اور رو اور دیدار جو اور غالبہ ہو
وغیرہ قافیون سے احتراز کرنا بہتر ہے

---

کرے کوئی ہمسے کیا دل کی نواسنج فغان کیون ہو نہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

یعنی کسی پر عاشق ہوکر پھر اوسکی فریاد کرنا کیا معنے

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہم سے سرگران کیون ہو

اس نظم نے وہ بندش پائی ہے کہ نثر مین بھی ایسے برجستہ فقرے نہین ہو سکتے ؛

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو نہ لاوے تاب جو غم کی وہ سیر ارزان کیون ہو

محبت سے غمخوار کی شفقت مراد ہے ۔ اس شعر مین مصنف کے انشا پردازی داد طلب ہے
کیا جلد جبر سے انشا کی طرف تجاوز کیا ہے (گیا غمخوار نے رسوا) بس اتنا ہی جملہ جبریہ ہے
اور باقی شعر انشا ہے یعنی (لگے آگ اس محبت کو) کو سنا ہے اور دوسرا مصرع
سارا ملامت و سرزنش ہے ۔ دوسرا امر وجوہ بلاغت مین سے مضمون ہی

تعلق رکھتا ہے یعنی اپنے غم دل کی حالت بکنایہ ظاہر کی ہے جسکے سننے سے غمخوار
ایسا بیتاب و مضطرب ہوا کہ اوس کے اضطراب سے راز عشق فاش ہوگیا۔ جرات
و مبدم دیکھ دیکھ روتا ہے ہمارے ڈالے ہی ہمنشین تو ہین ڈوبے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

یہہ شعر رنگ و سنگ مین گوہر شاہوار ہے ایک نکتہ یہہ خیال کرنا چاہئے کہ یہان مخاطب
کے لئے دو لفظون کی گنجایش وزن مین ہے ایک تو (بے وفا) دوسرے (سنگدل)
اور بے وفا کا لفظ بھی سناسبت رکھتا ہے معنیً اور لفظاً۔ اس سبب سے کہ اول شعر
مین وفا کا لفظ گزر چکا ہے اور سنگدل کا لفظ بھی معنیً وہی سناسبت رکھتا ہے
اور لفظاً بھی ویسی ہی سناسبت ہے۔ اس سبب سے کہ آخر شعر مین سنگ آستان کا لفظ
موجود ہے لیکن مصنف نے لفظ بے وفا کو ترک کیا اور سنگ دل کو اختیار
کیا باعث رجحان کیا ہوا۔ باعث ترجیح یہان نزدیکی ہے اور لفظ بے وفا کو دوری ہے
بہت دوری ہی

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

اس قدر معانی ان دونون مصرعون مین سماگئی ہین کہ اوسکی تفصیل یہان لطف سے
خالی نہین ہے (۱) ایک طائر چمن اور نشیمن سے جدا ہوکر اسیر ہوگیا ہے (۲) اس مضمون
پر فقط ایک لفظ قفس اشارہ کر رہا ہے۔ (۲) اوس نے اپنی آنکھون سے باغ مین
بجلی گرتی ہوے دیکھی ہے اور قفس مین بیتردد ہے کہ بجانے آشیانہ بچایا
جل گیا) اس تمام معانی پر فقط کل کا لفظ دلالت کر رہا ہے۔ (۴) ایک اور طائر
جو اوسکا ہم صفیر و ہمدم ہے وہ اسسے کسی درخت پر اگر بیٹھا ہے اور اسیر
قفس نے اوس سے روداد چمن کو دریافت کرنا چاہا ہے مگر اس سبب سے کہ اسکا
نشیمن جل گیا ہے طائر ہم صفیر مفصل حال کہتے ہوے پس و پیش کرتا ہے کہ
اس آفت اسیری مین نشیمن کے جلنے کی خبر کیا سناؤن) اس تمام مضمون پر
فقط یہہ جملہ دلالت کرتا ہے کہ مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم۔ (۵) علاوہ
اس کثرت معانی کے اوس مضمون نے جو دوسرے مصرع مین ہے تمام واقعہ
کو کیسا دردناک کردیا ہے یعنی جس گرفتار قفس پر ایک ایسی تازہ آفت و بلائے

آسمانی نازل ہوی ہے اوس نے کیسا اپنے دل کو سمجھا کر مطمئن کر لیا ہے کہ باغ مین
ہزارون آشیانہ ہین کیا میرے ہی نشیمن پر بجلی گری ہوگی - یہہ حالت ایسی ہے
کہ دیکھنے والوکا اور سننے والونکا دل کڑہتا ہے اور ترس آتا ہے اور یہہ ترس
آجانا وہی اثر ہے جو شعر نے پیدا کیا ہے غرضکہ یہہ شعر ایک مثال ہے
دو بڑے جلیل الشان مسئلون کی جو کہ آداب کاتب و شاعر مین اہم اصول
ہین - ایک مسئلہ تو یہہ کہ خیر الکلام ماقل و دل اور دوسرا مسئلہ یہہ کہ - الشعر
کلام منقبض النفس و منبسط - اور یہان انقباض خاطر کا اثر پیدا ہوا ہے سخن ہو
یہہ کہہ سکتی ہو ہم دل مین نہین ہین پریہ تبلاؤ کہ جب دل مین تمہین تم ہو تو آنکھو سے نہان ہو

یہہ پہلے مصرع مین استفہام انکاری ہے یعنی یہہ تو تم نہین کہہ سکتی کہ ہم دل مین نہین ہین سخن ہو
غلط ہی جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہی نہ کھینچو گر تم اپنی کو کشاکش درمیان کیو ہو

یعنی جذب دل اوہر کھینچتا ہے تم اودہر کھینچتے ہو یہہ وجہ ہے شاکش کی
یہہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہی ہوی تم دوست جس کی دشمن اوسکا آسمان کیو ہو

یعنی تمہارا کسی پر مہربان ہونا اور دوست بننا اوسکی خانہ ویرانی کے لئے کیا کم ہے
کہ فلک بھی اوس کے ساتھہ دشمنی کرے - یہ فتنہ مراد ہے معشوق کی دوستی ہونے
ہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین عدو کی ہو لی جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

عدو کے معشوق بنکر میری محبت کا آزمانا نہین ہے بلکہ مجھے ستانا منظور ہے
کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کی ملنی مین رسوائی بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

فقط خاطر سے کیون ہو اس مقام پر مصنف نے استعمال کیا ہے ورنہ ایسے مقام
پر یون کہتے ہین کہ رسوائی کیون ہونے لگی تاہم بندش اسکی سحر کے مرتبہ
نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے لوغ تک پہونچ گئی ہے تری بے مہر کہنے کی وہ تجھہ پر مہربان کیون ہو

یعنی تو اوسی طعنے دے دیکر نکالتا ہے کہ وہ تجھہ سے ٹل جاے - ایسا نہین ہوگا -

---

رہی اب ایسی جھگڑ چل کر جہان کوئی نہو ہم سخن کوئی نہو اور ہم زبان کوئی نہو

اب کا لفظ یہ کہہ رہا ہے کہ جو لوگ ہمدم و ہم سخن اور ہمسایہ و ہم وطن تھے

اون سے رنج پہنچا ہے

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہئے  کوئی ہمسایا نہو اور پاسبان کوئی نہو

جب در نہین تو پاسبان کیون ہونے لگا اور دیوار نہین تو ہمسایہ کیونکر ہوگا

پڑ رہے گر بیمار تو کوئی نہو تیماردار  اور اگر مر جایئے تو نوحہ خوان کوئی نہو

یعنی جن سے رنج پہونچ چکا پھر اونکے بیمارداری اور نوحہ خوانی ہی اپنی لگوا رہنے

---

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ  طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

یعنی عالم مین رنج و رنج اور دل و دل باہمدگر آئینہ ہین یعنے اسکو اوس مین اپنی صورت دکہائی دیتی ہے اور اوسکو اس مین غرض یہہ ہے کہ سارا عالم سمجہ بوجہ وہ احد ہے اور ایک کو دوسرے سے غیریت نہین یہہ اوس مین اپنی تئین اس طرح دیکہتا ہے جیسے آئینہ مین کوئی دیکہے جب یہہ حالت ہے تو طوطی جس طرف رخ کرے آئینہ سا سامنے موجود ہے اور طوطی محض استعارہ ہے مراد اس سے وہ شخص ہے جسے یہہ اتحاد دکہائی دے اور وجد و حال مین ترانۂ انا الحق بلند کرے ؛؛

---

ہی سبزہ زار ہر در و دیوار غم کدہ  جس کی بہار یہہ ہو پہر اوسکی خزان نہ پوچہہ

کہتے ہین میرے غم کدہ کی فصل بہار یہہ ہے کہ در و دیوار سبزہ زار بن گیا ہے اب یہہ تصور کرنا چاہئے کہ مکان کے دیوارون پر سبزہ کس حالت مین اوگتا ہے ۔ مدتون ڈہنڈہار پڑا رہے سالہا سال کی برسات نہین چہتین سہندم ہو جائین دیوارون پر بارش کی اور دہوپ کی کچہہ روک نہ رہے جب کہین جا سبزہ اتنا بلند ہو کر لہلہاتا ہے پہر جب بہار اس آفت کی ہو تو خزان مین کیا کچہہ غلبت نہو گے

ناچاریکسی کی یہی حسرت اوٹہائیے  دشواری رہ ستم ہمراہان نہ پوچہہ

یعنی ہمرہون کے ہاتہہ سے جو ستم کہ مجہہ پر ہوتا ہے اوس سہیت کہا کا کٹنا راہ دشوار ہے کہ اوسکی دشواری کچہہ نہ پوچہہ حسرت ہوتی ہے کہ کاش کے ہم یکس و تنہا ہوتے ۔ ایک نسخہ یون ہے کہ دشواری رہ و ستم ہمراہان نہ پوچہہ ۔ اور

یہہ اوس سے صاف ہے اور زیادہ تر قریب بہ فہم ہے

ردیف ی

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اوٹھائیے  طاقت کہان کہ دید کا احسان اوٹھائیے

نازک دماغی اور نازک مزاجی شاعر کے لئے مخصوص ہے اور اسکے متعلق مضامین نازک وہ پیدا کیا کرتے ہین مطلب یہہ ہے کہ ہمارا دماغ نازک اسکا تحمل نہین رکھتا کہ نظارہ کا احسان اوٹھاسکے ہمین دنیا کی سیر و تماشا سے آنکھہ بند رکھنی ہی مین مزا ملتا ہے

ہی سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق  یعنی ہنوز منتِ طفلان اوٹھائیے

فرہاد اور حکیمانہ وغیرہ کو برات کہتے ہین یعنی جنون کا کنایہ معاش سنگ پر ہے غرض یہہ ہے کہ جنون کی معاش سنگ طفلان مقرر ہوی ہے۔

دیوار بارِ منتِ مزدور سے ہے خم  ای خانماں خراب نہ احسان اوٹھائیے

ای خانہ خراب اپنی گھر کی دیوار کو دیکھہ یقین مان کہ اسکے خم ہونیکی کوئی اور وجہہ نہین ہے محض بار احسان مزدور نے اسے جھکا دیا ہے اس سے عبرت کر اور کسی کا احسان نہ اوٹھا کہ یہہ بار قابل برداشت نہین ہے دیوار کا خم ہونا اور بھہ بار احسان سے دونون باتون مین صنعت ادعائے شاعرانہ ہے

یا سیرِ زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجئے  یا پردۂ تبسمِ پنہان اوٹھائیے

یعنی یا تو ایسا کیجئے کہ رشک کے سبب سے جو میرے دل مین از غم خندان پڑتے ہین انکو رسوا نہ کیجئے یا ترتیب کے ساتھہ پردہ مین چھپ چھپ کر ہنسنا چھوڑ دیجئے

---

مسجد کے زیرِ سایۂ خرابات چاہئے  بھون پاس آنکھہ قبلۂ حاجات چاہئے

آنکھہ کی بیخانہ سے اور بھون کی خراب مسجد سے تشبیہ مشہور ہے مصنف نے یہان جدت یہ کی ہے کہ اوس تشبیہ کا عکس لیا ہے۔ قبلۂ حاجات مسجد کے ضلع کا لفظ ہے لیکن بڑے محاورہ کا لفظ ہے اور بات یہہ ہے کہ جہان محض ضلع بولنے کے لئے محاورہ مین تصرف کرتے ہین وہان ضلع بُرا معلوم ہوتا ہے اور جب محاورہ پورا اوترے تو یہی ضلع بولنا حسن دیتا ہے اور

ہر صنعت لغزش کا یہی حال ہے

عاشق ہوے ہیں آپ بھی اک دن مگر آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیئے

لکھنو کے شعرا معشوق کا دوسرے پر عاشق ہونا نہیں باندھتے اور یہ مضمون بھی انکے تبرد کا میں سے ہے اور انکی نظر میں بھیکا ہے۔

دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی ہاں کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیئے

یعنے بہت سی حسرتیں تو نہ نکلیں کوئی آرزو تو بر آوری کر۔

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے

مصوری کہنا یہ شاعری سے مگر عاشق مزاجوں کے فنون میں مصوری بھی ہے شاعری بھی ہے۔ داستان گوئی بھی ہے مبدلہ سنجی بھی موسیقی بھی ہے یعنے دہر یہ گانا یا میں بجانا اسکے علاوہ چوسر اور گنجفہ ایک فن جداگانہ ہے پھر اہل خرابات میں سے ہونا بھی شرط ہے جب اس زور سے آراستہ ہوئے تو حسینوں کی صحبت میں پہونچنے کے ذریعے سب حاصل ہو گئے ایک بڑا فن یہاں سے شروع ہوا جسکے ابواب یہ ہیں حسن خطاب نزد جواب اظہار فخر و ناز نشست و برخاست کا انداز چشم و ابرو کو پہچاننا چہرہ سے دل کا حال جاننا مزاجدانی کی باتیں کرنا نازک مزاجی سے ڈرانا جسپر چاہنا اوپر چوڑ مارنا جسپر چاہنا اوپر دلسوزانہ عرض حال یعنی دونا تعریف حسن میں غش کھانا ملاپ میں خوش اختلاطی اور دل لگی لگاؤ میں ضد اور جلی کٹی چھیڑ چھیڑ کر زبان کھلوانا ستانا کر طرز ستم سکھانا لبھانے کی باتیں سنانے کی گھاتیں نعوذ باللہ من البحر والخرافہ

می سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

یعنے بیہوشی و بیخودی میں غم بھلا رہتا ہے۔

شور و نما ہے اصل سے غالب فرو مگو خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیئے

ہے رنگ لالہ و گل و نسرین جدا جدا ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیئے

سر پائے خم پہ چاہیئے ہنگام بیخودی رو سوے قبلہ وقت مناجات چاہیئے

یعنے بحسب گردش پیمانہ صفات عارف ہمیشہ مست مے ذات چاہیئے

اس قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم احسام کا سبد جسم و جسمانیہ سے منزہ ہے اور اس عالم سے باہر ہے جیسے درخت کی شاخیں سب جڑ سے پھوٹ کر نکلی ہیں لیکن

جو چھپی ہوئی ہے۔ دوسری تمثیل یہ ہے کہ جو بات ہے وہ خاموشی ہی سے نکلی ہے یعنے پہلے معنی اُسکے ذہن مین آئے ہین اُسکے بعد اُس سے بات پیدا ہوئی ہے اور خود معنی پوشیدہ ہین۔ تیسری تمثیل یہ ہے کہ باغین رنگ رنگ کے پھول ہین اور ہر رنگ مین وجود بہار کا اثبات ہوتا ہے اور خود بہار آنکھون سے اوجھل ہے۔ اسکے بعد کہتے ہین کہ گلہاے رنگارنگ سے یہ سبق لینا چاہیے کہ ہر رنگ مین انسان اپنے مبدء کو ثابت کرے کبھی نشہ مے مین سرشار رہے کبھی زاہد شب زندہ دار رہے یعنے یہ سب رنگ ذات کے صفات مین سے ہین اور ہر ہر صفت اپنے اپنے وقت پر ظہور کرتی ہے اور وجود ذات کی گواہی دیتی ہے۔ خاموشی کی ی وزن مین نہین سماتی۔ اس سے مصنف کا یہ مذہب ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی لفظ کے بھی آخر مین سے نظم اردو مین حروف علت کا گرجانا وہ جائز سمجھتے تھے مگر سارے دیوان بھر مین الف کو یا و واو کو مصنف نے لفظ فارسی سے نہین گرنے دیا ہے۔ اس مسئلہ مین لکھنؤ کے شعراے معتبر اختلاف کرتے ہین اور فارسی گویون کی طرح ی کا گرانا بھی جائز نہین سمجھتے اور ناسخ کے زمانہ سے یہ امر متروک ہے۔ قول فیصل اس باب مین یہ ہے کہ جب بر وقت محاورہ اور اشاے گفتگو مین بہت جگہ حروف علت کا تلفظ مین سے گرا دیتا ہم لوگون کی عادت مین ہے اور اُسمین لفظ فارسی و ہندی کا امتیاز نہین کرتے تو وزن شعر مین گرانے کو کون مانع ہے اور ہر زبان مین شعر کا مدار محاورہ پر ہے ناسخ مرحوم نے محض فارسی پر قیاس کر کے اسکے ترک کا حکم دیا تھا لیکن یہ قیاس صحیح نہین یہ کیا ضرور ہے کہ جو امر فارسی والون کی زبان پر ثقیل ہے اردو مین بھی ثقیل ہو اور یہی وجہ ہے کہ خواجہ حیدر علی آتش مرحوم اور میر انیس مغفور نے اسکی پابندی نہین کی اور حروف علت کے گرانے مین لفظ فارسی و اردو کا امتیاز نہین کیا مگر یہ امر البتہ عجیب ہے کہ مصنف نے الف اور واو مین تو پابندی کی اور ی کو گرا دیا حال آنکہ یاے معروف کا اور اسیطرح واو معروف کا خواہ لفظ فارسی مین ہو خواہ کلمہ ہندی مین ہو وزن مین سے گرجانا زبان اردو پر ثقیل ہے۔ اور واو اور یاے مجہول کا گرانا ثقیل نہین ہے۔ بلکہ روابط مین سے گرانا تو فصیح ہے۔ اور الف کے گرانے نہ گرانے کا مدار محاورہ پر ہے۔ جوی اور رواو کہ ماقبل مفتوح ہین انکا گرانا بالشہادت محاورہ اردو مین ثقیل ہے جیسا کہ فارسی مین ثقیل ہے۔ واو مجہول کو فارسی والے بھی اکثر

لفظون سے گراتے ہین لیکن یاے مجہول کو وہ اس سبب سے نہین گراتے کہ ی کے گرنے سے اور زیر کے باقی رہ جانے سے اضافت کے ساتھ التباس ہوجاتا ہے اور ہماری زبان مین ویسی اضافت نہین ہے اس سبب سے یاے مجہول کا گرانا ہماری زبان مین قبیل نہین ہے البتہ اگر منادی مین یاے مجہول ہو اور حرف ندا محذوف ہو تو اُس ی کا گرنا بُرا معلوم ہوتا ہے مثلاً جرأت کے اس شعر مین سے ؎ کس مزہ سے یہ باظہار وفا اُسنے کہا + مت بنا بات نہین اب تری جھوٹی وہ آنکھ۔ اگر ی کو گرادین اور مصرع کو یون کردین ع مت بنا بات نہین اب تری جھوٹی وہ آنکھ تو دیکھو کیا بُرا معلوم ہوتا ہے۔

---

بساطِ عجز مین تھا ایک دل کتنی لہو وہ بھی — سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی

اردو کی زبان تحمل نہین ہے کہ چکیدن کا لفظ اُس مین لائین مگر مصنف پر فارسیت غالب تھی اس سبب سے وہ نامانوس نہ سمجھے۔

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے — تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

پہلے تکلف کے معنی بناوٹ اور تصنع اور دوسرے تکلف سے مراد لحاظ و پاس خاطر جو دلسے نہو اور تصنع ہو یعنے اگر اُسے جنون نہ کہون تو گویا اپنے سے آپ تکلف کیا

خیالِ مرگ کب تسکین دل آزردہ کو بخشے — مرے دامِ تمنا مین ہے اک صید زبون وہ بھی

بخشیدن فارسی مصدر ہے اُس سے اُردو مین بخشنا بنالیا ہے جیسے بخشنا اور تجویز نا اور خریدنا مگر ایسے لفظ کے استعمال کو کسیقدر غیر فصیح سمجھتے ہین۔ اس شعر مین تمنا کی تشبیہ جال سے اور خیال مرگ کی تشبیہ ایک مرغ شکار سے محسوس کی غیر محسوس سے تشبیہ ہے اور پھر وجہ شبہ مرکب اس سبب سے تشبیہ بدیع ہے۔

نکوتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم — کہ ہوگا باعث افزایش دردِ دروں وہ بھی

پہلا مصرع محاورہ مین ڈہلا ہوا ہے لیکن دوسرے مصرع پر فارسیت بے طرح غالب آئی ہے ہمدم کا لفظ نالہ کے مناسب ہے ورنہ یہان (پہلے) کا لفظ یا (نامیع) کا لفظ بھی کھپ سکتا تھا۔

نہ اتنا برشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ — مرے دریاے بیتابی مین ہے اک موج خون وہ بھی

قتل ہوتے وقت تڑپنے کے عالم مین یہ خطاب ہی اور تیغ جفا سے خود وہ تلوار مراد ہے جس سے قتل ہو رہا ہی اور جس سے جفا ہو رہی ہے مگر موج کی تشبیہ تلوار سے متبدل ہی اُسی دریا کی بیتابی کی موج خون کمسکر حدت پیدا کی ہی۔ حاصل یہ کہ تمھاری ایک تلوار کیا چیز ہی میرا دریا بیتابی جو موجزن ہو رہا ہی تو سیکڑون ایسی تلوارین مجھپر چل رہی ہین۔

می عشرت کی خواہش ساقی گردون سے کیجے — لے بیٹھا ہی اک دو چار جام واژگون بھی

ایک دو چار سات آسمان ہوئے۔

مرے دلمین ہی غالب شوق وصل و شکوہ ہجران — خدا وہ دن کرے جو اُس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

لفظ غالب یہان دونون معنی رکھتا ہی۔

---

ہی بزم بتان مین سخن آزردہ لبون سے — تنگ آئی ہین ہم ایسے خوشامد طلبون سے

سخن کو خوشامد کہا ہی یعنے محفل معشوق مین سخن میرے لب سے روٹھ گیا ہی چاہتا ہے خوشامد کرکر تو لب تک آئے غرض یہ ہی کہ معشوق کے سامنے بات منہ سے نہین نکلتی یا معشوقون کو خوشامد طلب کہا ہی کہ انکی خوشامد کرتے کرتے سخن لبون سے بیزار ہو گیا ہی۔

ہی دور قدح وجہ پریشانی صہبا — کیا رلگا دو خم می میرے لبون سے

دور مین پریشانی صہبا ہونا ظاہر ہی کہ جو جو شریک دور ہی وہ پیئے گا اور شراب تقسیم ہو جائیگی اور تقسیم کو پریشانی لازم ہی اور جب ایک ہی شخص سب شراب پی لے تو شراب پریشانی سے بچ جائیگی جسطرح خم مین ایک جگہ تھی اُسی طرح اب دو مینا مین ایک ہی جگہ رہیگی۔ کثرت میخواری مین مبالغہ کرنا شعرا کی عادت قدیم سے چلی آتی ہی مصہ نے بھی تقلید اُنھی کی یا درنہ یہ معنمون کوئی لطف نہین رکھتا۔

رندان درمیکدہ گستاخ ہین زاہد — زنہار نہونا طرف بے ادبون سے

اے زاہد یہ رند جو میخانہ کے دروازہ پر بھیڑ لگائے ہوئے ہین بہت گستاخ ہین زنہار ان کے منھ نہ لگنا یعنے کہین شراب کی حرمت ان کے سامنے بیان نکرنا کسی سے طرف ہونا اب متروک ہی میر کے زمانہ کا محاورہ ہی۔

بیدادِ وفا دیکھ کے جاتی رہی آخر — ہر چند مری جان کو تھا ربط لبون سے

لفظوں سے گراتے ہیں لیکن یائے مجہول کو وہ اس سبب سے نہیں گراتے کہ یہ کے گرنے سے اور زیر کے باقی رہ جانے سے اضافت کے ساتھ التباس ہو جاتا ہے اور ہماری زبان میں ویسی اضافت نہیں ہے اس سبب سے یائے مجہول کا گرانا ہماری زبان میں قبیل نہیں ہے البتہ اگر منادی میں یائے مجہول ہو اور حرفِ ندا محذوف ہو تو اُس کا گرنا بُرا معلوم ہوتا ہے مثلاً جرأت کے اس شعر میں ؎ کس مزہ سے یہ باظہارِ وفا اُسنے کہا + مت بنا بات نہیں اب تری چھوٹی وہ آنکھ۔ اگر یہ کو گرا دیں اور مصرع کو یوں کر دیں ع مت بنا بات نہیں اب تری چھوٹی وہ آنکھ تو دیکھو کیا بُرا معلوم ہوتا ہے۔

---

بساطِ عجز میں تھا ایک دل کف خونِ دو عالم سو رہتا ہے بہ اندازِ چکیدن سرنگون وہ بھی

اردو کی زبان متحمل نہیں ہے کہ چکیدن کا لفظ اُس میں لائیں مگر مصنف پر فارسیت غالب تھی اس سبب سے وہ نامانوس نہ سمجھے۔۔۔

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنون وہ بھی

پہلے تکلف کے معنی بناوٹ اور تصنع اور دوسرے تکلف سے مراد لحاظ و پاسِ خاطر جو دلے نہ ہو اور تصنع ہو یعنے اگر اُسے جنون نہ کہوں تو گویا اپنے سے آپ تکلف کیا

خیالِ مرگ کب تسکین دلِ آزردہ کو بخشے مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں وہ بھی

بخشیدن فارسی مصدر ہے اُس سے اُردو میں بخشنا بنا لیا ہے جیسے بخشنا اور تجویز کرنا اور فرمانا مگر ایسے لفظ کے استعمال کو کسیقدر غیر فصیح سمجھتے ہیں۔ اس شعر میں تمنا کی تشبیہ جال سے اور خیالِ مرگ کی تشبیہ ایک مرغِ شکار سے محسوس کی غیر محسوس سے تشبیہ ہے اور پھر وجہ شبہ مرکب اس سبب سے تشبیہ بدیع ہے۔

نکالا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ دروں وہ بھی

پہلا مصرع محاورہ میں ڈھلا ہوا ہے لیکن دوسرے مصرع پر فارسیت بے طرح غالب آئی ہے ہمدم کا لفظ نالہ کے مناسب ہے ورنہ یہاں (پہلے) کا لفظ یا (نامع) کا لفظ بھی کھپ سکتا تھا۔

نہ اتنا برشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ میرے دریائے بیتابی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی

قتل ہوتے وقت تڑپنے کے عالم مین یہ خطاب ہی اور تیغ جفا سے خود وہ تلوار مراد ہے جس سے قتل ہو رہا ہی اور جس سے جفا ہو رہی ہے مگر موج کی تشبیہ تلوار سے متبدل ہی اُسی دریا کے بیتابی کی موج خون کمسکر حدت پیدا کی ہی۔ حاصل یہ کہ تمھاری ایک تلوار کیا چیز ہی میرا دریا بیتابی جو موجزن ہو رہا ہی تو سیکڑون ایسی تلوارین مجھپر چل رہی ہین۔

مے عشرت کی خواہش ساقی گردوں سے کیجے — لئے بیٹھا ہی اک دو چار جام واژگون بھی

ایک دو چار سات آسمان ہوئے۔

مرے دلمین ہی غالب شوق وصل و شکوہ ہجران — خدا وہ دن کرے جو اُس سے مین یہ بھی کہون بھی

لفظ غالب یہان دونون معنی رکھتا ہی۔

---

ہی بزم بتان مین سخن آزردہ لبون سے — تنگ آئی ہین ہم ایسے خوشامد طلبون سے

سخن کو خوشامد طلب کہا ہی یعنے محفل معشوق مین سخن میرے لب سے روٹھ گیا ہی چاہتا ہی خوشامد کرکرون تو لب تک آئے غرض یہ ہی کہ معشوق کے سامنے بات منھ سے نہین نکلتی یا معشوقون کو خوشامد طلب کہا ہی کہ انکی خوشامد کرتے کرتے سخن لبون سے بیزار ہو گیا ہی۔

ہی دور قدح وجہ پریشانی صہبا — کیا رلگا دو خم مے میرے لبون سے

دور مین پریشانی صہبا ہونا ظاہر ہی کہ جو جو شریک دور ہی وہ پیئے گا اور شراب تقسیم ہو جائیگی اور تقسیم کو پریشانی لازم ہی اور جب ایک ہی شخص سب شراب پی لے تو شراب پریشانی سے بچ جائیگی جسطرح خم مین ایک جگھ تھی اُسی طرح اب دو مین ایک ہی جگھ رہیگی۔ کثرت میخواری مین مبالغہ کرنا شعرا کی عادت قدیم سے چلی آتی ہی مصحفی نے بھی تقلیداً کھدیا ورنہ یہ مضمون کوئی لطف نہین رکھتا۔

رندان درمیکدہ گستاخ ہین زاہد — زنہار نہونا طرف ان بے ادبون سے

اے زاہد یہ رند جو میخانہ کے دروازہ پر بھیڑ لگائے ہوئے ہین بہت گستاخ ہین زنہار ان کے منھ نہ لگنا یعنے کہین شراب کی حرمت ان کے سامنے بیان نکرنا کسی سے طرف ہونا اب متروک ہی میر کے زمانہ کا محاورہ ہی۔

بیداد و وفا دیکھ کے جاتی رہی آخر — ہر چند مری جان کو تھا ربط لبون سے

ہر چند کہ میری جان لبون سے بہت مانوس تھی یعنے ہمیشہ ہونٹون ہی پر جان رہا کرتی تھی لیکن وفا کے چلتے آخر جاتی ہی رہی اور ایسے مانوس اور محبوب رفیقون کو یعنے لبون کو اُسنے چھوڑ دیا اور اسطرح کے یک روح دو قالب رفیقون مین جدائی غمِ وفا کے ظلم سے ہوگئی۔

**تا ہمکو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا — سن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے**

یعنے اگر کوئی میرا ذکر خود سے اُن کے سامنے چھیڑتا ہی تو اُسے منع بھی نہین کرتے کہ وہ تو صاف صاف بے مروتی اور بیگانگی ہی اور شکایت کا موقع ہی نہ ملے اِس شعر مین مصنف نے معشوق کے مزاج کی اُس حالت کو نظم کیا ہی جو انتہاے درجہ کے بیگانہ مین ہوتی ہی یعنے خفگی بھی نہین ظاہر کرتا کہ معذرت کرین نفرت بھی نہین ظاہر کرتا کہ شکایت کرین اظہار ملال بھی نہین کہ سنا لین گویا کہ ہمارے اُسکے کبھی کی ملاقات ہی نہ تھی۔ اس قسم کی حالتون کا نظم کرنا اوقع فی النفس ہوا کرتا ہی۔ اور یہ بڑی مرتبہ کی شاعری ہی گو کہ بیان اور بدیع کی کوئی خوبی اسمین نہین ہی۔

شیخ الرئیس نے شفا مین شعر کے لذیذ ہونے کا سبب وزن کے علاوہ محاکات یعنے شاعر کے نقشہ کھینچدینے کو لکھا ہی کہتا ہی کہ (والدلیل علی فرجہم بالمحاکاۃ انہم یستریون بتامل الصور المنقوشۃ للحیوانات الکریہۃ المنفرۃ منہا ولوشاہدوہا انفسہا تنقبض اعینہا فیکون المفرح لیس لنفس تلک الصورۃ ولا المنقوش بل کونہ محاکاۃ) یعنے محاکاۃ سے لذت پانے کی دلیل یہ ہی کہ جو جانور کریہ المنظر اور قابلِ نفرت ہین اُنکی تصویر دیکھکر لوگ خوش ہوتے ہین اگر خود اُنکو دیکھین تو اُدہر سے آنکھ پھیر لین تو معلوم ہوا کہ نہ اُس صورت مین لذت ہی نہ تصویر مین ہی بلکہ تصویر مین حیث المحاکات لذیذ ہی۔ غرض یہ ہی کہ تصویر کے لذیذ ہونے کا جو سبب ہی شعر کے لذیذ ہونے کا بھی باعث ہی یعنے شاعر کی وہی آنکھ جس مین مصوری کی شان نکلے بہت بڑھا ہوا وہی شعر ہی جسمین معشوق کے کسی انداز یا کسی ادا کی تصویر کھینچی ہوئی ہو ملکہ معشوق کی کیا تخصیص ہی دیکھو وحید مرحوم نے طیور کا نقشہ دکھایا ہی ؎

چکلی کلی توڑہ گئے پر تولتے ہوئے — پتی ہلی تو بلکے اُڑے بولتے ہوئے

واہ کیا معشوق کی بھی نہین مگر محاکاۃ پائی جاتی ہی اس سبب سے کسقدر لذیذ ہی۔

**غالب ترا احوال سنا دینگے ہم اُنکو — وہ سن کے بلا لین یہ اجارہ نہین کرتے**

شعر تو بہت صاف ہی لیکن اُسکے وجوہ بلاغت بہت دقیق ہین بیچارون کا یہ کہنا کہ (سنا دینگے ہم اُنکو) اُسکی معنی محاورہ کی رو سے یہ ہین کہ کسی نہ کسی موقع پر اُنکے

مزاج کو دیکھکر باتون باتون مین یا ہنسی ہنسی مین تیرا حال اُنکے گوش گذار کر دینگے اتنا ذمہ ہم کرتے مین لیکے صاف صاف کہنے کی جرات نہین رکھتے۔ غرض کہ یہ سب معانی اس لفظ سے مترشح ہین اسوجہ سے کہ اُسکا موقع استعمال یہی ہے اور بالتزام اس سے معشوق کا غرور اور تمکنت اور رعب و نازک مزاجی اور خود بینی و خود رائی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ فرض کرو اگر مصنف یون کہا ہوتا کہ (کہدینگے ہم اُنسے) تو اکثر ان معانی مین سے فوت ہوگئے ہوتے اور یہ کہنا کہ (اجارہ نہین کرتے) اسکے کہنے کا موقع جب ہی ہوتا ہے جب کوئی نہایت مصر ہو اور کہے کہ جس طرح بنے میرے اُنکے ملاپ کروا دو نہین تو تم سے شکایت رہیگی۔ غرض کہ اس فقرہ نے عاشق کے اصرار بے تابانہ کی تصویر کھینچی ہے۔ ایک تو کلام کا کثیر المعنی ہونا وجوہ بلاغت مین سے بڑی وجہ ہے پھر اُسپر یہ ترقی کہ اُدھر معشوق کی تمکنت و ناز اور ادھر عاشق کی بیتابی و اصرار کی دونون تصویرین بھی اسی شعر مین سے جھلکی دکھلا رہی ہین۔

گھر مین تھا کیا کہ ترا غم اُسے غارت کرتا — وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے

اس حسرت کو غم عشق نے بھی نہ غارت کیا۔

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھایا — فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

یعنے جب غمِ دنیا سے سر اُٹھایا تو فلک کو دیکھا اور فلک کا دیکھنا تیرے یاد آجانیکی تقریب ہے۔ (ے) دوسرے مصرع مین سے مخدوف ہے اور تقریب کی وجہ یہ کہ تو ہمیشہ ایسے ظلم کیا کرتا تھا کہ ہم فلک کو دیکھکر رہ جاتے تھے اب جو اتفاق سے کبھی فلک کو دیکھ لیتے ہین تو تو یاد آجاتا ہے۔ حاصل یہ کہ بارِ غم سے سر اُٹھانے کی بار آئی تو فلک کو دیکھکر معشوق یاد آیا اور پھر غم کا سامنا ہوگیا۔

کھلے گا کس طرح مضمون میرے مکتوب کا یارب — قسم کھائی ہے اُس کافر نے کاغذ کے جلانیکی

یعنے خط کھولنے کی تو اُس سے امید ہی نہین اب جلانے کی بھی اُس نے قسم کھالی کاش کے جلاتا اور مکتوب سے شعلہ اُٹھتا تو مضمونِ مکتوب کھلتا اور حال سوزِ غم اُسپر ظاہر ہوجاتا یعنے میرے مکتوب کے کھلنے کی وہان کوئی صورت اگر تھی تو یہی تھی کہ وہ اُسے جلا دیا کرتا تھا اب وہ بھی اُمید نرہی۔

لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہے ولے مشکل ہے حکمت دل مین سوزِ غم چھپانے کی

یہ ظاہر ہے کہ حریر مین شعلہ لپٹا ہوا نہین رہ سکتا اور بھڑک اُٹھتا ہے مگر پھر بھی دل مین سوزِ غم چھپا لینے سے یہ آسان ہے۔ آسان کہنے سے معنی یہ پیدا ہوئے کہ دل پرنیان سے نازک تر ہے اور سوزِ غم شعلہ سے بھی زیادہ سرکش ہے۔

اُنھین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا اُٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

یعنے اُٹھے تھے اس بہانہ سے کہ باغ کی سیر کو جاتے ہین اور مطلب یہ تھا کہ اپنے زخمیون کو دیکھ آئین شوخی اس بہانہ مین یہ نکلی کہ زخمیون کے دیکھنے کو آپ باغ کی سیر سمجھے ہین

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

یعنے تو اسی لئے آیا تھا کہ تھوڑی دیر مین چلا جائے اور ہم اپنی سادگی سے اُسے التفات سمجھے اور اُسی التفات پر مرنے لگے۔

لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہین سکتے مری طاقت کہ ضامن تھی تمہ کے ناز اٹھانے کی

مطلب یہ ہے کہ اب ایسی بے طاقتی ہے کہ بارِ حوادث نہین اُٹھ سکتا وہی ہم ہین کہ تمہ کے ناز اُٹھایا کرتے تھے اس سے یہ معنی نکلتے ہین کہ تمہ کے ناز شاعر کے عقیدے مین حوادث و آفات سے بڑھے ہوئے ہین۔

کہون کیا خوبی اوضاع ابنائے زمان غالب بدی کی اُسنے جس سے ہم نے کی تھی یار ہا نیکی

اس غزل کے سب شعرون مین (نے) جزوِ قافیہ تھا اور اس شعر مین جزو زائد لیف ہو گیا ہے قواعد قافیہ مین اس قسم کے قافیہ کو معمولہ کہتے ہین اور اسے عیوب قافیہ مین شمار کیا ہے لیکن شعرائے تصنع پسند اسے ایک صنعت سمجھتے ہین چنانچہ اہل شیرازی نے ساری غزوی سحر حلال مین ہر ہر شعر مین قافیہ معمولہ کا بھی التزام کر لیا ہے اور اسی طرح مفتی میر عباس مغفور نے عربی کی ثنوی مرصع مین قافیہ معمولہ کی قید کو لازم کر لیا ہے۔

---

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی دل جوش گریہ مین ہے ڈوبی ہوئی اسامی

آرزو خرامی سے منصہ کی مراد خرام حبب آرزو ہے مراد ہے لیکن عبرت کرنا چاہئے نہ کہ تقلید ایسے ترکیبون کے واہیات ہونے مین شک نہین پھر اُسے سنا دیکھا کر اُو بھی ستم کیا۔ ڈوبی ہوئی اسامی وہ مالگزار ہے جس سے محصول وصول ہونے کی امید نہو

مطلب

مطلب یہ ہو کہ جوشِ گریہ سے کوئی ایسا ثمرہ حاصل نہو گا کہ جسے آرزو و موافق مراد خرام کرسکون دل کو ڈوبی ہوئی آسامی سمجھنا چاہئیے کہ اسکا ریاض بے ثمر رہا۔ اس شعر مین ہاتھ دھونا اور ڈوبنا جوشِ گریہ کے ضلع کے لفظ ہین اور خرام کے واسطے مینھ کا لفظ لائے ہین۔

اُس شمع کی طرح سے جسکو کوئی بجھا دے ۔۔۔ مین بھی جلے ہوؤن مین ہون داغ ناتمامی

مین داغ ناتمامی ہون یعنے مجھے اپنے ناتمام رہ جانے کا داغ ہی۔ جو لوگ کہ زمانہ کی دو کے تنگ کرنے پر کمر باندھے ہوے ہین اور فنِ معانی سے بہرہ نہین رکھتے اگلی رائے مین سے کا لفظ اس شعر مین برائے بیت ہی اور طرح کے بعد سے کا لفظ بولنا اور لکھنا اور نظم کرنا اُنھون نے چھوڑ دیا ہی لیکن یہ دائرہ مین تصرف ہی یا قیاس ہی اور دونو ناجائز ہین۔ میر کہتے ہین ہون رشکِ محبت سے کہ اتنا بیتاب کس کی تسکین کے لئے مجھ سے تو نا ہے مجھے رشکِ محبت کا داغ ہی۔

---

کیا تنگ ہم ستمزدگان کا جہان ہی ۔۔۔ جسمین کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہی

یعنے جس جہان کا آسمان بیضۂ مور ہی۔

ہی کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے ۔۔۔ پرتو سے آفتاب کے ذرہ مین جان ہی

یعنے تجھکو اپنا مبدء و اصل سمجھکر تقاضائے فطرت تیرے طرف دوڑ رہی ہی جسطرح آفتاب سے ذرہ مین جان پڑجاتی ہی اس شعر مین ذرہ کے جاندار ہونے نے بڑا لطف دیا کائنات کو ذی روح سے تشبیہ دی اور وجہِ شبہ حرکت ہی۔

حال اُنکا ہی یہ سیلی خوار اسے لالہ رنگ ۔۔۔ غافل کو میرے شیشہ یہ مے کا گمان ہے

یعنے میرا شیشہ پتھر کی چوٹ کھا کر لال ہو رہا ہی اور لوگ جانتے ہین کہ اسمین شراب بھری ہوئی ہی مگر پتھر کی چوٹ سے شیشہ کا ٹوٹنا سب جانتے ہین چوٹ کھا کر سرخ ہو جانا خلاف واقع ہی اس شعر مین صدرِ کلام مین لفظ حال اُنکہ خبر دیتا ہی کہ مصرع نے پہلے نیچے کا مصرع کہا ہی اُسکے بعد مصرعِ بالا بہم پہنچایا ہی۔

کی اُسنے گرم سینۂ اہلِ ہوس مین جا ۔۔۔ آوے نہ کیون پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

اہلِ ہوس رقیب سے مراد ہی کہ اُسکے سینہ مین سوزِ عشق نہین ہی اور اسی سبب سے اُسے

ٹھنڈا مکان کہا ہے۔

کیا خوب تُنے غیر کو بوسہ نہیں دیا　　بس چپ رہو ہمارے بھی منھ میں زبان ہے

یعنے بوسہ رقیب کے الزام پر معشوق نے لڑنا شروع کیا ہے اور یہ خفگی اور عتاب سے اُس سے زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوارِ یار میں　　فرمانروائے کشورِ ہندوستان ہے

ہندوستان کی تخصیص یہ ہے کہ سایہ میں تیرگی ہوتی ہے اور ہندوستان بھی کالا ملک ہے اس شعر میں مصنف نے ہندوستان کو باعلانِ نون نظم کیا ہے۔ میر انیس مرحوم کے اس مصرع پر مکن چھٹا ہمائے سعادت نشان سے۔ لکھنؤ میں اعتراض ہوا تھا کہ حرفِ مد کے بعد جو نون کہ آخر کلمہ میں پڑے فارسی والوں کے کلام میں کہیں باعلان نہیں پایا گیا ہے تو جب اردو میں ترکیب فارسی کو استعمال کیا اور گشتہ ہندوستان کہہ کر مرکب اضافی بنایا یا ہمائے سعادت نشان باندکر مرکب توصیفی بنایا تو پھر نحو فارسی کی متابعت کرنی کیا ضرور ہوتا شاعر کو اعلان کرنے نکرنے کا اختیار تھا لیکن ترکیب فارسی میں نحو فارسی کا اتباع ضرور ہے اور اسطرح کا اعلان لکھنؤ کے غزل گویوں میں ناسخ کے وقت سے متروک ہے

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا　　کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے

یعنے غم سے داغ ہوا اور داغ جگر کو کہا گیا اب اگر کسی سے کہا مون کہ کبھی ہم بھی جگر رکھتے تھے اور اُسکی نشانی داغ ابتک موجود ہے تو کسیکو میرے کہنے کا اعتبار نہیں آتا یہ مضمون بہت نیا اور خاص مصنف مرحوم کا نتیجۂ فکر ہے۔

ہے بارے اعتماد وفاداریِ استدر　　غالب ہم اسمیں خوش ہیں کہ نامہربان ہے

یعنے معشوق کے نامہربان ہونے سے ہم خوش ہیں کہ ہماری وفاداری پر اُس کو بھروسا ہے جانتا ہے کہ بیرخی کرنے سے بھی یہ ترکِ محبت نکریگا۔

---

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہائے ہائے　　کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

یہ ساری غزل معشوق کا مرثیہ ہے اس شعر میں یہ مطلب ہے کہ تجھکو حالتِ نزع میں دیکھکر جو درد مند ہو رہا ہون تو تو اس عالم میں بھی میرا غم گوارا نہیں کرتا اور بیقرار ہو رہا ہے وہ دن کدھر گئے جب ہم مرتے تھے اور تم بات نہ پوچھتے تھے۔

تیرے دلمین گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ　　تو نے پھر کیون کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے

یعنے اُسی طرح کاش مجھ سے ناآشنا تو رہتا تو اچھا تھا۔

کیون مری غمخوارگی کا تجھکو آیا تھا خیال　　دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے

یعنے میری غمخواری کرکے اپنے تئین رسوا کیا پھر شرم رسوائی سے اپنی جان بیدی۔

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا　　عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہائے ہائے

گو کہ تو نے عمر بھر نباہنے کا عہد کیا لیکن تیری عمر ہی نے وفا نہ کی۔

زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی　　یعنے تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے

یعنے جب زندگی نے تجھ سے وفا نکی تو مین بھی اس زندگی سے بیزار ہون۔

گلفشانی ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا　　خاک پر موتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

یا تو جلوہ افروزی کے وقت ناز و انداز سے پھول جھڑتے تھے یا اب لوحِ قبر پر گلکاری ہو رہی ہے۔

شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک مین　　ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے

یعنے لوگون سے چھپ کر عمر بھر کے لئے مجھسے پیمانِ وفا باندھا مگر شرمِ رسوائی سے اپنے تئین خاک بھی کیا۔

خاک مین ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی　　اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

اس شعر مین شکایت ہے لیکن قصدِ شکایت نہین ہے بلکہ توجع ہے۔

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا　　دل پہ اک لگنے نہ پایا زخم کاری ہائے ہائے

یعنے مجھے آرزو تھی کہ تو مجھے چھین مارے اور وہ آرزو پوری نہ ہوئی زخم اوچھانے کی آرزو یہان معنے حقیقی پر نہین ہے بلکہ بر سبیل توجع ہے۔

کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تارِ برشکال　　ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

یعنے ہمین تو عادت تھی کہ شوق وصال مین اور شبِ فراق مین تارے گن گن کر رات کاٹتے تھے اب یہ برسات کی اندھیری راتین کیونکر ہم سے کٹین گی۔ برشکال استعارہ ہے رونے سے اور شبہائے غم کو شبہائے تار کہا ہے۔

کوششِ مہجور پیام و چشمِ محرومِ جمال　　ایک دل تس پر یہ نا امید واری ہائے ہائے

لکھنؤ کے شعرا مین آتش و ناسخ وغیرہ اور دلی مین ذوق و مومن وغیرہ مصنف کے عصر سے

کسی قدر پیشتر ہی ہین (تس پر) کسی کے کلام مین نہین ہے اور نہ لکھنو مین نہ دلی مین عرصہ سے یہ لفظ بولا جاتا ہے ص کے قلم سے اس لفظ کا نکلنا نہایت حیرت ہے اور یہ لفظ اس بات کا شاہد ہے کہ مرزا نوشہ مرحوم کی زبان بدلی کی زبان سے کسی قدر علیحدہ ہے۔

عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ — رہ گیا تھا دل مین جو کچھ ذوق خواری ہائے ہائے

سیری ہرزہ گردی و دشت نوردی کی نوبت نہ آئی تھی کہ شرم رسوائی سے معشوق نے اپنی جان دے دی اور دلمین ذوق خواری جو تھا وہ دل ہی مین رہگیا۔

سرگشتگی مین عالم ہستی سے یاس ہے — تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

یعنے سرگشتگی کے سبب سے زندگی سے یاس ہے اب تسکین کو نوید ہو کہ مرنے کے بعد سرگشتگی سے نجات ہو جائے گی۔

لیتا نہین مرے دل آوارہ کی خبر — اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

وہ ابھی تک یہی جانتا ہے کہ میرا دل میرے پاس موجود ہے اور یہان وہ اختیار سے جا چکا۔

کیجے بیان سرور تب و غم کہان تلک — ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

یعنے تپ غم کے چڑھنے مین جو رونگٹا کھڑا ہوتا ہے وہ زبان سپاس ہو جاتا ہے۔ تک اور تلک کے باب مین شعرائے حال نے تلک کو ترک اور تک کو اختیار کیا ہے لیکن قدما کے کلام کو دیکھنے سے یہ پتا لگتا ہے کہ لفظ تک اور تلک دونون مستحدث ہین اگلے زمانہ مین کہان تلک کی جگہ کہان تئین اور کہان لگ بولتے تھے اوس سے تلک بنا یعنے تئین مین سے ت کو لے لیا اور لگ مین گاف کو کاف کر دیا اسکے بعد تلک مین بھی تخفیف کر کے تک کہنے لگے لیکن تلک کا لفظ بھی ابھی تلک محاورے سے خارج نہین ہے اسکا ترک ہی وجہ ہے۔

ہے وہ غرور حسن سے بیگانہ وفا — ہر چند اوسکے پاس دل حق شناس ہے

یعنے میرا دل حق شناس اوسی کے پاس ہے اور اوسنے حق وفا سے آگاہ کر دیا ہے مگر وہ غرور حسن مین کب سنتا ہے اگر دل حق شناس سے معشوق کا دل مراد لین تو محاورہ کے خلاف ہوگا یہ کوئی نہین کہتا کہ اوسکے پاس دل روشن اور چشم بینا ہے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ اسکا دل روشن ہے اور چشم بینا۔

ہی جسقدر ملے شب مہتاب مین شراب — اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

یعنے چاندنی رات ٹھنڈی ہوتی ہے اور میرا مزاج بلغمی کیونکر شراب نہ پیتا یا یہ کہ شب ہا کا مزاج مرطوب ہے اوسکے لئے شراب پینا مصلح ہے۔

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسدؔ مجنون جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

یعنے جنگل کے اوداسی کا یہ سبب ہے ورنہ اوداس نہ ہوتا۔

---

گر خامشی سے فائدہ اخفاے حال ہے خوش ہو کہ میری بات سمجھنی محال ہے

یعنے مین وہ مجذوب ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے تو خاموشی کا فائدہ بے خاموش ہونے مجھے حاصل ہے اور حال سے واردات قلبیہ مراد ہین۔

کس کو سناؤن حسرت اظہار کا گلہ دل فرد جمع و خرج زبانہاے لال ہے

یعنے حسرت اظہار زبان کے گویا نہ ہونے سے گلہ مند ہے کس کے آگے اوس گلہ کو بیان کرون اور فرد جمع و خرج سے طومار شکایت مراد ہے یعنے اظہار شوق زبان سے نہ ہو سکا تو دل مین زبان کی شکایتین بہری ہوئی ہین۔ مصنف نے زبان کو جمع اس اعتبار سے کہا ہے کہ بہت سے موقون پر زبان نے اظہار شوق مین کوتاہی کی ہے اور ممکن ہے کہ احباب کی زبانین مراد لین۔

کس پردہ مین ہے آئنہ پرداز اے خدا رحمت کہ غدر خواہ لب بے سوال ہے

لب بے سوال کا بے نفس ہونا ضرور ہے اور لب کو بے سوال و بے نفس اس مناسبت سے کہا ہے کہ نفس کے پہنچنے سے آئنہ مکدر ہو جاتا ہے تو ضرور ہوا کہ آئنہ پرداز سے ملنے کی خواہش لب بے سوال سے کرنا چاہئے اور آئنہ پرداز وہ جو آئنہ کو جلا کرے رحمت کا فعل مخذوف ہے یعنے رحم کر۔

ہے ہے خدا نخواستہ وہ اور دشمنی اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

شوق کی صفت منفعل اچھی نہین مطلب یہ ہے کہ اے شوق تو جو پشیمان ہو رہا ہے کہ ہم سے دشمن کو دوست سمجھکر ربط کیا یہ خیال تیرا غلط ہے۔

مشکین لباس کعبہ علیؑ کے قدم سے جان نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

جان اس شعر مین بدان کا ترجمہ ہے یا علم کا زمین ترکیب اضافی فارسی مین ہے اور اعلان نون کیا ہی حالانکہ نحو فارسی کے یہ خلاف ہے اسلئے کہ جب مین مین اعلان نون کیا تو وہ مہندفظ ہو گیا پھر اسکی طرف

اضافت فارسی کیونکر صحیح ہوگی جیسے سودا کا یہ مصرع تن پر اگر زنار ہو جائے ہر ایک مو لا تعین کیونکر فارسی ہین ایک کل لفظ آگیا ہے اور ایک مہند ہے یکا کل۔ کعبہ کو ناف زمین کہنا حدیث کا مضمون ہے اور ناف زمین سے وسط زمین مراد ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وسط زمین کب ہے خط استوا سے اکیس درجہ اور کئی دقیقہ شمال مین ہٹا ہوا ہے اس کا جواب یہ ممکن ہے کہ اول تو ایسی حد تعین بہت کم ہین جنکا قطعی الصدور ہونا اور محفوظ المتن ہونا ثابت ہو اور بان لینے کے بعد دیکھو اہل یورپ نے خاک چھان کر جو تاریخی حالات تحقیق کئے ہین اون مین سے یہ امر بھی حیرت خیز ہے کہ اقصائے شمال مین جہان برف اور سردی انتہا کی ہے بہ کثرت ایسے جانورون کی ہڈیان ملتی ہین جو گرم ملکون کے رہنے والے ہین اور کبھی منطقہ حارہ سے باہر رہ کر زندہ نہین رہ سکتے یہ امر بڑا قرینہ ہے اس بات کا کہ کسی زمانہ مین یہ ملک منطقہ حارہ کے نیچے تھے اور جہان برف پڑتی ہے یہان لو چلا کرتی تھی اس سے یہ امر بخوبی نکلا کہ جب اقصائے شمال منطقہ حارہ مین تھا تو عرب کا ملک ضرور خط استوا پر ہوگا

وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا　　دریا زمین کو عرق انفعال ہے

جب میری صحرانوردی کے لئے زمین کی وسعت ہیچ ثابت ہوئی تو زمین عرق شرم مین غرق ہوگئی یہ دریا گویا عرق انفعال ہے۔

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد　　عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

یعنے تمام عالم محض خیالی و اعتباری ہے اپنی ہستی کو ہستی نہ سمجھنا چاہیئے کہ عالم کو حلقہ دام خیال سے تعبیر کیا ہے۔

---

تم اپنے شکوہ کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو　　خدا کرے مرے دل ہی کہ اسمین آگ دبی ہے

دل مین چھپے ہوئے شکوہ کو دبی ہوئی آگ سے تشبیہ دی ہے اسلئے کہ اظہار شکایت سے اکثر آتش عناد مشتعل ہو جاتی ہے۔

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر　　نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

آخر کے معنے یہ ہین کہ انجام اس درد و الم کا یہی ہوگا کہ نہ گریہ رہے گا نہ آہ یعنے کام کر کے تکلیف و اذیت سے نجات دیگا۔

---

ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

یعنے حرف وفا جھوٹ موٹ لکھدیا تھا اصل مین غلط تھا جبھی تو مٹ گیا اس سے یہ لطیفہ پیدا ہوا کہ ترے خط کا کاغذ غلط بردار ہے یعنے کاغذ تیرا ایسی چیز ہے جس سے کاتب غلط لفظ کو اٹھا لیتا ہے

جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیون ہم نہین جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے

یعنے ہر نفس سینہ مین جا کر اشتعال پیدا کرتا ہے اور وہی اشتعال باعث حیات ہے — حال انکہ ہر اشتعال مین جسم کا انس اور بدن کا عیر فنا ہوتا ہے اس سے یہ بات صاف نکلی کہ یہ حسب طبیعت و بہ مقتضائے فطرت ہر ذیحیات کو ذوق فنا ہے اس لئے کہ وہی اشتعال جو فنا کرتا ہے عین حیات ہے لیکن اس ذوق فنا کی ناتمامی پر جی جلتا ہے کہ ایکبار جلا کیون نہین دیتا۔ جو لوگ معما کی صنائع عمری سے واقف ہین انہین حیرت ہوگی کہ انکو یہ مسئلہ دوران خون کہانسے معلوم ہوا۔

آگ سے پانی مین بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا ہر کوئی درماندگی مین نالہ سے ناچار ہے

نالہ سے ناچار ہے یعنے از نالہ چارہ نہ دارد۔ کہتے ہین باوجود یکہ آگ کی صفات مین سے خاموشی مشہور ہے یہانتک کہ لزوم ذہنی پیدا ہوگیا ہے کہ شاعر کو آگ کی تصور کے ساتھہ معنی خاموشی کا تصور بھی ہوجاتا ہے اس خاموشی پر بھی حالت درماندگی مین وہ چیخ اٹھی ہے

ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ جس کے جلوہ سے زمین تا آسمان سرشار ہے

یعنے از خود رفتہ تو وہ کرے اور الزام ہم پر ہو یہ نہین ہوسکتا ذرہ کے رقص کو بدمستی سے تعبیر کیا ہے یہ حسن تعلیل ہے

مجھسے مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی زندگی سے بھی مرا جی ان دنون بیزار ہے

یہ خفا ہین اور معشوق منا رہا ہے

آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا تجھ پہ کھل جائے کہ اسکو حسرت دیدار ہے

کھل جانا ایک ضلع کا لفظ ہے کہ جو سرنامہ کے بھی مناسب ہے اور آنکھہ سے بھی مناسبت رکھتا ہے

---

پنس مین گزرتے ہین وہ کوچہ سے جو میرے کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

کندھا اور کاندھا دونون طرح بولتے ہین بدلنے کے ساتھہ کندھا کہتے ہین اور دینے کے ساتھہ کاندھا محاورہ مین ہے

مری ہستی فضائے حیرت آباد تمنا ہے — جسے کہتے ہین نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے

یعنے میری ہستی کو حیرت آباد بنا دیا ہے اور حیرت کے لوازم مین سے یہ ہے کہ بے حرکت اور بے صدا کردے جب وفور حیرت مین منہ سے آواز نہ نکل سکے تو پھر نالہ کیا لیکن تمنا کے ساتھ نالہ ہونا بھی ضرور ہے غرض یہ کہ نالہ ہے مگر بے صدا ہے جیسے طائر عنقا کہ ذکر اوسکا عالم مین ہے مگر کسی نے دیکھا نہین اپنی ہستی کو فضا سے تشبیہ زمان کے مکان سے تشبیہ ہے اور وجہ شبیہ امتداد ہے جو دونون مین پایا جاتا ہے۔

خزان کیا فصل گل کہتے ہین کسکو کوئی موسم ہو — وہی ہم ہین قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے

اس شعر کی بندش مین یہ حسن ہے کہ چھ جملے دو مصرعون مین ہم آگئے ہین اور ادائے معانی مین یہ حسن ہے کہ بلبل کی زبانی شکایت اسیری ہے اور شکایت مین اطناب لطف دیتا ہے تو معنی قلیل کو الفاظ کثیر مین یہان صاحب نے ادا کیا ہے اور اطناب کا زیادہ لطف اسی مین ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے جملے بہت سے ہون نہ یہ کہ ایک طولانی جملہ ہو گو اوس مین الفاظ زیادہ تر ہون مگر اطناب کا لطف نہین پیدا ہوتا۔

وفائے دلبران ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم — اثر فریاد دلہائے حزین کا کس نے دیکھا ہے

یعنے اپنے چاہنے والون پر حسینون کا مہربان ہونا بخت و اتفاق سے ہے تاثیر محبت کے ہم نہین قائل اس شعر مین دیکھا قافیہ شاگان ہے یعنی الف اصلی نہین ہے بلکہ علامت فعل ماضی ہے اسے مفت کا قافیہ کہتے ہین اور سست سمجھتے ہین۔

نہ لائی شوخی اندیشہ تاب رنج نومیدی — کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

نیاز و شوخی اندیشہ تاب رنج نومیدی یعنے شوخی اندیشہ سے تا امیدی اور مایوسی کا صدمہ نہین اوٹھہ سکتا اوسی تمنا مین ہمیشہ رہنا یاس سے بہتر ہے اور کف افسوس یاس ہی کے عالم مین ملتے ہین تو صاحب نے اوسکی تاویل کی کہ یہ ہاتھہ ملنا پھر تمنا سے تجدید بیعت کرنا ہے یہان صاحب نے تفنن کلام کی راہ سے (تجدید عہد تمنا) کے بدلے (عہد تجدید تمنا) کہا گو محاورہ سے الگ ہے لیکن معنی درست ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ دہوکا کہایا جیسے (اصلاح ذات البین) کے مقام پر ایک خط مین (اصلاح بین الاثنین) لکھہ گئے ہین وہ فقرہ یہ ہے اگر خدانخواستہ مجھہ مین اور مولوی صاحب مین رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔

رحم کر ظالم کہ کیا بود چراغ کشتہ ہے — نبض بیمار وفا دود چراغ کشتہ ہے

پہلے مصرع مین چراغ کشتہ استعارہ ہے بیمار وفا سے اور دوسرے مصرع مین معنے حقیقی پر ہے۔ نبض کو دود چراغ کشتہ سے تشبیہ متحرک بمتحرک ہے اور وجہ شبہ مین حرکت ہے یعنے سرد ہونا کم زور ہونا بتدریج کم ہوتے جانا وغیرہ جتنے یہ سب صفات ہوئے چراغ کے دھوئین مین ہین وہ سب دم نکلتے وقت نبض بیمار مین ہوتے ہین اضافت یہ ہے کہ متحرک کی تشبیہ مین مصرع کو بدطولی ہے اطبا۔ اس وقت کی نبض کو دودی کہتے ہین یعنے کیڑے کے رینگنے سے تشبیہ دینے مین کہ عربی مین دود کیڑے کو کہتے ہین دونون تشبیہون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصرع کی تشبیہ اوس سے زیادہ تر بلیغ ہے

دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے مجھے — ورنہ یان بے رونقی سود چراغ کشتہ ہے

یعنے رونق سوز عشق دل کے لئے سراسر زیان کا باعث ہے چراغ کا حال دیکھہ کر عبرت کرو کہ اوسکے لئے فروزندگی موجب زیان ہے اور خاموشی اور بے رونقی مین نفع ہے

چشم خوبان خامشی مین بھی نوا پرداز ہے — سرمہ تو کہوے کہ دود شعلہ آواز ہے

نوا پرداز ہونے سے یہ مراد ہے کہ عشوہ و اشارہ آنکھہ مین ایسا ہے کہ خاموشی مین بھی باتین کر رہی ہے گویا اس آنکھہ کا کاجل شعلہ آواز پر پارا گیا ہے تو کہوے تو گوئی کا ترجمہ ہے۔

پیکر عشاق ساز طالع ناساز ہے — نالہ گویا گردش سیارہ کی آواز ہے

طالع ناساز کے ہاتھہ مین ساز ارغنون کی طرح پیکر عشاق ہمہ تن نالہ و فریاد ہے تو انکا نالہ گویا گردش ستارہ کی آواز ہے اس سبب سے کہ گردش ستارہ و طالع ناساز ہے تو باعث نالہ و فریاد ہے۔ لفظ عشاق اس مقام پر ساز کے ضلع کا لفظ ہے اہل فارس کی موسیقی مین مقام عشاق ایک راگ کا نام ہے۔

دستگاہ دیدہ خونبار مجنون دیکھنا — یک بیابان جلوہ گل فرش پا انداز ہے

یعنے سرزمین نجد اشک خونی سے کوسون سرخ ہو رہی ہے۔ لفظ دستگاہ اس شعر مین پا انداز کے ضلع کا لفظ ہے اور بہ تکلف داخل کیا ہے اور پھر دونون لفظون مین فاصلہ بھی ہاتھہ بھر کا ہے

عشق مجکو نہین وحشت ہے مگر میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

یعنے تو میرے اظہار عشق پر کہتا ہے کہ دیوانہ ہوگیا ہے ایسی وحشت ہوئی ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ عشق مجکو نہین الخ

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

معاملات عاشقانہ مین یہ مضمون بھی ۴۵ کے حصہ کا ہے خوب خوب اسے نظم کیا ہے اور جہان نظم کیا ہے نئے انداز سے باندہا ہے ایک جگہ کہتے ہین سہ اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا ۔ پھر اسی کو یون باندہا ہے سہ تا مجکو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا بسن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے ۔

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

اے وہ کا لفظ اس مین بہت رکیک ہے اہل زبان ہی اسکو سمجھین گے ۔

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے غیر کو تجسے محبت ہی سہی

یعنے پھر ہم تجھسے محبت کرکے اپنے ساتھہ دشمنی کیون کرین جب تجھکو غیر کی محبت کا یقین ہوگیا

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

یعنے اپنی ہستی سے آگاہی عین عرفان ہے اور یہ مضمون حدیث مشہور سے استنباط کیا ہے ۔ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ پھر کہتے ہین کہ اگر آگاہی نہین حاصل تو اپنی ہستی سے غفلت ہی کرلین جب اپنے تئین نیست سمجھے گا تو موجود حق کا جلوہ تجھے دکھائی دیگا ۔ اس شعر کی تعریف کے لئے الفاظ نہین ملتے حق یہ ہے کہ مشائخ طریقہ جن کا کلام ترجمان حقیقت ہوا کرتا ہے اون کے دیوان بھی آج اس شعر کی نظیر سے خالی ہین ۔

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی

وجہ مناسبت یہ کہ برق بھی تو خون رگ ابر ہے ۔

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

مصیبت سہی دونون معنیون کے ساتھہ یہان درست ہے خواہ ہی کو فعل لو خواہ حرف

کچھ تو دے اے فلک ناانصاف آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

یعنے یہ نہین کہتا کہ مراد ہی دے تو رخصت فریاد ہی دے ۔

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے　　بے نیازی تری عادت ہی سہی

یہ لفظ استقبال یہ کہنا کہ خو ڈالیں گے اس معنی پر بہ کنایہ دلالت کرتا ہے کہ ابھی طبیعت کو بے نیازی کی برداشت نہیں ہے اور عادت بگڑی ہوئی ہے یکایک طبیعت کے بدل جانے کی بھی امید نہیں ہے رفتہ رفتہ بے نیازی کو انگیز کریں گے۔ یہاں حرف استقبال میں تراخی و تاخیر بھی مراد کو مقصود ہے اور ادی سے معنی میں کثرت پیدا ہوتی ہے۔

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد　　گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

حسرت سے اظہار حسرت مراد لینا چاہیے کہ چھیڑ نے کی صورت پیدا ہو اس لئے کہ وہ حسرت جو دل کی دل ہی میں ہو اور اوسے ظاہر نہ کرے اوس میں چھیڑ چھاڑ کیوں ہونے لگی گر کا لفظ تمام شعرا فارسی گے تتبع سے نظم میں لاتے ہیں ورنہ اردو کے محاورہ میں گر کوئی نہیں بولتا اگر کہتے ہیں اور اسی سبب سے نثر میں گر متروک ہے اور لکھنو میں بعض شعرا نے نظم سے بھی ترک کیا ہے۔

---

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے　　صبح وطن ہے خندۂ دندان نما مجھے

یعنے حالت آرمیدگی و ترک ہرزہ گردی میں نکوہش و سرزنش کا میں سزاوار ہوں کہ وطن میں صبح مجھے نہیں ہوتی بلکہ سیری حالت پر خندہ دندان نما ہوتا ہے۔ خندۂ صبح مشہور استعارہ ہے

ڈھونڈے ہے اوس مغنی آتش نفس کو جی　　جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

یعنے ایسے سماع کو جی چاہ رہا ہے جسکے سننے سے وہ حال آئے کہ فنا فی الذات ہو جاوں۔ آواز کی روشنی اور زمزمہ کا لہرا ملکر وجہ شبہ مرکب ہوئی اور ترکیب وجہ شبہ پہلے خوبی ہے اس تشبیہ کی۔ بعد اسکے یہ ترقی ہے کہ حرکت بھی وجہ میں داخل ہے پھر طرفین تشبیہ کو دیکھئے ایک مسموع ہے دوسرا مبصر ہے گو دونوں محسوس ہیں لیکن الوانوں بعید ہے کہ تشبیہ محسوس بمعقول کا لطف پیدا ہے مگر شعر میں یہ کہنا کہ ایسا ہو ویسا ہو شعر کو سست کر دیتا ہے اس کے برخلاف اگر اس مضمون کو انشا میں ڈالا ہوتا اور یوں کہتے کہ میری صدا ہے جلوۂ برق فنا مجھے تو زیادہ لطف دیتا۔

مستانہ طے کروں ہوں رہ وادیٔ خیال　　تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

یعنے چاہتا ہون کہ اپنے خیال مین ایسا غرق ہون کہ پھر نہ اوبھر سکون میر محمد حسین صاحب آزاد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کرون ہون اور مرون ہون دہلی مین بھی عرصہ سے غیر فصیح سمجھتے ہین۔ پھر ایک جگہ یہ بھی کہتے ہین کہ (اساتذۂ دہلی کے کلام مین آئی ہے جائے ہے اکثر ہے مگر آخیر کی غزلون مین اونہون نے بھی بچا دیا ہے)

اسی طرح کرون ہون اور پھرون ہون جیسا مصحفی نے کہا ہے یا تم آو ہو جاو ہو یا ہم کہائے ہین اور پیئے ہین یہ سب محاورے البتہ غیر فصیح ہین اور اہل لکھنو تو کیا تمام ہندوستان کے کان اسکے سننے کے متحمل نہین مگر دلی کی زبان پر باقی ہین۔ تھوڑے ہی دنون کا ذکر ہے کہ ریاض الاخبار مین (یہ پرچہ گورکھپور سے نکلتا ہے) دلی کی آئی ہوئی ایک غزل شائع ہوئی کہ مصنف اوس کے ذوق مرحوم کے نواسے ہین اوسکا مطلع یہ ہے

کہے ہے برق تجلی لٹا لٹا کے مجھے
یہی ہین دیکھنے والے نظر اوٹھا کے مجھے

مگر بقول آزاد الکتاب بھی ہے کہ اہل دلی اپنے شعر کو اس سے بچاتے ہین اور عجب نہین کہ اس کا سبب یہ ہو کہ اہل لکھنو کا کلام کثرت سے دیکھا اور سنا تو اوس کا یہ اثر پڑا نواب فصیح الملک بہادر مرزا داغ صاحب ایک دفعہ فرماتے تھے کہ مین نے جب سے ہوش سنبھالا سانس اور فکر کا لفظ دلی مین مذکر ہی بولتے سنا مگر اوستاد ذوق نے جب سانس کو نظم کیا مونث نظم کیا اور یہی فرمایا کہ میر کی زبان پر بھی یہ لفظ مونث ہی تھا اور مرزا غالب نے مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ فکر کو بھی مونث ہی نظم کیا کرو اس سے یہ ظاہر ہے کہ قدما کے جو الفاظ لکھنو مین باقی رہ گئے ہین اہل دلی اوس مین تذکیر و تانیث کا تصرف کرنے کے مجاز نہین ہین لکھنو کے ہندو دن اور مسلمانون کے محاورہ مین بہت ہی نازک فرق ہے مثلاً ہندو کہتے ہین (مالا جپی اور پوجا کی) اور مسلمان کہتے ہین (مالا پہنا اور پوجا کیا) یہی فرق قدیم سے چلا آتا ہے مسلمان کہتے ہین سہ وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے ۔ رہین دل جہان سر پٹکتے ہوئے مگر اب دلی مین مالا اور پوجا مونث بولا جاتا ہے۔ مرزا غالب مرحوم کی تحریرون مین مینے محاورۂ لکھنو کے خلاف چند الفاظ دیکھے اوس کے بارہ مین نواب مرزا خان داغ صاحب سے تحقیق چاہی اونہون نے لکھدیا کہ یہ غلط ہین مثلاً دایان ہاتھ کہنا غلط ہے دہنا ہاتھ کہنا چاہیے چھٹوین تاریخ غلط ہے چھٹی صحیح ہے

اون کا اردو غلط اون کی اردو کہنا چاہیے - کرسی پر سے کہسل پڑا خلاف محاورہ ہے
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے - اسکی بھی غلط کیا اپنی اوقات کہنا
چاہیئے تھا - مین نے دری اور پری کے باب مین بھی تحقیق چاہی کہا آپ لوگونکی
خاطر سے مین نے ان لفظون کو ترک کردیا - اس کے علاوہ بعض خاص محاورہ
دہلی کے مثلاً ٹھیک نکل جانا - پگھنڈہ کرنا - ٹوپی اوڑھنا رسکان سجانا تیرے کہنا
جالا پورنا وغیرہ مرزا داغ صاحب کے کلام مین اور قدماے دہلی کے دیوانون
مین بھی نہین پائے جاتے غرض کہ جو لوگ دہلی کے فصحا و نقاد و مالک سلطنت
قلم مین اونکا کلام لکھنو کی زبان سے مطابقت رکھتا ہے کس وجہ سے کہ جب سے
سیر و سودا لکھنو مین گئے وہ بڑی ادبی زمانہ سے دلی گوش برآواز لکھنو ہو گئی تھی
سید انشا اللہ خان و جرات کے کلام نے اونکی توجہ کو ادہر سے پھیر نہ دیا انکے بعد
آتش و ناسخ کے مشاعرون نے متوجہ کر لیا بلکہ شاہ نصیر و ذوق نے کلام کا رنگ
ہی بدل دیا آخر مین میر صاحب کے مرثیون نے خاص اور عام سبکی زبان پر
اثر ڈال دیا اسی زمانہ مین نواب مرزا شوق کی تینون مثنویان گھر گھر پڑھی جانے لگین
کہ لوگون کو حفظ ہو گئین امانت بھی انہین دنون مین اندر سبھا کہکر اردو مین
ڈراما کے موجد ہوئے اس کے علاوہ نامہ قلق اور واسوخت امانت اور
شہرون کی طرح دلی کی گلیون مین بھی لوگ گاتے ہوئے پھرنے لگے زبان
کی شہرت کے اسباب پر جب غور کیجئے تو یہی لوگ معلوم ہوتے ہین جن کے
نام گزرے اور ان کے کلام کی شہرت نے اس زبان کو مانوس کردیا یہانتک
کہ دلی اور لکھنو کی زبان تقریباً ایک ہو گئی اس دعوے پر آزاد سلمہ اللہ کی
شہادت کافی ہے - پانچوین دور کی تمہید مین لکھتے ہین اب وہ زمانہ آتا ہے کہ
انہین یعنے اہل لکھنو کو خود اہل زبانی کا دعوے ہوگا اور زیبا ہوگا اور جب انکے
اور دلی کے محاورہ مین اختلاف ہوگا تو اپنے محاورہ کی فصاحت اور دلی کے
عدم فصاحت پر دلائل قائم کرین گے بلکہ انہین کے بعض بعض نکتون کو
دلی کے اہل انصاف بھی تسلیم کرین گے - ان بزرگون نے بہت قدیمی
الفاظ چھوڑ دیے جنکی کچھ تفصیل چوتھے دیباچہ مین لکھی گئی اور اچھے زبان

دلی اور لکھنو مین بولی جاتی ہے وہ گویا اونہین کی زبان ہے) اور میر مہدی کے
اس مصرع پر سہ میان یہ اہل دہلی کی زبان ہے غالب لکھتے ہین اے میر مہدی
تجھے شرم نہین ارے اب اہل دہلی یا ہندو ہین یا اہل حرفہ ہین یا خاکی ہین یا نیچ آبی
ہین یا گورے ہین ان مین سے تو کسی زبان کی تعریف کرتا ہے لکھنو کی آبادی مین
کچھ فرق نہین آیا ریاست تو جاتی رہی لیکن ہر فن کے کامل لوگ موجود ہین
اللہ اللہ دلی نہ رہے اور دلی والے اب تک یہان کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہین
انتہی اب خیال کرنا چاہیے کہ میر محمد حسین صاحب آزاد لکھتے ہین کہ اب جو زبان
دلی اور لکھنو مین بولی جاتی ہے وہ گویا ایک ہی زبان ہے اصل یہ ہے کہ اہل لکھنو
کی زبان دونون جگہ بولی جاتی ہے جس کو دہلی کے تمام امراد شرفا اپنے ساتھہ
لیکر لکھنو مین آئے تھے اور دلی مین گنتی کے ایسے لوگ رہ گئے تھے
جو صاحب زبان تھے ادنی لعل پر بھی غیر قومون کی زبان نے تو کم مگر لہجہ نے
بہت اپنا اثر ڈالا اور اسکی کسی کو خبر بھی نہ ہوئی لیکن لکھنو مین وہ زبان سب
آفتون سے محفوظ رہی یعنے زوال سلطنت واجد علی شاہ جنت آرام گاہ تک
لکھنو کی زبان خاص دہلی کی زبان تھی اور ترقی کر رہی تھی اس سبب سے کہ
چارون جانب لکھنو کے صدہا کوس تک شہرون مین ملکی زبان اردو ہے
اور گاؤن مین زبان شیرین بہا کا مروج ہے بخلاف دہلی کے کہ جن لوگون سے
دہلی دہلی تھی وہ لوگ تو نہ رہے اور غیر لوگ جو اطراف سے آئے اور آرہے ہین
وہ سب اہل پنجاب ہین اسی سبب سے دیکھئے غالب میر مہدی کو فہمائش
کر رہے ہین کہ دلی کی زبان کو لکھنو پر ترجیح نہ دو اور اس کے علاوہ ذوق کے
کلام مین زبان لکھنو کا تتبع پایا جاتا ہے مثلاً فکر بتانیث ذوق نے نظم کیا ہے
سانس کو بھی بہ تانیث باندھا ہے اس پر بھی بعض ناواقف کہا کرتے ہین
کہ دلی کی زبان لکھنو سے بہتر ہے اس کلمہ سے جو لوگ باہر والے ہین وہ
دھوکا کھاتے ہین اور بہک جاتے ہین یہ علمی مسئلہ ہے اس مین انصاف کی
راستی سے نہ گزرنا چاہیے - دلی مین (نے) کا استعمال عجیب طرح سے اب
ہونے لگا ہے - آزاد طرے اعزاز کے جن لوگون نے ہین پائے ہوئے، بالین

گیہون کی وہ شملہ مین بین لٹکائے ہوئے - ایک جگہ قصص ہند مین لکھتے ہین -
(جسنے مجھے بادشاہ سمجھا ہوا تھا) جو بیچارے محض تتبع کرتے ہین اون کی تحریرون مین
تو اس طرح کا (نے) بہت افراط سے دیکھنے مین آتا ہے لیکن ذوق و موزن و ممنون
کا کلام ہمارے پاس موجود ہے اوس مین کہین ایسا (نے) نہین ہے - حقیقت امر
یہ ہے کہ لکھنو کی جو زبان ہے یہ دلی ہی کی زبان ہے ۱۱۵۲ھ سے ۱۲۱۷ھ تک اٹھارہ
برس کے عرصہ مین تین دفعہ دلی تاراج و برباد ہوئی وہان کے لوگ فیض آباد و لکھنو مین
صفدر جنگ و شجاع الدولہ کے ساتھہ آ بسے پھر اوسکے بعد دلی ایک کیا تمام ہندوستان
خاص مرہٹون کا جولانگاہ ہوگیا لکھنو کے سوا کہین امن نہ تھا یہان آصف الدولہ کے
عہد سے واجد علی شاہ کے زمانہ تک یہ زبان جلا پاتی رہی اور دلی مین غیر قومون کے
خلط سے یہ اثر کیا کہ لہجہ تک بدل گیا کہ اب پنجاب کے لہجہ مین اردو بولی جاتی ہے

کرتا ہے بسکہ باغ مین تو بے حجابیان — آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے

یعنے مین نکہت گل کو بے حجاب سمجھتا تھا کہ ہوا سکے اور جامد سے باہر ہوگئی لیکن
تو تو اوس سے بھی زیادہ بے حجاب نکلا - معشوق کا بے حجاب و بے باک و شوخ ہونا بھی
ایک انداز ہے جس طرح شرمگین و پردہ نشین ہونا ایک ادا ہے -

کہتا تھا کسی سے کیون مرے دل کا معاملہ — شعرون کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

بظاہر مطلب یہ ہے کہ لوگ سمجھہ گئے کہ یہ عاشق مزاج ہے -

---

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب — ہم بھی کیا یاد کرین گے کہ خدا رکھتے تھے

اس شکل سے محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بڑے حالون

---

اوس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے — بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

حیا کو غیرت کے معنے پر بھی بولتے ہین یعنے مین بے غیرتی سے اسکی محفل مین بیٹھا رہا
گو سب لوگ اشارے کیا کیے اور آوازے کستے رہے -

دل ہی تو ہے نہ سنگ و دربان سے ڈر گیا — مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے

بن کا لفظ بھی نظم و نثر سے اب لوگون نے ترک کر دیا اور اوس کا ایسا اثر پڑا کہ اب

گفتگو سے بھی ترک ہوتا جاتا ہے لیکن ابھی تک سننے مین ثقیل نہین معلوم ہوتا اور اوسکا ترک بھی بے وجہ ہے۔ بن اور بنا ہندی لفظ ہے اور بے لفظ فارسی ہے ہندی لفظ چھوٹ کر فارسی لفظ اوسکی جگہ پر داخل ہوگیا۔

رکھتا پھرون ہون خرقہ وسجادہ رہن مے — مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے

یعنے فصل بہار کی دعوت ہے

بے صرفہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر — حضرت بھی کل کہینگے کہ ہم کیا کیا کیے

مطلب یہ ہے کہ کتنی ہی بڑی عمر ہو تعلقات دنیا اتنی مہلت نہین دیتے کہ انسان کل کے لئے کچھ کر رکھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ او لئیم — تو نے وہ گنجہائے گران مایہ کیا کیے

وہ کا اشارہ ہیم رہ گیا اور نہ یا عیب تعبیر ہے مراد وہی لوگ ہین جو دفن ہین۔

کس روز تہمتین نہ ترا شا کیے عدو — کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

تہمت ہونا تہمت کرنا تہمت دھرنا تہمت باندھنا تہمت بنانا تہمت لگانا یہ سب محاورہ مین ہے مگر تہمت ترا شنا مصنے نے فقط آرے کی رعایت سے کہ دیا۔

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو — دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

وصل مین معشوق کا التفات دیکھکر یہ بدگمانی پیدا ہوئی کہ یہ عادت رقیب کی بگاڑی ہوئی ہے اور اس خیال سے ساری خوشی وصل کی خاک ہوگئی۔ اس شعر مین مصنے نے یہ حالت دکھائی ہے کہ جس عاشق کو بے اعتنائے معشوق کی عادت پڑی ہوئی ہو اور اس سبب سے ہمیشہ غم زدہ رہتا ہو اور غم کا خوگر ہوگیا ہو التفات معشوق سے بھی اوسے خوشی نہین ہوتی اور اوس مین بھی غم کا پہلو نکلتا ہے۔

ضد کی ہے اور بات مگر خوبری نہین — جھوٹے سے اوس تے سیکڑون وعدے وفا کیے

مطلب ظاہر ہے مگر مقام اس کلام کا جب تک نہ معلوم ہو لطف نہین مل سکتا کسی ہمدرد نے سمجھایا ہے کہ اوس سے محبت نہ کر وعدہ خلاف ہے بیوفا ہے اور انہین محبت کی آنکھہ سے اوس کا کوئی عیب دکھائی نہین دیتا اور اوسکی طرفداری کر رہے ہین اب دلی کی زبان مین برخلاف لکھنو کے سیکڑون کی لفظ مین نون بھی داخل ہوگیا ہے سیکڑون کو سینکڑون کہنے لگے ہین اسیطرح پر اٹھا کہتے ہین

غالب نہین کہو کہ ملے گا جواب کیا ۔۔۔ مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

دوسرے مصرع مین طنز ہے یعنے اچھا یہی سہی تمنے کہا اور انہون نے سنا مگر یہ تو سوچو کہ جواب کیا ملے گا۔ سمجھانے والے کو یقین ہے کہ غالب دیوانہ ہوا ہے کہ وہان اظہار عشق کرنے کو چلا ہے اوس جگہ گزر ہونا بھی محال ہے پوری بات کون سنتا ہے اسی سبب سے اوسنے مانا کہا ہے۔

---

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے ۔۔۔ اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

یعنے جس طرح رفتار آفتاب سے سال کا حساب کرتے ہین عمر گریزان کا حساب آفتاب کی بدلی برق سے کرنا چاہئے اور سال کے معنے عمر کے بھی ہین۔ راہ اضطراب کے معنے وہ راہ جو حالت اضطراب مین طے ہو۔

مینائے مے ہی سرو لب جوئبار ہے ۔۔۔ بال تدرو جلوہ موج شراب ہے

لب جوئبار مین مینائے سبز رنگ کشیدہ بالا سرو کا انداز دکھا رہا ہے اور شراب سرجوش کی لہر بال تدرو کی جھلکی دکھا جاتی ہے حاصل یہ ہے کہ صحبت شب بالین تماشائے باغ کا مزہ آرہا ہے لیکن شعرا کی عادت ہے کہ سرو کے ساتھ قمری کا ذکر کرتے ہین مصنف نے تدرو کو باندھا اور قمری کو چھوڑ دیا فقط فارسیت مصنف کو اسطرف لے گئی کہ مصطلحات فارسی مین بال تدرو لکہ ابر کو بھی کہتے ہین۔

زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا ۔۔۔ لے بھاگنے کی گون نہ اقامت کی تاب ہے

یعنے یہ نوبت پہنچی ہے کہ اثنائے راہ مین گر کر ایڑیان رگڑئے گون کا لفظ اس شعر مین اپنی تازگی دکھا رہا ہے۔

جا داد بادہ نوشی رندان بزم جنت ۔۔۔ غافل گمان کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

جا داد مخفف جائے داد یعنے جاگیر ہے بادہ سے عرفان اور رند سے عارف مراد ہے اور عالم کے خراب و ویران ہونے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی صانع و مدبر اوسکے زعم مین نہین ہے جو شخص جلوہ حقیقت سے غافل ہے

نظارہ کیا حریف ہو اوس برق حسن کا ۔۔۔ جوش بہار جلوہ کو جس کی نقاب ہے

یعنے عالم اجسام کا ظہور جس شاہد حقیقی کے لئے خفا کا باعث ہے اوس کو نظر

کیونکر دیکھہ سکتی ہے نظر جب پڑے گی نقاب ہی پر پڑے گی یعنے آنکہ جب دیکھے گی
اجسام ہی کو دیکھے گی - جوش بہار ظہور عالم سے استعارہ ہے اور نقاب اوسے
اس وجہ سے کہا کہ جسطرح نقاب چہرے کی آڑ کر لیتی ہے اسی طرح تماشائے عالم
اجسام صوفیہ کے نزدیک عالم لاہوت تک جانے سے مانع ہے -

**مین نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں ۔۔۔ مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے**

(کو) معنی مفعولیت کے لئے نہین ہے بلکہ واسطے کے معنے پر ہے یعنے دل نامراد کی
تسلی کے لئے کیا تدبیر کروں جسے سینہ بسینہ ہوئے بغیر اوسکو تسلی نہین ہونے کی -
یہ سچ ہے کہ نگاہ کو دیکھنے سے تسلی ہو گئی مگر دل کو نہین ہوئی -

**گزرا اسد مسرت پیغام یار سے ۔۔۔ قاصد پہ مجھکو رشک سوال و جواب ہے**

یعنے اے اسد مین پیغام یار کی خوشی سے درگزرا مجھے بھی رشک ہے کہ قاصد
اوس سے جاکر ہم کلام ہوگا -

---

**دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے ۔۔۔ مین اوسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جائے ہے**

انتہائے رشک یہ کہ اپنے تئین بھی محروم رکھا جیسے بخیل انتہائے بخل مین اپنے
تئین بھی محروم رکھتا ہے مصرعہ کا یہ قیاس صحیح ہے اس وجہ سے کہ رشک بھی ایک طرح کا بخل ہے

**ہاتھہ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ مین ہے ۔۔۔ آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے**

گر مرے اندیشہ سے اندیشہ کے وہ اثر مراد ہین جو دل کا حال دگرگون کر دیتے ہین اور
اوسی تندی مے سے اور دل کو آبگینہ سے تشبیہ دی ہے -

**غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے ۔۔۔ گر حیا بھی اوسکو آتی ہے تو شرما جائے ہے**

حیا کو وہی روح فرض کیا ہے جس کے آنے سے معشوق کو حیا آجاتی ہے
یعنے غیر کے چھیڑنے سے اوسے حیا بھی آتی ہے تو اوس سے بھی حیا آجاتی ہے مطلب
یہ کہ اس قدر شرم ہے کہ رقیب کو گستاخی کرنے سے منع نہین کرتا -

**شوق کو یہ لت کہ سر دم نالہ کھنچوا جائے ۔۔۔ دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے**

شوق کو نالہ کشی کا لپکا پڑ گیا ہے اور دل کی حالت ایسی نازک ہے کہ سانس لینا بھی
ناگوار ہے - لت کہتے ہین بد عادت اور بری علت کو یہ لفظ فحش سے خالی نہین -

اور یہ اس کا محل استعمال نہ تھا مگر مصنف نے لفظ حالت کے سجع کو خیال کیا۔

دو چشم بدتری بزم طرب سے واہ واہ — نغمہ ہو جاتا ہی واں گر نالہ میرا جائے ہے

یعنے تری محفل مین نالہ میرا نغمہ کی طرح طرب انگیز ہوتا ہے یعنے میری نالہ کشی سے تو خوش ہوتا ہے مقصود تشنیع ہے۔

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق — پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین کہ وہ پا جائے ہے

اوسکے سامنے جاکر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین یعنے از خود رفتہ ہو جاتے ہین کہ وہ پا جاتا ہے یعنے سمجھ جاتا ہے کہ اس پر جادو چل گیا اگرچہ وہ تغافل کا انداز رکھتا ہے تاکہ میرے راز دل کا کچہ پردہ باقی رہ جائے۔ یہ یاد رہے کہ کھوئے جانا (ے) کے ساتھ خود رفتگی کے معنے پر ہے اگر کھو جانا کہین تو یہ معنے نہ پیدا ہونگے۔

اوسکی بزم آرائیان سنکر دل رنجور یان — مثل نقش مدعائے غیر بٹہا جائے ہے

یعنے جس طرح بزم یار مین رقیب کا نقش بٹہا ہے اسی طرح اوس بزم آرائی کا حال سنکر میرا دل بٹہا جاتا ہے۔

ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا — رنگ کہلاتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

عشق مین رنگ سفید ہونے کو رنگ کے کہلنے سے تعبیر کیا ہے۔

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہین — کھینچتا ہی جسقدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

یعنے مصور جس قدر اوسکی تصویر کو کھینچتا جاتا ہے اوسی قدر تصویر بھی کھنچتی جاتی ہے اور یہ کھینچنا دوسرے معنے رکھتا ہے۔

سایہ میرا مجھسے مثل دود بھاگے ہے اسد — پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹہرا جائے ہے

یعنے میری وہ حالت ہے کہ سایہ تک ساتھ نہین دیتا یہ سارا مضمون تو محاورہ ہے لیکن مصنف نے اسی تشبیہات سے رنگا ہے اپنے تئین آتش بجان کہا ہے یعنے اپنے اضطراب و بیتابی کو اوس شخص کے تڑپنے سے تشبیہ دی ہے جو آگ مین گرا ہو اور سایہ کو دہوئین سے تشبیہ دی ہے ان تشبیہون کے علاوہ اس شعر مین اس توجیہ نے بڑا لطف دیا کہ دہوئین کے اوٹہنے کو آگ سے بہاگنا قرار دیا۔

---

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے — تب امان ہجر مین دی بردلیالی نے

یعنے نقش قالی کو دیکھکر مین گرم فریاد ہوا کہ ہائے یہ شکل پہلو مین ہو اور وہ شکل نہو
اور گرم فریاد ہونے سے شب ہجر کی سردی سے جان بچی۔

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم — لے لیا مجھسے مری ہمت عالی نے مجھے

یعنے میری ہمت بلند دنیا و عقبی کی نسیہ و نقد دونون کو کم حقیقت سمجھے اور اوس نے
مجھے دونون سے علیحدہ کر لیا میری قیمت کے قابل نہ نقد دنیا ہے نہ نسیہ عقبی ہے

کثرت آرائے وحدت ہے پرستاری وہم — کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

یعنے وحدت کو لباس کثرت مین آراستہ کرنا اور وحدت پر کثرت کا خیال کرنا وہم
پرستی ہے اور یہی کثرت خیالی اصنام ہین اور جسطرح اصنام کو بندہ اصنام پرست
باری سمجھتا ہے اسی طرح جو بے خبر کہ وجود کثرت کے قائل ہین وہ کثرت کو وحدت کا
شریک وجود سمجھے ہوئے ہین اور یہ شرک و کفر ہے۔

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا — عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

بے پر و بال ہو جانے سے ایسی راحت ہوئی کہ تماشائے گل کا تصور بھی اب نہین آتا

---

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ ساماں ہے — برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

معہ مرحوم خود عود ہندی مین ان تین شعرون کے معنے بیان کرتے ہین کہتے ہین
داغ ساماں مثل انجمن وہ شخص کہ داغ جسکا سرمایہ و ساماں ہو موجودیت
لالہ کی منحصر نقش داغ پر ہے ورنہ رنگ تو اور پھولونکا بھی لال ہوتا ہے۔ بعد اس کے
یہ سمجھ لیجئے کہ پھول کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے دہقان کو جو تنے بونے پانی
دینے مین مشقت کرنی پڑتی ہے اور ریاضت مین لہو گرم ہو جاتا ہے مقصود شاعر کا
یہ ہے کہ وجود محض رنج و عنا ہے مزارع کا وہ لہو جو کشت و کار مین گرم ہوا ہے وہی
لالہ کی راحت کے خرمن کا برق ہے۔ حاصل موجودیت داغ اور داغ مخالف راحت
اور صورت رنج ہے انتہی غرض یہ ہے کہ ہستی دار بلا ہے اگر کوئی یہان راحت
پہنچانے کا قصد کرتا ہے تو وہ راحت عین آفت ہو جاتی ہے دہقان لالہ کے لئے
سرگرمی و خون گرمی کرتا ہے لیکن اوسن سے لالہ کو داغ حاصل ہوتا ہے۔

غنچہ تا شگفتہا برگ عافیت معلوم — باوجود دل جمعی خواب گل پریشان ہے

یعنے کلی جب تک کہلے کہلے ساز و برگ عافیت کا حاصل ہونا یعنے آفت سے اوسکا محفوظ رہنا کہانسے معلوم ہے - جب یہ حال ہوا تو گل کو باوجود دل جمعی پریشانی ہے اور غنچہ کو دلسے تشبیہ ہے اور جمعیت دل کی صورت بھی اوس سے ظاہر ہے اسیطرح گل شگفتہ کی پنکھڑیون کا بکھرا ہوا ہونا پریشانی کی صورت ظاہر کر رہا ہے اور گل خاموشی و برجا ماندگی خواب کا عالم دکھا رہی ہے غرض کہ یہ تینون حالتین گل پر طاری رہتی ہین تو باوجود دل جمعی خواب گل پریشان رہتا ہے اور سبب پشانی کا یہ ہے کہ اوسے اندیشہ ہے کہ دیکھیے ساز و برگ عافیت اس دار بلا مین ممکن ہوتا ہے یا نہین

ہم سے رنج بیتابی کسطرح اوٹھایا جائے — داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

امطلب یہ کہ اس رنج کی تاب ہم سے نہ ہو سکے گی اور یہ ہلاک کر دے گا - دست عجز سے وہ ہاتھ مراد ہے جو صدمہ کے دفع کرنے سے عجز رکھتا ہے اسی سبب سے اوسے خس سے تشبیہ دی ہے اور داغ کو شعلہ سے اور پشت دست زمین پر رکھنا عاجزی کرنے کے معنی پر ہے - یہ ظاہر ہے کہ شعلہ کی آفت کو خس نہین اوٹھا سکتی وہ اوسے جلا کر فنا کر دیتا ہے - اور خس بدندان گرفتن بھی اظہار عجز کے معنی پر ہے یہ دوسرا پہلو اس شعر کے معنی مین نکلتا ہے یعنی میری دست عجز کا داغ شعلہ خس بدندان ہے کہ میری طرف سے اظہار عشق کر رہا ہے کہ رنج بیتابی اس سے نہ اوٹھہ سکے گا - ان تینون شعرون کے معنی بیان کرنے کے بعد مصدر خوم للکتبی مین قبلہ ابتدائے فکر سخن مین بیدل و اسیر و شوکت کے طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا ؎ طرز بیدل مین ریختہ لکھنا اسد اللہ خان قیامت ہے پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا آخر جب تمیز آئی تو اوس دیوان کو دور کیا اور اق یک قلم چاک کئے دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوان حال مین رہنے دئے -

---

اوگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب — ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

دیوانگی مین ویرانہ و خرابہ پسند ہوتا ہے - جب گھر ویران نہ تھا تو اوسے چھوڑ کر

بیابان مین چلے آئے لیکن بیابان نوردی مین اتنی مدت گزری کہ گھر ویران ہو گیا یہانتک کہ در و دیوار پر گیہانس اوگ آئی اب اس خانہ باغ کے دیکھنے کے لئے جی لوٹتا ہے
اس شعر مین بیان و بدیع کی کوئی خوبی نہین ہے لیکن صاف صاف لفظون مین حالت دیوانگی کی ایسی تصویر کھینچی ہے کہ جواب نہین۔

سادگی پر اوسکی مرجانیکی حسرت دل مین ہے — بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہے

سادگی سے یہان ترک زینت و آسائش مراد ہے جو کہ بے تلوار کے قتل کرتی ہے یعنے بے تلوار باندھے ہوئے جو عالم دس پر ہوتا ہے مین اوسی انداز پر گلا کاٹ کر مرجانے کی حسرت مین ہون لیکن وہ گلا کاٹنے نہین دیتا اور خنجر اپنے ہاتھہ مین لے لیتا ہے اور خنجر اوسکے ہاتھہ مین ہونے سے دو وجہون سے حسرت نہین نکل سکتی ایک تو یہ کہ جب خنجر اوس کے قابو مین ہے تو ہم گلا کیونکر کاٹین اور دوسری وجہ یہ کہ جب خنجر اوسکے ہاتھہ مین ہوا تو وہ سادگی کہان رہی جس پر ہم جان قربان کرتے تھے۔ اور پھر لفظ سے یہ معنی نکلتے ہین کہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے کہ ہم گلا کاٹتے تھے مگر اوسنے خنجر ہاتھہ مین لے لیا کہ پھر نہ وہ سادگی باقی رہی جس انداز پر ہم جان دئے دیتے تھے نہ خنجر ہی پر ہم قابو پا سکے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اوسنے کہا — مینے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

یعنے مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو بات اوسنے کہی میرے دل کی تھی۔

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے اتنا نہیں — ذکر میرا مجھسے بہتر کہ اوس محفل مین ہے

مستند الیہ جو کہ عمدہ جملہ ہوتا ہے وہ یہان بہت پیچھے رہ گیا یعنے لفظ ذکر اور اوس کا سبب وہی ہے کہ پہلے بیچ کا مصرع کہ لیا ہے اوسکے بعد مصرع لگایا ہے۔

بس ہجوم نا امیدی خاک مین مل جائیگی — یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

اے ہجوم یاس بس کر ایسا نہ ہو کہ مجھے اپنی سعی لاطائل مین جو ایک لذت ملتی ہے یہ بھی پامال ہو جائے یعنے یاس و نا امیدی کے ہجوم مین سعی بے فائدہ سے جو لذت نکلتی ہے وہ بھی خاک مین مل جائے گی مطلب یہ کہ نا امیدی کی حالت بری اور سعی گو بے نیل مرام ہو مگر لذت سے خالی نہین۔

رنج رہ کیون کھینچے واماندگی کو عشق ہے — اوٹھہ نہین سکتا ہمارا جو قدم منزل مین ہے

اس شعر مین معلوم ہوتا ہے (کا) کی جگہ (کو) کاتب کا سہو ہے اور اس صورت مین معنی صاف ہین لیکن عجب نہین کہ (کو) ہی کہا ہو تو معنی ذرا تکلف سے پیدا ہونگے یعنے واماندگی کو میرے قدم سے عشق ہوگیا ہے اور وہ نہین چھوڑتی کہ مین منزل مقصود کی طرف جاؤن شعر مین مصنف نے منزل سے راہ منزل مراد لی ہے چنانچہ (مین) کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنے محاورہ مین منزل کو جب (مین) کے ساتھہ بولین تو راہ منزل اوس سے مراد ہوتی ہے اور جب (پر) کے ساتھہ کہین تو خود منزل مقصود مراد ہوتی ہے اور فارسی والون کے محاورہ مین عشق بمعنی احتیاج بھی ہے اور اس صورت مین (کو) صحیح ہے یعنی ہم واماندگی کے نیاز مند ہین کہ اوسکی بدولت اوٹھہ نہین سکتا ہمارا جو قدم منزل مین ہے۔

جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی۔ — فتنۂ شور قیامت کس کے آب و گل مین ہے

(کس کے) کا لفظ طنز سے کہا ہے غرض یہ ہے کہ تمہارے آب و گل مین فتنۂ قیامت ہے یعنی ہمنے مانا کہ ہمارے دل مین دوزخ کی آگ بھری ہوئی ہے تمہارا ہی کہنا سچ ہے لیکن اپنی تو خبر لو کہ تم بھی تو سراپہ فتنۂ حشر بنے ہوئے ہو۔

ہے دل شورین غالب طلسم پیچ و تاب — رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

یعنے میرے دل مین پیچ و تاب بھرا ہوا ہے اوس مین تیری تمنا اگر پھنس گئی ہے۔ اس پر رحم کر اور اس مشکل سے اسے چھڑا لے حاصل یہ کہ میرے دل کی حسرت و تمنا کو نکال دے

---

دل سے تری نگاہ جگر تک اوتر گئی — دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی

یعنے اس تیر کی حسرت دل و جگر دونون کو تھی۔

شق ہوگیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ — تکلیف پردہ دارئ زخم جگر گئی

پہلے اس واقعہ کی خبر دی کہ سینہ شق ہوگیا پھر اظہار سرور کرکے جو فائز جہانی کے پیٹ جانے سے حاصل ہوا اوسے بیان کیا یعنے زخم جگر کے چھپائے رہنے سے فراغ حاصل ہوگیا

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان — اوٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اس شعر کے الفاظ معنی حقیقی پر محمول کرین تو کچھہ لطف نہین غالباً مصنف کو استعارہ مقصود ہے

یعنے بادۂ شبانہ سے نشۂ شباب اور سحر سے پیری کا استعارہ ہے اور اوٹھنے کا خطاب اپنے نفس غافل کی طرف ہے

اوڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار مین — بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

یہ ظاہر ہے کہ ہوا کی طرف خطاب کرنا بے مزہ ہے لیکن ہوس کی مناسبت سے مصرعے صبا کو چھوڑ کر ہوا کو باندھا اسی طرح بال و پر کی مناسبت یہ چاہتی ہے کہ کوئے یار کے بدلے صحن باغ یار مین خاک اڑائی ہوتی اسکے علاوہ یہ مضمون اسقدر کہا گیا ہے کہ مبتذل ہو گیا ہے غرض کہ یہ شعر غالب کے کلام کے مرتبہ سے بہت گرا ہوا ہے

دیکھو تو دل فریبیٔ انداز نقش پا — موج خرام یار کے کیا گل کتر گئی

گل کترنا اور شگوفہ چھوڑنا ایک ہی معنی کے دونون محاورہ ہین یعنے کوئی ایسی بات کرنا جس سے فساد برپا ہو اور آپ الگ رہے۔

ہر بلہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

یعنے حسن پرستی تو اہل نظر کا شیوہ تھا کہ وہ تناسب اعضا کو پہچان کر عشق صادق کرتے تھے جب ایسے ویسے لوگ بھی حسن پرستی کرنے لگے تو شیوہ اہل نظر کی خاک آبرو ہی

نظارہ نے بھی کام کیا واں نقاب کا — مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

یعنے ترے رخ تک نگاہ کو پہنچکر ایسی مستی ہوئی کہ بکھر گئی اور اوسکے تار تار الگ ہو گئے اور وہ بکھرے ہوئے تار نقاب کی طرح مانع دید ہوئے۔ نگاہ کو تار سے اور رشتہ سے تشبیہ مشہور بات ہے۔ تازگی یہان یہ ہے کہ رشتہ نگاہ کے تار تار کھل کر اونسے لفاب بن گئی اور جس تشبیہ مین اسطرح کے معنے صیرورت ہون جو وجہ شبہہ کے گھٹانے سے یا بڑھانے سے پیدا ہو گئے ہون وہ تشبیہ نہایت لذیذ ہوتی ہے اور سننے والے کے ذہن مین استعجاب کا اثر پیدا کرتی ہے ہر کا لفظ یہان پورا نقاب بنانے کے لئے مصرعے نے صرف کیا ہے مطلب شعر کا یہ ہے کہ تیرا رخ دیکھہ کر ایسی از خود رفتگی ہوئی کہ لذت دید سے سب محروم رہے۔

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا — کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

کل ہاو ہو دیکہ دی تھا لیکن فردائے حشر کا سامنا ہو گیا اور فردا و دی ایک ہی دن مین جمع ہو گئے کچہ تفرقہ ماضی و استقبال نہ باقی رہا۔

مارا زمانہ نے اسد اللہ خان تمہین وہ ولولے کہان وہ جوانی کدہر گئی

پہلا مصرع انشائے تاسف کے لئے ہے اور دوسرا استفہام ہے غرض یہ کہ سارا شعر انشا ہے دوسری خوبی پورا نام لقب سمیت آنے سے پیدا ہوئی لفظ خان سے یہ معنی نکلتے ہین کہ کسی زمانہ مین قوت و سطوت تھی جسے پیری نے مٹا دیا۔

تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوق نظر ملے حوران خلد مین تری صورت مگر ملے

یعنے تیری صورت سے ملتی ہوئی شکل اگر حورون کی ہو اور لذت نظر فقط حاصل ہو تو ہم تسکین دل کا غم نہ کرین کہ لطف نظر تو ہے تسکین دل نہین نہ سہی۔

اپنی گلی مین مجکو نہ کر دفن بعد قتل میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

یعنے لوگ یون پتا دیا کرین گے کہ جس گلی مین ایک قبر ہے وہان فلان شخص کا گھر ہے میرا رشک اسکو گوارا نہین کرتا کہ غیر لوگ میری قبر کے پتے سے تیرا گھر ڈھونڈ ہین اور دوسرے معنی یہ کہ میری محبت اسے گوارا نہین کرتی کہ تیرے قاتل ہونے کا حال کہل جائے اور تجھسے میرے قتل کا مواخذہ ہو۔

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم ہر شب پیا ہی کرتے ہین مے جسقدر ملے

یعنے آج تم ساقی بنے ہو آج تو چپکا کر پلا دو۔ ساقی گری کا لفظ ویسا ہی ہے جیسے منشی گری اور مولوی گری اور آدمی گری یہان یہ بحث ہے کہ لفظ گر افادہ معنی فاعلیت کے لئے ہوتا ہے جیسے سنگر داد گر اور جادو گر شعبدہ گر اور زر گر شیشہ گر اور لفظ ساقی مین خود معنی فاعلیت موجود ہین اسکی ترکیب گر کے ساتھہ کیونکر صحیح ہو گی اسکا جواب میلی کے اس شعر سے ہو سکتا ہے ؎ گفتی زرہ لطف کہ میلی سگ ما ست شرمندہ آدمی گریہا ست تو ہم۔ اور ملا طغرا کہتے ہین ؎ کند حق صوفی گری را ادا بہ یک چشم مبند بہ شاہ و گدا۔

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

تجھسے تو مجھے کچھ شکایت نہین لیکن نامہ بر کو میرا سلام شکایت آمیز پہنچا دینا۔

تم کو بھی ہم دکھائین گے مجنون نے کیا کیا فرصت کشاکش غم ہجران سے گر ملے

یعنے غم کی کھینچ کھینچ کرنہ رہے تو ہم بھی مجنون کی طرح بیابان مین نکل جائین۔

لازم نہین کہ خضر کی ہم پیروی کرین　　جانا کہ اک بزرگ ہمین ہم سفر ملے

یعنے ہمارا مرتبہ سلوک ابھی خضر سے کچھ کم نہین ہے۔

اے ساکنان کوچہ دلدار دیکھنا　　تم کو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

عبارت تو یہ ہے کہ وہان کہین غالب اگر مل جاے تو دیکھنا اور مطلب یہ ہے کہ خیال کرنا شاید غالب وہان کہین آجاے۔ یہ مطلب اوس عبارت سے (جو) کے سبب سے نہین نکلتا (جو) کی لفظ نے جملہ کو شرطیہ کر دیا اور شرط مقصود نہین اسلئے کہ شرط سے یہ معنی نکلتے ہین کہ اگر غالب کہین ملے تو دیکھنا حال آنکہ جو ملے اوسکا نہ دیکھنا کیا معنے غرض کہ شرط یہان کچھ معنی نہین رکھتی۔ اس جملہ کی صورت شرطی کی ہے مگر قصد شرط نہین ہے اور (جو) یا (اگر) اس محاورہ مین زائد ہوا کرتا ہے معنی مقصود یہی ہوا کرتے ہین کہ دیکھنا یعنے خیال رکھنا شاید فلان شخص کہین مل جائے لیکن محاورہ یون نہین جاری ہے کہ اس معنی کو جملہ شرطیہ کی صورت مین ادا کرتے ہین جیسا کہ مصنف نے کیا ہے اور یہ مسئلہ نحو اردو کے نوادر مین سے ہے۔

---

کوئی دن گر زندگانی اور ہے　　اپنے جی مین ہمنے ٹھہرائی اور ہے

بندش کی خوبی اور محاورہ کے لطف نے اس شعر کو سنبھال لیا ورنہ غالب ساشخص اس بات سے بے خبر نہین ہے کہ جی کی بات جی ہی مین رکھنا المعنی فی بطن الشاعر کہلاتا ہے۔ اس شعر سے یہ سبق لینا چاہئے کہ بندش کے حسن اور زبان کے مزہ کے آگے اساتذہ ضعف معنی کو بھی گوارا کر لیتے ہین۔

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان　　سوز غمہاے نہانی اور ہے

کہان کے بدلے نہین کا لفظ بھی آسکتا تھا مگر اوس صورت مین جملہ خبریہ ہوتا اور اب استفہام انکاری نے انشائیہ کر دیا اور انشا خبر سے بہتر ہے۔

بارہا دیکھی ہین اون کی رنجشین　　پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے

وفور محبت کے مقتضا سے یہ وہم پیدا ہوا ہے کہ اب کی سب دفعہ سے زیادہ خفگی ہے۔

دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہبر　　کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

یعنے کچھ گالیان بھی کہلا بھیجی ہین کہ نامہ بر اوس کے دوہرانے مین حجاب کرتا ہے۔

قاطع اعمار ہین اکثر نجوم　　وہ بلائے آسمانی اور ہے

یعنے سیر نجوم سے زمانہ قطع ہوتا ہے اور زمانہ کے قطع ہونے سے عمرین قطع ہوتی جاتی ہین لیکن یہ اثر بہت ضعیف ہے یہان تو جس بلائے آسمانی سے معاملہ پڑا ہے وہ قضائے مبرم ہے۔

ہو چکین غالب بلائین سب تمام　　ایک مرگ ناگہانی اور ہے

یہان مرگ ناگہانی سے مرگ مفاجات نہین مراد ہے بلکہ جو موت ہے وہ ناگہانی ہے کہ موت کہہ کر تو آتی نہین۔

---

کوئی امید بر نہین آتی　　کوئی صورت نظر نہین آتی

یعنے حصول امید کی صورت۔

موت کا ایک دن معین ہے　　نیند کیون رات بھر نہین آتی

شب ہجر مین موت اگر نہین آتی تو وہ معذور ہے کہ اوسکے آنے کا جو دن معین ہو چکا ہے اوس مین تاخیر و تقدیم ممکن نہین لیکن نیند کو کیا ہوا کہ رات رات بھر نہین آتی۔

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی　　اب کسی بات پر نہین آتی

یہ وہ شعر ہے کہ میر کو بھی جس پر رشک کرنا چاہیے افسردگی خاطر کو کس عنوان سے بیان کر دیا ہے اور کیا خوب شرح کی ہے۔

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد　　پر طبیعت ادھر نہین آتی

طاعت و زہد کی خوبی کا محض جان لینا کافی نہین جب تک کہ توفیق بھی نہو ادھر میرے ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون　　ورنہ کیا بات کر نہین آتی

یعنے میرا منہ نہ کھلوا و چپ رہنا ہی بہتر ہے شکایت منظور ہے اور خوف رسوائی معشوق مانع ہے۔

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین　　میری آواز گر نہین آتی

یعنے معشوق کو میری نالہ کشی سے مزہ ملتا ہے ذرا چپ ہوتا ہون تو چھیڑ چھیڑ کر مجھے پھر گریہ نالہ و آہ کر دیتا ہے۔

داغ دل گر نظر نہین آتا　　بو بھی اے چارہ گر نہین آتی

دوسرے مصرع مین استفہام انکاری ہے اور چارہ گر کی نافہمی پر تشنیع ہے۔

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی — کچھ ہماری خبر نہین آتی

اپنے ایسی ازخود رفتگی ہے کہ ہم کو اپنے حال کی کچھ خبر نہین۔

مرتے ہین آرزو مین مرنے کی — موت آتی ہے پر نہین آتی

پہلا مرنا مجاز ہے کثرت شوق کے معنی پر اور دوسرا مرنا معنے حقیقی پر ہے۔

کعبہ کس منہ سے جاوگے غالب — شرم تمکو مگر نہین آتی

ساری عمر تو دیر و کلیسا مین گزری اب کعبہ جاکر خدا کو کیا منہ دکھاؤگے۔

---

دل نادان تجھے ہوا کیا ہے — آخر اس درد کی دوا کیا ہے

استفہام یہان اس غرض سے نہین ہے کہ سائل حال سے ناواقف ہے دریافت کرنا چاہتا ہے بلکہ استفہام سے یہان محض زجر و ملامت مقصود ہے

ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار — یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

دوسرا مصرع جس محاورہ مین مصنف نے کہا ہے جو شخص اوس کے محل استعمال کو نہ جانتا ہوگا اوس کی نظر مین شعر سست اور مصرع بے ربط معلوم ہوگا محل استعمال اسکا یہ ہے کہ جب کسی کے پہلے غمزون پر استہزا یا تشنیع یا اظہار نفرت مقصود ہوتا ہے جب اسطرح کہتے ہین اور اسی مناسبت سے مصنف نے مصرع لگایا ہے اور معشوق پر استہزا کیا ہے

مین بھی منہ مین زبان رکھتا ہون — کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

(بھی) کے لفظ سے یہ معنی نکلے کہ غیرون سے استفسار حال کرتے ہو تو مجکو بھی خدا نے زبان دی ہے مجھسے بھی پوچھ کر دیکھو۔

جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود — پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین — غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

شکن زلف عنبرین کیون ہے — نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

سبزہ و گل کہان سے آئے ہین — ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

یہ قطعہ ایک فریاد ہے کہ اس دل کش اور دل فریب ہنگامہ کے چلتے ایسا نفس مطمئنہ کہان حاصل ہو سکتا ہے کہ انسان انکو ہیچ سمجھ کر موجود حق کی طرف رجوع کرے اس نمائش سراب نے ایسا محو کر لیا ہے کہ دریا کی طلب سے ہاتھہ دھوئے بیٹھے ہین۔ فریاد اس بات کی ہے کہ ہم تو چاہتے ہین کہ لذات دنیا کو ہیچ سمجھکر انکی طرف متوجہ نہ ہون مگر انکی دلفریبی پیچھا نہین چھوڑتی۔

**ہمکو اون سے وفا کی ہے امید — جو نہین جانتے وفا کیا ہے**

یعنے وہ کم سنی کی وجہ سے ایسے نادان ہین کہ وفا ہی کو نہین جانتے کہ کیا شے ہے اور مین سودائے عشق کے سبب سے ایسا نادان ہون کہ اونسے امید وفا کرتا ہون۔

**ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا — اور درویش کی صدا کیا ہے**

یعنے سچ تو کہتا ہے کیا شک ہے اس بات مین جو بھلا کریگا اوسکا بھلا ہوگا۔

**جان تم پر نثار کرتا ہون — مین نہین جانتا دعا کیا ہے**

یعنے اور لوگون کی طرح خالی زبانی دعا دینا مین نہین جانتا۔

**مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب — مفت ہاتھہ آئے تو برا کیا ہے**

مفت مین ایک غلام ملتا ہو تو کیون چھوڑو برا کیا ہے یعنے غلام مین کیا برائی ہے یا اس کام مین کیا برائی ہے۔

---

**کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے — یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے**

انصاف تو یہ ہے کہ بادشاہ کا مطلع اس سے کہین بڑھا ہوا ہے سہ یا آئے اجل یا صنم عربدہ جو آئے ، ایسا نہ ہو مرجاے کہ نہ یہ آئے نہ وہ آئے۔

**ہون کشمکش نزع مین ہان خضر جنت — کچھ کہہ نہ سکون پر وہ مرے لوچنی کو آئے**

اس قافیہ کو بھی طفر نے خوب ہی کہا ہے سہ آئے بھی تو آئے ہی لگے پہیر نے چتون پر کیا آئے وہ گردن پہ چھری پھیرنے کو آئے۔

**ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم — آنا ہے سمجھ مین مرے آتا نہین کو آئے**

یعنے گو ہم لوگ دنیا مین آئے مگر شعلہ و سیماب کی طرح قرار نہین ہے یا شعلہ و سیماب معشوق کی شوخی سے استعارہ ہے اور آنے سے اوسی کا آنا مراد ہے۔

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین ہاں منہ سی مگر بادہ و شبینہ کی بو آئے

استہزا کی راہ سے کہا ہے کہ بھاگین کے مطلب یہ ہے کہ بھاگ جائین گے اور بادہ و شبینہ رات والی شراب۔ محاورہ مین بو واو مجہول کے ساتھ بد بو کے معنی پر بولتے ہین منہ سی بو آنے کا مضمون نظم کرنے کے قابل نہ تھا۔

جلاد سے ڈرتے ہین نہ واعظ سی جھگڑتے ہم سمجھے ہوئے ہین اوسے جس بھیس مین جو ہے

یعنے جیسے ہم دیکھتے ہین یہی جانتے ہین کہ تو ہے۔ لیکن جلاد و واعظ مین چندان مناسبت نہین اگر واعظ کی جگہ قاضی کہتے تو اچھا تھا کہ وہی انا الحق کہنے والون کے قتل کا فتوی دیا کرتا ہے

ہان اہل طلب کون سنے طعنہ نایافت دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنی ہی کو کھو آئے

یعنے سر معرفت کو نہ پایا تو آپنے ہی نہین کہو دیا یہ طعنہ کون سنے کہ ڈھونڈھا اور نہ پایا۔

اپنا نہین یہ شیوہ کہ آرام سی بیٹھین اوس در پہ نہین بار تو کعبہ ہی کو ہو آئے

یعنی یہ بھی ایک ہرزہ گردی ہی

کی ہم نفسون نے اثر گریہ مین تقریر اچھے رہی آپ اوس سی مگر مجکو ڈبو آئے

محاورہ یہ ہے کہ ہمکو اس امر مین کلام ہے یعنے ہم اسکے نہین مانتے مصلحتے یہ تصرف کیا کہ کلام کی جگہ تقریر کہا اور محاورہ مین تصرف کرنے سے وہ معنی باقی نہین رہتے آزاد لکھتے ہین ایک دن مین اوج سے ملا اور اوستاد مرحوم کے مطلع کا ذکر آیا سہ مقابل اوس رخ روشن کے شمع گر ہو جائے ۔ صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے۔ کئی دن کے بعد جو رستے مین ملے تو دیکھتے ہی کہڑے ہو گئے اور کہا سہ یان جو برگ گل خورشید کا کھڑکا ہو جائے ۔ دھول و ستار فلک پر لگے تڑکا ہو جائے۔ اور کہا کہ یہ کہا محاورہ یون باندہا کرتے ہین۔ مین سمجھ گیا کہ یہ طنز کرتے ہین کہ سحر ہو جائے جو اوستاد نے باندہا ہے یہ جائز نہین مگر تجاہل کرکے مین نے کہا حقیقت مین بات کے کہڑکے کا آپنے خوب ترجمہ کیا اور استعارہ مین لاکر۔ میری طرف دیکھہ کر ہنسے اور کہا بہی واہ آخر شاگرد تھے۔ ہماری بات ہی بگاڑ دی۔ اس نقل سی ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ لکھنو مین جس معنی پر صبح ہو جانا بولتے ہین دلی مین تڑکا ہو جانا محاورہ ہے اور سحر ہو جانا دونون جگہ خلاف محاورہ ہے۔

اوس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب ہم بھی گئے واان اور تری تقدیر کو رو آئے

یعنے تیرے صدمہ دوری کا حال اون سے جا کر بیان کر آئے رو آئے کو ظفر نے بھی
اچھی طرح باندھا ہے سہ خوش ہونا کہان جبکہ نصیبون مین ہو رونا ہم شمع صفت
محفل شادی مین بھی رو آئے

پھر کچھ اک دلکو بے قراری ہے سینہ جویائے زخم کاری ہے

یعنی دل بے چین ہو رہا ہے اور عشق کا زخم کہانے کی خواہش پھر پیدا ہوئی ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن + آمد فصل لالہ کاری ہے

ناخن سے ناخن غم مراد ہے مگر ناخن سے کریدنا محاورہ ہے ناخن سے جگر کھودنا
محاورہ سے گرا ہوا ہے

قبلہ مقصد نگاہ نیاز پھر وہی پردہ عماری ہے

پردہ عماری کو پردہ کعبہ سمجھ لیا ہے

چشم دلال جنس رسوائی دل خریدار ذوق خواری ہے

وہی صد رنگ نالہ فرسائی وہی صد گونہ اشکباری ہے

یعنے آنکھہ دلالی کر کے دلکو مبتلائے سودا کرتی ہے۔ اسکی تفصیل دوسرے شعر مین
بیان کی ہے کہ آنکھہ سو سو طرح اشکباری کرتی ہے جو باعث رسوائی ہے اور
دل سو سو طرح نالہ کرتا ہے جسکا انجام خواری ہے۔

دل ہوائے خرام ناز سے پھر محشرستان بے قراری ہے

وجہ مناسبت یہ ہے کہ خرام کو محشر سے تشبیہ دیا کرتے ہین۔

جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے روز بازار جان سپاری ہے

یعنے جان سپاری عاشق کا روز بازار ہے کہ جلوہ معشوق متاع ناز کو عرض کر رہا ہے
کہ کون اسکا خریدار ہوتا ہے

پھر اوسی بے وفا پہ مرتے ہین پھر وہی زندگی ہماری ہے

یعنے جس پر مرتے ہین اوسی کو دیکھکر جیتے ہین

پھر کھلا ہے درعدالت ناز گرم بازار فوجداری ہے

بازار اس شعر مین بہت ہی ٹہنڈا لفظ ہے

ہو رہا ہے جہان مین اندھیر — زلف کی پھر سرشتہ داری ہے
پھر دیا پارۂ جگر نے سوال — ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہ عشق طلب — اشکباری کا حکم جاری ہے
دل مژگان کا جو مقدمہ تھا — آج پھر اوسکی روبکاری ہے

اس قطعہ مین عدالت و فوجداری و سرشتہ داری اور سوال دنیا اور مقدمہ اور روبکاری یہ سب اصطلاحین ابہی تک فصحا کی زبان پر مکروہ ہین کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ ابہی نئی بنائی ہوئی اصطلاحین یہ نہین گو بہ مجبوری یہ لفظ سبہی کو بولنا پڑتی ہین لیکن ابہی تک انکا قوام نہین درست ہوا اور زبان اردو نے انہین قبول نہین کیا اور اگر زبا نمین انکو داخل بہی سمجہو تو ان معنی خاص پر یہ سب لفظ ہندی ہین ترکیب فارسی مین انکا لانا صحیح نہ ہوگا مثلاً عدالت دارالقضا کے معنی پر اور فوجداری احتساب کے معنی پر اگر ہین تو ہندی لفظ ہین پھر در عدالت ناز اور بازار فوجداری کہنا بہ ترکیب فارسی کیونکر درست ہوگا۔ آتش کے اس شعر پر اعتراض چلا آتا ہے سہ کسی کی محرم آب روان وہ یاد آئی حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا یعنے گو لفظ محرم ہندی نہین ہے لیکن انگیا کے معنے پر ہندی ہے پھر اسے اضافت فارسی کیون دی حال انکہ محرم کے لئے فارسی و عربی مین کوئی لفظ نہین ہے شاما کچہ وسع و مجول اور وضع کے لباس مین کہ اوسکی وضع مین اور محرم مین ضرور فرق ہے اور محرم فصحا کا بنایا ہوا لفظ ہے برخلاف عدالت اور فوجداری کے کہ ان معنے کے لئے دارالقضا و احتساب موجود ہے اور فصحا کے بنائے ہوئے یہ الفاظ نہین ہین بلکہ یہ الفاظ ایسے حرف لوگون کے بنائے ہوئے ہین جو کہ جاہل اور مقروقہ اسامی مفرور مثل مقدمہ جاہل اور مستدعویہ وغیرہ بے تکلف لکہتے پڑہتے ہین دوسرے شعر مین مصحفی نے زلف کو سر اور رشتہ کی مناسبت سے سررشتہ داری کہی لیکن عامیانہ لہجہ کے بموجب رشتہ کاری حذف کر دیا ہے جسطرح فردوسی نے سپید دیو مین سے دیو کی دال کو حذف کر کے سپید یو باندہا ہے

مگر اس سے حکم کلی کسی نے نہین نکالا ہے سوال نالش کے معنی مین اور مقدمہ مخصوصہ کے معنی مین ہمنے یہی لفظ ہین انکو بھی ترکیب فارسی مین کوئی باندہے تو غلط ہوگا یہ مصرع ایک فریاد و آہ و زاری ہے۔ اسمین ایک نہ عدد کے لئے ہے نہ تنکیر کے لئے ہے بلکہ بیان ایک سے سینکڑے کثرت کا افادہ ہوتا ہے یہ بڑے محاورہ کا لفظ مصرعے باندہا ہے اور گواہ عشق سے آنسو مقصود ہے۔

بے خودی بے سبب نہین غالب — کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

یعنی یہ بے خودی راز عشق کے چھپانے کے لئے ہے

---

جنون تہمت کشِ تسکین نہو گر شادمانی کی — نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذت زندگانی کی

لذت کا لفظ محض تقنیع کی راہ سے ہے۔ کہتے ہین اسے جنون تہمت کش تسکین نہ ہو اچھی اگر مین نے شادمانی کی تو اوس سے تجھپر تسکین کی تہمت نہین ہو سکتی بلکہ میری شادمانی نمک پاشی زخم دل کے سبب سے ہے نہ یہ تسکین کے سبب سے ہو اور لذت زندگی کا نمک پاش ہونا یہ مطلب کہتا ہے کہ ان برے حالون جیتے رہنا زخم دل پر نمک چھڑکتا ہے اور زخم پر نمک چھڑکنے سے اور سوزش زیادہ ہوتی ہے تسکین کیا

کشاکشِ غمِ ہستی سے کیسے آزادی — ہوئی زنجیرِ موجِ آب فرصت روانی کی

یعنی کشمکش ہستی سے کوشش آزادی کا بس نہین چل سکتا موج آب کی روانی جو ہے وہی اوسکے لئے زنجیر گرفتاری ہے یعنی علائق ہستی کی کشمکش سے آزاد ہونے کی جتنی کوشش کرو اوتنی ہی گرفتاری بڑہتی جاتی ہے اور کوشش کشمکش سے مغلوب ہوتی جاتی ہے

پسِ از مرگ بھی دیوانہ زیارتگاہِ طفلان ہے — شرارِ سنگ نے تربت پہ میری گلفشانی کی

یعنی مرنے پر بھی لڑکون نے اگر پتھر مارے اور شرار سنگ نے قبر پر پھول چڑہائے۔

---

نکوہش ہی سزا فریاد کے بیداد دلبر کی — مبادا خندۂ دندان نما ہو صبح محشر کی

یعنی بیداد معشوق کی جو فریاد کرے وہ سزاوار نکوہش و ملامت ہے کہین ایسا ہو کہ صبح محشر بھی اوسکے حق مین خندۂ دندان نما ہو جائے

رگ لیلیٰ کو خاک دشت مجنوں کی نشتر بخشے — اگر بو وے بجائے دانہ دہقان تو رگ نشتر کی

اس شعر مین لیلی کے قصد کھیلنے کا اور مجنون کے رگ دست سے خون جاری ہونے کا جو قصہ مشہور ہے اوسکی طرف تلمیح ہے اور احتمال غالب یہ ہے کہ مصنف نے خاک دست مجنون کہا ہے کاتب نے نقطے دیکر دشت بنا دیا بہرحال حاصل یہ ہے کہ اگر خاک مجنون مین دانہ کے بدلے لوگ نشتر بوئین تو وہان سے رگ لیلی اوگے اسقدر اتحاد عشق نے عاشق و معشوق مین اور نشتر و رگ مین پیدا کر دیا ہے۔

پر پروانہ شاید بادبان کشتی مے تھا — ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دور ساغر کی

جہان مجلس گرم ہو وہان پروانہ کا ہونا ضرور ہے اور جب گرمی سے مجلس روانی ساغر کا سبب ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ بادبان شاید پر پروانہ ہے کہ پروانہ ہی کے سبب سے گرمی مجلس ہوتی ہے

کروں بیداد ذوق پرفشانی عرض یکتائی — کہ طاقت اڑ گئی اور مجھ سے مرے شہپر کی

یہ قدرت مجھین نہین کہ ذوق پرفشانی کی بیداد کو عرض کر سکون یعنے پرفشانی نہین سکتا اس سبب سے کہ شہپر مین طاقت نہین - یہ شعر بر سبیل تمثیل ہے۔

کہان تک روؤن اوسکے خیمہ کے پیچھے قیامت ہے — مری قسمت مین یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

(پتھر سر پھوڑ کر جھگڑا چکا تا)

---

بے اعتدالیون سے سبک سب مین ہم ہوئے — جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

جتنا ہم اپنی حد سے بڑھے ہا اوتنا ہی لوگونکی نظر مین گر گئے

پنہان تھا دام سخت قریب شیان کے — اوڑنے نپائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

سخت قریب محاورہ فارسی مین بہت قریب کے معنی پر

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے — یان تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے

محاورہ ہے کہ ہمارے پاس فلان شے کی قسم کہانے کو بھی نہین یا نام کو بھی نہین - لہذا اس محاورہ کی اس بات پر ہے کہ اگر وہ شے نام کو بھی ہوتی تو ثبوت قسم کیلئے کافی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ اسطرح کی ہستی جو قسم کہانے کے لئے ہو اور برائے نام ہو وہ فنا و نیستی کی دلیل ہے اور یہ بھی محاورہ ہے کہ ہمین فلان شے کی قسم ہے یعنے اوس سے کچھ تعلق نہین

سختی کشان عشق کی پوچھی ہی کیا خبر ۔۔۔ وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے

الم جسطرح ظاہر و محسوس نہین ہے یہی حال اوسکا ہوا یعنے وہ لوگ فنا ہوگئے کہلاتے ہی نہین

تیرے سوا بھی ہم پہ بہت ستم ہوئے ۔۔۔ تیرے ہی جی کو ہو تلافی کہ دہر مین

غرض یہ ہے کہ تیری ہی جفا کی تلافی تیری وفا سے ہوسکتی ہے اور تیرے سوا جو ستم ہوئے ہین اوسکی تلافی کہان ہوسکتی ہے۔ یہان اپنے ستم زندگی کا اظہار اس لئے ہے کہ معشوق کو تلافی ستم کرنے پر آمادہ پایا چاہتا ہے کہ اوسسے اور زیادہ ترس آئے۔

لکھتے رہے جنون کی حکایاتِ خونچکان ۔۔۔ ہر چند اسمین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

کسی امر کی سزا مین ہاتھہ قلم ہونا یہ مضمون دوسرے مصرع کا ہے اور پہلے مصرع مین شاعر کے ذمہ یہ بات ہے کہ اوسے بیان کرے جس سبب سے ہاتھہ قلم ہوئے لیکن ایسی باتین بہت سی ہوسکتی ہین جسکے سبب سے ہاتھہ قلم ہون (مرتا ہون اوسکے ہاتھہ مین تلوار دیکھکر اس شعر کی شرح اسی ردیف مین دیکھو) اس مقام پر غزل کہنے والے کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اتنے پہلوون مین سے کس پہلو کو اختیار کرے اس لئے کہ قصیدہ و مثنوی وغیرہ مین غرض شاعر کی معین ہوتی ہے اور جو پہلو اوس غرض کے مناسب ہوتا ہے ایسے مقام پر وہ اوسی کو اختیار کرتے ہین غزل مین کچھ تعین نہین ایک شعر کو دوسرے شعر سے تعلق نہین ہر شعر خود جملہ تامہ ہے اور ایک کلام مفید ہی غزل کی وضع اسواسطے ہی کہ ہر ہر قافیہ ردیف کے ساتھہ جسطرح ربط کہاسکے اوسطرح اوسے ربط دو یعنے قافیہ و ردیف جس مضمون کی طرف لیجائے اوس طرف جاؤ کسی شعر مین معاملہ عاشقانہ ہے کسی مین مضمون صوفیانہ کہین ترانہ رندانہ اسمین ذکر صراحی و قلقل اوسمین سوز پروانہ و شور بلبل پھر ایک شعر مین خبر ہے دوسرے مین انشا غرض کہ اس صورت مین شاعر نے یہ قصد کیا کہ قلم ہوئے ہاتھہ ہونا چاہئے یعنے قافیہ قلم کو ہوئے کے ساتھہ کیونکر ربط ہو اور قلم ہوئے کا فاعل کسی بنائین۔ محاورہ کو خیال کیا تو درخت قلم ہوئے اور ہاتھہ قلم ہوئے بولتے ہین یہان مصرع نے دوسرا پہلو اختیا کیا اور یہ مصرع کہا ہر چند اسمین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے اب جو دیکھا تو ہاتھہ سے صدہا فعل سرزد ہوتے ہین اون مین سے مصرع نے لکھنے کو اختیار کیا اس لئے کہ قلم کا ضلع نہ جانے پائے اور ایسے مقام پر جہان بہت سے مضمون

ربط کہا تے ہون شاعر ضلع بولنے پر مجبور ہوتا ہے کہ جب دوسرے مضمونون مین
کوئی معنی حسن کا بڑہا ہوا نہین ہے تو جس مضمون مین لفظی مناسبت ہو اوسے
کیون چہوڑے اس سبب سے کہ شاعر کی طبیعت مین تناسب موسیقی فطری ہوتا ہے
اوس سے ترجیح بلامرجح ہونا محال ہے اور اتنا ہی ضلع خیال رکہنا حسن کلام ہے
کہ دو مصرون مین یا فقرون مین ربط پیدا ہو جائے اس سے زیادہ حرص کرنا
معنی کو خراب کرتا ہے علماے ادب کی ایک وصیت مشہور چلی آتی ہے کہ معنی شاہد
کلام کی جان ہے اور محاورہ اوسکا جسم نازنین ہے اور کہنا اوسکا بیان و بدیع ہے
تو جو شاعر کہ معانی کو خلق نہین کر سکتا فقط بیان و بدیع کے گرہنے کی مشق کیا
کرتا ہے وہ بازار ادب مین سنار کا کام سیکہتا ہے اگر کہین صنائع و بدائع و مناسبات
کے پیچہے محاورہ بگڑ گیا تو کہنا کریہ منظر و بدصورت عورت کے گلے مین ہے اور اگر
ان تکلفات کے چلتے معنے ہی گئے گزرے تو وہ زیور جسم بے جان مین ہے برخلاف اسکے
معانی لطیف محاورہ سلیس مین اگر ادا ہو گئے گو تشبیہ و استعارہ صنعت لفظی
و معنوی کچہ بھی نہ ہو تو وہ ایک حسین نازنین ہے جسکی سادگی مین بھی ہزارون
بناو نکلتے ہین اور یہ شخص محشرستان معانی کا خدا ہے۔ اس شعر مین مصنف نے
کسیقدر اپنے طرز کے خلاف کیا کہ ضلع کے پہلو کو اختیار کیا اسلئے کہ یہان بعض
معانی ایسے چسپان ہین کہ لفظ کے لئے تناسب لفظی ڈہونڈنے کی ضرورت نہ تھی
اسکے علاوہ ہاتہہ کا استعارہ شاخ کے سامنے کا مضمون تھا اور ضلع کے
پہلو سے جو لوگ کراہیت رکہتے ہین اور اوسے صنعت مبتذل سمجہتے ہین وہ
اکثر ضلع کو چہوڑ کر ایسے مقام پر استعارہ و تشبیہ کے پہلو کو اختیار کرتے ہین
کہ یہ اوس سے بہتر ہے مگر مصنف نے خلاف عادت یہان اس پہلو کو بھی ترک کیا
اور ضلع کو بھی اگر دیکہیے تو لکہنے کا بھی قلم ہوتا ہے مینہدی کی بھی قلم ہوتی ہے
گلاب کی قلم اور شراب کی قلم اور رخسار کی قلمین اور پھر ہاتہہ قلم ہونا دو معنی
رکہتا ہے ایک قطع ہونا دوسرے یہ کہ دیوانہ وار اونگلی سے خاک پر جو کوئی کچہ
لکہے اوسکے ہاتہہ بھی قلم ہوئے۔ ان سب پہلوون کا مصرع مصنف کے ساتہہ دیکہنا
چہوڑ انہ در کو یار کے کیا کیا ستم ہوئے ہر چند اسمین ہاتہہ ہمارے قلم ہوے

پردہ اوٹھا کے ہمنے تمہین دیکھہ تو لیا — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
دشمن کے آڑے آگئی تیغون جا کے ہم — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
طالب رہی عروج کے ہم نخل کی طرح — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
فانوس کی طرح سے لیا دل پہ داغ عشق — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
کوتہ کیا نہ دست ہوس کو شجر کی طرح — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
قاضی کے گھر سے شیشہ صہبا نکال لائے — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
لکھی شکایت آنکھہ چرانے کی یار کے — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
لے لکھی بلا مین سبزہ خط نگار کی — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
غنچون کی طرح چاک گریبان کیا کئے — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
لپٹے رہے قدم سے ہم اونکے حنا کی طرح — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
سب دل کا شوق خاک در یار پر لکھا — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
ثابت قدم رہے ہین صدا نخل کی طرح — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
ہمنے تو جب کہی لکھی حق بات ہی لکھی — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
ہمنے حنا کی طرح کیا دل کو اپنے خون — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
چوری سے بوسہ خط رخسار لے لیا — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
کہانے دیا نہ ہمنے کسی نخل کو تبر — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے
لکھتے رہے جنون کی حکایات خونچکان — ہر چند اس مین ہاتھہ ہمارے قلم ہوئے

ابتدائے مشق کا ذکر ہے کہ سید باقر صاحب ایک شخص تھے اونہون نے یہ مصرع کہ پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتے ہین + طرح کردیا پھر خود ہی اس مصرع لگایا سہ حنا نے کہٹ کے کیا ناخنون کا دونا سن + کہ پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتے ہین - مائل نے اونکا مصرع اور ادعائے تفرد کا ذکر سنکر یہ مصرع لگایا

بلا مین رات کو سیم جو ہی ہین ابرو کی — تو پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتے ہین

ایک دوست نے مجھسے بھی فرمائش کی اور مین نے یہ مصرع لگایا سہ لکھا جو کاتبہ مین اونکے ناخنون کی ثنا + تو پانچ اونگلیون مین دس ہلال رہتے ہین

لکھنو مین ایک دفعہ یہ مصرع اسلئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین -

شعرا کے مطرح نظر تھا - ایک صاحب نے یہ مصرع لگایا ؎ ایک سے جب دو ہوے
پھر لطف یکتائی نہین ، اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین کسی نے
یہ مصرع لگایا ؎ مین ہون مشتاق سخن اور اوس مین گویائی نہین - اس لئے
تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین ، مین نے بھی مصرع لگائے تھے -

اس مین وہ انداز وہ شوخی وہ عیاری نہین — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
اوس کی خاموسی ہمارے دل کو جب بہلاتی نہین — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
اصل کی خوبی جو ہے وہ نقل مین پائی نہین — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
یہ اجازت ہمنے اپنے رشک کو پائی نہین — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
روتے روتے رات دن آنکھون مین بینائی نہین — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
پیکر شیرین بنا کر کیا ملا فرہاد کو — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
دیکھتا اوس کو تو ہو جاتا زمانہ بت پرست — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
نور عارض سے اندھیرا گھر بنانا تھا محال — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
جان اپنی ڈال دیتا یہ نہ تھی قدرت ہمین — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
چاہنے کاغذ کے بدلے مہ تابان کاورق — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
منہ نزاکت سے اوتر جائے گا اوسکا تابہ یوسف — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
چاہنے والونمین ہو جاتا مصور دیکھکر — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
جان ہے وہ جان کی صورت بنانا ہے محال — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
وصل آئینہ سے اون کا ہمکو ہوتا نا گوار — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
دیکھنے سے اوس کے ہر دم ہوتی بیتابی سلو — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
کھینچ لایا ہے ہمارا جذبۂ دل خود اوسے — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
حسن کے جلوے کی تھی برداشت کب تاب نظر — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
صورت اوس کی پھر بھی ہم آنکھون مین اپنی بند کر — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
خوبیٔ قسمت سے اپنی خود وہ ہین زیب کنار — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
بت پرستی کا کہین حاسد نہ کردین اتہام — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین
دل مین صورت اوس کی آنکھون مین تصور اوسکا ہے — اس لئے تصویر جانان ہمنے کھینچوائی نہین

میرانیس مرحوم کے سامنے ایک صاحب نے یہ مصرع پڑھا چیختے چیختے بلبل کی زبان سوکھ گئی
میر صاحب نے یہ مصرع لگایا ؎ عرق گل ہے مناسب اوسے دینا صیاد
چیختے چیختے بلبل کی زبان سوکھ گئی۔ اس کا چرچا لکھنؤ مین ہوا اکثر لوگون نے
مطلع آزمائی کی مجھے اپنا مصرع یاد ہے ؎ خار کو گل کے قرین دیکھکے مین
یہ سمجھا چیختے چیختے بلبل کی زبان سوکھ گئی مٹیا برج مین ایک دفعہ صحبت
احباب مین میرا گزر ہوا ایک صاحب نے فرمائش کی کہ اس پر مصرع لگاؤ
جو مئی قبلہ سے گھنگھور گھٹا آتی ہے۔ بیٹھے بیٹھے میرے خیال مین یہ مصرع آگیا
؎ طفل جب ہو کہ برس نے لگے میخانہ پر جو مئی قبلہ سے گھنگھور گھٹا آتی ہے
اسکے بعد مین نے فکر کی تو ایک مصرع اور ذہن مین آگیا ؎ کیا عجب ہے کہ
صراحی بھی کرے سجدہ شکر جو مئی قبلہ سے گھنگھور گھٹا آتی ہے۔ ایک صاحب
سلام کی فکر مین تھے مجھسے کہنے لگے مین نے ایک مصرع کہا ہے۔ ؎ وہ اک
زمانہ کی آنکھون مین ہین سمائے ہوئے مین نے یہ مصرع لگا دیا ؎ نہین
ضریح کے محتاج بیکسون کے مزار وہ اک زمانہ کی آنکھون مین ہین سمائے ہوئے
کہنے لگے تمنے تو میرا مصرع چھین لیا یہان حیدرآباد مین بندگان عالی خلد اللہ
ملکہ کا ایک مصرع ہزار بار بلایا تو ایکبار آیا۔ ایک دوست نے میرے سامنے پڑھا
مین نے یہ مصرع لگایا ؎ یہ ناز تھا ملک الموت کو بھی ہجر کی رات ہزار بار بلایا
تو ایکبار آیا۔ یہ نقل مشہور ہے کہ لکھنؤ کے ایک شیخ زادہ جو امرا مین سے تھے مرزا
رفیع سودا سے بر سبیل امتحان طالب ہوے کہ اس مصرع پر مصرع لگاؤ مین
اے سنگ ناز کی مین تو کامل نہ ہو سکا۔ سودا نے یہ مصرع لگایا ؎ شیشہ گداز
ہو کے بنا دل نہ ہو سکا اے سنگ ناز کی مین تو کامل نہ ہو سکا۔ اور یہ نقل بھی
اونکی طرف منسوب ہے کہ کسی نے یہ مصرع اک نظر دیکھنے سے ٹوٹ نہ جاتے ترے ہاتھ
سودا کے سامنے پڑھا اونہون نے یہ مصرع لیلی اتنا تو نہ تھا پردہ محمل بھاری لگا
اس مین شک نہین کہ مصرع لگانا بڑا فن ہے اور مشق شعرا کا بڑا ذریعہ
حیدر علی آتش کا طرز سخن مصرع لگانے ہی پر منحصر ہے اور لکھنؤ
اونہین نے اس امر کی طرف مائل کیا ورنہ اکثر لوگ مو

کہہ لیا کرتے تھے مگر مصرعون کے نامربوط و دوسخت ہونے سے بے خبر رہتے تھے
خدا بخشے آغا حجو شرف کو وہ ذکر کرتے تھے کہ میر وزیر علی صبا ایک غزل دیوان کا
دکھانے لائے مین بھی اسوقت موجود تھا ایک شعر صبا نے پڑہا ہے فصل گل مین
مجھے کہتا ہے کہ گلشن سے نکل ۔ ایسی بے پر کی اوڑاتا تھا نہ صیاد کہی۔ اس نے
یہ شعر سنکر کہا کہ بے پر کی اوڑانا تمنے باندہ لیا اور مصرع لگانے مین اسکا خیال نہ رکھا
یون لکھہ لو ۔ پر کتر کر مجھے کہتا ہے کہ گلشن سے نکل ۔ ایسی بے پر کی اوڑاتا تھا
نہ صیاد کہی۔ لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعض طبیعتین جودت خداداد رکھتی ہین
وہ ایک ہی دفعہ سارا شعر کہہ لیتے ہین اور دونون مصرع مربوط و دست و گریبان
ہوتے ہین جن کو خدا نے یہ وصف عطا کیا ہے اونہین اس طرح مشق کرنے کی
ضرورت بہت کم ہے اور جو شعر دونون مصرعون سمیت ایک ہی دفعہ ٹھیک
پڑتا ہے اوس مین آمد کی شان اور بے تکلفی بیان اس ہوتی ہے کہ وہ بات
ہر گز فکر کرکے مصرع لگانے مین نہین حاصل ہوتی۔

اللہ رے تیری تندیٔ خو جسکی بیم سے — اجزائے نالہ دل مین مرے رزق ہم ہوئے

جس طرح خوف لہر کو تحلیل کرتا ہے اسی طرح اوسکے مزاج ہونے کے ڈر سے نالہ
لب تک نہ آیا دل مین تھا دل ہی مین تحلیل ہوگیا۔ اس تحلیل ہونے کو مومن نے
اس عبارت مین ادا کیا ہے کہ اوسکا ایک جزو دوسرے جزو کو کہا گیا۔

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق — جو پاؤن اوٹھہ گئے وہی اونکے علم ہوئے

یعنی میدان عشق سے بہاگ جانے ہی مین رقیب کی فتح ہے ان لوگون کا اس
میدان سے پاؤن کیا اوٹھا گویا اونکے لئے علم فتح بلند ہوا اور جان بچ گئی
پاؤن اوٹھنے کو علم اوٹھنے سے تعبیر کرنا نہایت تکلف ہے اس مضمون کو یون
کہنا تھا ہوا اوٹھا وفا سے ہاتھہ تو اونچے علم ہوئے

ہین چند ہمارے سر و تن — جو وان نہ کھنچ سکے سو وہ یان آکر کھنچے ہوئے

یہ مقدر ازل سے ہمارے واسطے مقرر ہوچکے تھے وہان تو نہ کھنچ سکے
وہی نالے ہم کھینچ رہے ہین اور یہ آمد و رفت نفس وہی نالہ کشی ہے۔ اس
اشکال کا پتہ لگا کر ناسخ کی طرح مصرا کی زبان پر (جو) کے جوابین

(سو) لانا ضرور ہے اس وجہ سے کہ اگر مصرع مین سے (سو) کو نکال ڈالئے اور (یان) کو (یہان) پڑہیئے اس طرح مصرع جو وان نہ کھینچ سکے وہ یہان آکے دم ہوئے جب بھی مصرع موزون ہے اور مصرع کا مرتبہ تو بڑا ہے جو شخص نظم الفاظ مین مشق رکھتا ہے اوس سے نکر شعر کے وقت ایسی باتین چھپی نہین رہتین پھر (وان اور وہان یان اور یہان) گو دونون طرح درست ہی لیکن باتفاق وان سے وہان اور یان سے یہان فصیح ہے مصنف اگر (سو) کو ترک کیا ہوتا تو یہ فائدہ بھی ہوتا کہ (یان) کی جگہ (یہان) ہوجاتا مگر اونہون نے (سو) کے لانے کے لئے (یان) کا رکھنا بھی گوارا کیا اور بندش شہادت دے رہی ہے کہ یہ امر بالعمد ہے اس شعر مین دم ہوئے اچھا نہین ہے لیکن مضمون شعر نہایت لطیف ہے

چھوڑی اسد نہ ہمنے گدائی مین دل لگی ۔ سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے

(تو) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسسے پہلی جو جملہ ہے اوس مین سے جو یا جب یا اگر محذوف ہی یعنے یہ مصرع جملہ شرطیہ ہے اور حذف نے بہت لطیف بنا رکھا ہے اردو مین یہ قاعدہ کلیہ سمجھنا چاہیئے کہ جملہ شرطیہ مین حرف جزا مذکور ہو تو حرف شرط کا حذف کرنا حسن رکھتا ہے

جو نہ نقد داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی ۔ تو فسردگی نہان ہے کمین بے زبانی

کہتے ہین شعلہ میرے داغ دل کی پاسبانی کر رہا ہے یعنے اوسے ٹھنڈا نہین ہونے دیتا نہین تو فسردگی بے زبانی کے پردے مین چور کی طرح چھپی ہی ہوئی ہے کہ اس اشرفی کو لے بہاگے۔ شعلہ کی تشبیہ زبان سے مشہور ہے تو شعلہ کا پاسبانی نہ کرنا وہی بے زبانی ہے اور اس بے زبانی کا انجام فسردگی ہے حاصل یہ ہے کہ شعلہ نہ پاسبانی کرے تو داغ دل افسردہ ہو جائے اور اس اشرفی کو دزد افسردگی کمین بے زبانی سے گل کر چرا لے اس شعر مین داغ کو نقد کہا یعنے روپے اشرفی سے تشبیہ دی فارسی گویون کا یہ خیال ہے کہ داغ دل ایک مدور شے ہے اور اوس مین چمک ہے اور سوزش ہے اور اسی سبب سے آفتاب و ماہ اور درہم داغ اور شعلہ داغ وغیرہ باندہتے ہین اردو کی شاعری مین

یہ مضمون لیا گیا ہے اسی طرح سمجھتے ہین کہ آہ ایک مستقبل چیز ہے جس مین شعلہ بھی ہے اور دھوان بھی ہے آرزو کوئی زندہ شے ہے کہ کبھی دل ہی دل مین اوس کا شعلہ ہو جاتا ہے کبھی عشاق کے ساتھ جیتی گزر جاتی ہے کبھی اونکی قبر پر دھونی رماتی ہے غرض کہ داغ دل جب اشرفی ہوا تو شعلہ اس وجہ سے کہ تمام رات اوسکی آنکھ کھلی رہتی ہے پاسبان اوسکا ہے اور فسردگی کو مصرعے نے گودز نہین کہا لیکن اوسکا فعل ایسا بیان کیا جو چورون کا ہوتا ہے یعنی مال چرانے کی گھات مین لگے رہنا تو گویا اوسے دزد ہی تصور کیا ہے جو لفظون بے زبانی مین چھپا ہوا ہے یہ سب نکتے نہایت لطیف ہین لیکن حاصل شعر کا دیکھو تو کچھ بھی نہین۔

(جو نہ نقد داغ) مین دونون متعاقب عیب تنافر کہتے ہین اور دو دو الفون بھی جمع ہو گئی ہین یہ بھی نقل سے خالی نہین اسکا معیار ائمہ ادب نے مذاق صحیح کو قرار دیا ہے بعض لوگون کو تنافر نہین محسوس ہوتا یہان دو دو نون جمع ہو تو تنافر کہتا ہے اور دو دو الفین متعاقب اوسقدر بری نہین معلوم ہوتین اگر مصرع یون ہوتا ع کرے نقد داغ دل کی جو شعلہ پاسبانی۔ تو پھر تنافر نہ تھا۔ آتش کا یہ شعر

مین موج ہون لب ساحل پہ آن کھڑا ہون کبھی جو جوش مین دریائے اضطراب آیا

پہلے مصرع مین سے (مین) کاٹ دے اور لون کر گیا اور اس سبب سے دو میم متعاقب جمع ہو گئے اور دوسرے مصرع مین (جو) کا واو گر جانے سے دو جیم پے در پے آگئین لیکن دو جیمون کا اجماع عیب تنافر کہتا ہے اور پہلے مصرع مین دو میمون کا اجماع اسقدر برا نہین معلوم ہوتا کچھ یہ ضرور نہین کہ جب دو حروف متعاقب اس طرح جمع ہو جائین تو وہان تنافر پایا جائے بعض جگہ اسطرح کا اجتماع متعاقب نہین ہوتا اور پھر تنافر شدید پایا جاتا ہے جیسے خواجہ تو چہ تجارت می کنی (یا جیسے لڑکے آپس مین کھیل کرتے ہین کہ اس فقرے کو جلدی جلدی کہلواتے ہین کہ زبان پھسلے اور ہنسی ہو) بیٹھ اونچی اونٹ کی کچھ اونٹ کی اونچائی سے نہین ہی بیٹھ اونچی اونٹ کی

اوس سی کیا تو قع بہ زمانہ جوانی کبھی کو دکی مین جس نے یہ سنی مری کہانی

سنی مین کہانی سنی کا شوق بہت ہوتا ہے اوس پر تو میری کہانی ذرا کبھی سنی

اب اوس کے شباب مین مجھے اوس سے کیا امید ہو

یونہین دیکھ کسی کو دینا نہین خوب کہنا — کہ مرے عدو کو یارب ملے زندگانی

(یونہین) کا لفظ بے وجہ کے مقام پر محاورہ مین ہے

---

ظلمت کدہ مین میرے شب غم کا جوش ہے — اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

غالب شمع خموش کو علامت سحر اس وجہ سے کہا ہے کہ سپیدۂ شمع سپیدہ مستطیل صبح سے مشابہت رکھتی ہے مین نے یہ معنے لکھنے کے بعد عود ہندی کو دیکھا مصرع عجیب وغریب معنی وترکیب اس شعر کی لکھی ہے کہتے ہین یہ مصرع اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے خبر ہے پہلا مصرع ظلمت کدہ مین میرے شب غم کا جوش ہے یہ مبتدا ہے۔ شب غم کا جوش یعنے اندھیرا ہی اندھیرا ظلمت غلیظ سحر ناپید اگویا خلق ہی نہین ہوئی۔ ہان دلیل صبح کی بود پر ہے یعنی ابھی ہوئی شمع اس راہ سے کہ شمع وچراغ صبح کو بجھا یا کرتے ہین لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شے کا دلیل صبح ہونا ٹھہرا وہ خود ایک سبب ہی من جملہ اسباب تاریکی کے پس دیکھا چاہئے جس گھر مین علامت صبح موید ظلمت ہو وہ گھر کتنا تاریک ہوگا

لے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال — مدت ہوئی کہ آشنۓ چشم وگوش ہے

یعنے اب وہ زمانہ گیا کہ اگر چشم کو نظارۂ جمال ہوتا تھا تو کانون کو رشک ہوتا تھا کہ ہم کو بھی مژدہ وصال ملے یا کبھی کان تک مژدہ وصال پہنچتا تھا تو انکھون کو یہ رشک ہوتا تھا کہ اسنے مژدہ وصال کو پہلے سن لیا اور ہم ابھی تک نظارۂ جمال سے کامیاب نہ ہوئے

مے نے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب — اے شوق ہان اجازت تسلیم ہوش ہے

اجازت ہے کہ ہوش وحواس اوسکے حوالہ کردے کیونکہ مے ہوشربا نے بے حجاب کیا ہے

گو ہر کو عقد گردن خوباں مین دیکھنا — کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے

(دیکھنا) دو معنی رکھتا ہے ایک تو امر کے معنی اور اس صورت مین شمع کو ہر فروش کا خطاب ہے اور دوسرے مصدر کے معنے اور اس صورت مین گوہر فروش کا دیکھنا مراد ہے اور اوس پر رشک کیا ہے

دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست　　بزم خیال میکدۂ بے خروش ہے

پہلے مصرع مین کہین اضافت نہین ہے بزم خیال کا نقشہ دکھلاتے ہین کہ وہان دیدار شراب ہی نگاہ میخوار ہے حوصلہ ساقی ہے

اے تازہ واردان بساط ہوائے دل　　زنہار اگر تمہین ہوس نائ و نوش ہے

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو　　میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی　　مطرب بنغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

تازہ واردان بزم ہوائے دل سے نوجوان مراد ہین - ہوا عربی مین خواہش کے معنی پر ہے - زنہار کلمہ تاکید ہے - نائ و نوش سے نی کا سننا اور شراب کا پینا مراد ہے انہین دونون باتون کے متعلق بلف و نشر دوسرے شعر مین کہتے ہین کہ شراب کی طرف کیا دیکھتے ہو میرا حال دیکھو اور عبرت کرو اور مے گو کیا سنتی ہو میری بات کان لگا کر سنو - پھر اس بات مین بھی لف و نشر کی رعایت کی ہے کہتے ہین جلوۂ ساقی ایمان و آگہی کا دشمن ہے اور نغمہ نی تمکین و ہوش کا رہزن ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط　　دامان باغبان و کف گلفروش ہے

لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ　　یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے

یا صبح دم جو دیکھیے آکر تو بزم مین　　نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی　　اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

رات کی وہ پہل پہل اور دل لگی اور چہلین صبح کی اوداسی اور سناٹا اور ہو کا عالم دو متضاد کیفیتین ہین اوس سے سننے والے کو انبساط اور اس سے انقباض ہوتا ہے اوس سے واشد خاطر اور اس سے گرفتگی پیدا ہوتی ہے - اس قطعہ مین آخر کے دو شعر اسی سبب سے زیادہ بلیغ ہین کہ اون کا اثر گرفتگی خاطر ہے اور وہ گرفتگی جو بعد واشد کے ہوا اثر قوی کہتی ہے

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین　　غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

یعنے یہ مضامین جو تیرے قلم سے نکلتے ہین غیب کے مضامین ہین تو ہر صریر خامہ کو
فرشتہ کی صدا سمجھنا چاہیے

---

اگر مری جان کو قرار نہین ہے  طاقت بیداد انتظار نہین ہے
اگر جلد آ گئے تو خالی آ گئے ہی بہتر تھا لیکن وزن مین گنجائش نہ تھی۔
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے  نشہ باندازہ خمار نہین ہے
یعنے حیات دنیا مین جو تکلیفین ہین اوس کی تلافی جنت مین ملنے سے نہین
ہو سکتی پھر اسکی مثال دی ہے کہ جس نے خمار کی تکلیف بہت اوٹھائی ہو اوسکو
تھوڑیسی شراب ملے تو کیا نشہ ہوگا
گر یہ نکالے ہے تری بزم سے تجکو  ہاے کہ رونے پہ اختیار نہین ہے
یہ وزن مانوس اوزان مین سے نہین ہے اس وجہ سے کاتب نے اپنے وزن مانوس
کی طرف پہلے مصرع کو کھینچ لیا ہے اور سب نونون مین (تری) لکھدیا چاہیا ہے
لیکن اس مین یہ قباحت ہے کہ دوسرا رکن فاعلات ہونا چاہیے تھا اوسکی جگہ پر
مفتعلن ہو جاتا ہے تو ضرور ہے کہ (تیری) کیا ہوگا مصرعے۔ اور اس صورت مین
وزن مستقیم رہتا ہے کیا (تیری) مین سے آخر کی ی کو گرا دین اور دیبائی ہائی کہین
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو  اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
مطلب مصرعہ کا یہ ہے کہ عشاق کی غرض مین غبار نہین ہے لیکن طینت کی جگہ خاک کہنا
محاورہ سے گرا ہوا ہے اس مقام پر طینت سرشت آب و گل بولتے ہین خاک لفظ
لانے سے ادائے مطلب مین خلل عظیم ہو گیا اور اب اس شعر کے یہ معنے ہین کہ عشاق
گو مر کر خاک ہو گئے لیکن اونکی خاک مین بھی غبار نہین ہے اور یہ نفس ادعائے شاعرانہ ہے
جس کے لئے تعلیل کی ضرورت ہے
دل سے اوٹھا لطف جلوہاے معانی  غیر گل آئینہ بہار نہین ہے
وہ آئینہ جس مین بہار کا حسن و جمال دیکھا دیتا ہے گل ہے اسی طرح وہ آئینہ
جس مین معانی کا جلوہ نظر آتا ہے دل ہے
قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے  واے اگر عہد استوار نہین ہے

یعنے معشوق نے عہد کیا ہی

تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہی غالب — تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تعجب ہے کہ تو اور مے کشی کی قسم - کسی چیز کی قسم کہانا محاورہ ہی اور اوسکو ترک کی قسم کہانا مراد ہی

---

ہجوم غم سے یانتک سرنگونی مجکو حاصل ہی — کہ تار دامن و تار نظر مین فرق مشکل ہے

غم کے بوجہ سی سر دامن پر جا رہا اب تار دامن سے تار نظر اس طرح متصل ہے کہ دونون مین فرق کرنا مشکل ہی

رفوئی زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی — سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

مطلوب کے مقام پر مصنف نے مطلب کو استعمال کیا ہے ضرورت شعر

وہ گل جس گلستان مین جلوہ فرمائی کرے غالب — چٹکنا غنچہ گل کا صدائے خندۂ دل ہے

غنچہ گل یعنے گلاب کی کلی دل سے مشابہت رکھتی ہے مطلب یہ ہے کہ اوس کے آنے سے گلستان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے وہان غنچہ چٹکے تو سمجھو کہ صدائے خندہ دل بلند ہوئی

---

پا بہ دامن ہو رہا ہون بسکہ مین صحرا نورد — خار پا ہین جوہر آئینہ زانو مجھے

یعنے پاون جو زانو سے متصل ہے تو صحرا نوردی مین جو کانٹے پاون مین چبھے تھے وہی آئینہ زانو کا جوہر بنے ہین - اس شعر مین بھی تشبیہ کے سوا اسمین کچھ لطف نہین ہے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت — ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے

فارسی اور اردو کہنے والے شعرا مین یہ خیال مرتکز ہو گیا ہے کہ ہمیشہ دل کو زلف مین لپیٹا کرتے ہین اسی سے مصنف نے یہ مضمون نکالا ہے کہ جب دل برسون زلف مین اوجھا رہا ہے تو زلف و دل مین آشنائی قدیم ہے اور زلف کا ہر سر مو نگاہ آشنا ہی اور دل کا حال آشنا ہی کو خوب معلوم ہوتا ہے اور سر ہر مو کو عام لین تو بھی معنے درست ہین یعنے ہنگام ہم آغوشی تیرا ہر سر مو میرے دل کی حالت دیکھنے کے لئے نگاہ آشنا ہو جائے گا

ہون سراپا سازش آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ — ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

یعنے مین وہ ارغنون ہون جس مین شکایت کا راگ بھرا ہوا ہے تو نے مجھ چھیڑا اور میرے راگ نکلنے لگا

جس نرم مین تو ناز سے گفتار مین آوے — جان کا لب صورتِ دیوار مین آوے

یہ مضمون شعرا مین بہت مشہور ہے کہ معشوق کے لب دہن مین جان بخشی کا وصف ہے اسی سبب سے صورت دیوار مین اوسکے دہن کی بات سمجہان پڑجائے تو عجب نہین گفتار مین آنا بات چیت کے معنی پر اردو کا محاورہ نہین ہے ترجمہ ہے۔

سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر — تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آوے

(سے) کا لفظ اس شعر مین عجب لطف رکھتا ہے اور بڑے محاورہ کا لفظ ہے اور میر پہلے شخص ہین جس نے اس مقام پر (سے) کو استعمال کیا۔ اور سب شاعر اسطرح نظم کیا کرتے ہین ع اس قد کو اگر لیکے تو گلزار مین آوے۔

تب نازِ گران مایۂ اشک بجا ہے — جب لختِ جگر دیدۂ خونبار مین آوے

وہ انسو ہی کیا جسمین لہو نہ ہو

دی مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر — کچھ تجکو مزا بھی مرے آزار مین آوے

یعنے شکایت اور فریاد مین کرونگا تو تجھے مزہ آویگا اور لطف اوٹھے گا۔ اس زمین کا حاصل اس شعر مین آگیا

اوس چشم فسونگر کا اگر مائے اشارہ — طوطی کی طرح آئینہ گفتار مین آوے

معشوق کی آنکھ کا یہ وصف مشہور ہے کہ اشارہ مین باتین کرلے تو جب وہ اشارہ آئینہ مین دکہائی دے گا تو آئینہ بھی گویا طوطی کی طرح باتین کرے گا یہان مصنف لفظ تخاطب کو ترک کرکے اوسکے بدلے فسونگر اس وجہ سے کہا کہ آئینہ کا باتین کرنا خرقِ عادت و افسون ہے

کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب — ایک آبلہ پا وادیٔ پرخار مین آوے

آبلہ کی جا گلین ہون تو انکی پیاس بجھے

مرجاؤن نہ کیون رشک سے جب وہ تنِ نازک — آغوش خمِ حلقۂ زنار مین آوے

معشوق ہندو ہے اور اوس کے گلے مین زنار کو لپٹا دیکھکر رشک آتا ہے۔

غارتگرِ ناموسِ ہوگر ہوسِ زر — کیون شاہدِ گل باغ سے بازار مین آوے

وجہ مناسبت یہ ہے کہ گلاب مین جو زیرہ ہوتا ہے اوسے زرگل کہتے ہین شعر کا مطلب یون سمجھو کہ گلاب کا کہلنا اور زرگل کا کہلنا کیا ہے گویا زر کی ہوس مین ہاتھہ پھیلاتا ہے جس کا انجام یہ ہوا کہ سر بازار آنا پڑا نہین تو بربادی ناموس کا کیون سامنا ہوتا غنچہ کی طرح بند ہی مٹھی چلا گیا ہوتا جب ہاتھہ پھیلا کر زر لیا تو شاہد بازاری ہوگیا اور ناموس و عزت برباد گئی

تب چاک گریبان کا مزہ ہے دل نالان — جب اک نفس اوبھا ہوا ہر تار مین آوے

چاک گریبان سے یہان چاک زدن گریبان مراد ہے یعنے چاک کرنے کا لطف یہ تو یہ ہے کہ گریبان کے ساتھہ سانس بھی کھنچ آئے اور دم حل جائے

اے واے اگر معرض اظہار مین آوے — الشکدہ ہے سینہ مرا راز نہان سے

جس راز نے سینہ کو الشکدہ بنا رکھا ہے وہ ظاہر ہو تو کہان کہان آگ نہ لگائے۔

جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین آوے — گنجینہ معنی کا طلسم اوس کو سمجھیے

گنجینہ اس سبب سے ہے کہ معانی کثیر اوس مین ہین اور طلسم اس سبب سے ہے کہ پہلو بھی اوس مین کئی نکلتے ہین - یہ ظاہر ہے کہ طلسم مشکل سے کہلاتا ہے اور حیرت انگیز ہوتا ہے اسی طرح کلام میرا مشکل مین حل ہوتا ہے اور معانی سے اوس کے حیرت پیدا ہوتی ہے غرض لفظ کی تشبیہ طلسم سے نہایت بدیع ہے۔

---

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے — اوس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

جس طرح خورشید اچھا ہے ماہ سے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے مژہ نگاہ — جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

بوسہ کا لفظ دینے اور لینے کے ساتھہ بولتے ہین اس سبب سے بوسہ کو شعرا دل کی قیمت باندھا کرتے ہین اور دل کا بوسہ پر بکنا مبتذل مضمون ہے لیکن یہان محاورہ کی خوبی اور بندش کی ادا نے اس مضمون کو تازہ کردیا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا — ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

مطلب یہ ہے کہ زیادہ تکلف باعث تکلیف کا ہوتا ہے

بے طلب دین تو مزا اوس مین سوا ملتا ہے — وہ گدا جس کو نہ ہو خوے سوال اچھا ہے

غزل اور قصیدہ مین اس کا خیال رکھنا اچھا ہے کہ مطلع کے بعد پھر دونون عنصر مین ایسا تشابہ نہ ہونے پائے جیسا مصر کے اس شعر مین ہوگیا ہے کہ جس نے اور شعر نہ سنے ہون وہ مطلع سمجھے اسے بھی لینے (ملتا) اور (چاہیے) یہ دونون لفظ قافیہ معلوم ہوتے ہین اور (ہے) ردیف۔ جس کو مذاق صحیح ہے وہ ضرور اس نکتہ کی قدر کرے گا کہ اسی شعر کی بندش مین سستی پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے کہ مطلع کے بعد دونون مصرعون کا مبائن ہونا شرط ہے اور اس مین شک نہین گذرے کہ اعتبار کی اس شعر مین بھی مبائنت بقدر کافی ہے لیکن اگر اتنی مشابہت بھی نہ ہوتی تو اور بھی اچھا تھا۔ مطلب شعر کا ظاہر ہے کہ مانگے سے ملا تو کیا رہ گئی جو قسمت مین ہے وہ ملے گا ضرور اگر بے سوال ملا تو کیا پوچھنا اوس ملنے سے کیسا دل خوش ہوجاتا ہے سوال کی مذمت کیا اچھی طرح کی ہے

اون کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق — وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اس شعر کی خوبی ایسی ظاہر ہے کہ اوس سے بڑھ کر بیان نہین ہوسکتی ایک نحوی نکتہ یہان یہ ہے کہ مصدر کے بعد جب کوئی حرف معنوی ہو تو نون کو گرا دینا بھی محاورہ ہے (دیکھے سے) اصل مین (دیکھنے سے) تھا (سے) کے سبب سے نون گر گیا اسی طرح کہتے ہین اون کے کہے پر عمل کیا اور اون کے مرے کو عرصہ ہوا اور ادا ن کے آنے تک انتظار کیا آنکھہ کے دیکھے کا یقین ہوتا ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت سے مصادر ہین جس مین ایسا تصرف ہو سکتا ہے مگر سماعی ہین ہر مصدر مین ایسا قیاس کرلینا صحیح نہ ہوگا

دیکھیے پاتے ہین عشاق بتونسے کیا فیض — اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

بہت صاف شعر ہے اور اچھا شعر ہے

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا — جس طرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچھا ہے

پہلے مصرع مین گنجلک ہے اور دوسرے مین تنافر اور دونون مصرعون مین ربط بھی خوب نہین اور مضمون بھی کچھ نہین

قطرہ دریا مین جو مل جائے تو دریا ہوجائے — کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

قطرہ و دریا کی تمثیل اہل تصوف کی نکالی ہوئی ہے لیکن شعر اگو بھی نہایت پسندیدہ ہے

کسی نے اسی نہین چھوڑا یہانتک کہ یہ مضمون مبتذل ہوگیا اب جو کوئی اسے نظم کرتا ہے تو شعر ہی بے مزہ ہوجاتا ہے مصرعے نے بھی اس مضمون کو کئی جگہ کہا ہے اور یہ شعر دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر ہم اوس کے ہین ہمارا پوچھنا کیا سب سے اچھا نظم ہوا ہے اس سبب سے کہ محاورہ کی چاشنی نے پہلے مضمون کو چٹ پٹا کردیا۔

خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز — شاہ کے باغ مین یہ تازہ نہال اچھا ہے

شاہزادہ خضر سلطان فرزند بہادر شاہ ظفر کی مدح مین ہے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

مطلب یہ کہ بہشت کیا ہے ہمارا فہمو نکو ایک باغ سبز کہا یا ہے

---

نہ ہوئی گر مرے مرنے کی تسلی نہ سہی — امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

اس شعر پر اگر غالب خدائی سخن ہونے کا دعوی کرین تو خدا گواہ ہے کہ زیبا ہے پھر دیکھیے تو نہ فن معانی کی کوئی خوبی ہے نہ فن بیان کا کچھ حسن ہے نہ فن بدیع کا تکلفات ہین

خار خار الم حسرت دیدار تو ہے — شوق گلچین گلستان تسلی نہ سہی

گلہائے تسلی نہین تو خار خار حسرت کیا کم ہے

مے پرستان خم مے منہ سے لگائے ہی بنے — ایک مٹکا گر نہ ہو اپنی بزم مین ساقی نہ سہی

مے پرستو چھوڑ کر مے پرستان کہنا حال کی زبان مین نہین جائز اور (لگائے ہی بنے) کے معنے یہ کہ اسی مین زیادہ لطف ہے اور جی بھر کر پینا یونہین بن پڑتا ہے ساقی ہوتا تو ایک ایک گھونٹ کرکے پلاتا

نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا — گر نہین شمع سیہ خانہ لیلی نہ سہی

لیلی کے گھر کو سیہ خانہ نفرت کی راہ سے کہا ہے یعنی جب قیس کو اوس مین بار نہو تو وہ گھر کیسا اسکے علاوہ نام بھی لیلی ہے اور بنتے ہین کہ سیاہ خیمہ مین رہتی بھی تھی

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق — نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی

دنیا کے شادی و غم دونون ہیچ ہین اپنی دل لگی سے کام رکھنا چاہیے عارف کی نظر مین شادی و غم دونون کی ایک ہی صورت ہے۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا — گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

کوئی ناقدر دان کچھ دیتا ہو تو دے یا کوئی ناشناس تحسین کرتا ہو تو کرے۔

**عشرت صحبت خوبان ہی غنیمت سمجھو — نہ ہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ سہی**

گو عشرت و صحبت کے ایک ہی معنے ہیں لیکن فارسی والوں نے عشرت کو خرمی و نشاط کے معنی میں استعمال کیا ہے اس سبب سے یہ اضافت صحیح ہو جائے گی اور طبیعی کو طبیعت سے اسم منسوب بنا لیا ہے لیکن قاعدہ یہ ہے کہ فعیلہ کے وزن پر جو لفظ ہو اوس کا اسم منسوب فعلی ہوتا ہے جیسے حنیفہ سے حنفی ہے اسی طرح طبیعہ سے طبعی ہے مگر فارسی گو قوائی حرکات کو ثقیل سمجھ کر ب کو ساکن کر دیتے ہیں غرضکہ طبعی کو بعض شعرائے لکھنؤ صحیح نہیں سمجھتے اس وجہ سے کہ نہ تو یہ مضاعف ہے نہ حقیقی نہ اجوف ہے جیسے طویلی پھر کیوں (ہی) کو نہ گرائیں۔

---

**عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے — کہ اپنے سایہ سے سر پاؤں سے ہے قدم آگے**

چلنے والے کی پشت پر آفتاب ہو تو اسکا سایہ پاؤں کے آگے آگے ہوتا ہے یعنی یہاں شوق قتل ایسا ہے کہ اپنا سایہ سر سے قدم آگے بڑھا ہوا ہے قدم سے جیسا اوپر کہا ہے کہ در و دیوار اپنے سایہ سے فدا ہوئے۔

**قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادہ الفت — فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے**

یعنے خراب بادہ الفت لکھنا چاہا تھا بادہ الفت لکھنے میں قلم نہ چل سکا اس سبب سے میں نے خراب ہی رہ گیا یہاں مضمون کے ناتمام رہ جانے نے بڑا لطف دیا اور ہر ایک حالت کی ناتمامی کا بیان ہمیشہ لطف دیتا ہے اور قلم کے نہ چل سکنے کیوجہ مستی اور مدہوشی ہے جو لفظ خراب لکھنے سے پیدا ہوئی ہے۔

**ہم زمانہ نے چھاڑی نشاط عشق کی مستی — وگرنہ ہم بھی اوٹھاتے تھے لذت الم آگے**

یعنے غم زمانہ نے سب نشاط اوٹھا دیئے نہیں تو ہم بھی غم عشق کی لذت اوٹھاتے تھے

**خدا کے واسطے داد اس جنون شوق کی دینا — کہ اوسکے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے**

خط لکھکر اوس کے جواب کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ در پر اوس کے پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے

**یہ عمر بھر جو پریشانیاں اوٹھائی ہیں ہم نے — تمہاری آئیو اے طرہ ہائے خم بخم آگے**

تمہارے لئے میں نے یہ اوٹھائیں اگلی کرامات ہیں مبارک ہو جیسا وعدہ غالب کے آنے

دلی لکھنو دونون جگہہ سے متروک ہی لیکن خطاب مین البتہ اُسکا استعمال باقی ہی
مومن مرحوم کہتے ہین

دیکھو نہ سرکشون کو امان اے دلاورد  اعدا سے ہین لبیز نشان اے دلاورد
جیتے نہ پھیر یو صدقی ہو وان اے دلاورد  جانون پہ کھیل جا نیو ہان اے دلاورد

میری تمہین مین جان ہو گو بے حواس ہون
تم مڑکے دیکھلو کہ مین پہنچے کے پاس ہون

دل و جگر مین پرافشان جو ایک موجہ خون ہے  ہم اپنے زعم مین سمجھے ہوے تھے اسکو دم آگے

کہتے ہین ہم سانس سمجھے ہوے تھے وہ ایک موج خون کی پرافشانی ہی یعنے غم نے
دل و جگر کو لہو کر دیا ہی طبیب کہین گے کہ جگر مین سانس کہان جاتی ہے دل و ریہ
کہا ہوتا اور ریہ کو فارسی مین شش اور اردو مین پھیپھڑا کہتے ہین لیکن یہ تینون لفظ
کسی شاعر نے نہین باندہے کہ غیر فصیح ہین یہ عجب سوا اتفاق ہے کہ اردو کا لفظ
جب غیر فصیح معلوم ہوتا ہے تو اُس وقت مین شاعر
فارسی یا عربی سے لفظ لیتا ہی یہان عربی و فارسی مین بھی لفظ شش و ریہ لینے کے قابل
نہین دیکھو اس مصرع مین ع دل و ریہ مین پرافشان جو ایک موجہ خون ہے۔ ریہ کا
لفظ کیسا رکیک اور غریب معلوم ہوتا ہے اسیطرح یہ مصرع دل اور شش مین پرافشان
جو ایک موجہ خون ہے کیسا واہیات ہی اسی طرح دیکھو یہ پھیپھڑے مین پرافشان
جو ایک موجہ خون ہی شاعر کی زبان نہین معلوم ہوتی ہے یہی افتکاں واقع ہونے کی سبب سے
مصنف نے پھیپھڑے کا نام بھی جگر رکھدیا کہ محض اندرون شئے کو بھی جگر کہتے ہین۔

قسم جنازہ پہ آنے کی میرے کھاتی ہین غالب  ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

یا تو یہ محبت کہ جان کی قسم کھایا کرتے تھے یا یہ نفرت کہ جنازہ پر آنے سے انکار ہے۔

---

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہی  یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہی

یہ بات بھی یعنے (جو کہیے تو گلا ہوتا ہے) منہ سے نہ نکالو گلہ نہین تو گلہ کا نام تو نہ لو
پر آگیا پہلے مصرع مین گلہ کا لفظ چھوڑ کر شکوہ کو مصنف نے اختیار کیا

حالانکہ مصرع اوس صورت مین بھی موزون تھا مگر ایسا ثقل بندش مین
پیدا ہوتا تھا کہ اوسے شاعر ہی سمجھ سکتا ہے

پر ہون مین شکوہ ہی یون راگ ہی جیسا جا — اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

چھیڑنے کے معنی ستانا اور باجا شروع کرنا اور ذکر چھیڑنا بھی محاورہ ہے

یہ سب معنے یہان مقصود ہین

گو سمجھتا نہین پر حسن تلافی دیکھو — شکوہ جور سے سرگرم جفا ہوتا ہے

یعنے کم ہین ہے اور یہ فعل اوس کا بے سمجھے ہوتے ہے

عشق کی راہ مین ہی چرخ مکوکب کی چال — سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

مکوکب یعنی ستارہ دار کہہ کر چرخ کا آبلہ پا ہونا ظاہر کیا ہے اور ستارہ کو آبلہ کی تشبیہ دی ہے

کیون نہ ٹھہرین ہدف ناوک بیداد کہ ہم — آپ اوٹھا کے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے

یعنے تیر بیداد کا ایسا شوق ہے کہ اگر خطا ہوتا ہے تو ہم آپ اوٹھا کر تیر کمان کو دے دیتے ہین کہ پھر اوس تیر کو لگاتے اور ہمین بے ہدف کیون نہ چھوڑے۔

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ — کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہے

یعنے خواہش کے برخلاف ہوا کرتا ہے تو اپنا برا چاہتے تو کچھ بھلا ہوتا۔

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب — لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

(میرا) اس شعر مین بے ضرورت ہے اور بیکار ہے اس لفظ کی جگہ (پہلے) کا لفظ ہوتا تو (اب) کے ساتھ مقابلہ کا حسن شعر مین زیادہ ہو جاتا اور (میرا) کو یہان مقابلہ ہی مقصود ہے یعنی پہلے وہ زور و شور تھا کہ نالہ عرش تک جاتا تھا اور اب یہ ضعف و ناتوانی ہے کہ بمشکل لب تک آتا ہے

خامہ میرا کہ وہ ہے بار بد بزم سخن — شاہ کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہے

اے شہنشاہ کواکب سپہ مہر علم — تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے

سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے — تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے

سر مہ پیشہ مین جو یہ مدرسی ہوتا ہی ہلال — آستان پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے

مین جو گستاخ ہون آئین غزل خواں ہون یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

قطعہ کا مطلب ظاہر ہے پہلے شعر مین لفظ بار بد ایسا دلکش ہے جیسے تار رباب پر نغمہ یہان سامنے کے الفاظ مطرب و نوا سنج وغیرہ تھے اونہین مصنف نے چھوڑ دیا اور بار بد کو استعمال کیا دیکھو مجاز مین حقیقت سے زیادہ حسن ہے اور لفظ کے تازہ کرنے کا پہلو جو مصنف نے یہان نکالا ہے یاد رکھنے کا ہے یعنی یون کہنا کہ تو ظالم ہے اس سے یہ بہتر ہے کہ تو چنگیز ہے کسی نے سچ کہا ہے ع لفظے کہ تازہ است بہ مضمون برابر است۔ یہ فارسی کا محاورہ ہے کہ ہفت اقلیم کہتے ہین اور ہفت اقلیم ہا غلط ہی اور اردو مین اسکے برعکس ہے لیکن سات اقلیم کا لفظ محاورہ مین داخل ہوگیا ہے اور بدر کا ناصیہ سا ہو کر ہلال ہو جانا مضمون مبتذل ہی

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

یعنے میرے نوا ہائے تلخ کو سن کر بے مزہ نہو کہ بسبب عذر کے ہی

---

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے تمہین کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

(تو کیا ہے) یعنے تیری کیا حقیقت ہی اور (کیا) سے یہان پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ توہین کرنا مقصود ہے کہ استفہام معنی توہین کے لئے بھی ہوتا ہے۔

نہ شعلہ مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

یعنے تند خو کے سبب سے اگر شعلہ اوسے کہون تو شعلہ مین یہ کرشمہ کہان ہے اور شوخی کے سبب سے اگر برق کہون تو برق مین یہ ادا کہان

یہ رشک ہی کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے وگرنہ خوف بد آموزئ عدو کیا ہے

لا کہہ وہ بری بری باتین میری طرف سے لگائے مجھے پروا نہین رشک تو اسکا ہے کہ وہ تم سے بات کیون کرتا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

اس شعر مین ایک سستی یہ ہے کہ لہو کے نکلنے کی کوئی وجہ نہین بیان کی لڑکون نے ڈھیلے مار کر لہو بہایا ہے یا خود سر پھوڑ ڈالا ہے یا غون کے آنسو بہہ مین یا چھاتی کو پیٹتے پیٹتے زخمی کر دیا ہے یا گریبان پھاڑنے مین ناخنون سے نوچا ہے یہ سب

احتمال ہیں مگر یقین نہ کرنے سے شعر میں بے لطفی پیدا ہو گئی ہے

جلا ہی جسم جہاں دل ہی جل گیا ہوگا — کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے

اردو والوں ایسے لوگ نہایت کم ہیں جو کتب بلاغت کو دیکھ سکیں اور سمجھ سکیں مگر خود ہی کچھ عیوب شعر کے اپنے مذاق کے موافق بتراشے ہیں جن کی بنا جہل ہے مثلاً اگر کسی نے یہ نظم کیا (منہ تمہارا دیکھکر) تو پہلا لکھا لیں گے کہ (منہ دا دیکھہ کر) یا اگر کسی نے یوں کہا کہ (میرا خط تمہارے) تو اوس کا مطلب یہ لیں گے کہ (میرا خفتہ بھائے) میر ضامن علی جلال نے کیا اچھا مطلع کہا ہے ؎

نازہیں گو۔ زندہ ہی کرنے والے۔ ڈوبتے ہیں بہانہ کوئی مرنے والے

یہ اعتراض ہوا تھا کہ گورندہ کا اسم فاعل گور زندہ ہے یہ سن کر اوہ لوگ مصرع کو یوں بدل دیا کہ گورے نازہیں سب زندہ پکڑنے والے باغ گورے نازہیں سب زندہ ہی کرنے والے۔ ایک تہمت یہ مشہور ہے کہ مرزا دبیر مرحوم نے لکھا ہے کہ ذکر ہیں شاید کہا تھا جو درپہ چڑھا اوس کا گلا تیغ سے کاٹا اس پر لکھنؤ والوں کا اعتراض ہے کہ جو درپہ چڑھا دا بیات ہی جو مونہ پر چڑھا چاہئے تھا حالانکہ یہ بھی صحیح ہے جو لوگ ہیں وہ سمجھ لے اس شعر میں ضرور کہیں سے لیا ہوگا جو لکھا ہے کہ میں نے اس شعر کے یہ ہیں کہ سوز غم سے میں جل کر راکھ تو ہو گیا دل ہی جل گیا ہوگا تمہیں شیدہ دلربا ہو دلبری نے اس وہم میں ڈالا ہے کہ اسکا دل رہ جلا ہوگا اور ڈھونڈھ کر جلا ہوا دل لیجانا چاہتے اور یہ مضمون سراسر غلط ہے اور امور عادیہ میں سے نہیں ہے اس سبب سے بے مزہ ہے شعر میں جتنی ہوئی زیادہ مزہ دیتی ہے ؎

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل — جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو لہو کیا

شوا اپنے فن میں درست ہونے کا مضمون بہت کہا کہ فن معمولی سے سنے پہلے کہا ہے اور حسن بندش دبلے تکلفی ادا سے اور علی تکلف معانی کا بڑھا دیا لکھنؤ لہو میں لہو لفظ تمام ہے قدیم اور دہن بر ضم بلکہ واو کے ساتھ تھا۔

وہ چیز جس کے لئے ہم کو ہو بہشت عزیز — سوائے بادہ و گلفام و مشک ناب کیا ہے

یعنے شراب تمام نعمائے بہشت سے بڑھ کر ہے

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار  یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

بیان سے خوشی ہین کوئی شاعر نہ ہوگا جس نے مبالغہ نہ کیا ہو اور پھر بے لطف مگر اس مضمون کا کہنا نہین چھوڑتے

رہے نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی  تو کس امید پہ کہئے کہ آرزو کیا ہے

ان رسے ضبط کہ آرزو مین کام تمام ہوگیا کہ طاقت گفتار تک نہ باقی رہی - مگر کبھی زبان سے حرف شوق نہ نکالا ہائے نا امیدی جس نے عرض مطلب کا خون کرکے دل ہی دل مین رہنے دی

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا  دگر نہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

ذرہ کو آفتاب اور قطرہ کو دریا کر دینا اور ادنی کو اعلی بنا دینا ایک متبذل مضمون ہے جسے جملہ خبریہ مین لوگ کہا کرتے ہین مگر کی انشا پردازی کا زور دیکھئے کہ اسی پرانے مضمون کو جملہ انشائیہ مین ادا کیا ہے -

---

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن  گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنے تعجب ہے کہ مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن اور کچھہ نہ کہین چل نکلتے اگر پیے ہوتے یہان لفظ سے کا حذف بہتر تھا

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھہ ہو  کاش تم میرے لیے ہوتے

یعنے تم قہر ہو یا تم بلا ہو جو کچھہ ہو کاش میری تقدیر کے ہوتے اور قہر و بلا اپنے لئے گوارا کر لینا نادر مضمون ہے اس کے علاوہ معشوق کی شوخ مزاجی اور عربدہ جوئی اور اپنا شوق و حسرت ان دونون کی تصویر کھینچ کر اس شعر مین کہا ہے

مری قسمت مین غم گر اتنا تھا  دل بھی یارب کئی دئے ہوتے

کئی دل مانگنا نادر بات ہے اور اسی بات نے شعر کو نادر کر دیا ہے

آہ جاتا وہ راہ پر غالب  کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

راہ پر آجانا محاورہ ہے کہنا مان لینا اس سے مقصود ہے

غیر لیں محفل مین بوسے جام کے ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے

مقام حسرت مین یہ شعر ہے اور محفل سے معشوق کی محفل مراد ہے اور پیغام سے پیغام طلب مقصود ہے اور تشنہ کا لفظ جام کی رعایت سے لائے ہین

خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ ہتکنہ سے ہین چرخ نیلی فام کے

یعنے تمسے گلہ نہین اپنی تقدیر سے شکوہ ہے اور لفظ نیلی فام اس شعر مین محض برائے بیت ہے اس صفت کو معانی مین کچھ دخل نہین بتاویل یہ کہہ سکتے ہین کہ نیلا رنگ منحوس ہوتا ہے اور غم کی نشانی ہے

خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو ہم تو عاشق ہین تمہارے نام کے

مطلب کچھ نہ ہونے سے یہ مطلب ہے کہ گو ہر خط مین یہ مضمون لکھون کہ ہو تمہارا نام آنکا

رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

یعنے رات کو پی - (کو) ترک کرنا اب محاورہ مین نہین ہے لیکن متوسط کے اوائل عہد دلی و لکھنو مین دونون جگہ بغیر (کو) بولتے تھے ناسخ کہتے ہین ساری رات اہل بزم کی کثرت کا احسان ہو گیا

دل کو آنکھون نے ستایا کیا - مگر یہ بھی حلقے ہین تمہارے دام کے

یعنے کیا ستایا ہے دل کو آنکھون نے - مگر الخ مطلب یہ ہے کہ میری آنکھون نے کیا کیا میرے طائر دل کو پھنسایا ہے شاید عشاق کی آنکھین بھی تمہارے جال کے حلقے ہین یہ مطلب بہ مشکل ان الفاظ سے نکلتا ہے اچھی طرح ادا نہین ہوا -

شاہ کے ہے غسل صحت کی خبر دیکھیے کب دن پھرین حمام کے

دن پھرنے سے تقدیر کا موافق ہونا مقصود ہے

عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

---

پھر اس انداز سے بہار آئی کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک اسکو کہتے ہین عالم آرائی

کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر روکش سطح چرخ مینائی

سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی — بن گیا روئے آب پر کائی
سبزہ و گل کے دیکھنے کے لئے — چشم نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا مین شراب کی تاثیر — بادہ نوشی ہے بادہ پیمائی
کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب — شاہ دیندار نے شفا پائی

اس فصل مین ہوا شراب کی طرح نشہ پیدا کرتی ہے اب شراب پینا کار اللطائف ہے مقطع کے پہلے مصرع مین دینا کا لفظ تھا اوسکی مناسبت سے دوسرے مصرع مین دین کا لفظ لائے ہین

---

تغافل دوست ہون میرا دماغ عجز عالی ہے — اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

یعنے عجز و انکسار میری طبیعت مین اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ اپنے حق مین بے توجہی و بے التفاتی ہی پسند ہے مجھسے پہلو تہی کرنا گویا میرے لئے جگہ خالی کرنا ہے کہ

اعراض کو مین اکرام سمجھتا ہون

رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے — بہرے ہین جسقدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

غرض یہ ہے کہ جسقدر جام و سبو بھرے ہین اوسی قدر میخانہ خالی ہے یعنے جام و سبو کا شراب سے لبریز ہو جانا میخانہ کے خالی ہو جانے کا سبب ہے یہ تمثیل ہے اس بات کی کہ عالم کا آباد رہنا اہل ہمت کا نہ ہونے کی دلیل ہے اور اونکا نہ رہنا عالم کی آبادی کا سبب ہے اگر وہ ہوتے تو اونکے جود و کرم کے سبب سے عالم کا آباد رہنا دشوار تھا جیسے جام و سبو کے جود و کرم سے میخانہ کا بھرا رہنا دشوار ہے۔

---

کب وہ سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری

سننے کے دو مرتبہ مصرع نے کہنے کے ایک تو سننا دوسرے میری زبانی سننا یہی امر خوبی شعر کا باعث ہوا ہے اور معانی مین ایسی نازک تفصیل ہمیشہ لطف دیتی ہے دوسرے سارے شعر کے الفاظ ایسے دست و گریبان ہین کہ معلوم ہوتا ہے

پہلی ہی فکر مین دونون مصرع نکل آئے وہ تکلف نہین کرنا پڑا کہ پہلے نیچے کا مصرع
کہا ہو پھر فکر کرکے اوپر کا مصرع پہنچایا ہو

خلش غمزۂ خونریز نہ پوچھ ۔۔۔ دیکھ خونابہ فشانی میری

یعنے خونریزی غمزہ نے کلیجہ مین زخم ڈال دیے ہین کہ لہو کے آنسوون سے رو رہا ہون

کیا بیان کرکے مرا روٹھنے کے یار ۔۔۔ مگر آشفتہ بیانی میری

یعنے کیا وصف میرا بیان کرکے روٹھے اور کیا کہکے بعد اس قسم کا حذف اکثر
ہوا کرتا ہے جیسے کہتے ہین مین نے تمہارا کیا کیا یعنے کیا نقصان کیا۔

ہون زخود رفتہ بیدائے خیال ۔۔۔ بھول جانا ہے نشانی میری

یعنے خیال سے مین نکل جاتا ہون اور احباب کا مجھے بھول جانا بھی میری نشانی ہے
خیال سے احباب کا خیال مراد ہے اور اوراد سے میدان فرض کیا ہے اور اپنے تئین
اوس میدان کا زخود رفتہ کہا ہے

متقابل ہے مقابل میرا ۔۔۔ رک گیا دیکھ روانی میری

اس شعر کے معنے مصنف مرحوم نے خود بیان کیے ہین جس کا حاصل یہ ہے کہ متقابل
معشوق مراد ہے کہ انکی روانی طبیعت سے رک گیا یعنے خفا ہو گیا ان کی حاضر جوابی
وبذلہ سنجی اوسے ناگوار گزری اور روانی مین اور رکنے مین تقابل ہے غرض کہ
معشوق میرے متقابل و متضاد ہے اور مین وہ عہد ہی نہین

قدر سنگ سر رہ رکھتا ہون ۔۔۔ سخت ارزان ہے گرانی میری

جس طرح سنگ راہ کے لئے گرانی تو ہے مگر نہایت ارزانی بھی ہے کہ راہ گیرونکی
ٹھوکرون مین پڑا ہے یہی حال میری گران قدری کا ہے۔

گرد بادِ رہ بیتابی ہون ۔۔۔ صرصر شوق ہے بانی میری

مین بگولے کی طرح بے قرار ہون اور رہگزار بیتابی کا گرد باد ہون اور اس
سنکھنڈے کی بانی صرصر شوق ہے

دہن اوس کا جو نہ معلوم ہوا ۔۔۔ کھل گئی ہیچ مدانی میری

دہن معشوق ہیچ ہے تو جو شخص دہن کو اوسکے نہ جانے وہ ہیچمدان ہے۔

کردیا ضعف نے عاجز غالب ننگِ پیری ہی جوانی میری

یعنے جوانی مین ایسا ضعف ہے کہ اگر یہ ضعف کسی کو پیری مین بھی ہو تو ننگ پیری اوسے سمجھنا چاہیئے۔

---

نقش نازِ بتِ طنّاز بآغوشِ رقیب پائی طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

یعنی رقیب سے ہم آغوش ہوکر اوسکے ناز کرنے کی تصویر سیہ چاہتی ہے کہ موقلم کی جگہ مصور کے ہاتھ مین پائے طاؤس کا قلم ہو۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ طاؤس کے سب اعضا حسین و مایہ فخر و ناز ہین لیکن پاؤن اوسکے بہت بدصورت اور اوسکے حسن کے لئے باعث ننگ و عار ہین۔

تو وہ بدخو کہ تحیّر کو تماشا جانے عمّ وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

تحیّر من خاموشی ہونا ضرور ہے مطلب یہ ہے کہ مین متحیّر و خاموش رہون تو اسکو تو تماشا سمجھتا ہے اور اگر حیرت و خاموشی کو دور کرکے غمِ دل کو زبان پر لاؤن تو آشفتہ بیانی سے تو بے مزہ ہوتا ہے۔

وہ تپِ عشق تمنا ہی کہ پھر صورتِ شمع شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

یعنی مجھے اوس تپ عشق کی تمنا ہے جسکا شعلہ شمع کی لَو کی طرح جگر تک ریشہ دوانی کرے نبض جگر کہنا تکلف و تسامح سے خالی نہین اس لئے کہ جگر مین نبض نہین ہے مگر یہان نبض کو فقط رگ کے معنی مین لیا ہے اور جگر سے اندرون سینہ مراد ہے اسصورت مین نبض جگر کہنے مین کوئی اشکال نہین رہا۔

---

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے ہر غنچہ کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

یعنی باغ مین شگوفے نہین کھلتے تیرے لئے آغوش کھولتے ہین۔

واں کنگرِ استغنا ہر دم ہے بلندی پر یان نالہ کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

یعنی کنگرۂ بام استغنا اونکا دورہی ہوتا چلا جاتا ہے اور نالہ کو اوسکے رسائی کا دعوے ہے۔

از بسکہ سکھاتا ہی غم ضبط کی انداز ۔۔۔ جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے

غم تعلیم ضبط کر رہا ہے جو نیا داغ ہوتا ہے وہ اس اوستاد کی چشم نمائی ہی داغ کی وجہ شبہ آنکھ سے ظاہر ہے۔

---

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی ۔۔۔ لکھ دیجیو یارب وہی قسمت میں عدو کی

یعنے مجھے تو وہ زخم چاہیے جسمین ٹانکے نہ لگ سکین۔

اچھا ہی سر انگشت حنائی کا تصور ۔۔۔ دلمین نظر آئی تو ہی اک بوند لہو کی

سر انگشت کا مہندی سے لال ہو کر لہو کی بوند ہو جانا کیا اچھی تشبیہ ہے دیکھو تشبیہ سے شبہ کی تزئین و تحسین اکثر مقصود ہوتی ہے یہ غرض یہان کیسی حاصل ہوئی کہ سر انگشت کی خوبصورتی آنکھ سے دکھا دی دوسری خوبی اس تشبیہ مین یہ ہے کہ جس انگلی کی پور لہو کی بوند برابر ہو وہ انگلی کسقدر نازک ہوگی اور کنایہ ہمیشہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے پھر یہ حسن کہ وجہ شبہ یہان مرکب بھی ہے یعنے بوند کی سرخی اور بوند کی شکل ان دونون سے مل کر وجہ شبہ کو ترکیب حاصل ہوئی ہے اور ترکیب سے تشبیہ زیادہ بلیغ ہو جاتی ہے اسی طرح اداۃ تشبیہ کے حذف و ترک سے تشبیہ کی قوت بڑھ جاتی ہے مصنف نے بھی حذف ہی کیا ہے سب سے بڑھکر یہ کہ نئی تشبیہ ہے کسی نے نہین نظم کی پھر یہ شان مشاقی دیکھئے کہ نئی چیز پاکر اوس پر اکتفا نہ کی اوسی تشبیہ مین سے ایک بات یہ نکالی کہ دلمین ایک بوند تو لہو کی دکھائی دی پھر کجا تصور کجا لہو کی بوند دونون مین کیسا بون بعید ہے اور تباین طرفین سے تشبیہ مین حسن اور غرابت زیادہ ہو جاتی ہے (تو) کی لفظ نے مقام کلام کو کیسا ظاہر کیا ہے یعنے یہ شعر اوس شخص کی زبانی ہے جسکا لہو سب خشک ہو چکا ہے وہ اپنے دلکو ایک خیال خیر سے تسکین دے رہا ہے۔

ترکیب وجہ شبہ کے متعلق یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ جس طرح بوند کے معنی مین ٹپک پڑنا داخل ہے یہی حال تصور کا خیال سے اور جانے

مین ہے یعنے حرکت وجہ شبہ مین داخل ہے گو طرفین تشبیہ متحرک نہین ہین غرضکہ یہہ نہایت عربیہ و بدیع و تازہ تشبیہ ہے۔

کیون دُرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے ۔ یان تو کوئی سنتا نہین فریاد کسو کی

یعنے بے حوصلگی و بے صبری سے اگر وہ تمھاری فریاد بھی کرینگے تو کون سنتا ہے کسو اور کبھو یہہ دونون لفظ ناسخ کے زمانہ سے لکھنؤ مین نہین نظم ہوئے مگر دلی مین اب ترک ہوئے ؎

گلہ ظفر نکروا دنسے آشنائی کا ۔ کہ آشنا ہوئے وہ تو کبھو کسو کی نہین
شکایتین ہین غماز اور عدو سے نہین ۔ گلہ ہے دوست سے اپنے فقط کسو سے نہین

ذوق کہتے ہین ؎

فلک کا رنگ ابتک سیاہ ہے۔ اسپر ۔ پڑا تھا سایہ نجستیہ کبھو میرا
مرے جو موت کے عاشق بیان کبھو کرتے ۔ مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

مومن ؎

نہ دل مین نہ اونکی زبان پر کبھو ۔ رضائے الٰہی سوا آرزو

جو دیوان کہ خود مصنف مرحوم کی تصحیح سے چھپا ہے اوسکے خاتمہ مین لکھتے ہین کہ داد کا طالب غالب گزارش کرتا ہے کہ یہہ دیوان اردو تیسری بار چھاپا گیا ہے مخلص و داد آئین میر قمر الدین کی کارفرمائی اور خادم صاحب الطاف نشان محمد حسین خان کی دانائی مقتضی اسکی ہوئی کہ دس جزو کا رسالہ سارے پانچ جزو مین منطبع ہوا اگرچہ یہہ انطباع میری خواہش سے نہین لیکن ہر کاپی میری نظر سے گزرتی رہی ہے اور اغلاط کی تصحیح ہوتی رہی ہے یقین ہے کہ کسی جگہ حرف غلط نرہا ہو مگر ہان ایک لفظ میری منطق کے خلاف ہنا ایک جگہ بلکہ سو جگہ چھاپا گیا کہانتک بدلتا ناچار جا بجا یون ہی چھوڑ دیا یعنی کسو کاف مکسور و سین مضموم و واو معروف۔ مین یہہ نہین کہتا کہ یہہ لفظ فقط صحیح نہین البتہ فصیح نہین قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ افصح کسی ہے واو کی جگہ یاے تحتانی۔ میرے دیوان مین ایک جگہ قافیہ کسو بہ واو ہے اور سب جگہ یہ یاے تحتانی ہے اسکا اظہار ضرور تھا کوئی

یہ نہ کہیے کہ یہہ کیا آشفتہ بیانی ہے اللہ بس ماسوی ہوس انتہیٰ. جس جگہ کا ہم نے اعتراف کیا ہے وہ یہی شعر ہے۔ کیون ڈرتے ہو الم نگر اب یہہ طے ہوا سمجھو کہ قافیہ کی ضرورت سے بھی ان لفظون کو باندہنا صحیح نہین۔

صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب — حسرت مین رہی ایک بت عربدہ جو کی
دشنہ نے کبھی مُنہہ لگایا ہو جگر کو — خنجر نے کبھی بات بھی پوچھی ہو گلو کی

دشنہ و خنجر سے ناز و انداز و عربدہ و بیداد معشوق مراد ہے۔

---

سیماب پشت گرمی آئینہ دی ہے ہم — حیران کی ہوئی مین دل بیقرار کے

پشت گرمی و پشت بانی اعانت کرنے کے معنی پر ہے۔ کہتے ہین کہ سیماب آئینہ کی پشت بانی کرتا ہے یعنی سیماب کے سہارے آئینہ آئینہ ہوتا ہے اسی طرح دل بیتاب نے ہم کو آئینہ کیطرح سراپا حیرت بنا رکھا ہے۔

آغوش گل کشودہ برای وداع ہے — ای عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

پھولون نے اس لئے آغوش کو کہولا ہے کہ گلے ملکر رخصت ہو لین۔

---

ہی وصل ہجر عالم تمکین و ضبط مین — معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

یعنے معشوق کے مزاج مین تمکین و خود داری اور عاشق کی طبیعت مین ضبط و صبر ہو تو وصل مین بھی ہجر کی سی بے لطفی ہے مزہ تو جب ہے کہ وہ شوخ و بیباک ہو اور یہہ دیوانہ و گستاخ۔ دوسرے مصرع مین اگر معشوق و عاشق کی لفظ کو اضافت نہوتی تو بندش بے تکلف تہی اگر اس مصرع کو دونون اضافتین چھوڑ کر پڑہین تو مصرع جب بھی موزون رہے گا یعنے فاعلات مفاعیل کی جگہ فاعلاتن مفعول آجائیگا اور یہہ درست ہے لیکن اسصورت مین شوخ کے بعد بھی (چاہیے) کو مقدر لینا پڑے گا اور واو سے جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا مگر جملہ دونون ہندی کے اور حرف عطف فارسی کا ایسا ہی ہو جائیگا جیسے کوئی کہے مین ہوا سوار و روانہ ہوا۔ گو یہان سوار و روانہ دونون فارسی لفظین ہین لیکن واو ان دونون مفردون

کے عطف کے لئے نہین ہے بلکہ جملہ کے جملہ پر عطف دینے کے لئے ہے اور جملہ دونون ہندی ہین تو حرف عطف بھی ہندی ہی چاہئے۔ غرض کہ دوسرے مصرع مین معشوق و عاشق دونون لفظون کو باضافت پڑھنا ضرور ہے۔

**اوس لب سی مل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو۔ ہان شوق فضول و جرأت رندانہ چاہیے**

قدماکی اردو اسطرح کی تھی کہتے تھے (تجھ گلی مین) اور مطلب یہہ ہوتا تھا کہ تیری گلی مین اور (مجھ خاک پر) یعنے میری خاک پر اور (اوس زلف سے) یعنی اوسکی زلف سے۔ اور اب جو اوس زلف سے یا اوس لب سی کہتے ہین تو اوسکا اشارہ زلف یا لب کیطرف مقصود ہوتا ہے لیکن ایسا اشارہ بھی خلاف عادت ہونے کے سبب سے اچھا نہین معلوم ہوتا شاعر خواجہ آتش کہتے ہین۔ ع۔

(کب تک وہ زلف دیتی ہے آزار دیکھئے)

یہان اوسکی زلف کہنا تھا ضرورت شعر کے سبب سے وہ زلف کہہ دیا اور یہی حال اب تمام شاعرون کا ہے کہ اسے جائز سمجھ لیا ہے اور نظم کرتے ہین لیکن تکلف سے خالی نہین۔

---

**چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے**

یعنے دنیا مین چاہے تو اچھون کو چاہے اور اگر وہ خود ہی چاہین تو فرا بس حاصل ہے پھر چاہے اور کوئی نعمت ہو چاہے نہو۔

**صحبت رنداں سی واجب ہے حذر جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیے**

یعنے مے کو نہ کھینچ اپنے کو صحبت مے سے کھینچ اور مے کے کھینچنے سے پینا مراد ہے یعنی شاکشیدن کا ترجمہ کرلیا ہے اور شاید مصحفی کی رائے مین فارسی کا ترجمہ لفظی ہندی مین کرلینا درست ہی گو خلاف محاورہ ہو تجربہ سے ثابت ہی کہ جو شاعر دوسری زبان مین بھی شعر کہے اوسکی اپنی زبان بگڑجاتی ہے ایک انگریز شاعر جسکا نام ڈرائیڈن تھا حسرت کرتا تھا کہ مین نے کیون لاطینی پڑھی اور اوسمین شعر کہا اسسے میری اپنی زبان بگڑ گئی۔

**چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل پر اب اس سی بھی سمجھا چاہیے**

دوسرے مصرع مین سمجھنا بامعنی پرس کرنے کے ہے یعنے معشوق کو مطلع

دیتے ہین کہ ذرا انکا مزاج بھی پوچھو کہ کیا سمجھہ کے عشق کیا تھا

چاک مت کر جیب بے ایام گل — کچھہ اودھر کا بھی اشارا چاہیے

یعنے جب بہار آتے اور شگوفہ اپنی قبا کو چاک کرین تو اسے عالم غیب کا اشارا سمجھہ کر خود بھی گریبان کو پھاڑنا چاہئے کہ اون دنون مین جامہ دری جاسے اور اشارہ قدرت کے مقتضاسے ہے اس شعر مین چاک گریبان کے منع کرنے نے بڑا لطف دیا کہ یہہ بندش کا نیا انداز ہے۔

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی — منہہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

یعنے منہہ چھپا کر جو تم بیگانہ بنتے ہو تو اس پردہ مین لگاوٹ پائی جاتی ہے یہہ گویا معشوق پر طعن ہے جس مین وہ پردہ کرنا چھوڑ دے اور اس چال سے اپنا مطلب حاصل ہو جائے۔

دشمنی نے میری کھویا غیر کو — کسقدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

(دیکھا چاہئے) یعنے یہہ بات دیکھنے کی ہے کہ میری دشمنی مین اوسنے اپنے تئین بھی مٹا دیا۔

اپنی رسوائی مین کیا چلتی ہے سعی — یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

ہم لاکھ اپنی تئین رسوا کرنا چاہین مگر کچھہ نہین چلتی یہہ میدان یار ہی کے ہاتھہ ہے یعنے وہ جسے چاہے بے صبر و بیتاب کر کے رسوا کردے۔

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید — نا امیدی اوسکی دیکھا چاہیے

یعنے مرنے پر امید حاصل ہوئی تو کیا۔ ع امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید۔

چاہتے ہین خوبرویونکو اسد — آپکی صورت تو دیکھا چاہیے

جب کوئی شخص اپنی حد سے تجاوز کرنے کا ارادہ کرے تو اوسکی تنبیہ کے لئے کہتے ہین ذرا منہہ تو دیکھو یہ بھی اس قابل ہوئے۔

غافل ان مہ طلعتون کیواسطے — چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

بھلا اس صورت پر مہ طلعتون کو کیا چاہتے ہو۔ چاہیے کا لفظ اہل اللہ کے محاورہ مین جمع و مفرد دونون کے لئے بولا جاتا ہے لیکن دلی مین محاورہ اب یہہ ہوگیا ہے کہ اتنی چیزین چاہئین۔

ہر قدم دوری منزل ہی نمایان مجھسے میری رفتار سے بھاگے ہی بیابان مجھسے

یعنی بیابان جس چال سے بھاگ رہا ہے وہ میری سی چال ہے کہ جتنا مین چلتا ہون اوتنا ہی راستہ دور ہوتا جاتا ہے اور ہر ہر قدم پر دوری منزل بڑہتی جاتی ہے۔

درس عنوان تماشا بتغافل خوشتر ہی نگہ رشتہ شیرازۂ مژگان مجھسے

یعنی میری نگاہ شیرازۂ مژگان کا رشتہ بنگئی ہے حاصل یہہ کہ تغافل پسند ہونے کے سبب سے آنکھ سے باہر نہین نکلتی اور تماشاے دنیا سے درس لینا بھی بتغافل ہی اچھا ہے۔ اور عنوان کا لفظ مبالغہ پیدا کرنے کے لئے لائے ہین یعنی سارا تماشا تو ایک طومار ہے اوسکے دیکھنے کا کسے دماغ ہے یہان عنوان تماشا کے بھی دیکھنے سے تغافل ہے۔

وحشت آتش دل سی شب تنہائی مین دود کیطرح رہا سایہ گریزان مجھسے

شب تنہائی مین میرا سایہ میری آتش دل سے وحشت کہا کے اس طرح بھاگتا رہا جیسے آگ سے دھوان بھاگتا ہے۔

غم عشاق نہو سادگی آموز بتان کسقدر خانۂ آئینہ ہی ویران مجھسے

پہلے مصرع مین دعا ہے یعنے خدا نہ کرے کہ عشاق کا غم حسینون کو سادگی سکھائے اور اونسے زینت و آرایش چھڑوائے ایک میرے مرنے سے کسقدر خانۂ آئینہ ویران ہوگیا کہ اب اوسمین جلوۂ حسن نہین دکہائی دیتا اور میرے سوگ مین حسینون نے آئینہ دیکھنا اور بناؤ کرنا چھوڑ دیا۔

اثر آبلہ سی جادۂ صحرا جنون صورت رشتہ گوہر ہی چراغان مجھسے

میرے پاؤن کے چھالون سے جادۂ صحرا رشتہ گوہر کیطرح چراغان ہوگیا۔ (اثر آبلہ) کا لفظ اس معنی کے لئے ہے کہ آبلون سے لہو جادہ صحرا پر ٹپکا ہے جس نے اوسے رشتہ گوہر اور چراغان بنا دیا ہے۔

بیخودی بستر تمہید فراغت ہو جو پر ہی سایہ کیطرح میرا شبستان مجھسے

کہتے ہین بیخودی کو بستر تمہید فراغت ہونا نصیب رہے کہ اسکے بدولت میرا شبستان اسطرح مجھسے پر ہے جیسے سایہ اپنے چتر پر افتادہ ہوتا ہے یعنے بھلا ہو

بیخودی کا جسکے سبب سے مین سایہ کیطرح بیحس پڑا ہوا ہون۔ تمہید کے لغوی معنے بچھانے کے ہین اور بیہ بستر کے مناسبات مین سے ہے اور اصطلاح مین تمہید اسے کہتے ہین کہ کسی کام سے پہلے کچھ ایسی باتین کرنا جنپر وہ کام موقوف ہے اور یہی معنے مہم کو مقصود ہین یعنے بیخودی حصول فراغت کی تمہید ہے۔ فراغت کے لغوی معنے خالی ہونے کے ہین اور بیہ پُر ہونے کے مناسبات مین سے ہے اور اصطلاح مین راحت کے معنی پر ہے اور یہی معنی یہان مقصود ہین۔ ہو جیو خود ہی واہیات لفظ ہے مہم مرحوم نے اوسپر اور طرہ کیا کہ تخفف کر کے (ہوجو) بنا یا۔

شوق دیدار مین گر تو مجھے گردن مارے ۔۔۔ ہو نہ مثل گل شمع پریشان مجھسے

گل شمع کہتے ہین شمع کے گل کو بھی اور شعلہ شمع کو بھی یہان دونون معنے ربط رکھتے ہین یعنے جس طرح گلگیر سے شمع کا گل لیتے ہین تو اوسمین سے دھوان نکل کے پھیلتا ہے اسی طرح شوق دیدار مین اگر تو مجھے گردن مارے تو میری نگاہین دھوئین کیطرح نکلکر پریشان ہون۔ یا جسطرح شمع کا سر کاٹنے کے بعد اوسکا شعلہ زیادہ روشن ہو جاتا ہے اور اوسکی روشنی پھیل جاتی ہے اسیطرح میرا قلم ہونے کے بعد شوق دید مین میری نگاہین چارون طرف پھیل جائین گی۔

بیکسیہای شب ہجر کی وحشت ہی ہے ۔۔۔ سایہ خورشید قیامت مین ہی پنہان مجھسے

یعنے شب غم کی بیکسی اور اوداسی سے وحشت کھا کر میرا سایہ مجھسے بھاگا ہوا ہے اور آفتاب قیامت مین جا کر چھپ رہا حال انکہ سایہ آفتاب سے بھاگتا ہے مگر میرا سایہ مجھسے ایسا بھاگا کہ آفتاب مین اور آفتاب حشر مین پنہان ہو گیا۔ "ہی ہی" بن بن بھی کہتے ہین خوف مین بھی چڑانے مین بھی۔

گردش ساغر صد جلوۂ رنگین تجھسے ۔۔۔ آئینہ داری یک دیدۂ حیران مجھسے

تیرا جلوۂ رنگین اس محفل مین گردش ساغر کا کام کر رہا ہے اور میرا دیدہ حیران آئینہ کا۔ جلوہ کو ساغر اسوجہ سے کہا کہ وہ بھی مثل ساغر ہوش رہا ہے۔

نگہ گرم سے ایک آگ ٹپکتی ہے اسد ۔۔۔ ہے چراغان خس و خاشاک گلستان مجھسے

یعنے میری نگاہ گرم نے باغ مین آگ لگادی ہے مگر نگاہ کے گرم ہونے کیوجہ کچھ نہ معلوم ہوئی۔

---

نکتہ چین ہی غم دل اوسکو سنائے نہ بنے  کیا بنی بات جہان بات بنائے نہ بنے

بات کا بننا اور بن پڑنا تدبیر بن پڑنے کے معنے پر ہے اور بات کا بنانا بات کو پھیر پھار کر اپنا مطلب نکالنے کے معنے پر ہے کہتے ہین وہ ایسا نکتہ چین ہے کہ لاکھ مین بات بنا کر اپنا غم دل اوسکو سنانا چاہون وہ سمجھ جاتا ہے اور اوس کو کاٹ دیتا ہے۔ اس مطلع کے قافیے سنانا اور بنانا ایطار کہتے ہین اس وجہ سے کہ دونون لفظون مین الف زائد ایک ہی طرح کا ہے یعنے معنی تعدیہ کے لئے ہے اور ساری غزل مین "ستائے نہ بنے" اور "آئے نہ بنے" اور "بلائے نہ بنے" کے سوا سب قافیے شائگان ہین یعنے سب مین الف تعدیہ ہے حاصل یہکہ ساری غزل بھر مین چار ہی قافیہ ہین جس مین ایک شائگان ہے جو سات جگہ بندہا ہے۔

مین بلاتا تو ہون اوسکو مگر اے جذبۂ دل  اوسپہ بنجائی کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کسی پر بن جانا اوسکا مصیبت مین مبتلا ہونا ہے۔

کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے  کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

کاش یہی ہو کہ بن میرے ستائے اوسے چین نہ آئے۔

غیر پھرتا ہے لئے یون تری خط کو کہ اگر  کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اردو کے شاعرون نے رقیب کا نام غیر رکھ لیا ہے اور اسقدر ان معنی پر یہ لفظ مشہور ہوا ہے کہ حکم علم اسپر ہوگیا ہے اس اعتبار سے مصرع کا یہ مصرع غیر پھرتا ہے لئے الخ صحیح ہے ورنہ محاورہ مین غیر اسم صفت ہے اور رقیب کے لئے بھی کچھ خاص نہین ہے اور بول چال مین ہمیشہ صفت ہوکر بولا جاتا ہے جسطرح (اپنا) اسم صفت ہے کہ بے موصوف کے نہین بولتے۔ معشوق پر طعن کرتے ہین کہ تو نے جو غیر کو نامۂ شوق لکھا ہے وہ اوسکے چھپانے مین احتیاط نہین کرتا بھی رسوا کریگا۔ یہ مضمون بہت نیا اور سچا ہے۔

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا ہاتھ آویں تو انہیں ہاتھ لگائی نہ بنے

یہ شعر کہہ کر مصنف نے نزاکت کی تصویر دکھا دی۔ لفظ نزاکت کے غلط ہونے میں کوئی شبہہ نہیں اسوجہ سے کہ نازک فارسی لفظ ہے اوسکا مصدر نزاکت عربی کے قیاس پر بنا لیا ہے لیکن اساتذہ فارس کی یہ گرہت ہے جنکی تقلید آنکھ بند کرکے اردو والے کرتے ہیں اسطرح اردو میں بھی چاہنے کا اسم مصدر چاہت اور رنگ سے رنگت اور اسی طرح بادشاہت بنا لیا ہے اور محاورہ نے اور اساتذہ کے استعمال نے ان سب لفظوں کو صحیح بنا دیا ہے۔

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے پردہ چھوڑا ہے وہ اوسنے کہ اوٹھائی نہ بنے

پردہ چھوڑنا استعارہ ہے عالم امکان سے اور اسی استعارہ نے مضمون شعر کو جلوہ دیا ہے۔

موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئی نہ رہے تم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائی نہ بنے

کہتے ہیں بن موت کی راہ کیوں نہ دیکھوں کہ وہ بغیر آئے نہیں رہے گی یہ مجھسے نہیں ہوگا کہ تم سے کہوں کہ تم نہ آؤ کہ پھر مجھسے بلائے بھی نہ بن پڑے یعنے آپ ہی آنے کو منع کروں تو پھر کس منہہ سے بلاؤں۔ اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ تمہارے نہ آنے سے موت کا آنا بہتر ہے۔

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اوٹھائے نہ اوٹھے کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

ایک تو مضمون نہایت اچھا دوسرے دونوں مصرعوں کی ترکیب کو تشابہ کرکے اور بھی شعر کو برجستہ کر دیا۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب کہ لگائی نہ لگے اور بجھائی نہ بنے

یعنے اگر چاہیں کہ عشق کی آگ معشوق کے دل کو بھی لگے تو یہ بھی زور نہیں چلتا اگر چاہیں کہ اپنی لگی کو بجھائیں تو یہ بھی نہیں بن پڑتا۔ ساری غزل مرصع کہی ہے اور یہی رنگ غزل خوانی کا ہے۔

---

چاک کی خواہش اگر وحشت بعریانی کرے صبح کی مانند زخم دل گریبانی کرے

یعنی حالت عریانی میں اگر وحشت چاک گریبان کی خواہش کرے تو صبح کیطرح میرا زخم دل بھی گریبان بنکر چاک ہو۔

جلوہ کا تیرے وہ عالم ہی کہ گر کیجے خیال　　دیدۂ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

یعنی تیرے جلوہ کے خیال سے دل کو حیرانی ہوتی ہے۔

دی سکندر نے بھی دل نومید یارب ملک　　آبگینہ کوہ پر عرض گرانجانی کرے

کوہ استعارہ ہے سختی و شدت غم کا اور دل کو شیشہ سے تشبیہ دی ہے۔ لفظ سکندر نے شعر کو کہنکنا کر دیا ترکیب اردو میں فارسی کے اور الفاظ لے لیتے ہیں لیکن فارسی مصدر کا استعمال سب نے مکروہ سمجھا ہے اور مصنف مرحوم کے سوا اور کسیکے کلام میں نظم ہو یا نثر ایسا نہیں دیکھا۔

میکدہ گر چشم مست ناز سے پائے شکست　　موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

جو چشم کہ شراب ناز سے مست ہو رہی ہے اوسکے مقابلہ میں اگر میخانہ کو شکست ہو جاے تو شیشہ میں جو بال پڑیں وہ دیدۂ ساغر کے لئے پلکیں بنجائیں اور ساغر اس آنکھ سے اوسکی چشم مست کو دیکھ کر حیران ہو جائے۔ اسقدر تصنع اور مضمون کچھ نہیں

خط عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد　　یکقلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

یعنی اوسکے رخسارون پر خط یہ نہیں ہے بلکہ میری الفت نے زلف کو یہ عہد نامہ لکھ دیا ہے کہ جو کچھ میرے حق میں پریشانی کو کرنا ہو کرے یک قلم مجھے منظور ہے مصنف نے یک قلم کے لفظ میں دوہری رعایت رکھی ہے ایک تو رخسار پر قلمیں ہوتی ہیں دوسرے خط بھی قلم سے لکھتے ہیں۔ یہ شعر بھی تصنع بے مزہ سے خالی نہیں۔

---

وہ آکے خواب میں تسکین اضطراب تو دے　　ولے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے

پہلے مصرع میں (تو) امکان کے معنے رکھتا ہے یعنے اوسکا خواب میں آنا ممکن ہے اور دوسرے مصرع میں خواب کو مہتم بالشان کرنے کے لئے (تو) کا لفظ ہے یعنے خواب ہی کا آنا بڑی چیز ہے۔

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا　　تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

یعنے تیری آنکھ کا آنسو تیغ نگاہ میں وہ آبداری پیدا کرتا ہے کہ میں تو قتل ہو جاتا ہوں

اس شعر مین (تو) کے معنے یہ ہین کہ چاہے اور کچھ کرشمہ کوئی نگاہ مین پیدا کرے مگر اس طرح تلوار کو آب دینا کوئی نہین جانتا۔

دکھائی جنبش لب ہی تمام کر ہمکو ۔۔۔ نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہین جواب تو دے

(کہین) کوئی نہ کوئی جگہ کے معنے پڑے ہے لیکن یہان کوئی نہ کوئی طرح کے معنے پر ہے اور یہ بھی محاورہ ہے۔ اس شعر مین دو جگہ (تو) ہے پہلی جگہ شرط وجزا مین ربط کیلئے ہی اور ردیف مین جواب مین اہتمام پیدا کرنے کے لئے ہے۔

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے ۔۔۔ پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

یعنی اگر مجھے مسلمان سمجھ کر تو ملچھ جانتا ہے اور اپنے پیالہ مین پلاتے ہوئے کراہت آتی ہے تو اوک سے پلا دے۔ اوک یعنی دونون جلو ملا کر۔

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے ۔۔۔ کہا جو اوس نے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

دابنا متعدی ہے لازم اسکا دبنا ہے الف تعدیہ آخر مین اکثر ہوتا ہے جیسے دبنے سے دبانا وغیرہ اور کبھی الف کو درمیان مین بھی لاتے ہین جیسے دابنا یا نکلنا اور نکالنا اور سنبھلنے سے سنبھالنا اور تہنے سے تہانا اور گڑنا سے گاڑنا اور اسیطرح کٹنا اور کاٹنا وغیرہ اور (تو) اس شعر مین زائد ہے زائد سے یہ غرض نہین ہے کہ بھرتی کا ہے بلکہ اس مقام پر زائد بولنا محاورہ مین داخل ہے۔

---

تپش سے میری وقف کشمکش ہر تار بستر ہے ۔۔۔ مرا سر رنج بالین ہی مرا تن بار بستر ہے

میرے تڑپنے سے بستر کا تار تار ایذا مین ہے میرا سر تکیہ کیلئے ایک عذاب ہے میرا تن بستر کی جان کو آفت ہے۔

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے ۔۔۔ دل بیدست و افتادہ برخوردار بستر ہے

آنسو دامن کی آنکھ کا تارا اور دل بستر مرض کا مراد دن والا ہے یعنے آنسو ہمیشہ دامن مین رہتا ہے اور دل بیمار کو بستر پر پڑے رہنے سے انس ہوگیا۔

خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئے ہو ۔۔۔ فروغ شمع بالین طالع بیدار بستر ہے

بیمار کے سرہانے شمع جلانے کا دستور شاعرون مین مشہور ہے اور شمع کے صفات مین سے بیداری بھی ہے تو کہتے ہین کہ کیا اچھی یہ بیماری ہے کہ تم میرے دیکھنے کو آئے اب شمع بالین کو مین اپنا طالع بیدار سمجھتا ہون کہ بستر مرض پر گرنے سے نصیبہ چمکا۔

بطوفانگاہِ جوشِ اضطراب شامِ تنہائی　　شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے

پہلے مصرع مین چار اضافتین پے در پے اور دوسرے مین تین ہین اور اردو مین اضافت خود ہی ثقل رکھتی ہے نہ کہ اتنی اضافتین متوالی۔ تین اضافتون سے زیادہ ہونا عیب مین داخل ہے لیکن پھر بھی یہ اضافتین اسقدر بُری نہین معلوم ہوتین جسقدر کہ بطوفانگاہ مین بُری معلوم ہوتی ہے مگر یہ بھی اتنی بُری نہین ہے جتنا کہ فارسی مصدر اردو کی ترکیب مین بُرا ہے مثلاً۔ ع۔ تو اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہون۔ اور مصرع۔ یان زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا۔ اور ع۔ ہے شکستن ہی بہی دل نومید یارب کب تلک الخ۔ مطلب شعر کا یہ ہے کہ شبِ غم مین ایسا اضطراب و تاریکی ہے کہ گویا ہر ایک تارِ بستر آفتاب روزِ حشر کی کرن ہے ہر ایک سفید تار اوس اندھیری مین چمک رہا ہے جسطرح آفتاب کی کرن چمکتی ہے لیکن یہ کرن آفتاب حشر کی ہے اس سبب سے کہ جوشِ اضطراب ہے۔

ابھی آتی ہی بو بالش سے اوسکی زلفِ مشکیں کی　　ہماری دید کو خوابِ عدم یارب بستر ہے

یعنے زلیخا کیطرح خواب مین دیدار ہونا میرے لئے ننگ اور میرے بستر کے لئے عار ہے اس سبب سے کہ یہ وہ بستر ہے کہ ابھی تک یوسف نہین اوس زلفِ عنبر کی چھٹے کل ہی تو شبِ وصل تھی۔ ایک بات یہ بھی لحاظ کے قابل ہے کہ (بالش سے) کی جگہ (تکیون سے) اگر کہتے تو وزن مین کچھ خلل نہ تھا مگر مصنف مرحوم نے تکیہ چھوڑ کر بالش کہا حال آنکہ تکیہ محاورہ کا لفظ ہے اس سے اونکا طرزِ انشا ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی لفظ کو ہندی محاورہ پر شعر مین ترجیح دیتے ہین۔ ایک فائدہ کی بات یہ بھی ہے کہ (اوسکی زلفِ مشکین کی) یعنی دو جگہہ (کی) ثقل سے خالی نہین اسکو نہ عیب کہہ سکتے ہین نہ غلط کہہ سکتے ہین کوئی شاعر اس سے نہین بچا لیکن جہان ایسی صورت ہو کہ دو لفظ مونث جمع ہو جائین اور اضافت ہو جیسے یہان بو بھی مونث زلف بھی مونث تو وہان ممکن ہو تو دونون مین سے ایک کو لفظ بدل کر مذکر کر دین اور یہان لفظ کا بدلنا ممکن تھا جیسے۔ ابھی آتی ہے بو بالش سے اوس گیسوئے مشکین کی۔ یا بالش سے اپنے اوسکے گیسو کی۔ دوسری صورت ثقل کے دفع کرنے کی یہ ہے کہ ادیب کو چاہئے ایسے موقع پر ایک اضافت فارسی کی لے آئے یعنے (اوسکی زلف کی بو) کے بدلے (بوئے زلف اوسکی) کہے۔ اور شاعر کے لئے ایک

صورت اور بھی ہے یعنے دو (کی) جمع ہون تو ایک (کی) کو اسطرح نظم کرے کہ کی گر جائے یہ بھی کسیقدر بہتر ہوگا اور ثقل کم ہو جائیگا - اور کی کے بہ نسبت کے مین ثقل کم ہے اور یہ کلیہ ہے کہ تکرار ہر لفظ کی ثقیل ہے - ایت

کہون کیا دل کی کیا حالت ہے ہجر یار مین غالب — کہ بیتابی سے ہر یک تار بستر خار بستر ہے

---

خطر ہے رشتۂ الفت رگ گردن نہو جائے — غرور دوستی آفت ہے تو دشمن نہو جائے

معشوق سے خطاب ہے کہ میری دوستی و محبت پر تجھے غضب کا غرور ہوا ہے ایسا نہو کہ دشمنی کیطرف منجر ہو جائے اور یہ رشتۂ الفت تیرے لئے رگ گردن ہو جائے - اور رگ گردن غرور کو کہتے ہین یعنے ایسا نہو کہ غرور مین آکر دشمن کیطرح ہمیشہ مجھسے گردن تیری ہی رہے اور (خطر ہے) یعنے مجھے یہ خطر ہے (یہ) کا خذف اس مصرع مین بلاشبہہ بُرا معلوم ہوتا ہے اور پھر اوسکے بعد کاف بیان بھی محذوف ہوا اور (یہ) کا اشارہ بیان خطر کیطرف ہے وہ یہ ہے کہ (رشتۂ الفت الخ) مگر یہ کی "ہ" کا گرانا ثقیل سمجھ کر (یہ ڈر) کو خطر کر دیا ہے گو اس "ہ" کا گرانا درست ہی مگر ثقل سے خالی نہین خصوصاً ابتدائے کلام مین -

سمجھ اس فصل مین کوتاہی نشو و نما غالب — اگر گل سرو کی قامت پہ پیراہن نہو جائے

کیا پوچھنا اس مبالغہ کا کہ مبالغہ کے ضمن مین ایک دلکش نقشہ بھی دکھا دیا یعنے قامت سرو پر گل کے پیراہن ہو جانیسے یہ مراد نہین ہے کہ ایک گل اتنا بڑا ہو جائے کہ سرو کا پیراہن بنے بلکہ مصنف کی غرض یہ ہے کہ شاخہائے گل کو اسقدر نمو ہو کہ سرو کے گرد لپٹ کر پھولون کی قبا اوسے پہنا دین اور اس مبالغہ مین یہی خوبی ہے کہ کوئی محال بات نہین لازم آتی اور گل سے ایک گل مراد لین تو مبالغہ محال کیطرف منجر ہوتا ہے اور یہ امر عیب ہی مبالغہ مین - اور ہمیشہ سے اس عیب کو عیب لکھتے آئے ہین مگر فارس و ہندی کے شعرا شاید اسے صنعت سمجھے ہوئے ہین کہ احتراز نہین کرتے - اس عیب مین یہی سنے ہوئے ہین خود مرحوم کو بھی محال گوئی سے احتیاط نہین ہے مثلاً یہ شعر گزر چکا ہے ؎

ابھی ہم قتلگہ کا دیکھنا آسان سمجھے ہین — نہین دیکھا شناور بحر خون مین تیری توسن کو

یعنے وہ ایسا خونریز ہے جسکا گھوڑا دریائے خون مین پیرتا ہے یہ محض مبالغہ محال ہے -

خواجہ وزیر کہتے ہیں ؎

تو نہا کر جو پھرا غم سے سمٹ کر دریا ۔۔۔ آگیا دیدۂ گرداب میں آنسو ہو کر

اس شعر میں مبالغہ محال ہے اور اسکے ضمن میں آنکھ اور آنسو کا نقشہ دکھایا ہے مگر یہ نقشہ ویسا دلکش نہیں ہے جیسا کہ سرو کے گلپوش ہونیکا مصنف نے دکھایا ہے۔ اور کسیکا شعر ؎

بادیہ گردی میں فکر برہنہ پائی نہیں ۔۔۔ بنگیا پاپوش پا اتنا پھپولا بڑھ گیا ؎

اس شعر میں مبالغہ تو محال عادی نہیں ہے مگر پاؤں میں پاپوش ہونے کی صورت کچھ کیفیت نہیں رکھتی۔ ناسخ کہتے ہیں۔

مرتبہ کم حرص دولت سے ہمارا ہو گیا ۔۔۔ آفتاب اونچا ہوا اتنا کہ تارا ہو گیا ؎

اس شعر میں آفتاب کے بلند ہونے میں مبالغہ کیا ہے اور اوسکا تارا ہو جانا ایک صورت دکھاتا ہے لیکن معمولی صورت ہے اور سرو کا گلپوش ہونا شکل بدیع ہے لیکن بات یہ ہے کہ شیخ ناسخ نے یہاں آفتاب سے مرتبہ کو مراد لیا ہے اسے مبالغہ غیر عادی نہ سمجھنا چاہئے پھر کہتے ہیں ؎

ایک درہم اور داخل گنج قارون میں ہوا ۔۔۔ پست ایسا میرے طالع کا ستارا ہو گیا ؎

اس شعر میں بیشک مبالغہ غیر عادی ہے اور ایک روپیہ کا بہت سے روپوں میں مل جانا بھی کوئی کیفیت نہیں لیکن گنج قارون میں ایک درہم اور بڑھ جانا البتہ امر بدیع ہے پھر کہتے ہیں ؎

یہ صفائی یہ لطافت جسم میں ہوتی نہیں ؎ ۔۔۔ ہے تیرے جو دل میں چھپا یا آشکارا ہو گیا

اس شعر میں دو وجہوں سے محال ہے ایک تو جسم میں ایسی لطافت کا ہونا کہ جسمیں سے دل میں ہو وہ باہر سے دکھائی دے دوسری راز کا دکھائی دینا کہ وہ دیکھنے کی شئے نہیں ہے۔ غرضکہ گو ائمہ فن نے مبالغہ غیر عادی کو عیوب بلاغت میں لکھا ہے مگر کوئی مانتا نہیں اور نہ کوئی عمل کرتا ہے خصوصاً قصیدہ میں تو سوائے مبالغہ غیر عادی کے اور کوئی مضمون ہی نہیں باندھتے ہیں جسے سنکر ممدوح اپنی ہجو سمجھتا ہے۔ ادیب کو یہ بات نہ بھولنا چاہئے کہ مبالغہ کلام کا حسن ہے لیکن مبالغہ میں افراط کہ مضمون غیر عادی و محال پیدا ہو جائے باتفاق ائمہ فن عیب قبیح ہے جسکا نام ادھوں نے اغراق و غلو رکھا ہے مبالغہ جبھی تک حسن کہلاتا ہے جب تک واقعیت و امکان اوسمیں پایا جائے مثلاً کسی زخمی کو کہنا کہ خون کا دریا بہ گیا اغراق ہے اور لہو کا پرنالہ چل گیا مبالغہ مقبول ہے۔ میر انیس کے ایک اصلاحی مرثیہ میں ہے

۶۔ بہ کر لہو جگر کا رگ ابون تک آگیا۔ دیکھو مبالغہ اور کیسا واقع سے مطابق ہے۔ موتی کا تو ہیرے
برچھون اُوڑ جاتا ہے دب کے فرنگی کے بوٹ سے آنکھ لڑ جاتی ہے دریا کے گھیابانون سے
ایک مرثیہ مین تلوار کی مدح مین ہے۔ ع۔ دُورا وہ کہ چھو جاسے تو الماس ترش جاسے۔
یا۔ ع۔ کس پا ایسا پیچ مین کہ کمر سے لپیٹ لو۔ ان مبالغون کا جواب کا ہیکو ہے اور جہان
مبالغہ کرنے کے بعد کوئی نقشہ کھنچ جاتا ہے وہ مبالغہ زیادہ تر لطیف ہوتا ہے خصوصاً
جہان وہ نقشہ بھی معمولی نہو بلکہ نادر و بدیع شکل پیدا ہوا ور مصنف کے اس شعر مین دونون
خوبیان جمع ہین۔

فریاد کی کوئی لے نہین ہے نالہ پابند نے نہین ہے

یعنے جو بات کہ دل سے ہوتی ہے اثر اوسی مین ہے اور اوسے صناعت و تصنع سے
کچھ لگاؤ نہین ہوتا۔

کیون بوتے مین باغبان تو نبے گر باغ گدائی مے نہین ہے

انہین تونبون سے کشکول گدا اور کدو سے خراب بنتا ہے غرض کہ باغبان تونبون
کو کشکول بنا کر گدائی کرتا ہے اور شراب بہیک مین ملتی ہے

ہر چند ہر ایک شے مین تو ہے پر تجھسی کوئی شے نہین ہے

(سی) معنی تشبیہ کے لئے ہے۔ یعنے تو تشبیہ جمادیات سے منزہ ہے۔ سی کی "ی"
جس جگہ واقع ہوئی ہے یہ مقام حرف متحرک کا ہے یعنے مفعول مفاعلن فعولن مین
مفاعلن کے میم کی جگہ ی واقع ہوئی ہے اور ی ساکن ہے تو گویا کہ مفاعلن کے میم کو
مصنف نے ساکن کر لیا ہے یعنے مفعول مفاعلن کے بدلے مفعولم فاعلن اب ہو گیا ہی
جسے مفعولن فاعلن سمجھنا چاہئے یہ زحاف گو اردو و فارسی مین نامانوس معلوم ہوتا ہے
مگر سب لایا کرتے ہین۔ نسیم لکھنوی کی مثنوی اسی وزن مین ہے اور جا بجا اس زحاف
کو لائے ہین۔ ؎ کتال پیر دیرین ہو عیسی کی تہین جیسے آنکھین دیکھین۔

ہان کھائیو مت فریب ہستی ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

ہان ہان کہین دھوکا نہ کہانا کوئی کہے نہ ماننا نہین تو ایسے طلسم اوہام مین پھنسے گا کہ
کہ جلوۂ حقیقت سے محروم رہیگا یہ سارا شعر انشائے تحذیر کے لئے ہے۔

شادی سے گزر کہ غم نہو وے آزردی جو نہو تو دے نہین ہے

یعنے اگر اپنے تئین نشاط بہار کا فکر نہ کرو تو غم خزان بھی سہر نہو۔

کیون رد قدح کرے ہے زاہد مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

اے زاہد قدح شراب کو رد نکر یہ سارنگ مکھی کی قے نہین ہے جسے تو بڑی نعمت سمجھتا ہے۔

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے۔ غالب آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

عجب شوخی کی ہے اس شعر مین لفظ (نہین ہے) کو نام بنا لیا ہے۔ کہتے ہین نہ تو ہستی محض ہے مثل واجب کے نہ تو عدم محبت ہے مثل ممتنع کے یعنے تو ہے بھی ہے اور نہین بھی ہے تو تیرا نام (نہین ہے) رکھنا چاہیئے۔

---

نہ پوچھ نسخہ مرہم جراحت دل کا کہ اوسمین ریزہ الماس جزو اعظم ہے

اور باقی اجزا نمک ہی اور مشک ہی یعنے جن چیزون سے زخم اور بڑھ جائے۔

بہت دنون مین تغافل نے تیرے پیدا کی وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

بڑا حسن اس شعر کا یہ ہے کہ معشوق کے تغافل کی تصویر دکھا دی ہے دوسرا لطف یہ ہے کہ ایک نگاہ مین کیسی تفصیل کہ نگاہ اور نگاہ سے کم ہونا اسکے علاوہ ایک لطیفہ بھی ہے یعنے نگہ کم ہے نگاہ سے کہ اسمین الف ہی اور اوسمین نہین ہے۔

---

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہین کرتے مرتے ہین ولے اوسکی تمنا نہین کرتے

یعنے جسطرح انتہائے بخل کا مرتبہ یہ ہے کہ بخیل خود بھی اپنی دولت سے محروم رہتا ہے وہی حال انتہائے رشک کا ہے کہ تمنائے وصل کرتے ہوئے اپنے اوپر آپ رشک آتا ہے۔

در پردہ اوسمین غیر سے ہے ربط نہانی ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پروا نہین کرتے

یعنے اوسکا مجھپر یہ ظاہر کرنا کہ فلان شخص سے ہم پردہ نہین کرتے یہ ظاہر کا پردہ ہے درحقیقت اوس سے ربط نہانی ہے ورنہ پردہ نہ کرنے کا کیا باعث دوسرا پہلو پردہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ اخفا نہین کرتے یعنے کسی بات کے چھپانے کی ہمین عادت نہین۔

یہ باعث نومیدی اربابِ ہوس ہے غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہین کرتے

یعنے غالب تو عاشق تھا جب اوسکو برا کہا تو رقیب بلہوس کو پھر کیا کہنے امید رہیگی۔

کری ہے بادہ ترے لب سے کسب رنگ فروغ  خط پیالہ سراسر نگاہ گلچین ہے

یعنے لب تیرا پھول ہے اور بادہ گلچین ہے اور خط ساغر نگاہ گلچین ہے اور لفظ سراسر برائے بیت ہے۔

کبھی تو اس دل شوریدہ کی بھی داد ملے  کہ ایک عمر سے حسرت پرست بالین ہے

ایک عمر سے حسرت پرست بالین ہونا دو معنے رکھتا ہے ایک تو یہ کہ مدت سے بالین پر سر رکھنے کی حسرت ہی دوسرے یہ کہ ایسی ناتوانی ہے کہ بالین سے سر نہین اوٹھ سکتا اور اسصورت مین عجب نہین کہ دل کا لفظ غلط کاتب ہوا ور مصنف نے سر شوریدہ کہا ہو مگر معنی شعر ہر طرح سے ظاہر ہین۔

بجا ہے گر نہ سنے نالہائے بلبل زار  کہ گوش گل نم شبنم سے پنبہ آگین ہے

گل کو کان سے تشبیہ دیا کرتے ہین اور جب اوسپر شبنم ہوئی تو گویا کان مین روئی رکھلی پھر نالہ بلبل کو کیونکر سنے۔ یہ شعر بھی اوسی قسم کا ہے جیسا شعر آگے گزر چکا ؎

سبد گل کے تلے بند کرے ہے گلچین  مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین

اور بات یہ ہے کہ گل و بلبل و شمع و پروانہ وغیرہ کا ذکر شعر مین جبھی نمک حسن دیتا ہے جب کوئی تمثیل کا پہلو اوسمین صاف نکلے جیسے خرین کہتے ہین ؎

اے وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد  در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

یا جیسے یہ شعر ہے ؎

گھر کو چھوڑے ہوئے مدت ہوئی صیاد مجھے  کس چمن مین تہا نشیمن یہ نہین یاد مجھے

یا جیسے ؎

پھونک دے برق اوجاڑ دے گلچین  اب غرض کیا ہے آشیانہ سے

لیکن جہان تمثیل صاف نہ نکلے اور یہ معلوم ہو کہ فقط گل و بلبل ہی کا حال بیان کرنا مقصود شعر ہے وہ شعر بے مزہ ہوتا ہے جیسے ؎

قفس کو شام سے لٹکا کے فرش خواب کے پاس  سنا کیا مری تا صبح داستان صیاد

اور مصنف کے یہ دونون شعر بھی اسی قسم کے ہین۔ جرأت کہتے ہین ؎

ذرا تو اپنے اسیرون کی لے خبر صیاد  قفس مین کیسے ترستے ہین آب و دانے کو

آتش کہتا ہے ؎

گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے — موت آئی ہے سر چڑھتا ہے دیوانہ ہوا ہے

لیکن اکثر کلام مع کا اس بے لطفی سے پاک ہے برخلاف اکثر شعرا کے کہ زیادہ تر اونکے کلام مین ایسے ہی شعر ہوتے ہین۔

سدھ لیجے نہ جب مین چل ہیوفا برای خدا — مقام ترک حجاب و وداع تمکین ہے

یعنے اگر حجاب آتا ہے تو ایسے وقت مین حجاب کو ترک کرا اور اگر تمکین وقار مانع ہے تو اسوقت اوسے بھی رخصت کر۔

---

کیون نہو چشم بتان محو تغافل کیون نہو — یعنے اس بیمار کو نظارہ سے پرہیز ہے

اس بیمار کو یعنے چشم بتان کو ایک بات یہ بھی یہان غور کرنے کی ہے کہ لفظ تغافل پر طلب تمام ہوگیا تھا مگر مصرع تمام ہونے مین کچھ بڑھانے کی ضرورت تھی اور ایسی ضرورت پر جو لفظ بڑھائے جاتے ہین وہ اکثر بھرتی کے بے مزہ ہوتے ہین مثلاً کوئی کم سخن ہوتا وہ یہان پر (سر گھڑی) کا لفظ یا (رات دن) کا لفظ یا (ہمنشین) وغیرہ کہہ بتا اور یہ لفظ گوڑ کی طرح بھری ہوئے بدمزا معلوم ہوتے لیکن مصنف نے کس خوبی سے مصرع کو پورا کیا یعنے (کیون نہو) کو مکرر لے آئے اور اس سے اور حسن بڑھگیا۔

مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہجائیگی — وائے ناکامی کہ اوس کافر کا خنجر تیز ہے

کاشکے میرے قتل کے لئے کند چھری ہوتی کہ جتنی دیر مین گلا کٹتا اونتی دیر تو مین اوسے دیکھ لیتا یہ کہنا ہوا مضمون ہے۔

عارض گل دیکھ روی یار یاد آیا اسد — جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے

دیکھ کر کے مقام پر دیکھ کہنا نظم مین درست ہے لیکن محزنتا غیر مفہوم ہوتا ہے۔

---

دیا ہے دل اگر اوسکو بشر ہے کیا کہئے — ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہئے

نامہ بر نے جب معشوق کو دیکھا تو وہ بھی رقیب ہوگیا یہ حال سنکر یہ کہتے ہین۔ دیا ہے دل اگر الخ غرض اس بیان سے معشوق کی تعریف ہے جو بالتزام نکلتی ہے یعنے ایک اپنا دلسوز وچارہ جو نامہ لیکر گیا مگر اسے دیکھکر دل ہاتھ سے جاتا رہا اب وہ بھی رقیب بنا اس سے حسن کی دلفریبی بالتزام نکلتی ہے۔

بہ ضد کہ آج نہ آوے اور آئے بن نہ رہے　　قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہی کیا کہئے

اللہ اکبر یہ ضد اجل کو کہ آنیکی ضرور مگر آج نہیں آتی پھر کیونکر شکایت کیجئے۔

رہے ہی یوں کہہ و بیکہ۔ کہ کوئی دوست کو اب　　اگر نہ کہئے کہ دشمن کا گھر ہی کیا کہئے

وقت تبوقت جب کبھو رقیب کہ سے یار مین موجود ہے گویا اوسکی گلی کو اس نے گھر بنالیا ہے۔

زہے کرشمہ کہ یوں دی کہا ہی ہمکو فریب　　کہ بن کہے ہی انہین سب خبر ہی کیا کہئے

یعنے میرے ساتھ اوسکا کرشمہ و اشارہ ایسا ہے کہ مین دھوکے مین آگیا ہون اور دھوکے کا بیان دوسرے مصرع مین ہے یعنے میرے دل مین یہ بات آگئی ہے کہ بے کہے ہوئے انہین میری حجت کی سب خبر ہے کچھ کہنے کی ضرورت نہین۔

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال　　کہ یہ کہے کہ سر رہگزر ہے کیا کہئے

خوبی اس شعر مین یہ ہے کہ معشوق کے عیار و شوخ طبع ہونے پر شاہد ہے۔

تمھین نہین ہی سر رشتۂ وفا کا خیال　　ہمارے ہاتھ مین کچھ ہی مگر ہی کیا کہئے

اس شعر کا انداز بندش بھی نیا اور مضمون بھی تازہ ہے۔ تازگی مضمون تو یہ ہے کہ سر رشتۂ وفا کو ایک محسوس شے فرض کرلیا ہے کہ معشوق سے پوچھتے ہین کہ ہماری مٹھی مین بتاؤ کیا ہے اور بندش کی جدت یہ ہے کہ پوچھنے بھی ہین کہ مٹھی مین کیا ہے اور پھر جو چیز مٹھی مین ہے اوسکا نام بھی لے دیا یعنے ہمارے ہاتھ مین کچھ ہے۔ مگر کیا ہے یہ تم بتاؤ کہ تمکو سر رشتۂ وفا کا خیال نہین۔

انھین سوال پہ زعم جنون ہی کیون لڑئے　　ہمین جواب سے قطع نظر ہی کیا کہئے

زعم جنون سے یہ مراد ہے کہ میرے سوال پر وہ یہ کہتے ہین کہ تجھے جنون ہوا ہے اور قطع نظر سے یہ مراد ہے کہ اونکی اس بات کا مین کیا جواب دون۔ یہ مضمون خوبی شعر کا سبب نہین ہے بلکہ دونون مصرعون کی بندش مین ترکیب کے مشابہ ہونے نے شعر مین حسن پیدا کیا

حسد سزای کمال سخن ہے کیا کیجے　　ستم بہای متاع ہنر ہی کیا کہئے

اس شعر مین بھی حسن فقط مشابہ ترکیب و ترجمہ کے سبب ہی کہئے کیا کیجئے اور کیا کہئے ناجر آئے کے مقام پر کہتے ہین۔

کہا ہی کسنے کہ غالب برا نہین لیکن　　سوای اسکے کہ آشفتہ سر ہی کیا کہئے

یعنی دیوانہ ہوا وسکا کہنا ہی کیا۔ سوا عربی لفظ ہے اور الف مقصورہ ہے اضافت کی حالت
مین فارسی والی اسمین ی بڑہاتے ہین اور اردو مین لفظ سوا اور مع عامیانہ محاورہ مین
اکثر یا اضافت بولتے ہین اور بہر مضاف الیہ مین کے بھی لگاتے ہین کہتے ہین سوائے
خدا کے کون ہے اور مع عیال کے روانہ ہوا لیکن جو لوگ لکھے پڑہے ہین وہ یون کہتے ہین
کہ سوا خدا کے کون ہے اور مع عیال روانہ ہوا۔ مصنف مرحوم نے یہان عام محاورہ کے
موافق لفظ سوا کو اضافت دی ہے اور بھر ہندی لفظ کیطرف اضافت دی ہے اور
مضاف الیہ مین کے بھی لگایا ہے یہ بالقلم ہے اسیطرح ایک خط مین لکھتے ہین میری
کوٹہڑی زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بھاگا اور اپنے نام کا خط مع اون ہتکڑ
کے یوسف علی کے حوالہ کیا۔

---

دیکھکر درپردہ گرم دامن افشانی مجھے  کر گئی وابستہ تن سیری عریانی مجھے

اس شعر مین مضمون تصوف ہی عریانی استعارہ ہے تجرد سے اور دامن افشانی مفسر سے
یعنے مین مجرد تھا مجھے جسمانیات سے کوئی علاقہ نہ تھا لیکن مجھے سرگرم دامن افشانی دیکھکر
میرا تجرد مجھے وابستہ جسم کرکے رخصت ہوا یعنے عالم اجسام کی نفس شماری مین مجھے
محو دیکھکر تجرد نے زندان بدن مین مجھے چھوڑ دیا اور آپ رخصت ہو گیا یعنے
جسے دامن افشانی کا شوق ہوا وسکو تجرد و عریانی سے کیا واسطہ۔ در پردہ کے لفظ مین
یہ رعایت رکھی ہے کہ نفس بھی حجاب صدر سے تعلق رکھتا ہے۔ غرض مضمون یہی ہے
جو بیان ہوئی لیکن اسکی معنے مین اور بھی ایک اور گتھی پڑ گئی ہے وہ یہ کہ سرگرم دامن افشانی
ہونے کے بعد عریانی کا رخصت ہونا کیا معنی۔ دامن افشانی کے ساتھ عریانی جمع نہیں ہو سکتی
نہ کہ دامن افشانی بھی ہو۔

ہنگیا تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان  مرحبا مین۔ کیا مبارک ہے گرانجانی مجھے

مین ایسا سخت جان ہون کہ تیغ نگاہ کے وار ہوتے جاتے ہین اور جی رہا ہون جیسے
سنگ فسان کہ اوسپر کتنا ہی تلوار کو رگڑو وہ نہین کٹتا۔ دوسرے مصرع مین طعن سے کہتے
ہین کہ آفرین مجھکو میری گران جانی بہت ہی سارگ ہے کہ اسنے تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان
تجھے بنا دیا۔

کیون نہو اِلتفاتی۔ اوسکی خاطر جمع ہے — جانتا ہی محو پرسشہای پنہانی مجھے

پرسشہاے پنہانی سے مطلب مصرعہ کا یہ ہے کہ کبھی تصور مین آکر اور کبھی خواب مین آکر جو وہ صورت دکھا جاتا ہے یا اوسکی بے التفاتی سے جو حالت میری ہو رہی ہے۔ مین اوسی مین محو ہون اور اسی سے اوسکی خاطر جمع ہے جو التفات نہین کرتا۔ سچ پوچھو تو یہ ہے کہ لفظ پرسشہاے پنہانی سے مصرعہ کا مطلب جو ہے وہ نہین نکلتا۔

میرے غمخانہ کی قسمت جب رقم ہونے لگی — لکھدیا من جملۂ اسباب ویرانی مجھے

یعنے کاتب تقدیر نے مجھے اپنے گھر کا سبب ویرانی قرار دیا۔

بدگمان ہوتا ہی وہ کافر نہوتا کاشکے — اسقدر ذوق نوائے مرغ بستانی مجھے

اوسکے مزاج مین اتنا شک ہی کہ مجھے جو بلبل کا شوق ہے یہ بھی اوسے نہین گوارا یہ مضمون تو یہ کچھ لطف نہین رکھتا مگر مصنف نے اسی مضمون کو مکرر کہا ہے ایک شعر اوپر گزر چکا ہی

کیا بدگمان ہے مجھسے کہ آئینہ مین مرے — طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار بیجکر

وائے واں بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا — لیگیا تھا گور مین ذوق تن آسانی مجھے

یہ شعر اس زمین مین بیت الغزل ہے خواب لحد سے شور محشر کا جگانا تو مضمون مبتذل ہے جسے بہت لوگ بہت دفعہ کہہ چکے ہین خوبی اس شعر مین یہ ہے کہ گور مین جانے کی توجیہ بہت تازہ ہے یعنے ذوق تن پرستی اس شعر کی جان ہے جس نے مضمون مردہ کو زندہ کردیا اور معنی کی عجز بیانی پر ایک ہد ہاتھ آیا تن پرستی و آسایش طلبی کی برائی کیا اچھی طرح بیان کی ہے۔

وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے — تمنے کیون سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

یعنے تمنے آنیکا جو وعدہ کیا ہے تو مین گھر سے کہین نکل نہین سکتا دربان بنا ہوا بیٹھا ہون یہان کیون سے کیا بیاد اچھا معلوم ہوتا ہے کیا عجب ہے کاتب کا تصرف ہو۔

ہان نشاط آمد فصل بہاری واہ واہ — پھر ہوا ہی تازہ سودائی غزل خوانی مجھے

ہان اے نشاط بہار واہ تیرا کیا کہنا فرما اور مجھے گرمادے کہ غزل سرائی کرون۔

دی مرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی — یہ زلیخا ہی غالب یوسف ثانی مجھے

یوسف کی زندگی دوبارہ ہوئی گویا وہ دوسرا یوسف ملا۔

یاد ہے شادی میں بھی ہنگامۂ یار مجھے　　سجۂ زاہد ہوا ہی خندۂ زیر لب مجھے

یارب کے معنے فارسی محاورہ میں خدا کی دوہائی دینے کے ہیں اور سجۂ زاہد سے وہ ذکر خفی مراد ہے جو چپکے چپکے ہونٹ نہیں کرتے ہیں کہتے ہیں شادی میں بھی مجھے شور یار نہیں بھولا ہے میرا خندۂ زیر لب گویا زاہد کا ذکر خفی ہے۔

ہی کشاد خاطر واستہ در ہیں حزن　　تھا طلسم قفل ابجد خانۂ مکتب مجھے

کہتے ہیں میرا مکتب گویا طلسم قفل ابجد تھا یا وہ کارخانہ تھا کہ جہاں قفل ابجد ڈھالے جاتے ہیں کہ جسے دل میں اوس مکتب کے اثر سے قفل ابجد کا خاصہ پیدا ہوا ہے کہ ہمیشہ وابستہ رہتا ہے اور واشد اگر ہوتی ہے تو حزن سے ہوتی ہے جسطرح قفل ابجد کی پہرکیاں جب گھوم کر ایسی وضع پر آتی ہیں کہ اون پر جو حرف لکھے ہوئے ہیں وہ مرتب ہو کر کلمات بنجائے تو وہ قفل کھل جاتا ہے اور جب تک وہی بات نہ بنے قفل بند رہتا ہے۔ کلام شعرا کے تتبع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یکئی چیزیں زیادہ مضمون کا ماخذ ہوا کرتی ہیں قفل ابجد شیشۂ ساعت خط ساغر کباب سیخ گرد باد حباب آسیا وغیرہ اور اکثر اس سے مضمون لطیف پیدا ہوتا ہے۔ اس شعر کی بندش میں بھی فارسیت بیطرح غالب ہوگئی ہے اضافتیں اتنی بری نہیں معلوم ہوتیں ایک لفظ در نے سلاست سخن میں بڑی دراندازی کی ہے مگر ایک عذر مصدر کی طرف سے معقول ہے کہ فارسیت اونپر ایسی غالب تھی کہ اونکی نظر میں اردو فارسی میں امتیاز باقی نرہا تھا اسکے علاوہ بعض اساتذہ نے عربی کو اسیطرح فارسی میں آمیز کیا ہے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ قطعہ۔

رحمان لایموت چو آن بادشاہ را　　دیدآنچنان کرد عمل خیر لایموت

جانش غریق رحمت حق کرد تا کند　　تاریخ این معاملہ رحمان لایموت

مگر لکھنؤ میں عرصہ سے اس قسم کا خلط متروک ہے اور یہ ترک جا سے ہے۔

یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیئے　　رشک سالیش پہ ہی زندانیو کی اب مجھے

چاہیئے یعنے مانگئے اور اب سے یہ معنے نکلے کہ جب زندان میں تھا تو صحرا نوردی کا شوق تھا اب صحرا میں ہوں تو اہل زندان پر رشک ہے۔

طبع ہی مشتاق لذت ہای حسرت کیا کروں　　آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مجھے

حسرت کو یہاں یاس و حرمان کے معنے پر استعمال کیا ہے کہتے ہیں مجھے حسرت و حرمان

سے ایسا لطف ملتا ہے کہ مین امید اسی لئے کرتا ہون کہ وہ قطع ہو جائے اور مجھے لذت حرمان حاصل ہو - اس شعر مین مطلب کی جگہ مطلوب محاورہ ہے یہ دونون لفظ اردو کے محاورہ مین اسطرح بولتے ہین کہ (کو) کے ساتھ مطلوب کہتے ہین اور (کا) کے ساتھ مطلب مثلاً اوسکو یہ مطلوب ہی اور اوسکا یہ مطلب ہی اور اس شعر مین مجھے کا لفظ مجھکو کے معنے پر ہے یعنے اسمین ی (کو) کے عوض کی ہے یعنے مجھکو شکست آرزو مطلوب ہی اور مصنے مطلوب کی جگہ پر مطلب باندہا ہے غرض کہ ردیف ربط نہین کہا تی یون ہونا چاہئے تھا

ع آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مرا - آتش نے بھی ایسا کیا ہے ؎

دہن زخم گشتگان سے ہے ۔۔۔ میرے قاتل کو مرحبا مطلب

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے ۔۔۔ عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

آپ بھی یعنے وہ خود بھی - آپ یہان جمل خطاب مین نہین ہے - میرزا صاحب طعن سے غالب کو کہا ہے - یہان مصنے صاحب کو مطلب کا قافیہ عام محاورہ کی بنا پر کیا ہے کہ محاورہ مین حج کو مفتوح بول جاتے ہین اگر کوئی کہے کہ عربی و فارسی لفظو نمین محاورہ عام کا تتبع کرنا خطا ہے نہین تو یہ مصرع بھی درست ہو جائیگا - ع سخت دل کو اپنے نرم کیجئے - تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس شعر کو مصنے اپنا قول نہین قرار دیا ہے بلکہ دوسرے شخص کی زبانی ہے اور شوخی یہ کی ہے کہ اوسکا کلام بعینہ نقل کر دیا ہے ورنہ غالب پر یہ گمان کرنا کہ لفظ صاحب کی کسرہ سے ناواقف تھے خطا ہے البتہ فارسی دیوان مین یہ شعر ہے کا ؎

نامہ بنہاد بخویش کز اثر فیض مدح ۔۔۔ نقطہ زبس روشنی تابش نیر گرفت

اختر گرفت و اخگر گرفت کی زمین مین کوئی تاویل عیب اقوا سے بری ہونے کی نہین رکھتا اس سبب سے کہ اور سب قافیون مین حرکت توجیہ زبر ہے اور نیر مین زیر ہے اساتذہ اہل زبان جو عربی دان گزرے ہین اونھین ایسا دھوکا ہو جائے ممکن نہین ہان جو زبان عربی سے ناآشنا ہین اگر انھونکے کلام مین نیر کہین اختر کے ساتھ آبھی گیا ہو تو قابل استناد نہین ہو سکتا اس سبب سے کہ عربی لفظ مین عجم کا تصرف نامقبول ہے سوا چند محاورون کے کہ وہان حکم عجمہ پیدا ہو گیا ہے جیسے کافر ہے -

---

حضور شاہ مین اہل سخن کی آزمایش ہے ۔۔۔ چمن مین خوش نوایان چمن کی آزمایش ہے

جس مشاعرے میں یہ غزل مصرعے پڑھی ہے بادشاہ وہ معین شریک تھے۔

قدوگیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش ہے ۔۔۔ جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

یعنے فرہاد و مجنوں کے لئے جو چند فتنہ و بلا ہے، لیلیٰ و شیریں کا قد و گیسو ہے لیکن ہمیں ایسے ظالم سے سابقہ پڑا ہے جو دار پر کھینچتا ہے عشق تمامت کی سزا میں اور سودائے زلیخا کے بدلے میں پھانسی دیتا ہے۔

کرینگے کوہکن کے حوصلہ کا امتحان آخر ۔۔۔ ہنوز اوس خستگی کی نیز وی تن کی آزمائش ہے

یعنے ہنوز تو اوسکے دست و بازو کا امتحان ہے کہ کہیں وہ بے شیر نہا سکتا ہی اوسکا دل دیکھنے کا وقت جب آئیگا جب ایک ہیزار آلہ شیرین کی خبر مرگ سنائے گی جب دیکھیں گے کہ اس غم کی برداشت کرتا ہے یا سر پھوڑ کر مرتا ہے۔ اس شعر میں کوہکن پر طعن ہے کہ کم حوصلہ تھا دل کچھ نر کہتا تھا صدمہ نا اوٹھا سکا جان دیکر میدان عشق سے بھاگ کھڑا ہوا۔

نسیم مصر کو کیا پیرہن کی ہوا خواہی ۔۔۔ اوسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے

اس شعر میں بھی تلمیح ہے اس قصہ کیطرف جو مشہور ہے کہ یعقوب نے کوسوں سے بوئے پیراہن یوسف کو پہچان لیا تھا۔

وہ آیا بزم میں دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل ہے ۔۔۔ شکیب و صبر اہل انجمن کی آزمائش ہے

جیسا مصرع مرزا نے یہاں لگایا ادیب کی نظر میں مردہ کو زندہ کر دینے سے یہ کم نہیں ہے مضمون اصل میں مردہ ہے فقط مصرع لگا کر اوسمیں جان ڈال دی یہ وہی مضمون ہے بوکر مردہ باندھا لیا ہے اسمضمون کے دیکھنے سے شکیب و صبر نہیں باقی رہتا ہے مصرع زبان سے اوسکے نہیں نکلتے کہ (وہ آیا بزم میں) جیسے کہتے ہیں وہ چاند ہوا۔ (دیکھو) ہشیار ہو جاؤ لوگوں کو سنبھال لو (نہ کہیو پھر کہ غافل تھے) یہ جملہ بھی وہی معنی رکھتا ہے جو دیکھو کی لفظ میں ہیں یعنے یہ جملہ اوس جملہ کی تاکید ہے اور حسن شعر میں اسی تاکید سے اضافہ ہوا ہے اور وہ کے اشارہ سے۔

ہے دل ہی تو نیاز و ناز سے کیوں کر اٹھا سکے ۔۔۔ غرور و شست بت ہاں لوگ فگن کی آزمائش ہے

یعنے ان دونوں مضامین میں سے کوئی نہ کوئی ضرور اوٹھے۔

نہیں کچھ سبحہ و زنار کے پھندے میں گیرائی ۔۔۔ وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے

سبحہ کو تسبیح سے اور برہمن کو زنار سے جو علق ہے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ ان پھندوں سے کل نہیں سکتے بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ کب تک اس وضع کو نباہتے ہیں۔

پڑا رہ اے دل وابستہ بیتابی سے کیا حاصل — مگر پھر تاب لائے اضطراب پرشکن کی آزمایش ہے

سنا یہ پھر تو زلف کے پھندوں کا در انکھا چاہتا ہے جو تڑپ رہا ہے بس یوں ہی بندھا پڑا رہ ایسا نہ ہو کہ تیرے تڑپنے سے پھندے اور زیادہ کس جائیں۔

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھئے کیا ہو — ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمایش ہے

یعنے آغاز عشق ایسا ہے تو انجام اسکا نجانے کیا ہوگا۔

وہ آویں گے مرے گھر وعدہ کیسا دیکھنا غالب — نئی فتنوں کو اس خانہ خراب کی آزمایش ہے

(وہ آئیں گے مرے گھر) یعنے وہ بھلا کیا آئیں گے (وعدہ کیسا) یعنے وعدہ کا اونہیں کب خیال ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کس کس نئی مصیبت میں فلک مبتلا کرتا ہے یعنے اونکے نہ آنے سے اور وعدہ خلافی کرنے سے وہ ہمیں آسمان کیا دن ہمیں دکھاتا ہے۔

---

کبھی نیکی بھی اوسکے جی میں گر آجائے ہے مجھے — جفائیں کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھے

یعنے میرے لئے یوں بھی خرابی ہے کہ وہ ہمارے ندامت کے مارے نہیں اب دکھلاتا۔

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے — کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھے

کھینچنے کے معنے آرزو اور خفگی کے ہیں یعنے جتنا میں اوسے جذب دل سے کھینچتا ہوں اوتنا ہی وہ آرزدہ ہوتا ہے۔

وہ بدخو اور میری داستان عشق طولانی — عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھے

وہ سے معشوق مراد ہے اور عبارت مختصر اور قصہ مختصر الغرض کے مقام پر بولتے ہیں یعنے جب قاصد گھبرا جاتا ہے تو معشوق بدخو بھلا یہ داستان کیا سنے گا۔

اودھر وہ بدگمانی ہے ادھر یہ ناتوانی ہے — نہ پوچھا جائے ہے اوس سے نہ بولا جائے ہے مجھے

یعنے وہ بدگمانی سے میرے وصل و محبت کو جو چاہتا ہے اس سے پوچھتا نہیں اور میں بیماری محبت میں ناتوان ہوں اس سے بولا نہیں جاتا اس شعر میں ترکیب تشابہ اور الفاظ کے تقابل سے حسن بہت پیدا ہوگیا ہے۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے — کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھے

خیال یار کا دامن میرے دل کے ہاتھ مین تہا نا امیدی نے ایسا گرایا کہ وہ دامن ہاتھ سے چہوٹا جاتا ہے یعنے نا امیدی کے سبب سے اوسکا خیال دل سے نکلا جاتا ہے۔

**کشاکش سے طرف نظارگی مین بھی سہی لیکن وہ دیکھا جائے کب یہ ظلم دیکھا جائے نہ مجھسے**

نظارگی کے معنے دیکھنے والے کے ہین یعنے اوسکے دیکھنے والون مین مین بھی شامل ہوا تو کیا یہ ظلم مجھسے کب دیکھا جائیگا کہ وہ دیکھا جائے یعنے اغیار اوسے دیکھین یہ مجھے کب گوارا ہی۔

**ہوئے ہین پاؤن ہی پہلے نبرد عشق مین زخمی نہ بھاگا جائے ہی مجھسے نہ ٹہیرا جائے ہی مجھسے**

نبرد آزمائی سخت ۔ تہیر ناممکن ہے اور پانون ایسے زخمی کہ بہاگنا دشوار ہے۔

**قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھسے**

جس کافر کو رخصت کرتے وقت رشک کے مارے میرے منہہ سے یہ نہین نکلتا کہ مجھے خدا کو سونپا۔ قیامت ہی کہ وہ مدعی کا ہم سفر ہے اس شعر مین جس مقام پر مصرعے نے (نہ) کہا ہے یہان (نہین) کہنا چاہیے تہا یا (ہے) کو ترک کیا ہوتا اس سبب سے کہ (نہ) کے ساتہہ فعل منفی مین (ہی) بولنا خلاف محاورہ ہے اور قدیم اردو مین بھی ایسا نہین دیکھنے مین آیا مثلاً (مجھے مارے ضعف کے نہ بولا جاتا ہے) غلط ہے اور (نہین بولا جاتا ہے) صحیح ہے ہان جہان (نہ) نفی کے لئے ہو وہان (ہے) کے ساتہہ جمع کرنا درست ہی جیسے نہ پوچہا جائے ہے اوس سے نہ بولا جائے ہے مجھے۔ یا جیسے ۔ نہ بہاگا جائے ہے مجھسے نہ ٹہیرا جائے ہے مجھسے ۔ اور عطف کے مقام پر (نہین) کہنا خلاف محاورہ ہے مثلاً نہین بہاگا جاتا ہے مجھسے نہین ٹہیرا جاتا ہی مجھسے غلط ہے۔ اور نہ کے ساتہہ ہے کا جمع کرنا اس سبب سے غلط ہے کہ ایسے مقام پر نہین محاورہ مین ہے اور نہین نہ اور ہے فعل ناقص سے مرکب ہے اور نہین کے ساتہہ جب ہے بولتے ہین تو وہ فعل تام ہوتا ہے۔

---

**زبسکہ مشق تماشا جنون علامت ہے کشاد و بست مژہ سیلی ندامت ہے**

تماشائے دنیا مین مصروف رہنا علامت جنون و امر بے ہودہ ہے اسی سبب سے بروقت تماشا پلکون کا کہلنا اور بند ہونا سیلی ندامت کا پڑتا ہے۔

**بجانون کیونکہ مٹی داغ طعن بدعہدی تجھے کہ آئینہ بھی ورطۂ ملامت ہے**

بجانے بدعہدی کا دہبہ کس پانی سے چہوٹے گا تجھے تو آپ آئینہ بھی ورطۂ ملامت ہی کہ آئینہ مین

غیرون ہی کے دکھلانیکے لئے بنا ؤ ہوتا ہے جو عین بدعہدی ہے۔ اس شعر مین کہ کی جگہ تو ہونا چاہیے تھا اور مطلب بھی اچھی طرح نہین ادا ہوتا۔

پیچ و تاب ہوس سلک حافیت مت توڑ　　نگاہ عجز سر رشتۂ سلامت ہے

حافیت ایک سلک ہے جسکے لئے ہوس بل ہے اور گتھی ہے جس سے سلک کا ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے یعنے ہوس انسان کو ہوئی اور حافیت گئی اور نگاہ عجز یعنے ترک ہوس سلامتی کا شیوہ ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد　　جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہے

کہتے ہین معشوق تو وفا پر آمادہ ہوا اور دعوے عشق جھوٹھا ہو یہ بڑا ستم ہے۔ دوسرے مصرع مین اس کی تمثیل ہے کہ بہار تو سچ مچ آئی ہو اور جنون مین بناوٹ ہو یہ قیامت ہی مقصود اس سے رقیب پر طعن ہے۔

---

لاغر اتنا ہون کہ گر تو بزم مین جا دی مجھے　　میرا ذمہ دیکھکر گر کوئی بتلا دی مجھے

لاغری کے سبب سی مین سیکو دکھائی نہ دونگا کوئی مجھے بتلائے گا کیا۔

کیا تعجب ہے کہ اوسکو دیکھکر آجائے رحم　　واں تلک کوئی کسی حیلہ سی پہنچا دی مجھے

اس شعر سے یہ معنی بھی نکلے کہ بہت ہی اسکا حال غیر ہے اور نہایت ہی وہان تک پہونچنا مشکل ہے اور اوسکو دیکھکر آجائے رحم اسکے معنے یہ ہین کہ مجھکو دیکھکر اوسکو آجاے رحم۔

منہہ نہ دکھلادی نہ دکھلا۔ پر بانداز عتاب　　کھول کر پردہ ذرا آنکھین ہی دکھلا دی مجھے

یعنے تو منہہ نہین دکھاتا نہ دکھا ذرا پردہ سر کا کر خفگی سے آنکھ تو دکھا دے اور آنکھ دکھانا محاورہ ہے خفا ہونے کے معنے پر۔ مصنف نے آنکھین دکھانا بصیغہ جمع باندھا ہے مگر فصیح وہی ہے کہ آنکھ دکھانا کہین بافراد۔

یان تلک میری گرفتاری سی وہ خوش ہے کہ مین　　زلف گر بنجاؤن تو شانہ مین ابھی دی مجھے

یعنے انتہاے گرفتاری یہ ہے کہ مین اوسکی زلف بنجاؤن مگر وہ اسپر بھی التفات نہ کرے شانہ سے مجھے اولجھا دے۔

---

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے　　ہوتا ہی شب و روز تماشا مرے آگے

یعنے حادثات دنیا کا میرے دل پر کچھ اثر نہین ہوتا اوسے تماشا سمجھتا ہون۔

اک کھیل ہے اورنگ سلیمان مرے نزدیک　　اک بات ہی اعجاز مسیحا مرے آگے

یعنی دنیا اور اہل دنیا کا اقبال و کمال میری نظر مین ہیچ ہے - دوسرے مصرع مین (بات) کی لفظ نے دوہرا لطف دیا -

جز نام نہین صورت عالم مجھے منظور　　جز وہم نہین ہستی اشیا مرے آگے

یعنی عالم کا نام ہی نام ہے صورت اوسکی مرئی و مبصر نہین یہ فلسفہ اور تصوف کا غریب مسئلہ ہی کہ اجسام بھی بذاتہا محسوس نہین ہین مفصل تقریر یہ ہے کہ اگر ذات باری تعالی کے سوا کسی شے کو موجود سمجھین تو وہ موجودات یا تو مجردات ہین جیسے نفوس یا ملایک وغیرہ اور یا اجسام ہین جیسے اپنے زعم مین ہم سمجھے ہوئے ہین کہ ہم دیکھ رہے ہین مثلاً پہاڑ اور یا نفوس و اجسام کے اعراض ہین مثلاً نفس کا علم و ارادہ اور جسم کا رنگ و شکل - ان سب چیزون مین مجردات اور اونکے اعراض کا نامحسوس ہونا تو بہت ظاہر ہے اب وہی اجسام اور اونکے اعراض تو اجسام محسوس نہین ہین اگر محسوس ہین تو اعراض محسوس ہین مثلاً پہاڑ مین جس چیز کو ہم جسم کوہ اور ذات کوہ کہتے ہین اور جسے بذاتہ قایم سمجھتے ہین وہی چیز ہمین نہین دکھائی دیتی دکھائی کیا دیتا ہے کہ پہاڑ کا رنگ اور وہی رنگ کی چوڑان اور لمبان اور پھیلاؤ اور یہ ظاہر ہی کہ رنگ ذات سے زائد و خارج ہے رنگ بدلنے سے گرگٹ نہین بدل جاتا اور رنگ کیلئے قیام ذاتی نہین ہے بلکہ اسکی ہستی جسم کے ضمن مین ہے اگر جسم نہو تو رنگ کا وجود ہو ہی نہین سکتا غرض کہ آنکھ سے رنگ کی سوا کچھ دکھائی نہین دیتا اور روشنی کو بھی ایک قسم رنگ کی پہلے سمجھتے تھے اور اب فلاسفہ یورپ نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ رنگ جسے تم سمجھتے ہو کہ دکھائی دیتا ہے یہ اصل مین ایک نوع کی روشنی ہے اور روشنی ایک قسم کا موج دار تعاش ہے اور کچھ ہی نہین - اسیطرح صدا جسے ہم سمجھتے ہین کہ نائی دیتی ہے وہ بھی ہوا کا ارتعاش ہے اوسکی ہستی بھی ضمن غیر مین ہے اور وہ ہوا کی ذات کے علاوہ ہے - یا حس لمس سے ہم یہ سمجھتے ہین کہ ہوا محسوس ہے یہ دھوکا ہے اوسکی خنکی محسوس ہوتی ہے اور خنکی ہوا کی ذات سے الگ ہے اور اسکا وجود بھی غیر مستقل ہے اسیطرح چھونے سے نرمی سختی ملاست خشونت جو کچھ محسوس ہوتی ہے یہ جسم کی ذات نہین ہے - اسی قیاس پر بو و ذایقہ کو بھی سمجھ لو - حاصل یہ ہوا کہ باتفاق تمام صوفیہ و فلاسفہ عالم اجسام ہرگز محسوس نہین ہے ہان اوسکے کچھ اعراض و آثار محسوس ہین لیکن یہان سے فلاسفہ و صوفیہ کی راہ بدل گئی فلاسفہ یہ کہتے ہین کہ اعراض کے لئے ایک قسم کی ہستی ہے

گو وہ قایم بالغیر سہی اور وہ فیہ کہتے ہین کہ یہ محض اعتبارات واوہام ہین بس دریا ہی دریا ہی موج و حباب کی تفصیل ذہن کے اوہام مین سے ہے جیسے فلک کے لئے نوقیت اور ارض کیواسطے تحتیت ذہن نے اختراع کرلی ہے ورنہ فلک وارض کے سوا فوقیت وتحتیت کوئی ہستی نہین رکہتی اور اسکے سب فلاسفہ بھی قایل ہین کہ ذہن انتزاعات واضافات کو بھی موجود سمجہتا ہے خلاصہ یہ کہ فلاسفہ کی راے مین چند اعراض کے سوا محسوس وشاہد کچہ نہین ہے اور یہ اعراض بھی بذاتہا قیام و وجود سے عاری ہین اور صوفیہ کہتے ہین کہ انکے لئے جسقدر ہستی کے تم قایل ہو یہ بھی محض وہم ہے انکے نزدیک عالم کی اصل یہ ہے کہ وحدت متحیر ہوئی نقطہ پیدا ہوا نقطہ متحرک ہوا خط پیدا ہوا خط کی حرکت سے سطح اور سطح کے توج سے عالم اجسام ظاہر ہوا اور اس قسم کا عالم محض وہمی چیز ہے۔ یہ معنے ہین اس مصرع کے ع خبر وہم نہین ہستی اشیا مرے آگے۔

دوسری نظر اس شعر مین یہ ہے کہ منظور عربی لفظ ہے لیکن جس معنے پر مصنف مرحوم نے اسے باندہا ہے اس معنے پر عربی مین اسکا استعمال نہین ہے ایک شعر نون کی ردیف مین گذر چکا ہے ؎

ہے ہستی مطلق کی کمر عالم لوگ کہتے ہین کہ ہے پر ہمین منظور نہیں

یہان بہی منظور کو مرئی ومبصر کے معنے پر لیا ہے مگر محاورہ اسکے مساعد نہین۔

ہوتا ہی نہان گرد مین صحرا مرے ہوتے گھستا ہی جبین خاک پہ دریا مرے آگے

یعنے مین اسقدر خاک اوڑاتا ہون کہ صحرا گرد مین چھپ جاتا ہے اور دریا میرے آگے خاک پر سر رگڑتا ہے یعنے زمین سے دریا نکل آتا ہے۔ یا یہ کہ سیلاب اشک آنکھون سے زمین تک پہونچ جاتا ہے۔

مت پوچھ کہ کیا حال ہی میرا تری پیچھے تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

(تیرا مرے آگے) کی جگہہ اگر (میرا ترے آگے) ہوتا تو شعر کا حسن بہت زیادہ ہوجاتا مگر زمین کے خلاف ہونے سے مصنف نے اولٹ دیا اور اسمین بھی ایک معنی پیدا ہوگئے کہ تو اپنی بااعتنائی باحسن کو میری آنکھ سے دیکھ اور اسی پر قیاس کرلے کہ تیری مفارقت مین میرا کیا حال ہوتا ہوگا۔

سچ کہتے ہو خودبین وخودآرا ہون نکیون ہون بیٹھا ہی بت آئینہ سیما مرے آگے

یعنے تم سا آئینہ جبین میرے سامنے ہو تو کیون نہ خودبین ہون اور پھر کیون نہ خودآرائی کرون۔

پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار — رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

شراب سامنے آئے تو ذہن کھلے۔

نفرت کا گماں گزرے ہے میں رشک سے گزرا — کیونکر کہوں۔ لو نام نہ اونکا مرے آگے

مطلب یہ ہے کہ کیونکر معشوق کا نام لیتے ہوئے سنکر رشک ہی ناگوار بھی ہوتا ہے اور منع کرتے بھی نہیں بن پڑتا کہ اگر یہ کہوں کہ اوسکا نام میرے آگے نہ لو تو نفرت کا شبہ لوگوں کو گزرے گا۔

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر — کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

یعنے کعبہ پیچھے پڑکے روکتا ہے کہ ادھر نہ جا اور سامنے کلیسا کھینچ رہا ہے کہ ادھر چلا آ۔

عاشق ہوں پہ معشوق فریبی ہے مرا کام — مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے

یعنے وہ کہتی ہے کہ اوس سے تو ہی اچھا۔

خوش ہوتی ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے — آئی شبِ ہجراں کی تمنا مرے آگے

یہ شعر اس زمین میں بیت الغزل ہے مطلب یہ ہے کہ شبِ ہجراں میں جو میں نے مرنے کی تمنا کی تھی آج وہ بڑا بول میرے آگے آیا کہ وصل کی خوشی میں مر گیا۔ وصل کی خوشی میں مر جانا اور لوگ بھی باندھا کرتے ہیں مگر یہ بات ہی اور ہے اور ساری کرامات محاورہ اور زبان کی ہے جینے مرنے کے مضمون کو زندہ کر دیا۔ فکر غالب کے کارناموں میں یہ شعر بھی شمار کرنا چاہیے۔

ہے موجزن اک قلزمِ خوں کاش یہی ہو — آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

اشک خونیں کا دریا جو آنکھوں کے آگے موجزن ہے کاش اسی پر اکتفا ہو مگر یہ امید کہاں آتا ہے ابھی الخ۔

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے — رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

یہ شعر بھی مہم کے جید اشعار میں مشہور ہے مگر تنا والے شعر کو نہیں پہونچتا۔

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا — غالب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

بظاہر مصنف کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ معشوق کیطرف خطاب کیا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ غالب یہی ہے۔

---

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیئے — تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیئے

(تم) یعنے کوئی اور بھی نہین تم جو میرے مطلب سے خوب واقف ہوا و میرا حال سنکر تجاہل سے کہتے ہو کہ مطلب اپنا تو کہئے اس بات کے جواب مین بھلا مین کیا کہون۔

نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہین — مجھے تو خو ہے جو کچھہ کہو بجا کہئے

مقام اس کلام کا یہ ہے کہ معشوق نے طنز سے کہا تھا کہ ہم تو ستمگر ہین انہون نے سچا کہدیا اسپر اوسے غصہ آگیا کہ اللہ اکبر یہ ہمکو سچ مچ ستمگر سمجھتا ہے اوسکے عذرین یہ بلکہ کر کہہ رہے ہین کہ نہ کہیو طعن سے الخ بڑا لطف اس شعر مین یہ ہے کہ لو سکے مخاطب ہونے سے ایسی محویت ہو جاتی ہے کہ کلام وخطاب پر بے سمجھے ہوئے بجا دو بجا کہنے لگتے ہین اور چینے کب کہ جب اوسے غصہ آگیا۔

وہ نیشتر سہی پر دلمین جب اوتر جاوے — نگاہِ ناز کو پھر کیون نہ آشنا کہئے

دل مین اوتر جانا اور دلنشین ہو جانا اور دل کو لگ جانا ان سب محاورون کے معنے یہ ہین کہ کسی چیز کو دل نے قبول کر لیا اور اوسے مان لیا۔

نہین ذریعۂ راحت جراحتِ پیکان — وہ زخم تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہئے

دل کشا وہ چیز جس سے دل تنگی دفع ہو اور انشراح خاطر حاصل ہو۔ لذت زخم کو تفصیل ہمین کرتے ہین کہ تیر کی جراحت باعث راحت نہین ہوتی زخم تیغ کا کیا پوچھنا کہ اوس سے دل خوش ہو جاتا ہے۔ راحت و جراحت مین جیسی تجنیس ہے یہی فن بدیع مین معتبر ہے یعنے تلفظ مین تشابہ ہو اور جسطرح کی تجنیس کہ لوگ کہا کرتے ہین یعنے محض خط و رسم مین مشابہت ہو مثلاً جراحت و فراحت یہ نری خرافت ہے۔

جو مدعی بنے اوسکے نہ مدعی بنئے — جو ناسزا کہے اوسکو ناسزا کہئے

گو کہ غزل مین زندہ دلی و شاہد پرستی کے مضمون بہت حسن دیتے ہین مگر کبھی کبھی شعرا قافیہ کی طرف سے مجبور ہو کر اخلاقی مضمون بھی کہہ جایا کرتے ہین اور وہ جب ہی تک حسن دیتا ہے جب تک کہ ایک آدھ شعر ایسا ہو جہان غزل مین ایسے ہی مضامین کا التزام ہوتا ہے وہ غزل غزل نہین رہتی بلکہ قصیدہ و موعظہ کہنا چاہئے۔ اس شعر مین جو بنئے کا نام آجانا مذاق اہل لکھنؤ مین گراں گزرتا ہوگا اور البتہ برا معلوم ہوتا ہے۔

کہین حقیقتِ جانکاہیِ مرض لکھئے — کہین مصیبتِ ناسازیِ دوا کہئے
کبھی شکایتِ رنج گران نشین کیجے — کبھی حکایتِ صبر گریز پا کہئے

بس ہماری یونہین گزر رہی ہے۔ اور ہماری تقدیر مین یہی لکھا ہے کہ ایک ایک کے آگے دکھڑا روئے ایک ایک سے شکایت کرتے پھرے کبھی غم کے ہاتھ سے دوہائی دیجئے کبھی صبر کی بے وفائی پر فریاد کیجئے۔

ہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجے  کہئے زبان تو خنجر کو مرحبا کہئے

خون بہا دینے سے یہان خون بہا بخش دینا مراد ہے۔

نہین نگار کو الفت بتو نگار تو ہے  روانی روش و مستی ادا کہئے

یعنے اوسکے عیب کو کیون دیکھئے جو خوبیان ہین اوسکا ذکر کیون نہ کیجئے۔

نہین بہار کو فرصت بتو بہار تو ہے  طراوت چمن و خوبی ہوا کہئے

اس شعر کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے شعر مین گزرا اور فرصت سے فرصت قیام و دوام مراد ہے۔

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب  خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے

یعنے کسی نے برائی کی ہو اور وہ وقت گزر گیا ہو تو اوسے بھول جانا چاہئے اور دل مین نہ رکھنا چاہئے لقمان نے چار باتون مین حکمت اخلاق کو منحصر کر دیا ہے اون مین سے ایک بات یہ بھی ہے یعنے چار باتون مین دو باتین یاد رکھنے کی ہین موت کا آنا اور خدا کا حاضر و ناظر ہونا اور دو باتین بھول جانے کی ہین کسی پر کچھ احسان کیا ہو یا کسی نے کچھ برائی کی ہو ان دونون باتون کو بھول جائے۔

---

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے  دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

شرم و حجاب سب دھو گیا پاک شہدے آب ہو گئے لفظ اور زیادتی کے معنے پر ہے

صرف بہای مے ہوئے آلات میکشی  تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے

ایک حساب یہ تھا کہ شراب کہان سے پیین، دوسرا یہ کہ آلات میکشی کو کہان باندھے پھرین بس یہی دو حساب ہمارے سر تھے یہ اسطرح سے پاک ہوئے کہ آلات کو بھی بیچکر شراب پی لی تعلقات و تکلفات کے بکھیڑے سے الگ چھٹے اور شراب لی شراب پینے کو تو رندون کا حسن سلیقہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔

رسوائی دہر گو ہوئے آوارگی سے تم  بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے

طعن کرتے ہین معشوق پر طبعیتون کا چالاک ہونا محاورہ ہے اسمقام پر جمع اور مفرد دونون طرح بولتے ہین لیکن مع پہلے شخص ہین جنہون نے جمع کے ساتھ نظم کیا اور تازگی لفظ اسکو کہتے ہین۔

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر — پردہ مین گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

اوعا کرتے ہین کہ پھول نہین کھلتے ہین بلکہ اثر فریاد سے لاکھون جگر چاک ہو گئے ہین

پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا — آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے

یعنے خس و خاشاک آگ مین ملکر آگ ہو گئی۔ اب نہ موجود اسے کہہ سکتے ہین نہ معدوم کہہ سکتے ہین فنا فی الشوق ہے۔

کرنے گئے تھے اوس سے تغافل کا ہم گلہ — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اور ہر نگاہ مین کیا گرمی تھی اور تحمل کرنے مین کیا ناطاقتی تھی کہ خاک ہو کر رہ گئے کرنا اس سرے پر اور گلہ اوس سرے پر ثقل سے خالی نہین۔

اس رنگ سے اوٹھائی کل اونے اسد کی نعش — دشمن بھی جسکو دیکھکے غمناک ہو گئے

کس رنگ سے اوٹھائی آیا تشہیر کی یا نعش کی توقیر کر خود کاندہا دیا خود سوگ رکھا ان دونون معنون مین کسی کی تعیین نہونا یہ سبب ہے جو شعر سست معلوم ہوتا ہے شاعر کے لئے ایک فائدہ کی بات یہ بھی یہان ہے کہ اسکو سمجھ لے ہی کا گرنا اردو لفظون مین سے جائز ہے لیکن جہان فعل مین سے یاے معروف گرتی ہے ثقل وزن مین ضرور ہو جاتا ہے اگر ایک مصرع مین یاے معروف دیاے مجہول دونون جمع ہون اور انمین سے ایک کا گرانا کافی ہو تو یاے مجہول کو گرانا چاہیے اور یاے معروف کو باقی رکھنا چاہیے مثلاً مصرع کا یہ مصرع۔ اس رنگ سے اوٹھائی کل اونے اسد کی نعش۔ اسکو یون کہنا بہتر تھا اس رنگ سے کل اونے اوٹھائی اسد کی نعش۔

---

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب — شیشہ مے سرو سبز جوئبار نغمہ ہے

نشہ راگ رنگ سے شاداب ہے اور ساز نشۂ طرب سے سرشار ہین یعنے شراب کو نغمہ مین اور نغمہ کو شراب مین اسقدر سرایت ہے کہ مینا ے شراب سرو کنارۂ جوئبار نغمہ ہے سرو کی تشبیہ مینا سے پرانی ہے اور جوئبار کی تشبیہ نغمہ سے جدید و لذیذ۔

ہمنشین مت کہہ کہ برہم کر نہ بزم عیش دوست  واں تو میری نالہ کو بھی اعتبار نغمہ ہے

ہمنشین یہ کہہ رہا ہے کہ تو نالہ کرکے عیش کی صحبت کو برہم کرے گا یہاں تو چکارہ اُسکا جواب یہ ہے کہ میرے نالہ اوسکی محفل مین تو نغمہ کا اعتبار رکھتے ہین یعنے میرے نالہ سنکر وہ اور خوش ہوتا ہے اوسکا عیش کیون برہم ہونے لگا۔

---

عرض ناز شوخی دندان برائے خندہ ہے  دعوی جمعیت احباب جائے خندہ ہے

کہتے ہین کہ دانتون کو اپنی شوخی و خوبی پر جو ناز ہے اوسکا ظاہر کرنا ہنسی ہی کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہنسنے ہی کے وقت دانت کھلتے ہین۔ یہ پہلے مصرع کے معنے ہوے۔ دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جمعیت و اتفاق احباب پر بہروسا کرنا قابل ہنسی ہی کے ہے اور ربط یہ ہے کہ دانتون کے چوکے کو صحیح احباب سے شعرا تشبیہ دیا کرتے ہین۔ تو ای اضافات درکیک تکلفات اس شعر مین بھرے ہوے ہین شوخی دندان نہایت مکروہ لفظ ہے مصرع کی شوخی طبیعت نے خوبی کو سامنے کا لفظ سمجھکر چھوڑ دیا ورنہ وہ بہتر تھا۔

ہی عدم میں غنچہ محو عبرت انجام گل  یک جہان زانو تامل در قفائے خندہ ہے

تامل و فکر کو سر بزانو ہونے سے تعلق ہے تو تامل کے لئے پیمانۂ مقدار مصرعے نے زانو کو فرض کیا اور یہ کہا کہ غنچہ ہنسنے کے بعد اس سوچ مین ہے کہ گل کا انجام کیا ہوگا لیکن اس سوچ کی اور تامل کی مقدار کے زانو بھر ہے۔ اوسکو "یک جہان زانو" کہہ کر بیان کیا ہے اور یہ جو کہا کہ عدم مین غنچہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ غنچہ جب ہنسا یعنے کھلا تو وہ گل ہوگیا اور غنچہ نرہا تو انجام گل پر یک جہان زانو تامل کرنا غنچہ کا عدم مین ہے اس قسم کے شعر کو محض کلام موزون اور چیستان یا معمے وغیرہ کہہ سکتے ہین اور انصاف یہ ہے کہ جادۂ مستقیم سے خارج ہے۔

کلفت افسردگی کو عیش بیتابی حرام  ورنہ دندان در دل افشردن بجائے خندہ ہے

دل کی افسردگی و گرفتگی و تنگی و انقباض کی حالت مین بیتابی و بے صبری کرنا حرام ہے نہین تو بیتاب ہوکر دل کو پھاڑ ڈالین تو ابھی ساری افسردگی نکل جائے یعنے دندان در دل افشردن و اشد دل کا باعث ہو اور واشد دل سبب خندہ ہو یا زخم دل

کا باعث ہوا اور زخم خندان اوس سے حاصل ہو۔ اس شعر مین افسردہ دلی کے مقابلہ مین بیتابی کو عیش قرار دیا ہے یعنے افسردگی مین وہ کلفت ہے کہ بیتابی اوسکے بہ نسبت عیش ہے۔

سورش باطن کے ہین احباب منکر ورنہ یان　　دل محیط گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

یعنے گو ظاہر ہمارا رندانہ ہے لیکن باطن خضوع و خشوع سے بہرا ہوا ہے۔ آشنا کا لفظ محیط کے مناسبات مین سے ہے آشنا پیراک کو کہتے ہین اور محیط کو فارسی والے دریا کے معنے پر باندھا کرتے ہین اصلی معنے اس لفظ کے گھیرنے والے کے ہین اور سمندر کو بحر محیط اسوجہ سے کہتے ہین کہ براعظم کو گھیرے ہوئے ہے مگر تمام فارسی والون نے دھوکا کہا یا وہ یہ سمجھے کہ محیط نام ہے یعنے جیسے بحر قلزم نام ہے اور اضافت بیانیہ ہے اسیطرح وہ سمجھے کہ بحر محیط مین بھی اضافت عام کی خاص کی طرف محض بیان کے لئے ہے اور یہ خیال غلط ہے بلکہ یہان اضافت توصیفی ہے جو کہ قید واقع ہوئی ہے بحر کی۔ یہان لفظ بحر کو ترک کرکے فقط محیط پر اکتفا کر لینا درست نہ تھا مگر اس مین مصرع کی تخصیص نہیز ہے جو فارسی والے حقیقت الفاظ عربی سے ناآشنا ہین وہ بے تکلف لفظ محیط کو دریاے شور کے معنے پر باندھتے ہین اور اوسکا باندھنا مصرع کے لئے سند ہے۔

---

حسن بے پرواخریدار متاع جلوہ ہے　　آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

کہتے ہین حسن باوجودیکہ بے نیاز و بے پرواہے لیکن آرایش و جلوہ گری کی خواہش اوسے بھی رہتی ہے اور آئینہ اوسکے لئے زانوے فکر ہے یعنے آرایش مین اختراع و ایجاد کی فکر آئینہ ہی مین ہوا کرتی ہے۔ حالت فکر مین سر زانو ہونا عادت مین داخل ہے اسی سبب سے فارسی والون کے ادب مین زانو فکر کے مناسبات مین سے ہے اور زانو کو آئینہ کہنا ایک مشہور بات ہے یہان مصرع نے بالعکس آئینہ کو زانو کہا ہے یعنے حسن کے فکر کرنیکا زانو آئینہ ہے اس سبب سے کہ حسینون کو آئینہ سے تعلق رہتا ہے اور آئینہ مین وہ فکر آرایش کیا کرتے ہین تو آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہوا۔

تا کجا ای آگہی رنگ تماشا باختن　　چشم وا گردیدہ آغوش وداع جلوہ ہے

رنگ باختن و رنگ شکستن رنگ بدلنے کے معنے پر ہے اور تماشا سے تماشاے عالم مراد ہے اور چشم وا گردیدہ سے وہ آنکھ مراد ہے جو تماشاے عالم مین محو ہو کہتے ہین

اے معترف وآگاہی تو کب تک رنگ تماشا کو اختیار کئے رہے گی اور کہان تک عالم کی سیر مین محو رہے گی یہ سمجھ لے کہ عالم بے ثبات پر آئلہہ کہولنا گویا اوسکے وداع کیلئے آغوش کو کہولنا ہے یعنے جلوہ عالم کے لئے بہت ہی کم قیام وثبات ہے ۔

---

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی — مشکل کہ تجھسے راہ سخن وا کرے کوئی

یعنے جب تک کوئی زخم عشق نہ اوسکے منہ مین نہ ہو مشکل ہے کہ تو اوس پر التفات کرے ۔

عالم غبار وحشت مجنون ہے سر بسر — کب تک خیال طرۂ لیلےٰ کرے کوئی

یعنے عالم ایک نمایش سراب ہے کب تک اسے موج دریا سمجھا کرین

افسردگی نہین طرب انشای التفات — ہان درد بنکے دل مین مگر جا کرے کوئی

کہتے ہین میری تنگدلی ایسی نہین ہے کہ کوئی التفات کرکے خوش ہو یعنے کسی کے التفات کرنے سے میری گرفتگی خاطر نہین رفع ہوتی ہان درد بن کر دل مین کوئی جگہہ پیدا کرے تو کرے غرضکہ تنگی دل کی یہ حالت ہے کہ درد کے سوا کسی کی گنجایش نہین ہے دوسرا پہلو یہ ہے کہ افسردگی و مژمردگی مین طرب التفات معشوق نہین حاصل ہوتا ہان درد عشق کوئی پیدا کرے تو اوسکے دل مین جگہہ ہو ۔ لفظ طرب انشا مین دونون مین لفظ عربی ہین اور ترکیب فارسی ہے یعنے خوشی پیدا کرنے والی اس لئے کہ انشا کے معنے پیدا کرنے کے ہین اور یہ بہت انوٹھی ترکیب ہے غالب سے ایسی رکاکت بعید ہے عجب نہین کہ اونہون نے طرب افزاے التفات کہا ہو بلکہ یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا ۔

رو میسے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے — آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

(سے) اس شعر مین فارسی کا ترجمہ ہے محاورہ اردو کے اعتبار سے یہ (پر) کا مقام ہے عقدۂ دل کے وا کرنے سے دل کہول کر رونا مقصود ہے ۔

چاک جگر سے جب رہ سوزش نہ وا ہوئی — کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

یعنے جگر کو چاک کیا مگر پرسش کی راہ نہ کہلی یعنے کوئی پرسان حال نہوا اب گریبان پہاڑ کر اپنی تئین رسوا کرنے سے کیا فائدہ ۔

لخت جگر سے ہے رگ ہر خار شاخ گل — تا چند باغبانی صحرا کرے کوئی

یعنے صحرانوردی مین جگر کے ٹکڑے جو میرے آنسوؤن مین ملے ہوئے نکلے اوس سے

ہر ایک کانٹا شاخ گل بنگیا ہے۔ اب صحرا کی بہار مین کیا بات باقی رہی جو کوئی باغبانی کیا کرے۔

**ناکامیٔ نگاہ ہی برق نظارہ سوز  تو وہ نہین کہ تجھکو تماشا کرے کوئی**

کہتے ہین تو دیکھنے مین آہی نہین سکتا طور پر جس صاعقہ نے نظارہ کو جلادیا وہ تو نہ تھا بلکہ ہماری ناکامی نگاہ بجلی بنکر گری تھی۔ اور تجھکو تماشا کرے یعنے تجھکو دیکھے فارسی کا ترجمہ لفظی ہے۔

**ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست  نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی**

جنون کا سودا اپنے سر لینے مین کچھ نقصان نہین ہے اس لئے کہ جو پتھر اور ڈھیلا لڑکے سر پر مارتے ہین وہ ایک صدف ہے جسکا موتی شکست ہے۔

**سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر  فرصت کہان کہ تری تمنا کرے کوئی**

یعنے ہم بسجاد انتظار ہی مین مر گئے تمنا کرنے کا وقت ہی نہ آنے پایا لیکن بہتر یہ تھا کہ یون کہتے کہ حصول تمنا کا وقت ہی نہ آنے پایا اور ارمان نکالنے کا موقع ہی نہ ملا گرزمین شعر نے اس معنی کیطرف راہ ندی۔

**ہی وحشت طبیعت ایجاد یاس خیز  یہ درد وہ نہین کہ نہ پیدا کرے کوئی**

نئے آفرینی و خلاقی مضامین و ایجاد و اختراع لطائف ایسا وحشی فن ہے جس سے یاس پیدا ہوتی ہے پھر بھی سب اس مرض مین مبتلا ہین۔ ایجاد کے مناسبات سے (پیدا کرنا) اور درد کو پیدا کرنا جسکے لئے پیدائی نہین لطف سے خالی نہین۔

**بیکاریٔ جنون کو ہی سر پیٹنے کا شغل  جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی**

اس شعر مین (کو) کی جگہہ (مین) بہتر تھا اور ہاتھہ ٹوٹ جانے سے بیکار رہنا اور بے شغل ہو جانا مراد ہے یعنے جنون مین بے کار و بے شغل بیٹھے بیٹھے دم اوبجھتا ہے لاؤ سر ہی پیٹین جب تک اور جو اس طرح بیکار بیٹھا ہو وہ سر نہ پیٹے تو کیا کرے فائدہ ہے آدمی اوکنا کے سر پیٹ لیتا ہے۔

**حسن فروغ شمع سخن دور ہی اسد  پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی**

یعنے شمع کی طرح پہلے دل گداختہ پیدا کرے اوس کے بعد کوئی فروغ شعلہ سخن کی خواہش کرے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی  میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

یعنے کوئی ایسے وقت ہے تو ہوا کرے میرے درد کی دوا کرے تو مین جانون۔

چال جیسے کڑی کمان کا تیر  دل مین ایسے کے جا کرے کوئی

کڑی کمان کا تیر بہت تیز پرواز ہوتا ہے معشوق کی بے اعتنائی کی چال کو اوس سے تشبیہ دی ہے اور اس شعر کا پہلا مصرع سارے کا سارا محاورہ ہے اور دوسرے مصرع مین استفہام انکاری ہے یعنے ایسے کے دل مین کہین جگہہ ہوسکتی ہے۔

شرع و آئین پر مدار سہی  ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

جو بے تلوار کے قتل کرتا ہے۔ واو عطف پہلے مصرع مین فارسی کا ہے اس سبب سے لفظ آئین ترکیب فارسی مین ہے اور پھر یا اعلان نون ہے مصرحوم کا اس بات مین یہی مذہب معلوم ہوتا ہے کہ اردو کلام مین ایسے مقام پر وہ اعلان نون کو درست جانتے ہین اور فارسی کلام بہر مین ادنکے کہین اسطرح اعلان نون نہین دیکھا یعنے فارسی کلام مین اہل زبان کا اتباع کرتے ہین اور اردو مین نہین کرتے۔

بات پر واں زبان کٹتی ہے  وہ کہین اور سنا کرے کوئی

(کہین) کے معنے گالیان دینا۔

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھہ  کچھہ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کچھہ نہ سمجھے الخ مین دو پہلو نکلتے ہین ایک تو یہ کہ غرض یہی ہے کہ کوئی سمجھے اور الزام کرے مگر اپنے کہنے پر آپ ہی تشنیع کی ہے اور غالبا یہی معنے مقصود مصرحوم ہین اور دوسرے یہ کہ غرض یہی ہے کہ کوئی نہ سمجھے اور راز فاش نہو جیسے رند نے کہا ہے ؎

جو دل کا حال ہے فریاں کرتی ہے  یہ بیربتی ہے مجھے مری زبان کب کا

نہ سنو گر برا کہے کوئی  نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی  بخش دو گر خطا کرے کوئی

دونون شعرون مین تشابہ ترکیب سے بندش مین حسن پیدا ہوا ہے اور پہلے شعر مین کہنے کی لفظ مین تکرار ہونا بھی لطف سے خالی نہین۔

کون ہے جو نہین ہے حاجت مند  کس کی حاجت روا کرے کوئی

یعنے اپنا کام نہ نکلے تو کسی کی شکایت کرنا بیجا ہے ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہے
دوسرا پہلو یہ ہے سبھی حاجت مند ہین کس کس کی حاجت روائی کیجئے۔ یہ نکتہ یاد
رکھنے کا ہے کہ کلام مین کئی پہلو ہونا کوئی خوبی نہین ہے بلکہ سست دنا رواہے
ہان معانی کا بہت ہونا بڑی خوبی ہے اور ان دونون باتون مین بڑا فرق ہے۔

کیا کیا خضر نے سکندر سے اب کسے رہنما کرے کوئی

(کیا کیا) یعنے کچھ بھی نہ کیا (اب کسے الخ) یعنے اب کسی پر بھروسا نکرنا چاہیے۔

جب توقع ہی اوٹھ گئی غالب کیون کسیکا گلہ کرے کوئی

اسکی تعریف کیا کرے کوئی۔ نہایت عالی مضمون ہے جسکی تعریف نہین ہوسکتی
مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے امید منقطع ہوگئی ہو پھر اوسکا گلہ کیون کرین کہ
فائدہ تو کچھ ہوگا نہین اور نفرت دشمنی پیدا ہوگی۔

---

باغ پاکر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

یہ کا اشارہ ہے افعی کے نظر آنے کی طرف۔ خوبی تشبیہ کے علاوہ یہ تازگی ہے
کہ خفقان کو ڈرنے کی وجہ قرار دیا برخلاف عام شاعرون کے کہ وہ یون کہتے۔
باغ یا درخ وکاکل مین ڈراتا ہے مجھے۔ جو لوگ صاحب سخن ہین وہ سمجھ گئے ہونگے
کہ نظیری کے شعر سے اس تشبیہ کیطرف مصرعہ کا ذہن منتقل ہوا ہے وہ شعر یہ ہے

بزیر سایۂ گل افعی گزیدہ بلبل را تو اگران نخوردہ گزند را چہ خبر

جوہر تیغ بسر چشمۂ دیگر معلوم ہون مین وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے

زہراب سے غم وغصہ مراد ہے یعنے میری سرشت غم وغصہ سے ہے۔ پھر اسی افگار
کرتے ہین کہ تلوار کا جوہر تلوار ہی مین ہوتا ہے کسی اور چشمہ پر یہ سبزہ کجا۔ مصرعہ مرحوم
نے غفلت کی یہان ایران مین زہراب اہل زبان پنیاب کو بھی کہتے ہین اس
لفظ سے بچنا چاہیے تھا۔

مدعا محو تماشائے شکست دل ہے آئینہ خانہ مین کوئی لیے جاتا ہے مجھے

حصول مدعا سے دل ٹوٹ گیا تو مدعا دل کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑون کا تماشا
دیکھ رہا ہے اور دل آئینہ تھا جب وہ ٹوٹا تو بہت سے آئینہ پیدا ہوگئے اور آئینہ خانہ

بن گیا۔ یہ طرز شعر مقبول نہیں ہے۔

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کف خاک　　آسمان ہیضۂ قمری نظر آتا ہی مجھے

آسمان پر ہیضۂ قمری کی پہبتی کہی ہے کہ جسمین کف خاک کے سوا کچھ بھی نہین اور اس مٹھی بھر خاک کی قسمت مین سہی عمر بھر کی نالہ کشی لکھی ہوئی ہے۔ اگر یہ کہو کہ ہیضۂ قمری کیون کہا بلبل بھی ایک مشت خاک ہے کہ نالہ کشی کے لئے پیدا ہوئی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ فارسی والے قمری کو کف خاکستر باندھا کرتے ہین اس لئے کہ اوسکا رنگ خاکستری ہوتا ہے صائب کہتے ہین ؎

گر نے خواہد کہ در پائے تو ریزد رنگ عشق　　سرو از قمری بکف چون مشت خاکستر گرفت

اور خاک و خاکستر مین کچھ ایسا فرق نہین ہے۔ ہان بنظر دقین یہ کہہ سکتے ہین کہ نالہ کا سرمایہ عالم اور عالم کا مشت خاک ہونا مقام عبرت و حسرت ہے اور ایسے مقام پر پہبتی اور دل لگی بے محل ہے۔ پہبتی ایک قسم کی تشبیہ ہے جس مین مشبہ پر استہزا کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے کسی سیاہ فام چہرہ پر طمانچہ کے داغ ہون تو اوسے کوچا ہوا کریلا کہتے ہین یا یہ کہ گوبر مین اولے پڑے۔ ائمہ فن نے تشبیہ کی ایک غرض یہ بھی لکھی ہے کہ مشبہ کو بدنما کردے لیکن ایسی تشبیہ کا اونہون نے کوئی نام نہین رکہا ہے اور اردو مین اوسکے لئے نام موجود ہے کہ اوسی کو پہبتی کہتے ہین میر منون کہتے ہین ؎

قدر کیا چرخ پر اختر کی کہ مطلع سے ترے　　چند اخگر ہین بردے تو وہ خاکستری

اور اس قسم کی تشبیہ سہل ہے ہان جس تشبیہ مین یہ غرض ہو کہ بدنما شے کو خوشنما کردے وہ زیادہ مشکل ہے جیسے ایک عرب نے غلام سیاہ فام کے چہرہ کو ہرن کا چشم و چراغ کہہ کر روشن کردیا ہے۔ ان دونون تشبیہون سے زیادہ اوس تشبیہ کا استعمال ہے جس مین یہ غرض ہو کہ مشبہ کی نسبت جو دعوے کیا جاتا ہے وہ ممکن ہے مرزا بیدل کا یہ مطلع ؎

نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے　　بہر جای روم از خویش می جوشد تماشائے

اسمین زاد عاشق شاعرانہ تہا مرزا رفیع سودا نے اسپر مصرع لگائے اور کرہ مین تشبیہ دے کر اس ادعا کو ثابت کردیا۔

نہ بلبل ہون کہ اس گلشن مین سیر گل مجھے بہائے　　نہ طوطی ہون کہ دل میرا فضائے باغ لیجائے
مین ہون طاؤس آتش بار۔ کیسی ہی بہار آئے　　نہ بامحراسے وارم نہ باگلزار سودائے
بہر جای روم از خویش می جوشد تماشائے

بیدل کا مقطع یہ ہے ؎

مین بیدل حریف سعی بے جا نیستم زاہد　　تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

زاہد سے کہتے ہین تو منزلین طے کیا کر مجھے فنا فی اللہ ہونے کے لئے ایک لغزش پا کافی ہے۔ سودا نے اس ادعا کو تناہت کیا ہے۔ ؎

نگاہ دیدۂ تحقیق نوا در اشک ہم زاہد　　تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

یا جیسے میر انیس کہتے ہین۔ ع۔ تم جان ہو بہر جان کی رخصت تو ہے وشوار۔

اردو کی اصطلاح مین ایسی تشبیہ کو تہوت دینا کہتے ہین۔

اسیطرح کبھی ناممکن ہونے کا ثبوت بھی تشبیہ سے دیتے ہین۔ جیسے مصحفی کا ایک شعر گزرا

دل سے منا تری انگشت حنائی کا خیال　　ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشبہ کے لئے جواد عا کیا ہے اوسمین کچھ ایسا استبعاد نہین ہے لیکن تشبیہ سے غرض زیادتی تہوت ہوتی ہے جیسے میر ممنون کہتے ہین ؎

ابرو نے کج نے کیا ملک دلونکا تسخیر　　راست ہے ملک اوسیکا ہے کہ جسکی شمشیر

اور اسطرح کی تشبیہ بہت کہی جاتی ہے۔

اس سے ادنے مرتبہ اوس تشبیہ کا ہے جسمین کوئی غرض نہو محض غرابت و ندرت ہو جیسے شیخ ناسخ کہتے ہین ؎

مسی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے　　تماشا ہے نہ آتش دہوان ہے

اور یہ تشبیہ بہت سہل اور بہت مستعمل ہے۔

کبھی بہ تصنع و تکلف ایک بات بنانے کے لئے تشبیہ دیتے ہین جیسے میر ممنون کہتے ہین۔

واہ گردون سیر یان اوس خرش کی۔ ہی افتاب　　یون رکاب اوسکی مین جیسے لعل اور انگشتری

اچلا ہٹ سی کھنچے نقشہ کب اوسکا ہان مگر　　کوند بجلی کی ہو صفحہ خامہ موج صرصری

یہ تشبیہ کسیقدر اوس تشبیہ سے بہتر ہے جسمین محض ندرت ہی ندرت ہو اور لکھنؤ کے شعرا اسطرف بہت مایل ہین۔

اور کبھی اس تشبیہ دینے سے وجہ شبہ کی مقدار کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے میر انیس کہتے ہین ؎

گھوڑے پر اسطرح سے شہ انس و جن چڑھے — جسطرح نکلے ابر سے خورشید دن چڑھے

یعنے ممدوح کو آفتاب سے تشبیہ تو دی لیکن کس آفتاب سے جو دن چڑھے دکھائی دے۔ اس بیت مین اور بھی لطائف ہین جو تشبیہ کے علاوہ ہین اور جسے میر صاحب کی معجز بیانی کہنا چاہئے ورنہ بیان مقدار کے لئے جو تشبیہ ہوتی ہے وہ اسقدر بدیع نہین ہوتی۔

کبھی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ ایک نامعلوم شے کی کیفیت دوسرون کی سمجھ مین آجائے جیسے رند کہتے ہین ؎

بہار تک ہم اسیرون کی زندگی معلوم — جو بچ رہی دل پہ یونہین موسم خزان دیگا

اندوہ خزان کو بچنے لگنے سے استعارہ کیا ہے۔ یہ تشبیہ ادائے مطلب مین بہت کام آتی ہے اور ہر ادیب کو نظم و نثر مین اس قسم کی تشبیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

کبھی تشبیہ کو اولٹ دیتے ہین اور اوس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مشبہ اتم و اکمل ہے جیسے رند کہتے ہین ؎

چشم وا رو بھی اگر تیرے سے ہوتے اوسکی — ہو چکا تہا رخ خورشید پہ دھوکا تیرا

یعنے آفتاب کو معشوق سے تشبیہ دی ہے اور مشہور ہے اسکا عکس۔

زندگی مین تو وہ محفل سے اوٹھا دیتے تہے — دیکھون اب گئے پر کون اوٹھاتا ہی مجھے

اسی لئے جان دے دی کہ اب تو نہ اوٹھا سکین گے اوٹھانے کے لفظ مین ایہام ہے کہ تجہیز موتی کو بھی اوٹھانا کہتے ہین۔

---

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے — غلام ساقی کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے

یعنے یہ مانا کہ دنیا مین غم بہت سہی مگر غم کے بہلانے کے لئے شراب کوثر بھی تو ابد الآباد تک پینے کو موجود ہے۔

تمہاری طرز و روش جانتے ہین ہم کیا ہی — رقیب پہ ہی اگر لطف تو ستم کیا ہے

یعنے رقیب پر تمہارا لطف کرنا ہی تو ستم ہے میرے حق مین۔

سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی　　یقین ہی ہمکو بھی لیکن اب لسمین دم کیا ہے

سخن مین یعنے فن سخن مین۔

---

روندی ہوئی ہی کوکبۂ شہریار کی　　اترائے کیون نہ خاک سر رہگزار کی

کوکبہ وہ لوگ جو بادشاہ کی اردلی مین رہتے ہین۔

جب اوسکی دیکھنے کیلئے آئین بادشاہ　　لوگون مین کیون نمود نہو لالہ زار کی

شعر مین کوئی لطف نہین ہے لیکن اس جملہ شرطیہ سے ایک خبر بھی یہان نکلتی ہے یعنے بادشاہ باغ کے دیکھنے کو گئے ہین اور اونکے وہان جانے سے رونق ہوگئی جسپر لوگون کو عجب ہوا ہے۔

کھولے ہین ہین سیر گلستان کی ہم ولے　　کیونکر نہ کہائے کہ ہوا ہے بہار کی

فائدہ اس شعر سے یہ نکلتا ہے کہ اذات دنیا کی خواہش اچھی نہین لیکن خدا کی دی ہوئی نعمت سے انکار بھی نہ کرنا چاہیے۔

---

ہزاردن خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے　　بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

غرض یہ ہے کہ جتنے ارمان نکلتے ہین اوس سے زیادہ پیدا ہو جاتے ہین اس سے بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی آرزو کو ترک کرے۔ اس مضمون عالی کی جھلک اس شعر مین دکھائی دیتی ہے اور یہی وجہ خوبی شعر کی ہے۔

ڈرے کیون میرا قاتل کیا رہیگا اوسکی گردن پر　　وہ خون جو چشم تر سے عمر بھر یون دمبدم نکلے

یعنے جو خون کہ آنکھون سے بہا جاتا ہے وہ جسم مین سیرے تو رہتا نہین قاتل کی گردن پر کیا رہے گا۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن　　بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

نکلے اس سبب سے کہا کہ یہ لکھتے ہوئے شرم آتی ہے کہ نکال دیے گئے۔

بہرم کیا جائے ظالم تیری قامت کی درازی کا　　اگر اس طرۂ پرپیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

یعنے زلف سے قد چھوٹا ہے قد کی درازی جبھی تک حسن دے رہی ہے جب تک زلف نہین کھلی ہے۔

ملے لکھوائے کوئی اوسکو خط تو ہم سے لکھوائے ہوئی صبح اور گھر سے کان پر کلکر قلم نکلے

گویا تمام شہر سے اوس سے نامہ و پیام ہے اور انہین اس بات کی لٹو ہے کہ دیکھین لوگ کیا کیا لکھواتے ہین۔

ہوئی اس دور مین منسوب مجھسے بادہ آشامی پھر آیا وہ زمانہ جو جہان مین جام جم نکلے

جام جم کے بہت سے افسانہ بے سر و پا شاعرون مین مشہور ہین کہ تمام عالم کی اوس مین سیر تھی اور اوس مین خطوط تھے اور شراب و جام کا موجد سب سے پہلے جمشید ہوا ہے لیکن یہ سب باتین بالکل غلط ہین نہ فردوسی نے اسکا ذکر کیا ہے نہ طبری نے اور یہی دونون کتابین ہین شاہان فرس کی تاریخ مین سب کا ماخذ ہین۔

ہوئی جسنے توقع خستگی کی داد پانے کی وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

ستم سے فلک کا ستم مراد ہے۔

محبت مین نہین ہے فرق جینے اور مرنیکا اوسیکو دیکھکر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

یعنے جسے دیکھکر مرتے تھے اوسی کے دیکھے سے جیتے ہین اور مرنا اور جینا ایک ہوا۔

کہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

یعنے تعجب تو ہمکو بھی ہوتا ہے لیکن اس مین شک نہین ہے کہ کل جب ہم لوگ پی کر نکلے اور ہمنے پیچھے لوٹکر میدان خالی پاکر وہ بھی میخانہ مین گیا اور ہمنے اوسے جاتے ہوئے دیکھ لیا حاصل یہ کہ شراب ایسی شے ہے کہ واعظ بھی چھپ کر پی آتے ہین۔

---

کوہ کے ہون بار خاطر گر صدا ہو جائے بے تکلف اے شرار جستہ کیا ہو جائے

شرار کی زود خو دلگی و بے تکلفی دیکھکر کہتے ہین کہ تیری طرح ہم بھلا کیا بے تکلف ہو جائین اور کیونکر ضبط کو ہاتھ سے دین یہان تو یہ حال ہے کہ اگر صدا کی طرح سبک و لطیف بن کر نکلین تو بھی کوہ ایسے سنگین و پر تمکین جسم کے بار خاطر ہو جائین غرض یہ کہ جہان تک ہو سکے ضبط کرنا اور پھونک پھونک کر قدم دھرنا چاہیئے نہین تو کسے بار خاطر ہو جائے گا۔ وجہ مناسبت اس شعر مین یہ ہے کہ شرار پتھر سے نکلتا ہے اور صدا پہاڑ سے ٹکرا کر پلٹ آتی ہے یعنے اوسکے بار خاطر ہوتی ہے اور اسی سبب سے وہ اوسے رد کرتا ہے۔

بیضہ آسا تنگ بال و پر ہے یہ کنج قفس — از سر نو زندگی ہو گر رہا ہو جائے

قفس سے رہا ہو کر زندگی از سر نو ہو جانا محتاج ثبوت تہا اوسے بیضہ آسا کہہ کر مصرع نے ثابت کیا یعنے طائر کی نئی زندگی بیضہ سے نکلنے کے بعد شروع ہوتی ہے اسیطرح اس کنج قفس سے یعنے بیضہ فلک سے رہا ہونے کے بعد نئی زندگی عالم ارواح میں شروع ہوگی —

مستی بذوق غفلت ساقی ہلاک ہے — موج شراب یک مژۂ خوابناک ہے

ساقی کی ادائے غفلت شعاری نے مستی کو بھی ہلاک کر رکھا ہے اور شراب اس ذوق وشوق میں ایسی بے خود و سرشار ہو رہی ہے کہ جو موج شراب ہے وہ دیدۂ ساغر کی مژۂ خوابناک ہے۔

جز زخم تیغ ناز نہیں دل میں آرزو — جیب خیال بھی تری ہاتھوں سے چاک ہے

جیب خیال سے دل مراد ہے اور جب دل میں زخم تیغ ناز ہوا تو جیب خیال چاک ہوئی پھر اوسمیں آرزو کیونکر رہ سکے۔

جوش جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد — صحرا ہماری آنکھ میں یک مشت خاک ہے

یعنے صحرا کو دیکھکر ایسا جوش جنوں پیدا ہوا کہ کچھ اب سوجھتا نہیں گویا صحرا میری آنکھ کے لئے مٹھی بھر خاک تھی اور جس آنکھ میں خاک جھونک دیجائے اوسے کیا جھگا ہے

لب عیسی کی جنبش کرتی ہی گہوارہ جنبانی — قیامت کشتۂ لعل بتان کا خواب سنگین ہے

کشتۂ لعل لب کو کس قیامت کی نیند ہے کہ لب عیسی سے زندہ ہونا تو کجا اور غفلت اور بڑھتی جاتی ہے گویا جنبش لب عیسی اوسکے لئے گہوارہ جنبانی ہے۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ لب معشوق کو مسیحا کہا کرتے ہیں۔

آمد سیلاب طوفان صدائے آب ہے — نقش پا جو کان میں رکھتا ہی انگلی جادہ سے

سچ پوچھو تو یہ شعر بے معنی ہے اور اس سبب سے شرح سے منتفی ہے مگر تاویل میں بڑی وسعت ہے پہلے مصرع کے ذہن میں یہ تشبیہ آئی ہے کہ جادہ پر جو پاؤں کا نشان ہے

وہ جیسے کان مین اونگلی رکھے ہوئے ہے پھر مصرع لگانے مین اسکی وجہ بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ نقش یا جو کان مین انگشت جادہ رکھے ہوئے ہے اوسکی وجہ کیا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ سیلاب صدا کا اسکو خوف ہے اور صدا کا ہیکی پانی کی مگر پانی کہان سے آیا اسکا کچھہ پتا نہین لگتا۔ اگر سیلاب کے لفظ مین اضافت نہ لین تو بھی کچھہ محل صحیح نہین نکلتا یعنے طوفان صدائے آب اوسکے حق مین آمد سیلاب ہے کہ وہ کانون مین اونگلیان دیے ہوئے ہے لیکن آب کہان سے آیا اور اوسکی صدا سے طوفان کیون برپا ہوا اسکا کچھہ ذکر نہین۔ تاویل یون کر لیجئے کہ شاعر موسم بہار کا فکر کر رہا ہے کہ آبشارون مین جوش وخروش ہے اور مینہہ کے دو نگڑے پڑ رہے ہین ہر نقش یا طوفان صدائے آب کو سنکر آمد سیلاب سے ڈر رہا ہے اور ڈر اس بات کا ہے کہ سیلاب جب آئے گا تو نقش پا کو فنا کر دیگا اس سے مطلب یہ نکلا کہ عالم مین ہر شے کو فنا کا کھٹکا لگا ہوا ہے مگر الصاف یہ ہے کہ یہ معنی جب ہی نکلتے جبکہ انہین لفظون مین بیان ہوتے۔

دوسری بحث اس شعر مین قافیہ کے اعتبار سے ہے یعنے اس مصرع مین۔ ع نقش یا جو کان مین رکھتا ہے اونگلی جادہ سے۔ ضرور ہے کہ دال کو زیر دین اور (جادے سے) کہین۔ اسلئے کہ۔ سے۔ مین۔ پر۔ تک۔ کو۔ سے۔ کا۔ یہ سات حروف معنوی زبان اردو مین ایسے ہین کہ جس لفظ مین ہا ے مختفی ہو اوسے زیر دیتے ہین غرض کہ اس مصرع مین تو جادہ کی دال کو زیر ہے اور اسکے بعد کا جو شعر ہے اوسمین کہتے ہین ع شیشہ مین بضہ پری پنہان ہے موج بادہ سے۔ یہان بادہ اضافت فارسی کی ترکیب مین واقع ہے اور موج کا مضاف الیہ ہے اب اوسپر ترکیب اردو کا اعراب یعنے سے کے سبب سے زیر نہین آسکتا۔ اس لئے کہ اگر (موج بادہ سے) اسے پڑہین تو یہ قباحت ہوگی کہ لفظ بادہ مین ہندی تصرف کرکے اور اوسے ہندی لفظ بنا کر ترکیب اضافت فارسی مین داخل کیا بعینہ جیسے کوئی کہے (عشق پتون مین سہ حال ہوا) اور یہ کہنا صحیح نہوگا کیونکہ لفظ بت مین ہندی تصرف کیا ہے اور ہندی جمع کی علامت اوسمین بڑہائی ہے اب وہ ہندی لفظ ہوگیا پھر ہندی لفظ کی طرف عشق کی اضافت کیونکر درست ہوسکتی ہے۔ اسکے علاوہ سے کا عمل اگر ہے تو

لفظ موج پر ہے یعنے مطلب یہ ہے کہ موج سے بادہ کی پہرتے کے سبب سے بادہ کی دال کو زیر کیون ہونے لگا غرض کہ جادہ کی دال کو زیر ہے اور بادہ کی دال کو زبر ہے اور قافیہ تہ و بالا ہین اگر یون کہو کہ ہم بادہ اور جادہ کی 'ا' کو حرف روی لیتے ہین تو اختلاف توجیہ کے علاوہ ایک عیب یہ پیدا ہوگا کہ شعر بے قافیہ کے رہجائیگا اس سبب سے کہ ہ وزن سے گر گئی ہے جیسے حکیم مومن خان جب ایک مثنوی مین دو اون کے باہمد گر عاشق ہو جانے کے بیان مین کہتے ہین ؎

اوسکا ہوش اپنے رنگ کا پیرو　　اپنا صبر اوسکے رنگ کا پیرو

اس شعر مین اوسکے اور اپنے کو قافیہ کیا ہے اور حرف روی یعنے ی وزن مین نہین سماتی اب اوسک اور اپن قافیہ کی جگہہ رہ گیا میر حسن نے بھی یہ دہوکا کہایا ہے ؎

گرا اس طرف سے قدم پر جو وہ　　تو کہنے لگی مسکرا اوسکو وہ

بزم مے وحشت کدہ ہے کسکی چشم مست کا　　شیشہ مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

(کا) لے یہ معنے ہین کہ کس کی چشم مست نے بزم مے کو وحشت کدہ بنا دیا ہے۔ اور موج شراب کو نبض پری سے تشبیہ دی ہے تاکہ مطلب یہ نکلے کہ پری بزم سے سے وحشت کر کے شیشہ مین چھپ گئی۔

---

ہون مین بھی تماشائی نیرنگ تمنا　　مطلب نہین کچھہ اس سے کہ مطلب ہی برآوے

یعنے تمنا اس لئے کی ہے کہ معلوم ہو اس مین کیا لذت ہے کچھہ یہہ تمنا نہین ہے کہ تمنا پوری ہی ہو۔

---

سیاہی جیسی گر جاوے دم تحریر کاغذ پر　　مری قسمت مین یون تصویر ہے شب ہاے ہجران کی

قسمت سے نامہ قسمت مراد ہے اور فرض یہ کیا ہے کہ خط تقدیر کے حروف سب تصویر بن ہین مثلاً جیسے حروف کہ قدیم مصر مین رواج رکھتے تھے اور جو لوگ کہ شعبدہ بین یا ہاتھہ دیکھتے ہین اونکا بھی یہی خیال ہے۔

ہجوم نالہ حیرت عاجز عرض یک افغان ہے — خموشی ریشۂ صد نیستاں خس بدندان ہے

میدان جنگ میں جب کوئی گروہ مغلوب ہو جاتا ہے تو اپنا اظہار عجز کرنے کے لئے گھاس پھونس وغیرہ منہ میں دبا کر دکھاتے ہیں کہ لڑائی موقوف کرو۔ یہاں ہجوم نالہ نے تسکر کشی کی ہے اور حیرت ایک نالہ کرنے میں بھی عاجز ہے اور اسی عجز کا اظہار کرنے کے لئے خموشی ریشۂ الم لیکن خس بدندان ہونے کے لئے ریشۂ نیستاں کی کیا تخصیص ہے یہ کہ وہ نالہ و فریاد کی جڑ ہے کہ ریشہ سے نے پیدا ہوتی ہے اور نے سے نالہ۔ اور حالت ضبط میں نالہ جیسے ہوئے ہیں جسطرح ریشۂ نیستاں میں نالہ پنہاں ہو رہے ہیں۔ حرف ندا محذوف ہے یعنی اے ہجوم نالہ مراد ہے۔ فقط ہجوم نالہ کو مخاطب کر کے مصرعہ ریشۂ صد نیستاں کہنے کا باعث بنا دیا۔

تکلف برطرف ہے جانستاں تر لطف میں خویاں — نگاہ بیحجاب ناز تیغ تیز عریاں ہے

نگاہ تیغ ہے اور جب نگاہ بے حجاب ہوئی تو تیغ عریاں ہوگئی اور اور سکا نگاہ لطف کرنا اور قتال ہوگیا۔

ہوئی یہ کثرت غم سے تلف کیفیت شادی — کہ صبح عید مجھکو بدتر از چاک گریباں ہے

(یہ) کا لفظ اسقدر کے معنے پر تمام شعرا باندھا کرتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قابل ترک ہے۔

دل و دیں نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہے — کہ اس بازار میں ساغر متاع دست گردان ہے

(دست گردان مال نقد قیمت پر بکا کرتا ہے۔ یہاں ساغر کو متاع دست گردان کہنا ایسا لطف رکھتا ہے کہ دل و دین نیاز مصنف کرنا چاہیئے۔

غم آغوش بلا میں پرورش دیتا ہی عاشق کو — چراغ روشن اپنا قلزم صرصر کا مرجان ہے

چراغ کے لئے صرصر آفت و بلا ہے لیکن جس طرح چراغ مرجان تلاطم قلزم میں نہیں بجھتا اسی طرح چراغ عاشق صرصر آفت میں روشن رہتا ہے اور چراغ عاشق سے خود عاشق مراد ہے اور پرورش و تربیت کے ایک ہی معنے ہیں لیکن پرورش کرنا اور تربیت دینا محاورہ واقع ہوا ہے پرورش دینا خلاف محاورہ ہے۔

---

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے — نگاہ دل سے تری سرمہ سا نکلتی ہے

خموشی اور سرمہ مین شاعر کے ذہن مین ملازمت پیدا ہوگئی ہے اس سبب سے کہ سرمہ کہانے والے کو خموشی لازم ہے کہ اوسکی تقریر محض حرف بے صوت ہوتی ہے آواز اوسکی نکل نہین سکتی مصنف نے اسکا عکس کہا ہے یعنے خاموشی مین تیری نگاہ تیرے دل ہی سے سرمہ آلود ہوکر نکلتی ہے یعنے تیری خاموشی ہی نگاہ کو سرمہ آلود کردیتی ہے یعنے بسبب ملازمت کے خاموشی و سرمہ ایک ہی چیز ہے۔

فشارِ تنگیٔ خلوت سے بنتی ہے شبنم صبا جو غنچہ کی پردہ مین جانکلتی ہے

بادِ بہار خلوت غنچہ کے فشار سے شبنم بن جاتی ہے گویا غنچہ اوسے کوچہ تنگ مین پاکر ایسا بھینچتا ہے کہ اوسے مارے شرم کے پسینہ آجاتا ہے۔ اس شعر مین بظاہر بے ادبی مصنف ایک بات یہ نکل آئی کہ جائے تنگ مین جانکلی اس قسم کا ضلع مصنف کے طرز کے خلاف ہے اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا قصد یہ بات پیدا ہوگئی لیکن لطف سے خالی نہین۔

نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آب تیغ نگاہ کہ زخم روزن در سے ہوا نکلتی ہے

یعنے جس دروازہ سے وہ جہانکتا ہے اوس مین روزن نہ سمجھو بلکہ تیغ نگاہ نے زخم ڈال دیا ہے اور زخم بھی ایسا گہرا جس مین سے ہوا نکلتی ہے پھر سینہ عاشق کی کیا حقیقت ہے۔ جس زخم سے ہوا نکلے اور سانس دینے لگے وہ ضرور مہلک ہوتا ہے۔

---

جس جا نسیم شانہ کش زلف یار ہے نافہ دماغ آہوئے دشت تتار ہے

یعنے جہان نسیم زلف کی شمیم کو اوڑا رہی ہو وہان دماغ آہو بھی مشک نافہ تتار بنجائے۔ دوسرے مصرع مین غرض مصنف کی یہ تھی کہ دماغ آہو نافہ مشک تتار ہے یعنے تتار کی قید نافہ کے ساتھہ لگانا مقصود تھی۔ مگر طغیان قلم اسکا باعث ہوا کہ تتار کی قید آہو مین لگادی۔

کس کا سراغ جلوہ ہی حیرت کو ای خدا آئینہ فرش شش جہت انتظار ہے

انتظار ایک عالم ہے جس مین شش جہت ہین اور اوسکے شش جہت مین حیرت نے آئینہ کا فرش کیا ہے کہ کہین تو اوسکا جلوہ دکھائی دے

ہی ذرہ ذرہ تنگی جاسی غبار شوق گردام یہ ہے وسعت صحرا نشکار ہے

یعنے غبار شوق کو اوڑنے کی جا نہ ملی اس سبب سے ذرہ ذرہ ہوکر رہ گیا اور ذرہ ذرہ مل کر دام بنگئے کہ جسکا شکار فضاے صحرا ہے یعنے غبار شوق تمام صحرا پر جال کیطرح چھاگیا۔

دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ نظارہ کا مقدمہ پھر رو بکار ہے

دل نے آنکھ پر یہ نالش کی ہے کہ یہ نظارہ کرتی نہ میرا خون ہوتا۔ دیدہ آنکھہ کو کہتے ہین لیکن ہر جگہہ آنکھہ کے بدلے دیدہ کہنا بُرا ہے اس سبب سے کہ اردو کے محاورہ مین ڈھیٹہہ اور بے شرم آنکھہ کو دیدہ کہتے ہین اور دیدہ کا لفظ عورتون کی زبان کے ساتھہ خاص ہوگیا ہے جیسے دیدے سپھوٹین۔ اور دیدون کے آگے آئے۔ اور غضب کا دیدہ ہے۔ لیکن فارسی مین دیدہ مطلق آنکھہ کے معنے پر دیکھہ کر اکثر لوگ دھوکا کھا جاتے ہین جیسے ناسخ کہتے ہین ؎

ہرگز مجھے نظر نہین آتا وجود غیر عالم تمام ایک بیابان ہے مین دیدہ ہون

اس شعر مین آنکھ کی جگہہ دیدہ کہہ کر ڈھیلا کھینچ مارا ہے اوسکی خرابی اندہے کو بھی سوجھی ہوگی مگر مضمون شعر کا بہت عالی ہے۔

دوسری بحث اس شعر مین یہ ہے کہ فارسی کا واو اردو مین جب ہی استعمال کرتے ہین جب مفرد کا مفرد پر عطف ہو اور دونون فارسی لفظ ہون جیسے "دل و دیدہ"۔ نہین تو واو عطف فارسی کا لانا بے جا ہے مثلاً "دل و آنکھہ" کہنا صحیح نہوگا اور اسی طرح (آنکھہ پڑتی ہے و دل آتا ہے) ان دونون جملون مین واو سے عطف کرنا درست نہین غرض کہ یہ مصرع دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ۔ اصل مین یون ہے کہ (دل مدعی بنا و دیدہ مدعا علیہ بنا) اور دو ہندی جملون مین فارسی کا حرف عطف لائے ہین۔ لکھنؤ کے شعرا اس سے احتراز کرتے ہین اور ایسا ہی چاہیئے۔

چھڑکا ہے شبنم آئینہ برگ گل پہ آب ای عندلیب وقت وداع بہار ہے

ایران مین رسم ہے کہ آب بر آئینہ ریزند دقفاے سفری۔

پیچ آپڑی ہی وعدہ دلدار کی مجھے وہ آئے یا نہ آئے پہ یان انتظار ہے

پیچ آپڑنے سے بات کا بنا ہنا مراد ہے جسکے خلاف مین شماتت کا اندیشہ ہو کہتے ہین اوسنے آنے کا وعدہ کیا تو مجھے انتظار کرنا ضرور ہے گو وہ وعدہ خلاف ہے لیکن مین انتظار نہ کرون تو یہی کہے گا کہ تو میرے وعدہ کو جھوٹھہ سمجھا۔ مگر کے معنی پر لد پہ) سنے (پر) فصیح ہے اور یان سے یہان بہتر ہے یعنے دوسرا مصرع اگر یون ہوتا ع وہ آئے یا نہ آئے یہان انتظار ہے۔ تو اسمین (پہ یان) کے

کل جانے سے بندش اچھی ہوجاتی اور یہ کا حذف کرنا محاورہ مین بہت ہی کچھ سننے مین خلل بھی نہ آتا مگر سچ پوچھو تو ایسی ذرا ذرا سی باتون کا کوئی بھی خیال نہین رکھتا۔ عود ہندی مین بیچ کا لفظ مصر کی زبان پر بتذکیر ہے مگر اس شعر مین بتانیث ہے غالبًا یہ سبب ہوا کہ پہلے یہ دیوان لکھنؤ مین چھپا وہان کاتب نے تصرف کردیا پھر مصنف نے بھی اوسکو بو نہین رہنے دیا۔

بے پردہ سوئے وادیٔ مجنون گزر نہ کر ہر ذرہ کی نقاب مین دل بیقرار ہے

ذرہ کے جگمگانے کو دل کے تلملانے سے تشبیہ تام ہے غرض یہ ہے کہ وادی مجنون مین جو ذرہ ہے آئینہ وار بیتابی مجنون ہے۔

اے عندلیب یک کفِ خس بہر آشیان طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

یعنے اے عندلیب اگر بہار کا لطف اوٹھانا ہو تو ایک کف خس لاکر آشیانہ نہ بنا رکھہ ورنہ اس طوفان مین تکا ڈھونڈے سے نہ ملے گا کہ فصل بہار ہر خس و خار کو سبز و شاداب کردے گی۔

دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی ای بیدماغ آئینہ تمثال وار ہے

جس دل مین دنیا بھر کی حسرتین اور آرزوئین بھری ہون وہ آئینہ تصویر ہے کہ اگرچہ اسمین ایسی صفائی نہین ہے کہ جلوہ معرفت ہو سکے لیکن یہ سیر کیا کم ہے۔ کعبے سے اگر تب نہ نکل سکین تو کیا ہوا بت خانہ کی کیفیت تو اوسمین موجود ہے۔

غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط ای مرگ ناگہان تجھی کیا انتظار ہے

اسد نے نشاط کی ضمانت کرلی ہے یعنے جانتا ہے کہ ہمیشہ نشاط ہی مین گزرے گی اور غفلت نے اوسکی عمر کا ٹھیکہ لے لیا ہے یعنے کبھی انجام کا خیال ہی نہین آتا پھر اوسکو مرگ ناگہانی کیون نہین آجاتی گویا مصنف کو یہ عقیدہ ہے کہ جو غفلت و بے خبری مین عمر صرف کرتا ہے اور موت کو بھولا رہتا ہے اوسی کو ناگہانی موت آجاتی ہے اسی بنا پر مرگ سے کہتے ہین کہ آخر اب تجھے کیا انتظار ہے یعنے اسباب تو تیرے اکٹھے کے سب موجود ہین پھر تیرے توقف کا کیا باعث ہے۔ یہان بھی دو ہندی جملون مین حرف عطف فارسی کا ہے یعنے (غفلت کفیل عمر ہے و اسد ضامن نشاط) دیکھو واو فارسی یہان کیسا بُرا معلوم ہوتا ہے یا یون سمجھو کہ (غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط ہو)

یہ بھی ویسی ہی بات ہے یعنے مطلب یہی ہے کہ (غفلت ہو عمر کی کیفیل واسد ہو نشاط کا
ضامن) ہر حال دونون ہندی جملہ اور حرف عاطف فارسی کا برابے اس سبب سے
کہ ہے کا لفظ گو یہان مذکور نہین لیکن مقدر تو ہے بان یہ تاویل کرلو کہ پہلا مصرع فارسی ہے۔

---

آئینہ کیون نہ دون کہ تماشا کہین جسے ایسا کہان سے لاؤن کہ تجھسا کہین جسے

تیرے مقابلہ کے لئے تجھسا حسین کہان ملے مگر مین تجھے آئینہ دون گا کہ اوسے دیکھکر
حیران ہونا لوگون کو تماشا ہو جاے۔

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال مین گلدستۂ نگاہ سویدا کہین جسے

(تیری بزم خیال) یعنے میرا دل جسمین تو بسا رہتا ہے۔ حسرت نے اس بزم مین ایک
گلدستہ لاکر رکھ دیا ہے جسے لوگ سویدا کہتے ہین حاصل یہ کہ دل مین سویدا نہین ہے
بلکہ حسرت بھری نگاہون کا گلدستہ ہے۔

پھونکا ہے کس نے گوش محبت مین اے خدا افسون انتظار تمنا کہین جسے

حیرت اس بات پر ہے کہ محبت ہوتے ہی تمنا کیسی پیدا ہوگئی اور انتظار کا افسون کیونکر
چل گیا استفہام سے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ اظہار تعجب یا توجع منظور ہے۔

مر کر ہجوم درد غریبی سے ڈالیے وہ ایک مشت خاک کہ صحرا کہین جسے

غریبی بمعنی بے وطنی اور یہ اشارہ ہے کہ یہ شخص آوارہ دشت وصحرا ہونے کا ارادہ کرتا
ہے اور درد بے وطنی در پے ہے اور خاک اوڑانے پر نہایت آمادہ ہے کہ صحرا کو
ایک مشت خاک سمجھتا ہے۔

ہی چشم تر مین حسرت دیدار سی نہان سوز عنان گسیختہ دریا کہین جسے

عنان گسیختہ اس شعر مین لفظا نہین ہے الماس جڑدیا ہے جب دوسری زبان کی لفظون
پر ایسی قدرت ہو جب کہین اپنی زبان مین اوسکا لانا حسن رکھتا ہے۔ اور سوز عنان
گسیختہ سے جوش اشک مجازا مقصود ہے کیونکہ سوز سبب گریہ ہے مسبب کے محل پر سبب
کو مجازا استعمال کیا ہے۔

درکار ہی شگفتن گلہاے عیش کو صبح بہار پنبۂ مینا کہین جسے

طلوع صبح بہار سے پھول کہل جاتے ہین لیکن عیش و نشاط کے پھول جس سپیدۂ صبح

مین کہلتے ہین وہ سپہدی ہنہنا تا ہے۔

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے

ایک واعظ کے برا کہنے سے کیا ہوتا ہے سب رند تو تجھے اچھا کہتے ہین۔

---

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی زادا ہے داغ دل بیدرد نظرگاہ حیا ہے

گل لالہ پر اوسکی بوندین ایک مطلب ادا کر رہی ہین وہ یہ کہ جس دل مین درد نہو اور داغ ہو وہ جاے شرم ہے یعنے لالہ کے داغ تو ہے مگر درد عشق سے خالی ہے اور یہ بات اوسکے لئے باعث شرم ہے اور اسے شرمندگی سے اوسے عرق شرم آگیا ہے پہلے مصرع مین ہے کے ساتھہ تہ خلاف محاورہ ہے (نہ ہے) کے بدلے (نہین) کہنا چاہئے تھا

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

آئینہ دل سنہدی بن گیا ہے یعنے حسرت دیدار نے اوسے پیس ڈالا اور اوسکے جگر کو لہو کر دیا دل کو آئینہ بنا کر پھر اوسے حنا بنا دینا بہت ہی تصنع ہے اور بے لطف۔

شعلہ سی نہوتی ہوس شعلہ نی جو کی جی کسقدر افسردگی دل پہ جلا ہے

ہوس شعلہ نے جو بات کی وہ شعلہ سے بھی نہوئی کہ جی کو جلا ہی ڈالا اور جی جلنا اردو کے محاورہ مین ناگوار ہونے کے معنے پر ہے یہان یہ معنی مقصود نہین ہین بلکہ ہی جلنے سے کڑہنا مقصود ہے اور یہ مصرعے اپنی عادت کے موافق دل سوختہ کا ترجمہ کر لیا ہے فارسی مین کہین گے بر بے کیش دلم میسوزد۔ لیکن اردو مین یہ کہنا کہ اوسکی بیکسی پر دل جلتا ہے اچھا نہین ہے افسردگی دل سے اوسکا شعلہ عشق سے خالی ہونا مراد ہے۔

تمثال مین تری ہی وہ شوخی کہ بصد ذوق آئینہ باندازِ گل آغوش کشا ہے

تیرے عکس عارض کا رنگ ایسا شوخ ہے یا تمام تمثال مین ایسی شوخی بہری ہے کہ آئینہ آغوش گل بن گیا اور عکس تیرا آئینہ کو گل کی طرح شگفتہ کر کے خود نسیم کیطرح اوسکے آغوش سے نکل گیا یہان عکس کی شوخی بیان کرنے سے خود معشوق کا سے شوخ ہونا بالتزام ظاہر ہوا۔

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

قمری مین بسبب نالہ کشی کے کچھ خاکستر جگر پائی جاتی ہے اور بلبل مین کچھ رنگ جگر کا ملتا ہے باقی جگر کا کچھ پتا نہین مطلب یہ کہ نالہ کشی ایسی چیز ہے کہ جگر کو جلا کر نابود کر دیتی ہے اور قفس بمعنی سبد بھی ہے و ہی معنی یہان مراد ہین قمری کو کف خاکستر فارسی والے باندھا کرتے ہین لیکن بلبل کو سبد رنگ کہنا نئی بات ہے مگر بے لطف ہے نالہ کو مخاطب بنانا بھی بے مزہ بات ہے اور جگر سے بظاہر بلبل و قمری کا جگر مراد ہے احتمال یہ بھی ہے کہ اپنے جگر سوختہ کا نشان بتا کر پوچھ رہا ہے شعر مین جہان دوسرے معنی کا احتمال پیدا ہوا وہ سست ہو گیا۔

خو نے تری افسردہ کیا وحشت دل کو　　معشوقی و بیحوصلگی طرفہ بلا ہے

معشوق ہو کر ایسا پھیکا پن ایسی ٹھنڈی طبیعت نہ ناز و ادا کا حوصلہ نہ چھیڑ چھاڑ کا مزہ یہ طرفہ بلا ہے یعنے قابل نفرت ہے۔ خو سے بیدماغی و بدمزاجی مراد ہے۔ لفظ وحشت اس شعر مین سعد نے ذوق و شوق کی جگہہ پر باندھا ہے اور اصل مین وحشت و نفرت کے معنے قریب قریب ہین وہ یہان بنتے نہین کیونکہ مطلب یہی ہے کہ تیری بدمزاجی سے دل کو وحشت و نفرت ہو گئی نہ یہ کہ وحشت دل افسردہ ہو گئی غرض یون کہنا تھا کہ افسردہ کیا خواہش دل کو یا حسرت دل کو جب لفظ مطابق یہی ہوتا۔

مجبوری و دعوای گرفتاری الفت　　دست سنگ آمدہ پیمان وفا ہے

بھاری پتھر کے تلے ہاتھ دب گیا ہے نکال تو سکتے نہین کہتے یون ہین کہ محبت کو نباہ رہے ہین عہد و پیمان کرتے وقت ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہین یہان ہاتھ پہ پتھر ہے۔

معلوم ہوا حال شہیدان گزشتہ　　تیغ ستم آئینہ تصویر نما ہے

یعنے تیرے ستم کا انداز دیکھہ کر ستم رسیدون پر جو گزری ہوگی اوسکی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے۔ تیغ ستم نہوئی آئینہ تصویر نما ہوا۔ یہ شعر اوسکی زبانی ہے جو اس تلوار کا مزہ چکھہ چکا ہے لیکن الفاظ اوسے مطلب سے قاصر ہین۔

ای پرتو خورشید جہان تاب ادہر بھی　　سایہ کیطرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

یعنے ادہر بھی کرم کر اور وقت پڑنے کا محاورہ جس محل پر سعد نے صرف کیا ہے اوسکی خوبی بیان نہین ہو سکتی۔

ناکردہ گناہون کی بھی حسرت کی ملے داد　　یارب اگر ان کردہ گناہون کی سزا ہے

اس شعر کی داد کون دے سکتا ہے میر تقی کو بھی حسرت ہوتی ہوگی کہ یہ مضمون مرزا نوشہ کے لئے بچ رہا۔

بیگانگی خلق سے بیدل نہو غالب — کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

یعنے خدا تیرا ہے اور فقط (خدا ہے) یہی حاصرہ ہے۔ ہے کو خواہ تامہ یا خواہ ناقصہ

---

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی — قسمت کھلی ترے قد و رخ پر ظہور کی

یعنے تجلی کو تیرے قد و رخ کا انتظار تھا کہ ایسی شکل ملے تو اوسمین ظہور کروں۔

اک خون چکاں کفن میں کروروں بناؤ ہیں — پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

یہ شعر بھی ایسا کہا کہ کروروں میں ایک آدھ ایسا نکلتا ہے۔ آج کل کی جو زبان دلی میں ہے اوسکے بموجب کروڑوں پڑھنا چاہیے۔

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو — کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

ایک شخص سے خطاب کرکے فوراً جمع کی طرف ملتفت ہوجانا نئی صورت التفات کی ہے اور نہایت لطف دیتی ہے۔

لڑتا ہی مجھسے حشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا — گویا اسی سنی نہیں آواز صور کی

یعنے اس قدر مزاج میں تغافل ہے کہ صور پھنک گیا اور اسے خبر نہیں۔

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج — اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

یعنے نغمہ بلبل بہار کی اڑتی ہوئی خبر ہے یہ تشبیہ نہایت بدیع ہے اور انصاف یہ ہے کہ نئی ہے۔

گر واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں — کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

ضابطہ یہ ہے کہ بتوں کا ذکر اوسی شعر میں اچھا معلوم ہوتا ہے جہاں حسینوں سے استعارہ ہو نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اس میں مصنف مرحوم کی تخصیص نہیں شاید کوئی شاعر ایسا نکلے جو بتوں کا ذکر بمعنے حقیقی پر نہ کرتا ہو لیکن ہمیشہ بے لطف ہوتا ہے۔ اور بت سے استعارہ معشوق کا کئی وجہوں سے صحیح ہے حسن و تمکین و بے نیازی و خاموشی و پرستش وغیرہ۔

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب — آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

یہ کیا ضرور ہے کہ جطرح کلیم کو صاف جواب دے دیا تہا ہم سے بہی وہی انکار ہو۔
اس شعر مین (نہ) عجب محاورہ کا لفظ مصنف نے باندہ دیا ہے بولتے سب ہین مگر کسی نے نظم نہ کیا تہا لیکن اس (نہ) کے کیا معنے ہین اسکا جواب مشکل ہے قیاس نحوی تو یہ کہتا ہے کہ آؤ نہ اور دیکہو نہ وغیرہ کیون نہ آؤ اور کیون نہ دیکہو کا مخفف ہے کہ بے اسکے حرف نفی کے کچہہ معنی نہین بن پڑتے۔

گر می ہی کلام مین لیکن نہ اسقدر — کی جس سے بات اوسنے شکایت ضرور کی

یعنے بے گالی دیئے بے طنز کئے بے چبہتی کہے بات ہی نہین کرتے۔

غالب گر اس سفر مین مجہے ساتہ لے چلیے — حج کا ثواب نذر کرون گا حضور کی

ایک عجب نحوی طلسم زبان اردو مین یہ ہے کہ مصنف نے جہان پر (کی) کو صرف کیا ہے یہان محاورہ مین (کے) بہی کہتے ہین مگر قیاس یہی چاہتا ہے کہ (کی) کہین اسی طرح لفظ طرف جب اپنے مضاف الیہ پر مقدم ہو تو (کی) کہنا صحیح نہوگا مثلاً۔ ع۔ پہینکی کمند آہ طرف آسمان کے۔ اسی مصرع مین (کی) کہنا خلاف محاورہ ہے اور پہر لفظ طرف مونث ہے اگر اس لفظ کو مؤخر کر دو تو کہین گے آسمان کی طرف اور اگر مقدم کر دو تو کہین گے طرف آسمان کے غرض کہ ایک لفظ جب مقدم ہو تو مذکر ہو جائے مؤخر ہو تو مونث ہو جائے اسی کی نظیر نذر کرنا بہی ہے۔

---

غم کہانیمین بود دل ناکام بہت ہے — یہ رنج کہ کم ہے مئی گلفام بہت ہے

ایک ہی مصرع مین رنج اور اوسکی تفسیر پہر کم اور بہت کا تقابل جدت مضمون کے علاوہ بہت خوبی ہے۔

کہتے ہو لے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ — ہی یون کہ مجہی درد تہ جام بہت ہے

شراب کی حرص کے بیان مین شعرا نے خم خالی کئے ہین مگر ہمیشہ یہ مضمون بے کیفیت رہا اس شعر کو دیکہئے کہ اسکا مضمون کیسا ہوش ربا ہے کہ اس سے بڑہکر حرص مے کا بیان نہین ہو سکتا۔

لی تیر کمان مین ہی نہ صیاد کمین مین — گوشہ مین قفس کے مجہی آرام بہت ہے

یعنے وہ نعمت جسمین خطرہ ہو اوس سے محرومی بہتر ہے۔

کیا زہد کو مانوں کہ نہو گرچہ ریائی — پاداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے

یعنے ثوابِ اعمال کی طمع کیا تھوڑا عیب ہے۔

ہیں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں — پابستگیٔ رسمِ درہ عام بہت ہے

کیا اسپکا نام عقلمندی ہے کہ عامیانہ رسموں کی سب سے بڑھ کر پابند رہیں کیا روشِ خاص اسی کو کہتے ہیں کہ رسومِ عام کو زیادہ مانیں جس طرز کا یہ شعر ہے اُس روشِ خاص پر مصنف کو ناز ہو تو زیبا ہے۔

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوفِ حرم سے — آلودہ بمے جامۂ احرام بہت ہے

سہلا طواف کردن یا نثار کے دھبے بیٹھ کر دھوؤں۔

ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات۔ کہ اُنکو — انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے

بات بننے سے وصل ہونا مراد ہے۔

خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ — رہنے دے مجھے یاں کہ ابھی کام بہت ہے

موت سے شکایت کرتے ہیں کہ اب بھی نہ آئی ابھی تو بہت سی مصیبتیں باقی ہیں

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالبؔ کو نہ جانے — شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

---

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے — جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

یعنے شراب آتشین کا ہر ایک جام ایک چراغ تھا۔

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لختِ لخت کو — عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

عرصہ ہوا کہ مژگانِ یار کی دعوت کی تھی جسنے جگر کے ٹکڑے اوڑا دیے اب پھر اونہیں ٹکڑوں کو جمع کر رہا ہوں اور پھر اوسی دعوت کا حوصلہ ہے دعوتِ مژگان نامقبول مضمون ہے اس سے زینتِ مژگاں بہتر ہے یعنے لختِ جگر سے پھر مژگان کو اپنی شاخِ گل بنانا مقصود ہے۔

پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم — برسوں ہوئے ہیں چاکِ گریباں کیے ہوئے

وضعِ احتیاط سے گریبان پھاڑنے میں احتیاط کرنا مراد ہے یعنے برسوں گریبان نہیں پھاڑا ہے اس سبب سے دم اوجھ رہا ہے۔

پھر گرمِ نالہائے شرر بار ہے نفس — مدت ہوئی ہے سیرِ چراغاں کیے ہوئے

چراغان نالہ کی جو سیر آگے دیکھی تھی اب پھر وہی سیر دیکھنے کو جی چاہ رہا ہے۔

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق — سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

حاصل یہ کہ عشق پھر زخم دل پر نمک چھڑکنے چلا ہے۔

پھر پھر رہا ہون خامۂ مژگان خون فشاں — سارا چمن طرازیٔ داماں کئے ہوئے

یعنے طراز داس بنانے کے لئے مژگان کے موقلم کو خون دل مین ڈبو رہا ہون۔

باہم گرہ ہوئے ہین دل و دیدہ پھر رقیب — نظارہ و خیال کا ساماں کئے ہوئے

یعنے دل نے خیال جمال اور آنکھ نے نظارۂ خط و خال کا پھر حوصلہ کیا ہے۔

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے — پندار کا صنمکدہ ویراں کئے ہوئے

پندار و خود داری کوئے ملامت مین جانے کو مانع تھی اس بت خانہ کو ویران کر کے حرم ملامت کے طواف کو جاتے ہین۔

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب — عرض متاع عقل و دل و جان کئے ہوئے

کوئی معشوق خریدار ہو تو دل و ایمان اوسکے ہاتھ بیچ ڈالین۔

دوڑی ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال — صد گلستان نگاہ کا ساماں کئے ہوئے

گل و لالہ حسینون سے استعارہ ہے اور صد گلستان نگاہ مین گلستان کو پیمانہ نگاہ فرض کیا ہے اس سبب سے کہ گلستان پر نگاہ رغبت و شوق کی پڑتی ہے۔

پھر چاہتا ہون نامۂ دلدار کھولنا — جان مذاق فریبیٔ عنوان کئے ہوئے

مانگے ہے پھر کسیکو لب بام پر ہوس — زلف سیاہ رخ پہ پریشان کئے ہوئے

چاہے ہے پھر کسیکو مقابل مین آرزو — سرمہ سے تیز دشنۂ مژگان کئے ہوئے

اک نوبہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ — چہرہ فروغ مے سے گلستان کئے ہوئے

پہلے شعر کیطرح اس شعر کا بھی مطلب یہی ہے کہ یہ سب معاملہ گزرے ہوئے ہین اب پھر دل مین ویسا ہی شوق پیدا ہوا ہے مگر (تاکے ہے) مصنف مرحوم نے مے کی اور تاک کی مناسبت سے کہہ دیا ہے ورنہ سمانے سے جہان یہ لفظ نہین ہے یہان (ڈھونڈھے ہے) کہنا چاہیے تھا۔

پہرجی مین ہی کہ در پہ کسیکے پڑے رہین — سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

یعنے بار احسان کے سبب سے اوٹھ ہی نہ سکین۔

جی ڈہونڈہتا ہے پہر وہی فرصت کہ رات دن — بیٹہے رہین تصور جاناں کئے ہوئے

یعنے رات دن زلف ورخ کے تصور مین رہین۔

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پہر جوش اشک سے — بیٹہے ہین ہم تہیہ طوفان کئے ہوئے

معنے یہان طوفان کے معنے طوفان برپا کرنے کے لئے ہین اسکی سند ملنا مشکل ہے۔

---

لو بیدادمن ہے بیداد دوست جان کے لئے — رہی نہ طرز ستم کوئی آسمان کے لئے

معشوق کی بیداد نے بیداد فلک سے بے خوف کردیا کوئی ستم اوٹھا ہی نہ رکہا اب نیا انداز ستم آسمان کو کہان سے ملے گا آتش کہتے ہین ؎

گردش چشم بتان سے خاک مین ہم ملگئے — حوصلہ باقی فلک کو رہ گیا بیداد کا

لفظ طرز پہلے مونث تہا اور دلی مین اب بھی مونث ہے مگر لکھنؤ مین عام محاورہ اسکی تذکیر کا ہے ہان چند غزل گو جو زبان مین قیاس کیا کرتے ہین وہ اب بھی مونث باندہتے ہین لیکن خلاف محاورہ معلوم ہوتا ہے کالون کو۔ میرا شعر ہے ؎

لرزہ دکھلاوے اوسکی قامت کے — پاؤن پڑتا ہون مین قیامت کے

بلا سی گر مژہ یار تشنۂ خون ہے — رکہون کچہہ اپنی بھی مژگان خونچکان کیلئے

اگر اوسکی مژہ خونخوار ہے تو میری مژہ بھی خونبار ہے اگر سب خون اوسی کو دیدون تو اپنی مژہ کے لئے کیا رکہون۔

وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر — نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کیلئے

یعنے ایسی عمر جاوید کس کام کی کہ چور کی طرح چہپتے پہرتے ہو۔

رہا بلا مین بھی مین مبتلائے آفت رشک — بلائے جان ہے ادا تیری اک جہان کیلئے

ادا بلا بھی تہی تو میرے ہی لئے ہوتی سارے جہان کے لئے کیون ہوئی۔

فلک دور رکھا اوس سے مجھکو کہ مین ہی نہین  دراز دستیٔ قاتل کی امتحان کے لئے

بہ سچ ہے کہ دراز دستی کا امتحان جبھی ہوسکتا ہے جب بخیر یا کشتی تیغ زن سے دور ہو لیکن کیا ایک مین ہی اس امتحان کے لئے رہگیا ہون اور بھی تو کشتنی ہین۔ اگر قاتل کی زد سے دور رکھتا ہے تو اونکو دور رکھ۔

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر  کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لئے

یعنے میری کوشش بے سود بھی ہے اور قابل رحم بھی ہے۔

گدا سمجھکے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی  اوٹھا اور اوٹھکے قدم مین نے پاسبان کے لئے

وہ سے پاسبان مراد ہے کہ پہلے وہ سائل سمجھکر درمعشوق پر آنے سے مزاحم ہوا تھا لیکن انکی شامت جو آئی تو اوسکے پاؤن پر گر پڑے اس سے وہ مطلب سمجھ گیا اور گردن مین ہاتھ دیا۔ اس شعر نے ایسی بندش پائی ہے کہ جواب نہین۔

بقدر شوق نہین ظرف تنگنای غزل  کچھ اور چاہیے وسعت مری بیان کے لئے

یعنے اس زمین مین جن مضامین کے لانے کا مجھے شوق ہے غزل مین اوسکی گنجایش نہین مجھے زیادہ وسعت چاہیے یعنے غزل سرائے چھوڑکر بیان سے مدح سرائی شروع کرتا ہون۔

دیا ہی خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے  بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لئے

"دیا ہے خلق کو بھی"۔ اس جملہ مین سے فاعل یعنے خدا نے اور مفعول ثانی یعنے عیش محذوف ہے لفظ عیش مین دو فعل یعنے (دیا ہے اور بنا ہے) تنازع رکھتے ہین۔

زبان پہ بار خدایا یہ کسکا نام آیا  کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کیلئے

یہان استفہام محض اظہار مسرت کے لئے ہے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہے اور بارخدا مین ترکیب مقلوب ہے اصل اسکی خدائے بار ہے یعنے مالک باغ جہان۔

نصیر دولت و دین اور معین ملت و ملک  بنا ہے چرخ بریں جسکے آستان کیلئے

پہلے مصرع مین دو دو مترادف لفظ جمع کئے ہین نصیر و معین اور دین و ملت اور ملک و دولت۔

زمانہ عہد مین اوسکے ہے محو آرایش  بنین گے اور ستارے اب آسمان کے لئے

ممدوح کا نام تجمل حسین ہے اسی سبب سے زمانہ اوسکے عہد مین صرف تجمل وآرائش
ہے مولوی حالی صاحب نے جو معنے لکھے ہین اوسپر کوئی قرینہ نہین ہے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے  سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لئے

سفینہ کا لفظ البحر کے مناسب ہے لیکن سفینہ سے یہان دیوان مراد ہے۔

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا  صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کیلئے

سب کی صلا کرتے ہین کہ تم بھی غزل و مدح مین اس طرز خاص کو اختیار کرو۔

# قصاید

سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار — سایۂ لالۂ بیداغ سویدائے بہار

غرض یہ ہے کہ چمن مین کوئی شے حسن تناسب سے خالی نہین یہان تک کہ لالہ کا سایہ بھی زائد و بیکار نہین ہے وہ سویدائے دل بہار ہے۔ لالہ کی صفت بے داغ لانے سے دو باتین پیدا ہوئین ایک تو رنگ بہار کی خوبی کہ لالہ مین داغ نہین ہے۔ دوسرے یہ معنے کہ داغ اگر لالہ مین ہوتا تو وہی سویدائے بہار تھا لیکن جب اوسمین داغ نہین ہے تو اوسکے سایہ مین تناسب و حسن سویدائے بہار کا پیدا ہو گیا۔

مستیٔ بادِ صبا سے ہی بعرضِ سبزہ — ریزۂ شیشۂ مئی جوہرِ تیغِ کہسار

پہاڑ کی چوٹی کو فارسی مین تیغ کوہ کہتے ہین تیغ کے لفظ سے خیال شاخ اسطرف منتقل ہوا کہ سبزہ بلندیِ کوہ جوہر تیغ ہے اور سبزہ کو بوتل کی کرچون سے رنگ و شکل مین مشابہت ہے یہ فقط مستی بادِ صبا کی تاثیر ہے کہ وہ سبزہ جو جوہر تیغ کہسار تھا ریزۂ مینائے مے بن گیا۔ حاصل یہ کہ سبزہ یہ بات عرض کر رہا ہے کہ مستی بادِ صبا سے جوہر تیغ کہسار ریزۂ مینائے شراب بن گیا یہان بہت ہی تکلف و آورد سے عرض و جوہر کو جمع کیا ہے۔

سبزہ ہے جامِ زمرد کیطرح داغِ پلنگ — تازہ ہی ریشۂ نارنج صفت روئے سرار

دونون تشبیہین نہایت بدیع ہین۔

مستی ابر ہی گلچین طرب ہے حسرت — کہ اس آغوش مین ہمکن ہی دو عالم کا فشار

ابر بہار دون طرف پھیل کر عالم کو آغوش مین لے لیتا ہے تو حسرت مجھے ہوتی ہے کہ یہ اپنی آغوش مین دو عالم کو لئے ہوئے ہے اور میرا آغوش خالی ہے۔ لیکن اس حسرت کے ساتھ طرب بھی ہے اس سبب سے کہ ابر ہی نہایت طرب انگیز ہے۔

کوہ و صحرا ہمہ معموری شوق بلبل — راہ خوابیدہ ہوئی خندۂ گل سے بیدار

معموری کی جگہ معمورہ بہتر تھا یعنے تمام کوہ و صحرا مین کثرت گل کے سبب بلبلون کا ہجوم ہے اور جو راہین کہ سنسان پڑی ہوئی تھین اوسمین سے غنچون کے چٹکنے کی صدا آرہی ہے۔

سوجھے ہی فیض ہو اصورت فرکان یتیم　　سرنوشت دوجہان ابر یک سطر غبار

کہنے مین ہوا سے ہر شے کو ایسی سیرابی پہونچ رہی ہے کہ ایک سطر کو جو خط غبار لکھی ہوئی ہو سرنوشت ابر بلکہ دوصد ابر حاصل ہے پہر اسکی تشبیہ مین عجب نازک خیالی کی ہے کہ وہ سطر غبار جسے سرنوشت دوصد ابر حاصل ہے اوسکو فرکان یتیم سے تشبیہ دی ہے اسلئے کہ طفل یتیم کی فرکان خاک الود بھی ایک سطر بخط غبار ہے۔ جسکی قسمت مین برسون کا رونا لکھا ہوا ہے۔ دوجہان کا لفظ محض معنی کثرت کے لئے ہے جیسے لفظ دوصد ہے اور غبار و ابر و سرنوشت و سطر ضلع کی لفظ ہین۔

کاٹ کر پھینکے ناخن تو باندازِ ہلال　　قوت نامیہ وسکو بہی نچہوڑے بیکار

یعنے ہلال کیطرح ناخن بھی بڑھ بڑھ کر بدر ہو جائے۔

کف ہر خاک بگردون شدہ قمری پرواز　　دام ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکار

لفظ خاک کو بکسرۂ توصیفی پڑہنا چاہئے اس لئے کہ بگردون شدہ اوسکی صفت ہے نہ خبر اور دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ کاغذ آتش زدہ مین دو صورتین پیدا ہین۔ ایک یہ کہ آگ سے مشبک ہو جاتا ہے اور دام کی شکل ظاہر کرتا ہے دوسرے یہ کہ اوس سے شعلہ بلند ہوتا ہے یعنے طاؤس کو شکار کرتا ہے حاصل یہ کہ فیض بہار نے ہر شے مین جان ڈال دی ہے کہ ہر کف خاک قمری بن گئی اور ہر شعلہ طاؤس بنگیا

میکدہ مین ہو اگر آرزوئے گل چینی　　بھول جا یک قدح بادہ بطاق گلزار

یعنے اگر تو ایسا میکدہ چاہتا ہے کہ شراب بھی پیتا جائے اور پھول بھی توڑا جائے تو ایک جام شراب طاق دیوار باغ مین رکھ کر پھول جا پہر دیکھ کہ تاثیر نشو و نما ایک قدح سے ہزار قدح پیدا کرے گی جیسے ایک تخم سے ہزارون کٹورا سے گلاب پیدا ہو جاتے ہین اور ایک طاق سے ہزار محراب کا میخانہ نکالے گی جسطرح ایک قلم سے ہزار شاخ کا درخت پیدا ہو جاتا ہے۔

موج گل ڈہونڈھ بخلوتکدۂ غنچۂ باغ　　گم کرے گوشۂ میخانہ مین گر تو دستار

یعنے فیض ہوا گوشۂ میخانہ کو غنچہ اور دستار کو موج گل بنا دے گا۔

کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر　　سبز مثل خط نوخیز ہو خطِ پرکار

باغ کی تصویر اتارنے مین یہ تاثیر ہے کہ مصور کا خط پرکار سبزۂ خط بن جاتا ہے۔

اس شعر میں یہ نظر ہے کہ مانی کے لئے پرکار و موقلم تصویر کھینچنے میں البتہ ضرور ہے لیکن مانی اندیشہ کو تصویر اوتارنے میں پرکار کی کیا ضرورت ہے بتا دیں اسکا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ پرکار سے بھی پرکار اندیشہ مراد ہے۔

لعل ہی کی ہے پئے زفرمۂ مدحت شاہ　　طوطی سبزۂ کہسار نے پیدا منقار

کہسار میں لعل یہی ہے اور سبزہ زار یہی ہے گویا سبز طوطا لال چونچ کا منقبت سرائی کے لئے پیدا ہوا ہے۔

وہ شہنشاہ کہ جسکی پئے تعمیر سرا　　چشم جبریل ہوئی قالب خشت دیوار

اس شعر کی بندش میں نہایت خامی ہے کہ مطلب ہی گیا گزرا ہوا غرض یہ تھی کہ وہ ایسے جبریل کی آنکھوں کے ہیں خشت دیوار۔ موصول کو اگر (پے) کا مضاف الیہ لو تو (جسکے) بڑھوا اور اگر سرا کی اضافت لو تو (جسکی) پڑھنا چاہئے۔ اس قسم کی ترکیبیں خاص اہل مکتب کی زبان ہے شعرا کو اس سے احتراز واجب ہے۔

فلک العرش ہجوم خم دوش مزدور　　رشتۂ فیض ازل ساز طناب معمار

یعنے اوسکے قصر کی تعمیر کے لئے عرش خم دوش مزدور ہے اور رشتۂ سلسلہ فیضان ازلی معمار کی ڈوری بٹنے کے لئے ہے ہجوم کا لفظ کثرت خمیدگی کے بیان کے لئے ہے اور ساز یعنی اسباب و سامان ہے۔

سبزۂ نہ چمن و یک خط لبشت لب بام　　رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار

سبزۂ نہ چمن استعارہ نو آسمانوں سے ہے اور حرف عطف دونوں مصرعوں میں سبع سماوات کے لئے ہے اور اس شعر میں بلندی قصر کی تعریف مقصود ہے یعنے سبزہ نہ فلک و سبزہ لبشت لب بام برابر ہے اور بلندی ہمت عارف اور اس قصر کا اوج یکسان ہے اسطرح کا عطف یعنی سماوات کے لئے فارسی سے اردو میں آیا ہے ورنہ خاص اردو میں یعنی سماوات کے لئے حرف تعلی سے عطف کرتے ہیں سراجؔ مرحوم فرماتے ہیں ؎

گورے نہ اوسکے پاؤں نہ روئے مہ منیر　　یعنے انکے گورے گورے تلوے اور چاند کا منہ برابر ہے۔

وان کی خاشاک سی حاصل ہو جسے یک پرکاہ　　وہ رہے مروحۂ بال پری سے بیزار

یعنے پرکاہ کے مقابلہ میں بال پری قابل نفرت ٹھہرے اور یہ مبالغہ غیر عادی ہے اسلئے

کہ بیزار ہونے کا کوئی سبب نہیں۔

خاکِ صحرائے نجف جوہرِ سیرِ عرفا　　چشمِ نقشِ قدمِ آئینۂ بختِ بیدار

یعنے اہل عرفان جب صحرائے نجف مین سیر و مشی کرتے ہین تو اپنے آئینہ نقش قدم مین بخت بیدار کی صورت دیکھ لیتے ہین اور وہان کی خاک کو اپنا جوہر اپنا ہنر اپنے لئے فخر سمجھتے ہین۔ لیکن جوہر سیرِ عرفا انوکھی ترکیب ہے۔

ذرہ اوس گرد کا خورشید کو آئینہ ناز　　گردِ اوس دشت کی امید کو احرامِ بہار

دونون مصرعون کی ترکیب کا متشابہ ہونا اور مصرعون کے درمیان خورشید و امید کا جمع آنا باعث حسن شعر ہوا پھر لفظ گرد کی تکرار اور بھی آئینہ کو جلا دے گئی۔ آئینہ ناز وہ آئینہ جسمین مونہ دیکھنا باعث فخر و ناز ہے اور دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ امید وہان کی گرد کو فصل بہار کا جامۂ احرام سمجھتی ہے۔

آفرینش کو ہے وان سے طلبِ مستیٔ ناز　　عرضِ خمیازۂ ایجاد ہے ہر موجِ غبار

موجِ غبار مین انگڑائی کی صورت پیدا ہے اور انگڑائیان نشہ کے اوتار مین آتی ہین فخر یہ ہے کہ جو موجِ غبار ہے وہ آفرینش و ایجاد کی انگڑائی ہے کہ نشہ اوتر گیا ہے شراب فخر و ناز کی پھر طلب ہے حاصل یہ کہ وہ سرزمین پیدا کرکے آفرینش کو بار فخر و ناز ہوئی۔

فیض سے تیرے ہے اے شمعِ شبستانِ بہار　　دلِ پروانہ چراغان پرِ بلبل گلزار

پروانہ کا معشوق چراغ ہے اور بلبل کا محبوب گل۔ تیرے فیض نے اوسکے دل کو چراغان اور اوسکے پر کو گلزار بنا دیا حاصل یہ کہ جسے سب کی مرادین حاصل ہوتی ہین۔

شکلِ طاؤس کرے آئینہ خانہ پرواز　　ذوق مین جلوہ کی تیرے ہوائی دیدار

یعنے تیرے جلوہ کے ذوق اور تیرے دیدار کے شوق مین ایک آئینہ تو کیا سارا آئینہ خانہ پرواز کرے۔ آئینہ خانہ و طاؤس کی نشبیہ بہت ہی بدیع ہے۔

تیری اولاد کے غم سے ہے بروئے گردون　　سلکِ اختر مین مہ لونِ مژۂ گوہر بار

یعنے سلک اختر آنسوؤن کی لڑی ہے اور گوہر اشک غم سے استعارہ ہے اس مین یہ اشارہ ہے کہ اس غم مین آنسو کو موتی کا رتبہ ہے۔

ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم مہرِ نماز　　ہم ریاضت کو تری حوصلہ سے استظہار

تیرا نقش پا عبادت کے لئے سجدہ گاہ اور تیرا حوصلہ ریاضت کے لئے پشت پناہ ہے۔

ہم اس شعر مین اچھا نہین معلوم ہوتا۔

مدح مین تیری نہان رمز مئہ نعت نبی ۔۔۔ جام سے تیرے عیان بادۂ جوشِ اسرار

یعنے جس نے تیری مدح کی اوس نے نبی کی مدح کی اور جس نے تیرا جام پی لیا وہ شرابِ بادۂ اسرار ہوگیا۔

جوہرِ دستِ دعا آئینہ یعنے تاثیر ۔۔۔ یکطرف نازشِ مژگان و دگر سو غمِ خار

جوہرِ دست دعا آئینہ کی ترکیب اردو تو کیا فارسی مین بھی غریب ہے دست دعا کے ممدوح کو آئینہ فرض کیا ہے اور آئینہ دستِ دعا کو بقلب اضافت دستِ دعا آئینہ کہا ہے۔ اور آئینہ مین جوہر ہوتا ہے تو آئینہ دستِ دعا کا جوہر کیا ہے تاثیر ہے۔ اور جوہر آئینہ کو مژگان سے اور خار سے تشبیہ دیا کرتے ہین اسی مناسبت سے لفظ مژگان و خار کو دوسرے مصرع مین لائے ہین۔ غرض یہ ہے کہ ممدوح کے آئینہ دست دعا کا جوہر تاثیر دو وصف رکھتا ہے ایک تو یہ کہ نازش مژگان کا باعث ہے یعنے مژگانِ ممدوح کو اس تاثیر دعا پر ناز ہے اس لئے کہ دعا کے وقت مژگان سے بھی اشک ٹپکتے تھے اب دعا کے قبول ہونے پر مژگان کو کیونکر ناز نہو دوسرے یہ کہ جوہر تاثیر خار حسرت کے لئے غم کا سبب ہے اسلئے کہ جب دعا نے تاثیر کی اور مراد آگئی تو پھر حسرت کیا۔ یا یہ غرض ہے کہ جوہر تاثیر روکش مژگان خوبان ورشک افزائے خار مغیلان ہے نہ کسی مژہ مین ایسی نازک فلکی نہ کسی خار مین ایسی نشتر شکنی ہے بہرحال بندش کی خامی اور مضمون کی ناتمامی سے یہ شعر خالی نہین۔

مردمک سیہ ہو عزاخانۂ اقبالِ نگاہ ۔۔۔ خاکِ در کی ترے جو چشم نہو آئینہ دار

آئینہ دار کے معنی یہان خادم و فرمان بردار کے ہین کہتے ہین جو آنکھ تیرے خاکِ در کی تابع فرمان نہو اوسکی نگاہ اقبال و سعادت کا عزاخانہ بنجائے اور مردمک سے سیاہ پوشی مردمک مقصود ہے جو کہ سوگ نشینون کے لئے مناسب ہے۔ مصنف کی غرض یہ ہے کہ جس آنکھ کی پتلی تیرے در کی بندہ فرمان نہو وہ ہمیشہ اقبال و کامیابی کے سوگ مین سیہ پوش رہے۔

دشمنِ آلِ نبیؐ کو لبِ طرب خانۂ دہر ۔۔۔ عرضِ خمیازۂ سیلاب ہو طاقِ دیوار

انگڑائی کو موج سے مناسبت ہے اس سبب سے خمیازہ سیلاب کو موج سیلاب کا استعارہ

سمجھنا چاہیئے۔ یعنے طرب خانہ دہر کی ہر ایک محراب اور ہر ایک طاق اور سکے حق مین موج سیلاب بنجائے اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرب خانہ مین سیلاب آئے وہ ڈوبے جائے گا۔

دیدہ تا دل اسد آئینۂ یک پرتو شوق　　فیض معنی سی خط ساغر راقم شرشار

آنکھہ سے لے کر دل تک ایک آئینہ پرتو شوق ہے اور اسی معنی شوق سے ساغر راقم شرشار ہے۔ ساغر دیدہ و دل سے استعارہ ہے۔ خط کا لفظ محض معنے کی مناسبت سے لائے ہین۔ اور لفظ راقم بہت ہی مبتذل لفظ ہے ان معنی پر راقم شعرا کی زبان نہین ہے۔

---

دہر جز جلوۂ یکتائے معشوق نہین　　ہم کہان ہوتے اگر حسن نہوتا خود بین

مسئلۂ تصوف ایک یہ بھی ہے کہ حقایق ممکنات کو ذات واجب الوجود سے ایسا تعلق ہے جیسا آفتاب کو اجسام مرئیہ سے ہے کہ جیسی جس جسم کی قابلیت ہے ویسا ہی نور اسپر آفتاب سے پہنچتا ہے مثلاً سیاہ پتھر کو بہت کم فیضان نور پہنچتا ہے اور آئینہ مین آفتاب سارا اتر آتا ہے اسی طرح ہر ماہیۂ ممکنہ مین جلوۂ وجود واجب تعالے کچھہ نہ کچھہ پہونچ رہا ہے اور تمام دہر کی ہستی اوسیکا پرتو وجود ہے اگر اوسے اپنا پرتو وجود دیکھنا نہ منظور ہوتا تو نہ ہم ہوتے نہ تم یا یون سمجھو کہ عالم مین ہر شئے مظہر قدرت خدا ہے اور سارا عالم اوسکی خودبینی کا آئینہ خانہ ہے۔

بے دلیہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق　　بیکسی ہای تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین

یعنے افسوس ہے کہ تماشا اور اس بیدلی سے کہ جس سے نہ کچھہ عبرت حاصل ہو نہ کچھہ مزہ ملے اور تمنا اور اس بے کسی مین کہ نہ دین ہی ملا نہ دنیا حاصل ہوئی۔ تماشا سے تماشائے عالم مراد ہے کہ اگر اوس سے عبرت حاصل ہو تو دین کا نفع ہے اور اگر اوس سے کچھہ لطف ملے تو دنیا کا مزہ ہے۔ یہان بے دلی اور بے دماغی کے سبب سے نہ تماشائے عالم سے عبرت کا سبق لیا نہ اوس سے کچھہ لطف ہی اوٹھایا افسوس ہے تمنا کی بے کسی پر کہ نہ دین کی ہوئی نہ دنیا کی۔

ہرزہ ہے نغمہ زیر و بم ہستی و عدم　　لغو ہے آئینۂ فرق جنون و تمکین

یعنے ماسوائے باری کی ہستی وعدم مین گفتگو کرنا ہرزگی ہے دونون باتین نہین ہیں
اور جنون وہوشیاری ودیوانگی وفرزانگی مین امتیاز کرنا لغو ہے جسے ہوشیاری
سمجھتے ہین وہ بھی دیوانگی ہے زبردیم آدرستی وعدم مین لف ونشر غیر مرتب ہے۔
زیر سے عدم اور بم سے ہستی مراد ہے۔

نقش معنی ہمہ خیارۂ عرض صورت سخن حق ہمہ پیمانۂ ذوق تحسین

حاصل یہ کہ جو لوگ معنی شناسی کا دعوے کرتے ہین اونکو محض ظاہر داری مقصود ہے
اور جو لوگ حق گوئی کا دم بھرتے ہین اون کو محض تحسین وستایش مطلوب ہے
معنی شناسی وہ اچھی جس مین ظاہر داری کا لگاؤ نہو اور حق گوئی وہ معتبر ہے جس مین
اپنی کوئی غرض نہو۔ نقش معنی سے تحریر معنی مراد ہے جس مین خمیازہ کی صورت پیدا
ہوا در خمیازہ علامت خمار کی ہے اسی خمار کے دفع کرنے کے لئے شراب تحسین کے
پیمانہ کی ضرورت ہوئی ہے۔ سخن حق وہ پیمانہ ہے جو ذوق تحسین کے ہاتھ مین
ہے یعنے اس پیمانہ کو شراب تحسین سے بھرنا مقصود ہے

لاطائل انشٔ غلط و نفع عبادت معلوم دُردِ یک ساغر غفلت ہی چہ دنیا وچہ دین

جو کوئی معاملات دنیا مین دانشمندی کا ادعا کرتا ہے اوسکا خیال غلط ہے جو کوئی
امور دین مین نفع عبادت کی امید رکھتا ہے اوسکا خیال بے جا ہے حال تو یہ ہے
کہ دنیا دین دونون غفلت کے ہاتھون خراب ہین جسطرح شراب کی تلچھٹ قابل
اعتبار نہین ہوتی اسیطرح دنیا ودین ساغر غفلت مین تہ نشین ہین۔

مثل مضمون وفا باد بدست تسلیم صورت نقش قدم خاک بفرق تمکین

باد بدست ہونے سے پشیمانی وحیرانی اور خاک بسر ہونے سے ذلت وپریشانی مراد
ہے یعنے وفا کی طرح تسلیم وبندگی سے کوئی فائدہ نہین اور نقش پا کی طرح تمکین وپاداری
سے ذلت ہی کا سامنا ہے یعنے دنیا مین ان صفات حسنہ کی کچھ قدر نہین۔ دوسرا
پہلو بد دعا کا بھی ہے۔

عشق بے ربطیٔ شیرازۂ اجزای حواس وصل نظارۂ رخ آئینہ حسن یقین

یعنے اہل ہوس کے نزدیک اس زمانہ مین بے حواسی کا نام عشق ہے اور اہل یقین کی
نظر مین آئینہ یقین کا زنگار وصل ہے اگر آئینہ یقین پر جلا ہوتی تو جلوہ معشوق اپنے

مین خود دکھائی دینا اور اوس سے مفارقت ممکن ہی نہوتی۔

کوہکن گر سنہ فرود ور طرِ بگاہ رقیب　　بیستون آئینہ خواب گرانِ شیرین

فرہاد کے عشق کو ہم نہین مانتے وہ خسرو کے محل کا نرا مزدور ہی مزدور تھا خاک بھی شیرین پر اثر نہوا دیکھے خواب گران غفلت کی تصویر کوہ بیستون کو سمجھ لو جس پر کوہکن پنجہ ڈھونے ڈھونے سر پھاڑ کر مر گیا۔

کسنے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتش خیز　　کسنے پایا اثرِ نالۂ دلہائے حزین

استفہام سے سچ سچ پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ از راہ انکار ہے یعنے اس زمانہ مین نہ وفادارون کی آہ مین آنچ باقی رہی نہ دردمندون کے نالون مین اثر رہا۔

سامعِ زمزمۂ اہلِ جہان ہون۔ لیکن　　نہ سرودِ برگِ ستایش نہ دماغِ نفرین

زمزمہ کا لفظ طعن سے کہا ہے یعنے اہل دنیا جو کچھ ہرزہ سرائی کرتے ہین سن لیتا ہون لیکن یہان نہ سرآفرین ہے نہ دماغ نفرین۔ سرودِ برگ ستایش مصنے سرستایش کے محل پر کہہ دیا ہے یہ تکلف سے خالی نہین۔

کسقدر ہرزہ سرا ہون کہ عیاذاً باللہ　　یک قلم خارج آداب وقار و تمکین

اہل دنیا کی نافہمی و غلط انکاری پر نفرین کرتے کرتے خود تبعہ ہوا کہ تمکین و وقار کے خلاف یہ فعل مجھسے سرزد ہوا تھا یہان سے تشیب و تہید سے گزر کی۔ عیاذاً باللہ اور معاذ اللہ یعنے خدا کی پناہ اردو مین بھی محاورہ عرب کے موافق استعمال مین ہے۔

نقش لاحول لکھے خامۂ ہذیان تحریر　　یا علی عرض کرے فطرتِ وسواس قرین

نقش بمعنی تعویذ اس شعر مین ہے یعنے وسواس کے دفع کرنیکو لاحول کا نقش لکھہ اور یا علی کا اسم پڑہ۔ وسواس قرین مین دونون لفظ عربی ہین اور ترکیب فارسی کی ہے یعنے وہ شخص وسواس جیسکے قرین ہوا ایسا لفرف سراسر تکلف ہے۔ ہذیان بتحریک ہے لیکن فارسی مین بسکون بھی نظم ہوا کرتا ہے۔ سنجر زتب سوختہ چندین ہمہ ہذیان۔

مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رسل　　قبلۂ آلِ نبی کعبۂ ایجاد یقین

ختم بمعنی خاتم ہے۔

ہو وہ سرمایۂ ایجاد۔ جہان گرم خرام　　ہر کفِ خاک ہے واں گردۂ تصویر زمین

بسکہ اون حضرت کی ذات سرمایۂ آفرینش ہے اگر کہین سرگرم خرام ہون تو اوسکی

تاثیر سے ہر کف خاک زمین کے بنا لینے کا گردہ وخاکہ بجائے کہ اوس خاکہ سے بہت سی زمینین ایجاد ہوسکین یہ اغراق نامقبول ہے اگر یہ معنی لین کہ اوس خاکہ سے بہت سی تصویرین زمین کی بن سکین تو کوئی مدح نہین نکلتی۔

جلوہ پرداز ہو نقش قدم اوسکا جہاں ۔۔۔ وہ کف خاک ہی ناموس دو عالم کی زمین

یعنے اونکے قدم کی خاک سے دو عالم کو آبرو و شرف حاصل ہے۔

نسبت نام سے اوسکے ہی یہ رتبہ کہ ہے ۔۔۔ ابد اپشت فلک خم شدۂ ناز زمین

علی علو سے مشتق ہے تو علو فلک مین بھی ہے اور علی مین بھی ہے اور فلک کو اون حضرت کے نام کے ساتھ نسبت ہے اور اس نسبت سے اوسکو رتبۂ بلند حاصل ہوگیا ہے لیکن وہ حضرت اہل زمین مین سے ہین اس سبب سے زمین کا احسان فلک پر ہوا اور بار احسان اور ناز زمین کا اوٹھانے اوٹھاتے پشت فلک خم ہوگئی اور ابد تک زمین اسبات پر ناز کئے جائے گی اور احسان رکھے جائے گی اور ہمیشہ پشت فلک اوسکے بوجھ سے خم رہے گی یہ بنائے ہوئے معنی ہین جو مین نے بیان کئے ورنہ غرض مصرع کی یہ ہے کہ حضرت کی کنیت ابو تراب ہے اس سبب سے زمین فلک پر ناز کر رہی ہے کہ تراب زمین پر ہے لیکن جب ابو تراب کا لفظ ذہن شاعر ہی مین رہگیا تو تو کیونکر اس شعر کو بامعنی کہہ سکتے ہین۔

فیض خلق اوسکا ہی شامل ہی کہ ہوتا ہے سدا ۔۔۔ بوئے گل سے نفس باد صبا عطر آگین

یعنے ممدوح کے خلق کا فیض گل کو پہونچا ہے اسی سبب سے نفس باد صبا بوئے گل سے عطر آگین ہے۔

برش تیغ کا اوسکی ہی جہان مین جرچا ۔۔۔ قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہین

یعنے ممدوح کی تلوار موجود کو معدوم کرنے کرنے کہین سر رشتہ ایجاد ہی کو قطع نہ کردے اغراق مبتذل ہے۔

کفر سودا اوسکا وہ جلوہ ہی کہ جس سے ٹوٹے ۔۔۔ رنگ عاشق بکیطرح رونق بتخانۂ چین

رنگ کا ٹوٹنا اور رونق کا ٹوٹنا اردو کا محاورہ نہین ہے مصنف مرحوم نے اپنی عادت کے موافق فارسی کا ترجمہ کرلیا ہے (ٹوٹے) کی جگہ (اوڑ جائے) پڑہنا چاہیے وہ اس شعر مین ایسا کے معنی پر ہے اور بندش مین گنجلک ہوگئی ہے۔

جان پناہا۔ دل و جان فیض رسانا۔ شاہا وصی ختم رسل تو ہے بفتوائے یقین

(دل و جان فیض رسانا) یعنے دل و جان کو فیض پہونچانے والے۔ اردو تو اردو ہے فارسی
ترکیبین فارسی مین بھی لانا خلاف فصاحت ہے یہ ترکیب بھی حکیم مومن خانصاحب کے
اس مصرع سے کم نہین ہے۔ ع رہے بحال بندہ خدایا نگاہ رکھنا۔ غرض مصنف کی یہ ہے
کہ ممدوح وصی پیغمبر ہین اون سے معارف و ولایت و علوم نبوت کو اخذ کیا ہے
جسکا فیض روحانی ہے۔ یہان مصنف مرحوم نے اون حضرت کے وصی ہونے پر یقین کا
دعوے کیا ہے اسوجہ سے کہ وصی ہونا متواترات سے ہے اور خبر متواتر کا یقین ضروری
ہے جسدن رسول اللہ ص کی وفات ہوئی حضرت علی ع کو بلا بھیجا جب تک وہ حاضر
ہون تین مرتبہ پوچھا۔ علی آئے علی آئے علی آئے۔ غرض کہ آفتاب نکلنے کے پہلے حضرت
آکر حاضر ہوئے اور وہان جو جو بیان کہنے سب ہٹ گئے لیکن فاکب علی رض
فکان اخر الناس یہ عہد افجعل لسیارہ و بنا جیہ حضرت علی ع جھک پڑے اور سب کے آخر
مین رسول اللہ ص سے اونھین نے ملاقات کی رہ حضرت ص اون سے اسرار کہنے لگے
اور چپکے چپکے باتین کرنے لگے۔ پھر اسکے بعد جب صحابی جلیل حضرت حجر بن عدی رض
مع اعوان و اصحاب پانبخیر ہو کر شام مین پہونچے جلاد تلوار کھینچے ہوئے سر پر
آکھڑا ہوا اور کہنے لگا اے ابو تراب کے دوستو اگر اسوقت بھی تم اپنے کفر سے
باز نہ آؤ گے اور ابو تراب پر لعنت اور تبرا نہ کروگے تو مجھے تم کے قتل کرنے کا
حکم امیر المومنین نے دیا ہے یہ سنکر حضرت حجر رض اور اونکے رفقا بولے کہ جو بات
تو چاہتا ہے اوسکے قبول کرنے سے قتل ہونا ہمین آسان تر ہے اور خدا اور
اوسکے نبی اور اونکے وصی کے پاس جانا ہمارے لئے آگ مین جانے سے بہتر
ہے۔ "ان الصبر علی حد السیف لالیسر علینا مما ندعوا الیہ ثم القدوم علی اللہ و علی نبیہ
و علی وصیہ احب الینا من دخول النار" امام حسن ع کی خبر وفات جب دشمنون نے
خوش ہوکر ابن عباس رض کو پہونچائی تو وہ کہنے لگے "لئن اصبنا بہ فقد اصبنا بسید
المرسلین و امام المتقین و رسول رب العالمین ثم بعد بسیدالاوصیا" یہی ایک مصیبت
ہمارے لئے تھوڑی ہوئی ہے ہم پر تو سردار مرسلین و پیشوائے متقین و رسول
رب العالمین کے مرنے کی پہاڑ ونکے بعد سیدالاوصیا کے گزرنے کی مصیبت

بھی پڑھی ہے۔ پھر ایک دفعہ حضرت علی رض نے دو مینڈھے قربانی کئے جب اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ص وصیت کر گئے ہیں کہ اونکی طرف سے بھی قربانی کیا کروں۔ اور رسول اللہ ص کا قرض بھی بعد اونکے حضرت علی رض نے ادا کیا ہے۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ جنھوں نے حضرت علی سے قتال کیا ہے اون کے منہہ پر لوگوں نے کہا کہ علی وصی ہیں۔ ذکروا عند عائشۃ ان علیا کان وصیا۔ یہ سنکر اونھوں نے کہا کب وصی کیا میری آغوش میں تو اون حضرت کا دم نکلا۔ اوسی زمانہ سے حضرت کا وصی ہونا ایسا مشہور تھا کہ ہرمز بن فیروز جلیل القدر تعجب سے کہتا ہے کہ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ابو بکر رض اور وصی رسول پر حکومت کریں ابو بکر کو تو یہ آرزو تھی کہ رسالت مآب کسی کو مقرر کردیں تو اوس کی اطاعت کا حلقہ اپنے گلے میں ڈالیں یہ سب باتیں تو ایسی ہیں جنکا کسی نے انکار نہیں کیا اسکے علاوہ حکیم بن جبیر سا محدث جلیل بطریق متعددہ روایت کرتا ہے کہ سلمان رض نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا وصی کون ہے فرمایا میرا وصی میرا برادر میرے اہل میں میرا جانشین اور سب میں میرے بعد ممتاز علی بن ابی طالب ہے۔ دوسری روایت میں حضرت بریدہ سے فرمایا ہر نبی کا وصی ہوتا ہے میرا وصی اور میرا فرزند علی ہے۔ ایک روایت ابوذر رض سے ہے کہ فرمایا میں خاتم النبیین ہوں اور علی خاتم الاوصیا ہے لیکن امام احمد اور عقیلی اور ابن جوزی وغیرہ نے حکیم بن جبیر سے ایسی ایسی روائتیں سنکر اونہیں محدثین ضعفا میں داخل کردیا۔

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر　　نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگین

ممدوح سے کہتے ہیں تیرا منبر دوش پیمبر ہے اور تیرے نام کا نگین پیشانی عرش انور ہے۔

کس سے ممکن ہو تری مدح بغیر از واجب　　شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئین

واجب وہ جو خود بخود موجود ہو اصطلاح فلسفہ میں واجب خدا کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی ذات کو واجب تعالے کے ساتھ ایسا ربط ہے جیسا کہ شمع کو شعلہ سے ہے یعنے وہ حضرت فنا فی اللہ ہیں اونکی مدح سوائے خدا کے کسی سے نہیں ہو سکتی جیسے شمع کا فروغ شعلہ کے سوا نہیں ہو سکتا۔ آئین بستن زینت دینے کے معنی پر ہے۔

آستان پر ہی ترے جوہر آئینہ سنگ رقم بندگی حضرت جبریل امین

سنگ سے سنگ آستان مراد ہے یعنے تیری چوکھٹ کا پتھر ایسا ہے جسمین حضرت جبریل ع کے سجدون کے نشان ہین وہ سب نشان گویا اوس آئینہ کیلیے جوہر ہین۔

تیرے دے کے کیے اسباب نثار آمادہ خاکیونکو جو خدا نے دی جان دل و دین

اس شعر مین اسباب کا آمادہ کرنا محاورہ اردو کے خلاف ہے اسباب کا مہیا کرنا محاورہ ہے اور آمادہ کرنا اردو مین ترغیب دینے کے محل پر بولتے ہین فارسی کا ترجمہ کر لینے مین مصرحوم کی جرأت اسقدر بڑہی ہوئی ہے کہ انکے کلام سے اردو کے محاورات کوئی نہین سیکھ سکتا۔

تیری مدحت کیلیے ہین دل و جان کام زبان تیری تسلیم کو ہین لوح و قلم دست و جبین

یعنے تیری مدح سرائی کرنے کے لئے دل و جان دونون مل کر کام زبان بن گئے ہین اور تجھے تسلیم کرنے کے لئے قلم اور لوح دونون مل کر دست و جبین ہو گئے ہین ہندون مین تسلیم اسی کا نام ہے کہ ماتھے پر ہاتھ رکھین۔

کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا کس سے ہو سکتی ہے آرائش فردوس برین

اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو مدح کرتا ہے اوسکے واسطے بہشت آراستہ کیے جاتے ہین۔

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد کہ سوا تیرے کوئی اوسکا خریدار نہین

شوخی عرض مطالب مین ہی گستاخ طلب ہی تری حوصلہ فضل پر از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول کہ اجابت کہی ہر حرف پہ سو بار امین

اجابت کے آمین کہنے سے قبول ہو جانا مراد لیتے ہین۔

غم پیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

سینہ کا غم سے بہر جانا فارسی والون کا محاورہ ہے اردو مین دل کا غم سے بہر آنا بولتے ہین اس شعر مین مصرعے بہ مطلب بیان کیا ہے کہ دل جب غم سے بہرتا ہے تو آنکھون کیطرف سے چھلکتا ہے۔

طبع کو الفت دلدل مین یہ سرگرمی شوق کہ جہانتک چلی اوس سے قدم اور مجھی جبین

یعنے اسقدر شوق ہو کہ جب وہ قدم رکھے مین اپنی جبین کو اوس کے لئے فرش کردون۔
دوسرے مصرع کا مضمون فارسی سے ماخوذ ہے لیکن اردو کے محاورہ مین بھی کیا
پورا اوترا ہے کہ تعریف نہین ہوسکتی یہان فارسیت کلام کا زیور ہوگئی۔

دل الفت نسب و سینۂ توحید فضا  نگہ جلوہ پرست و نفس صدق گزین

دل کی صفت الفت نسب اور سینہ کا وصف توحید فضا دونون ترکیبین ایسی مہمل
ہین کہ خدا ہی سمجھے جو اسکے معنے کچھ بن سکین۔ دوسرا مصرع بہت خوب کہا ہے نگاہ
کی صفت جلوہ پرست اور نفس کا وصف صدق گزین خاتم و نگین کا حسن دے رہا
ہے۔ مطلب مصرع کا یہ ہے کہ دل مین ہو جوش و لا سینہ مین نور عرفان۔

صرف اعدا اثر شعلۂ و دود و دوزخ  وقف احباب گل سنبل فردوس برین

رنگینی گل کا شعلے اور پیچ و تاب سنبل کا دھوئین سے۔ قابل کرنا مقصود ہے صرف و
وقف کا جمع اور اعدا و احباب و دوزخ و فردوس کا تقابل بھی لطف سے خالی نہین

---

ہان مہ نو سنین ہم اوسکا نام  جسکو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

ہلال عید سے خطاب ہے۔

دو دن آیا ہے تو نظر دم صبح  یہی انداز اور یہی اندام

رمضان کی چھبیسوین شب پچھلے کو روزہ دار چاند کو ڈھونڈھتے ہین اگر اوس دن
نہ دکھائی دیا تو گمان غالب ہوجاتا ہے کہ اوتیس کا چاند ہوگا پھر ستائیسوین شب
بھی نماز صبح کے وقت چاند کو ڈھونڈھتے ہین اگر اوس دن دکھائی دے گیا تو گمان
غالب ہوجاتا ہے کہ تیس کا چاند ہے ان دونون تاریخون کا چاند ہلال کیطرح
باریک و منحنی ہوتا ہے یہی دونون دن مصرعے مراد لئے ہین۔

ہائے دو دن کہان رہا غائب  بندہ عاجز ہے گردش ایام

یعنے تحت الشعاع کے ایام جن دنون مین چاند چھپا رہتا ہے۔

اوڑ کے جاتا کہان۔ کہ تارون کا  آسمان نے بچھا رکھا ستھا دام

ہلال کو مچھلی سے بھی تشبیہ دیا کرتے ہین اور مچھلی تڑپ کر اوڑتی ہے اوڑنے کا
لفظ بھی مناسب واقع ہوا ہے۔

مرحبا اے سرور خاص خواص — جذا اے نشاط عام عوام
عذر مین تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام

چاند کے چھپنے کا زمانہ دو دن سے زیادہ اور تین دن سے کم ہے۔ اسی سبب سے موصوف نے تیسرے شعر مین کسر کو چھوڑ کر دو دن کہے اور اس شعر مین کسر کو بڑھا کر تین دن کہے اور یہ بات محاورہ و عادات مین جاری ہے۔

اوسکو بھولا نہ چاہیئے کہنا — صبح جو جاوے اور آوے شام

کس لطف سے اس مثل کو موزون کیا ہے کہ صبح کا بھولا شام کو آئے تو اسے بھولا نہین کہتے۔ اور کس محل پر صرف کیا ہے چھبیسوین یا ستائیسوین کی صبح کو چاند نکل کر پھر اوتیسوین یا تیسوین کی شام کو دکھائی دیتا ہے اس سے لطف کلام ظاہر ہے۔

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا — تیرا آغاز اور ترا انجام

اس شعر مین (کہ) کی توجیہ اشکال سے خالی نہین لیکن (کہ) اس مقام پر محاورہ مین بول بھی جاتے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مین نے تجھسے راز دل پوچھا تو کیا ہوا۔ (کہ) یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ تو بدر سے گھٹتے گھٹتے فنا ہو گیا سو اب پھر چمک کر نکلا آغاز سے کمال مراد ہے اور انجام سے چھپ جانا مقصود ہے اور کاف یہان تعلیل کے معنی پر ہے۔

راز دل مجھسے کیون چھپاتا ہے — مجھکو سمجھا ہے کیا کہین نمام
جانتا ہون کہ آج دنیا مین — ایک ہی ہے امید گاہ انام

تو اپنی امید گاہ کو لاکھ چھپائے مگر وہ چھپ کب سکتی ہے ایک ہی آستانہ تو مرجع خلق ہے اوسکے سوا اور تجھے کس سے امید فروغ ہو سکتی ہے۔

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش — غالب اوسکا مگر نہین ہے غلام
جانتا ہون کہ جانتا ہے تو — تب کہا ہے بطرز استفہام

ہلال سے کہتے ہین کہ تو اوس در کا حلقہ بگوش ہے تو کیا مین غلام نہین ہون۔ مجھے معلوم ہے کہ تجھے میری غلامی کی خبر ہے اس سبب سے بطرز استفہام کہا ہے تجھسے پوچھا ہے۔

مہر تابان کو ہو تو ہووے ماہ — قرب ہر روزہ بر سبیل دوام

تجھکو کیا پایہ روشناسی کا　　جز تقرب عید ماہ صیام

آفتاب کو درگاہ ممدوح سے روزانہ قرب حاصل ہو تو ہو سکتا ہے لیکن تجھکو سوا عید کے یہ مرتبہ نہین حاصل ہو سکتا۔

جانتا ہون کہ اوسکے فیض سے تو　　پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام

تو تو ممدوح کا نام ہی مجھسے چھپاتا ہو لے مین یہ بھی بتائے دیتا ہون کہ پھر اوس کے فیض سے تو ماہ کامل بنا چاہتا ہے یعنے تجھسے زیادہ میری دہان رسائی ہے۔

ماہ بن ماہتاب بن مین کون　　مجھکو کیا بانٹ دیگا تو انعام

اس سارے قصیدہ مین عموماً اور اس شعر مین خصوصاً مصنف نے اردو کی زبان اور حسن بیان کی جھلک دکھائی ہے۔ ایک مصرع مین تین جملہ جسکے مضمون سے رشک ٹپک رہا ہے دوسرا مصرع طنز سے بھرا ہوا ہے چارون جملون مین حسن النشا پھر خوبی نظم و بے تکلفی ادا۔

میرا اپنا جدا معاملہ ہے　　اور کے لین دین سے کیا کام

کہین اس خیال مین نہ رہنا کہ تیرے ہی لئے انعام ہے اور مین محروم ہون اس سبب سے تجھپر رشک کرتا ہون۔

ہے مجھے آرزو بخشش خاص　　گر تجھے ہے امید رحمت عام

اس شعر مین لفظ آرزو کسیقدر مقتضاے مقام سے الگ ہے آرزو مین اوسکے پورے ہونے کا اعتقاد نہین ہوتا اور امیدوار کو اپنی امید بر آنے کا اعتقاد ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہے مجھے بھی امید بخشش خاص یعنے ایسی بخشش جو خاص میرے لئے نافع ہے گر تجھے ہے امید رحمت عام یعنے ایسی رحمت جسکا فائدہ عام ہو۔

جو کہ بخشے گا تجھکو فر فروغ　　کیا نہ دیگا مجھے مئے گلفام

یعنے جب تیری روشنی لطیفیل معنی ضیا بخش عالم ہو گی تو کیا مجھے چاندنی رات مین شراب پینے کو نہ ملیگی۔

جب کہ چودہ منازل فلکی　　کر چکی قطع تیری تیرے گام

تیرے پرتو سے ہون فروغ پزیر　　کوئی و مشکوئی و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہات مین لبریز اپنی صورت کا اک بلورین جام

ہلال سے کہتے ہین کہ جب تو اپنی تیزی رفتار سے چودھوین منزلین طے کر کے چودھوین کا چاند ہو جائے گا اور تیرے پرتو سے کوے و شکوے و در و بام پر چاندنی چٹکی تو دیکھ لینا کہ میرے ہاتھ مین بھی چمکتا ہوا جام بلورین اسی انداز کا ہو گا۔ شکو بمعنے محاسرا۔

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا تو سن طبع چاہتا تھا لگام

فقط جام شراب و شب ماہتاب کے ذکر سے غزل سرائی کی لہر اٹھی۔

زہر غم کر چکا تھا میرا کام مجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

مین تو غم سے تمام ہو چکا تھا تو نے قتل کر کے اپنے سر کیون الزام لیا۔

مئی ہی پہر کیون نہ مین پیے جاؤن غم سے جب ہو گئی ہو زیست حرام

لطیفہ اسمین یہ ہے کہ مئے بھی حرام ہے اور غم سے زیست بھی حرام ہے پھر مئے کیون نہ پیون کہ اوس سے غم تو غلط ہو جاتا ہے لیکن اگر مے کو حرام سمجھ کر اوس سے پرہیز کرون تو غم کے ہاتھون زیست حرام ہوئی جاتی ہے۔ نہایت لطیف مضمون ہے

بوسہ کیسا۔ یہی غنیمت ہے کہ نہ سمجھین وہ لذت دشنام

اوسے نہین معلوم کہ گالیان کھانے مین بھی مجھے مزا مل جاتا ہے نہین تو بوسہ کیسا گالیان دینا بھی وہ موقوف کر دے۔

کعبہ مین جا سکے نہ کبھی کیا خوب ہم کو غالب اب تو بانده ہے دیر مین احرام

جسطرح کعبہ کے بدلے دیر مین احرام باندھ لیا ہے اسیطرح دیر کے بدلے کعبہ مین ناقوس پھونکین گے۔

اوس فتح کا ہے دور مجھکو یقین جس مین کہ گردش ایام

یعنے مجھے وہ جام عرفان میسر ہے جس شراب معرفت سے مست ہو کر فلک رقص کر رہا ہے۔

بوسہ دینے مین اونکو ہے انکار دلکے لینے مین جنکو تھا ابرام

شعر مین التفات لطیف ہے۔ ابرام ضد کرنے کے معنی پر ہے۔

چھیڑ تا ہون کہ اونکو غصہ آئے کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

یعنے اونکے چھیڑنے کے لئے مین نے اپنا نام غالب رکھا ہے۔

کہہ چکا مین تو سب کچھہ اب تو کہہ — اے پری چہرہ پیک تیز خرام

یہان سے پہر ماہ تو کیطرف خطاب ہے چاند کو سرعت سیر کے سبب سے شعرا پیک کہا کرتے ہین۔

کون ہی جسکے در پہ ناصیہ سا — ہین مہ و مہر و زہرہ و بہرام

مریخ کا فارسی نام بہرام ہے۔

تو نہین جانتا تو مجھسے سن — نام شاہنشہ بلند مقام
قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ — مظہر ذو الجلال والاکرام

اس نظر سے کہ چشم امید اونہین کیطرف لگی ہوئی ہے اور دل اونہین کیطرف مجمع ہے قبلہ چشم و دل کہا ہے۔

شہسوار طریقۂ انصاف — نوبہار حدیقۂ اسلام

شہسوار کا صحیح نوبہار اور طریقہ کا حدیقہ سے پہر انصاف کے ہمورن اسلام کا ہونا شعر مین لطف دے رہا ہے۔

جسکا ہر فعل صورت اعجاز — جسکا ہر قول معنے الہام

فعل اور قول کا اور صورت و معنی کا مقابلہ اعجاز و الہام کا تناسب پہر دونون مصرعون کی ترکیب کا تشابہ خوبی شعر کا باعث ہے۔

بزم مین میزبان قیصر و جم — رزم مین اوستاد رستم و سام

میزبان کہنے سے غالبًا یہ مراد ہے کہ قیصر و جم اوسکے زلہ خوار ہین۔

اے ترا لطف زندگی افزا — اے ترا عہد فرخی فرجام

یہان سے ممدوح کیطرف التفات ہے۔

چشم بد دور خسروانہ شکوہ — نوحش اللہ عارفانہ کلام
جان نثار و مہین تیے قیصر روم — جرعہ خوار و سمین تیے مرشد جام

لف و نشر ترتیب ہے مرشد جام سے غالبًا جامی کو مراد لیا ہے۔ نوحش اللہ ما شاء اللہ کے محل پر فارسی والے بولتے ہین مگر عربی مین یہ جملہ کہین دیکھنے مین نہین آیا نہ نوحش کوئی لفظ عربی ہے امید مین اسکا استعمال فارسی واردو مین غلط سمجھتا ہون۔

وارثِ ملک جانتے ہین تجھے ایرج و تور و خسرو و بہرام
زورِ بازو مین جانتے ہین تجھے گیو و گودرز بیژن و رہام

دونون شعرون کے اوپر کے مصرعون مین سبع لاکر حسن پیدا کیا ہے۔

مرحبا موشگافیٔ ناوک آفرین آبداریٔ صمصام
تیر کو تجھ سے تیر غیر ہدف تیغ کو تیری تیغ خصم نیام

لف ونشر مرتب ہے یعنے تیرِ تو ایسا موشگاف ہے کہ دشمن کا تیر اسکا ہدف ہے اور تیغ تیری ایسی آبدار ہے کہ تیغ خصم کو نیام کیطرح کاٹ ڈالتی ہے۔

رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند برق کو دے رہا ہے کیا الزام
تیرے فیل گران جسد کی صدا تیرے رخشِ سبک عنان کا خرام

رعد و برق و فیل و اسپ و گران جسد و سبک عنان سب الفاظ متناسب ہین۔ پھر لف ونشر بھی بترتیب ہے۔

فن صورتگری مین تیرا گزر گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام
او سکے مضروب کے سر و تن سے کیون نمایان ہو صورتِ ادغام

تیرے گرز کو مصوری و صورت گری مین عجب دستگاہ ہے کہ اپنے مضروب کے سر و تن کو ایک کرکے ادغام کی تصویر کھینچ دیتا ہے۔

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے صفحہائے لیالی و ایام
اور اون اوراق مین بکلک قضا مجملاً مندرج ہوئے احکام

ازل مین جو احکام مندرج ہوئے وہ مجمل تھے ابد تک اوسکی تفصیل ہوتی رہیگی۔

لکھ دیا شاہد و فکو عاشق کش لکھ دیا عاشقون کو دشمن کام

شاہد عربی لفظ ہے لیکن معشوق کے معنی پر اسکا استعمال فارسی والون کا تصرف ہے دشمن کام اوس شخص کو کہتے ہین جو دشمنون کے حسب مراد ہو یعنے تباہ و برباد ہو۔

آسمان کو کہا گیا کہ کہین کنبد نیلگر و نیلی فام
حسکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین خال کو دانہ اور زلف کو دام

کہا گیا کہ کہین اور لکھا گیا کہ لکھین ان دونون فقرون کی ترکیب تازگی سے خالی نہین۔

آتش و آب باد و خاک نے لی وضع سوز و نم و رم و آرام

دوسرے مصرع کی بندش سے زور قلم ٹپک رہا ہے اور مصنف کو الفاظ پر جو قدرت حاصل ہے یہ مصرع اوسکی تفصیل کر رہا ہے۔

مہر رخشان کا نام خسرو روز ماہ تابان کا اسم شحنۂ شام

یعنے آفتاب کو خسرو روز کا خطاب ملا اور ماہ کا اسم شحنگی شام کے دفتر مین لکھا گیا۔

تیری توقیع سلطنت کو بھی دی بدستور صورت ارقام

رقم سے ترقیم آیا ہے ارقام غلط ہے۔ بدستور سے حسب ضابطہ مراد ہے اور دستور وزیر کو بھی کہتے ہین۔

کاتب حکم نے بموجب حکم اوس رقم کو دیا طراز دوام

یعنے فرمان سلطنت تیرے لئے لکھکر اوسپر خلود و دوام کا طغرا لگا دیا۔

ہے ازل سے روائے آغاز ہو ابد تک روائے سائے انجام

دعائیہ شعر ہے روائے بمعنی جواز و امکان ہے یہ لفظ مصنف نے فقط سائے کا سجع پیدا کرنے کے لئے بنا لیا۔ شارح کی نظر مین یہ قصیدہ خصوصاً اسکی تشبیب ایک کارنامہ ہے۔ مصنف مرحوم کے کمال کا اور زیور ہے اردو کی شاعری کے لئے اس زبان مین جب سے قصیدہ گوئی شروع ہوئی ہے اسطرح کی تشبیب کم کہی گئی۔

---

صبحدم دروازۂ خاور کھلا مہر عالمتاب کا منظر کھلا

طلوع صبح کو دروازہ مشرق کے کھلنے سے تعبیر کیا ہے یعنے صبح ہوئی اور سب منظر مین کہ جلوہ آفتاب نظر آتا ہے وہ منظر کھلگیا۔

خسرو انجم کے آبا صرف ہین شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

آفتاب کے نور مین ستارے چھپ گئے گویا خسرو خاور نے گنج گوہر کو صرف کر ڈالا۔

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود صبح کو راز مہر و اختر کھلا

سیمیا ایک فن کا نام ہے جسکے سبب سے اشکال وہمی وغیرہ وہمی دکھائی دیتے ہین کو الب کچھ نظر آتے ہین کچھ دیتے ہین دھوکا یہ بازی گر کھلا

یعنے ایک سے ایک نارا کر دردن کوس کے فاصلہ پر ہے اور باہم متصل نظر آتے ہین

اکثر آئینہ بے نور ہیں اور نورانی معلوم ہوتے ہیں جو قدیم ہیں بڑے ہیں وہ چھوٹے دکھائی دیتے ہیں جو چھوٹے ہیں وہ بڑے معلوم ہوتے ہیں متحرک ثابت دکھائی دیتے ہیں جو ساکن ہیں وہ سیار معلوم ہوتے ہیں مختلف رنگ ہیں اور اصل میں کچھ بھی نہیں ابھی طلوع نہیں ہوئے اور دکھائی دینے لگے اور غروب ہو چکے مگر پھر بھی نظر آرہے ہیں۔

سطح گردوں پر پڑا ستھا رات کو موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا

غور کرنے کی بات ہے یہاں اس تشبیہ نے ستاروں کا حسن بڑھا دیا حالانکہ شبہ بہ شبہ سے ضعیف ہے لم اسکی یہ ہے کہ معشوق کا زیور ستاروں سے زیادہ محبوب و مرغوب ہے گو چمک دمک میں اون سے کم ہے۔

صبح آیا جانب مشرق نظر اک نگار آتشین رخ سر کھلا

تھی نظر بندی کیا جب روسحر بادۂ گل رنگ کا ساغر کھلا

لاکے ساقی نے صبوحی کیلئے رکھ دیا ہے ایک جام زر کھلا

آفتاب پہلے چہرہ معشوق کا دھوکا ہوا پھر ساغر شراب کا یقین ہو گیا الا یہ ہے کہ آفتاب کو آفتاب نہ سمجھے۔

بزم سلطانی ہوئی آراستہ کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تمہید میں صبح کا بیان اسی لئے تھا کہ جب صبح ہوئی تو بزم شاہی آراستہ ہوئی۔

تاج زرین مہربان سی سوا خسرو آفاق کے سہرہ کھلا

مونہہ پر کھلنا زیب دینے کے لئے بر محاورہ میں ہے اوپر سہرا کا بہ مصرع کر دیا ہے زلف سے بڑھ کر نقاب اوس شوخ کے منہ پر کھلا۔

شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے راز ہستی او سپہ سر تا سر کھلا

سر ہستی کا سر تا سر ظاہر ہونا روشن دلی کی دلیل روشن ہے۔

وہ کہ جسکی صورت تکوین میں مقصد نہ چرخ و ہفت اختر کھلا

صورت تکوین میں فارسی ترکیب ہے اور پہر بھی اعلان نون موجود ہے۔

وہ کہ جسکے ناخنِ تاویل سے عقدۂ احکام بیمنبر کھلا

احکام کو عقدہ فرض کیا اوسکے مناسب ناویل کو ناخن سے تعبیر کیا۔

پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام اوسکے سر ہنگون کا جب دفتر کھلا
روشناسون کی جہان فہرست ہے وان لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا

پہلے شعر مین دارا کی تخصیص بیجا ہے اور دوسرے شعر مین قیصر کی۔ ایک طرح کا تناقض جو شعرا کی طبیعت مین فطری ہوتا ہے اوسکا مقتضے یہ تھا کہ وہان دارا کا ذکر تھا تو یہان قیصر کے بدلے یون کہتے کہ ع وان لکھا ہے نام اسکندر کھلا۔ یا اگر قیصر کو رکھنا منظور تھا تو دارا کے بدلے خاقان کہنا مناسب تھا اس سبب سے کہ دارا و اسکندر دونون علم ہین اور خاقان و قیصر دونون لقب ہین۔ اسکے علاوہ دوسرے شعر مین کھلا کمدر ہونا چاہیئے تھا کہتے ہین کھلا کھلا لکھا ہے اور یہان تکرار ضروری ہے۔

تو سن ستہ مین ہے وہ خوبی۔ کہ جب تھان سے وہ غیرت مصر کھلا
نقش پاکی صورتین وہ دلفریب تو کہے بت خانۂ آذر کھلا

آذر فارسی قدیم مین آگ کو کہتے ہین بت خانہ آذر سے آتشکدہ محسوس مراد ہے لیکن آتشکدہ مین مناسب ہے بت نہین ہوتے پھر اوسے بتخانہ کہنے نہین بن پڑتا مگر اسا ندہ قدمانے بھی بتان آذری باندھا ہے شاید کسی آتشکدہ مین زمانہ قدیم کے بت بھی ہون گے اور آذر بت تراش کیطرف نسبت نہین ہوسکتی اس سبب سے کہ املا بدلا ہوا ہے۔ نوکے فارسی کا ترجمہ ہے۔

مجھپہ فیض تربیت سے شاہ کے منصب مہر و مہ و محور کھلا

یعنے بادشاہ کی تربیت سے یہ علم مجھے ہوا کہ آفتاب کا کیا منصب ہے اور ماہ کا کیا عہدہ ہے یعنے علم السمار و العالم مجھے بادشاہ سے حاصل ہوا ایک احتمال یہ ہے کہ اوکا منصب مجھپر کھلا یعنے اونکی تنخواہ میرے نام جاری ہوگئی یعنے آفتاب و ماہ کا جو عہدہ تھا مین اوس سے سرفراز ہوا پہلی صورت مین تربیت بمعنی تعلیم اور دوسری صورت مین بمعنی پرورش ہے اس شعر مین اختر کو چھوڑ کر محور قافیہ لائے ہین بے لطف و بے ربط معلوم ہوتا ہے اس سبب سے محور اجرام و اجسام مین سے کوئی شئے نہین ہے بلکہ افلاک فرضی و موہومی لکیر کا نام اہل ہیئت نے محور رکھ لیا ہے یعنے کرۂ متحرکہ کے درمیان مین جو ایک ساکن لکیر قطبین کو ملاتے

بیچ مین موہوم ہوتی ہے وہ لکیر محو رہے بھلا اوسکو مہر و ماہ کے ساتھ کیا ربط ہے لیکن مصنف کو مناسبت لفظی جو مہ و محو و مہر مین ہے باعث ہوئی کہ اسی کو قافیہ بنایا۔

لاکھ عقدے دل مین تھے لیکن ہر ایک — میری حدِ وسع سے باہر کھلا

لاکھون مشکلین جو میری استطاعت سے باہر تھین وہ آسان ہوگئین۔

تھا دلِ وابستہ قفلِ بے کلید — کیسے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا

دوسرے مصرع مین استفہام سے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ محض تعجب اور خوشی کا اظہار و اخبار استفہام کے پیرایہ مین ہے۔

باغِ معنی کی دکھاؤنگا بہار — مجھسے گر شاہِ سخن گستر کھلا

کہلنے کے معنی بے تکلف ہوکر باتین کرنے کے ہین لیکن یہان التفات بادشاہ مراد ہے۔

ہو جہان گرمِ غزل خوانیِ نفس — لوگ جانین طبلۂ عنبر کھلا

قصیدہ مین شعرا غزل بھی کہہ جاتے ہین لیکن تشبیب و تمہید مین۔ یہان مصنف مرحوم نے مدح کہتے کہتے غزل شروع کردی۔ غزل کے بعد پھر مدح گوئی شروع کی یہ ایجاد ہے۔

کنج مین بیٹھا رہون یون پر کھلا — کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا

اپنے تئین مرغِ گرفتار قفس فرض کرکے پہلے مصرع مین شاعر نے اپنی حالت پر افسوس کیا ہے اور دوسرے مصرع مین اپنی حسرت کو بیان کیا ہے۔

ہم پکارین اور کھلے۔ یون کون جائے — یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

یعنے دروازہ کھلا پائین تو بے پکارے ہی اندر چلے جائین یہ تاب کس کو کہ ہم پکارین اور کھلے۔

ہمکو ہے اس رازداری پر گھمنڈ — دوست کا ہی راز دشمن پر کھلا

اپنے حال پر آپ استہزا کرتے ہین کہ ہم نواس بات پر نازان ہین کہ معشوق کا راز ہم نے کسی پر فاش نہین کیا اور معشوق کا یہ حال کہ غیرون کو اپنا رازدار اوس نے بنایا ہے۔

واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ — زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا

کہلانا زیب دینے کے معنی پر ہے لیکن زخم کا کہل جانا ایک دوسرا لطف ہے جو اس لفظ سے مصنف نے پیدا کیا۔

ہات سی رکھدی کب ابرو نے کمان　　کب کمر سے غمزہ کی خنجر کھلا

ابرو کو کمان سے اور غمزہ کو خنجر سے تشبیہ دیا کرتے ہیں لیکن ابرو کو کمان دار اور غمزہ کو خنجر گزار کہنا زیادہ لطف دی گیا۔ اس شعر میں ہاتھ کو ہات لکھا ہے یہ فقط اپنی بات کی پچہہ ہے کہ رات اور ذات کے ساتھ جو ہاتھ کو قافیہ کر دیا ہے تو محض اوس کے نباہنے کے لئے رسم خط ہی بدل دیا۔ اہل لکھنؤ اور تمام اردو زبان والے ہاتھ ہی لکھتے ہیں اور ہائے مخلوط کو تلفظ میں داخل سمجھتے ہیں اور بات اور رات کے ساتھ اسکا قافیہ غلط سمجھتے ہیں بلکہ ہاتھ کا قافیہ ساتھ لاتے ہیں۔

سفت کا کسکو برا ہے بدرقہ　　رہبری میں پردہ ہر بہر کھلا

یعنے جب سابقہ پڑا تو رہبر کا بھرم کھل گیا کہ "او خویشتن گم است" لیکن سفت کا بدرقہ کیا برا ہے۔ بدرقہ رہنما و نگاہبان کاروان کو کہتے ہیں۔

سوز دل کا کیا کری باران اشک　　آگ بھڑکی مینہ اگر دم بھر کھلا

مصنف مرحوم نے جس مقام میں (کا) کہا ہے یہاں (کو) زیادہ محاورہ میں ٹھیک ہوا ہے اور فیصلہ اہل زبان کے ہاتھ ہے۔

نامہ کے ساتھہ آگیا پیغام مرگ　　رہ گیا خط میری چھاتی پر کھلا

شادی مرگ ہو جانے کا مضمون کیا خوب کہا ہے یہ شعر میت الغزل ہے۔

دیکھیو غالب سی گر اوبجہا کوئی　　ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

دیکھیو ڈرانے کے مقام پر بولتے ہیں۔

پھر مواد حت طرازی کا خیال　　پھر مہ و خورشید کا فتر کھلا

مدح کے اشعار یا مضامین کو مہ و خورشید سے استعارہ کیا ہے۔

خامہ نے پائی طبیعت سی مدد　　بادبان بھی اوٹھتے ہی لنگر کھلا

یعنے خامہ اوٹھاتے ہی طبیعت اوسکی مدد کرنے لگی جیسے لنگر اوٹھتے ہی بادبان بھی کھلا۔ کھلنے کا لفظ طبیعت کے ساتھہ بھی بولا جاتا ہے بس اتنی مناسبت طبیعت کو بادبان فرض کرنے میں کافی ہے لیکن مصرع ثانی کی بندش اچھی نہیں بادبان بھی اس سر کر پڑا اور کھلا اوس سے

مدح سے۔ ممدوح کی دیکھی شکوہ — یہان عرض سے رتبہ جوہر کھلا

جوہر کا لفظ یہان گوہر کیطرح چمک رہا ہے دو معنیون کی ترکیب اسمین دکھائی دے رہی ہے ایک تو محل عرض جو فلسفہ کی اصطلاح ہے اور دوسرے معنی حسن ذاتی و خوبی فطری کے جو عرف مین زبان زد ہین۔

مہر کا نپا چرخ چکر کھا گیا — بادشہ کا رایت لشکر کھلا

مہر کا کانپنا اور فلک کا چکر کھانا تو ثابت ہے جیسا کہ بعض حکما کا خیال ہے لیکن مبالغہ اس توجیہ مین ہے کہ رایت شاہی کے رعب سے وہ کانپ اٹھا اور اس کو چکر آگیا۔ لفظ رایت بھی باوجود تانیث اردو مین مذکر بولا جاتا ہے جسطرح ثوبت وخلعت۔

بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علوئے پایۂ منبر کھلا

یعنے منبر کے رتبہ کا یہ سبب ہے کہ خطیب اوسپر بادشاہ کا نام لیتا ہے۔

سکۂ شہ کا ہوا ہے روشناس — اب عیار آبرو ئے زر کھلا

زر کی آبرو کا یہ سبب ہے کہ سکہ اوسپر بادشاہ کا ہے۔

شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآل سعی اسکندر کھلا

یعنے سکندر نے اسی آئینہ داری کی ہوس مین آئینہ بنانے مین سعی کی تھی۔

ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریب طغرل و سنجر کھلا

یعنے ملک ممدوح کا حق تھا اور طغرل و سنجر فریب سے بادشاہ بن بیٹھے تھے۔

ہو سکے کیا مدح۔ ہان اک نام ہے — دفتر مدح جہان داور کھلا

اس شعر کی بندش صاف نہین اور کاف کا خذف کرنا اور برا ہوا غرض یہ ہے کہ باوجودیکہ میرا نام نکل گیا ہے کہ مین نے مدح مین دفتر لکھ ڈالا اس پر مدح جیسی چاہیئے نہو سکی۔

فکر اچھی پر ستایش نا تمام — عجز اعجاز ستایش گر کھلا

یعنے فکر تو ایسی اچھی کہ اعجاز کہنا چاہیئے لیکن عجز اوس مین یہہ ہے کہ ستایش ناتمام رہی۔ ندرت یہ ہے کہ اعجاز مین عجز ثابت کیا ہے۔

جانتا ہون۔ ہی خط لوح ازل — تم پہ اے خاقان نام آور کھلا

جس مقام پر مصنف نے یہ شعر کہا ہے یہ قصیدہ مین عرض حال کا مقام ہے لیکن فقط اتنا کھکر کہ تم پر لوح ازل کا حال کھلا ہوا ہے اکتفا کی غرض یہ کہ میرا حال بھی تم پر پوشیدہ نہین ہوسکتا کہنے کی کوئی ضرورت نہین۔

تم کرو صاحب قرانی جب تلک ہے طلسم روز و شب کا در کھلا

صاحب قران نجوم کی اصطلاح مین اوس بادشاہ کو کہتے ہین جو قران عظے کیوقت پیدا ہوا ہو کہ اوسکی سلطنت بہت وسیع و ممتد ہوتی ہے اور قران عظے بھی اوسی فن کی اصطلاح ہے سیارات کی کوئی خاص ہیت ہے جسے قران عظے کہتے ہین غرض کہ صاحب قران سلطان فاتح جلیل الشان ہوا کرتا ہے اسی بنا پر قصہ حمزہ مین داستان گویون نے حمزہ کا لقب امیر صاحبقران رکھا اور اونکے طلسم توڑنے کے بہت سے افسانہ بنائے۔ مصنف نے صاحبقرانی کے ساتھ طلسم روز و شب کو اسی مناسبت سے جمع کیا ہے۔

---

ہان دل درد مند ذرمزہ ساز کیون نہ کھولے در خزینۂ راز

یعنے تو کیون نہ کھولے در خزینہ راز۔ یہان تو کا حذف کر دینا ہیت ہی سے معلوم ہوتا ہے

خامہ کا صفحہ پر رواں ہونا شاخ گل کا ہے گلفشان ہونا

یعنے قلم سے شعر نہین ٹپکتے پھول جھڑتے ہین۔

مجھسے کیا پوچھتا ہے۔ کیا لکھئے نکتہائے خرد فزا لکھئے

دل کیطرف خطاب ہے۔

بارے آمون کا کچھ بیان ہوجاے خامہ نخل رطب فشان ہوجاے

یعنے ایسے شیرین مضامین لکھہ جسمین رطب کا مزا آجائے۔

آم کا کون مرد میدان ہے نمرو شاخ گوی و چوگان ہے

تاک کی جی مین کیون رہی ارمان آئے یہ گوئے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوی خاک پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسیطرح مقدور بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچارجی کا کھونا ہے　　شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مطلب ظاہر ہے لفظ "ناک" کو مصنف مرحوم نے بتذکیر باندھا ہے اسوقت مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا کوئی بارہ تیرہ برس کا ذکر ہے کہ کلکتہ مین مشاعرہ ہوا تھا طرح کی غزل مین یہ شعر مین نے کہا تھا ؎

ناک انگور درختون پہ چڑھی تھی کل تک　　آج تو پھاند پڑی باغ کی دیوارون پر

مین نے اس شعر مین "ناک" کو بتانیث باندھا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ فارسی یا عربی کا جو لفظ کہ اردو مین بولا نہ جاتا ہو اول اوسکے معنی پر نظر کرتے ہین اگر معنی مین بتانیث ہے تو بتانیث اگر تذکیر ہے تو بتذکیر اوس لفظ کو استعمال کرتے ہین دوسرے اوسکے ہموزن اسما جو اردو مین بولے جاتے ہین اگر وہ سب مونث ہین تو اوس لفظ کو بھی مونث سمجھتے ہین اگر اوس وزن کے سب اسما مذکر ہین تو اوس لفظ کو بھی بتذکیر بولتے ہین اسی بنا پر لفظ ابرو کہ محاورہ اردو مین داخل نہین ہے شعرا اکثر مذکر باندھا کرتے ہین اسلئے کہ آنسو اور بازو اور چاقو وغیرہ جس مین ایسا واو معروف ہے سب مذکر ہین لیکن ابرو کے معنی کا جب خیال کیجئے تو بھوں مونث لفظ ہے اس خیال سے مونث بھی باندھ جاتے ہین۔ اب لفظ ناک کے معنی کا لحاظ کیجئے تو بیل مونث ہے ناک کو بھی مونث ہونا چاہئے اس سے مشابہ وہم وزن جو اسما اردو مین ہین وہ بھی مونث ہین جیسے خاک ناک ڈانک باناک راکھ آنکھ بھی قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ لفظ ناک کو مونث بولنا چاہئے۔

مجھسے پوچھو۔ تمھین خبر کیا ہے　　آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اودستمین نہ شاخ وبرگ و بار　　جب خزان آئے تب ہو اوسکی بہار

ازروے معنی آم کا کٹنے سے مقابلہ بہت ہی بھدا سیٹھا مضمون ہے مگر اسے ترک کرکے تو دوسرے شعر کا جو مضمون فکر نے پیدا کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا فقط اس مضمون کے خاطر سے اوس مقابلہ کا پھیکا پن بھی گوارا ہوگیا۔ اور خزان مین بہار ہونے سے یہ مراد ہے کہ دسہرے کے دنون مین نئے گنے نکلتے ہین اور وہ زمانہ خزان کا ہوتا ہے۔

اور دوڑائے قیاس کہان　　جان شیریں مین یہ مٹھاس کہان

جان مین ہوتی گر یہ شیرینی　　کوہ کن با وجود غم کینی
جان دینے مین او سکو یکتا جان　　پر وہ یون سہل دی نہ سکتا جان

اس قطعہ کا یہ مصرع "جان دینے مین او سکو یکتا جان" معترضہ ہے یعنے کوہ کن کو جان دینے مین یکتا مان لے اور بیشک سمجھ لے پر وہ بھی سہل مین جان نہ دیسکا کہ او سمین شیرینی ہے۔ مصرع آخر مین (وہ) نہ لانا چاہیے تھا۔ اس سبب سے کہ کوہ کن کی خبر اسی مصرع مین نکلتی ہے یعنے کوہ کن با وجود غم کینی اسطرح سہل دے نہ سکتا جان۔ گنجلک اس قطعہ مین تین وجہون سے واقع ہوئی اول تو یہ کہ مبتدا وخبر کے درمیان مین ایک مصرع کا مصرع جملہ معترضہ آگیا دوسرے (یکتا جان) ایسا جملہ ہے کہ اسمین جان کا لفظ دو معنی رکھتا ہے جس سامع کا خیال خصوصًا اس مقام پر بہک جاتا ہے تیسرے (وہ) کا لفظ یہہ دھوکا دیتا ہے کہ کوہ کن با وجود غم کینی ناتمام جملہ رہگیا لیکن اردو کے محاورہ مین یہ داخل ہے کہ جب مبتدا سے خبر کو بُعد ہو جاے تو ایسے مقام پر (وہ) لے آتے ہین غرض نحو اردو کے اعتبار سے (وہ) یہان اقتضا نہین ہو سکتا۔ ابن رشیق لکھتے ہین کہ بعض شعرا با وجود اسکے کہ طبیعت متوجہ نہین ہے فکر شعر سے دم گھبراتا ہے طبیعت پر اس حالت مین بھی جبر کرتے ہین اور تکلف و تصنع نظم کرتے ہین کہ جی نہ لگنے کے آثار اور دم گھبرانے کی علامتین اونکے اشعار مین پائی جاتی ہین اور تعقید و تکلف سے کلام خالی نہین ہوتا غرض یہ کہ جس وقت شعر کہنے مین جی نہ لگے او سوقت نہ کہنا چاہیے جبر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ حمام کرے اور گانا سنے اور نشاط طبیعت کے انتظار مین رہے مصنف مرحوم کی اس ساری مثنوی مین اسقدر آورد و تصنع ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آمد اصل مین کچھ ہوئی نہ تھی جس سے طبیعت خوش ہوتی اور مزا ملتا محض ولیعہد کی خاطر سے یا فرمایش سے جن آصون کی تعریف کرنے کو جی نہ چاہتا تھا اونکی مدح مین مثنوی لکھنا پڑی ہے حالت نشاط مین جو بے تکلفی ادا اور آمد مضامین ہوتی ہے اور تخیل جو شعر کی جان ہے جو بے نشاط طبیعت کے نہین پیدا ہوتی اس مثنوی مین نہین پائی جاتی غرضکہ اس مثنوی مین شاعری نہین ہے محض لطیفہ گوئی و بدیع گوئی ہے اسکے مضامین سے نشاط و اہتزاز نہین پیدا ہوا استعجاب و استغراب پیدا ہوتا ہے لیکن لطیفہ کو

تخیل کے ساتھ ایسی مشابہت ہے کہ لطیفہ گوئی پر بھی شاعری کا اطلاق ہوتا ہے اور اوسے جزو شاعری سمجھتے ہین وجہ یہہ کہ بدیع ولطیفہ سے استعجاب کا اثر تو نفس سامع مین پیدا ہوتا ہی ہے الغیہ ابن مالک رار جوزہ ابن سینا تھوڑی ہے کہ اوسے شعر نہ کہین۔ بلکہ اکثر ذی علم واہل قلم جو زندہ دل نہین ہین اور اونکی طبیعت مین وہ انفعالات لفسانیہ جو محرک فکر شعر ہین پیدا ہی نہین ہوتے یعنے۔ غضب طرب۔ عجب وعجب شوق وخوف۔ رحم وشرم۔ غرم وحزم۔ غم وہم۔ طمع وورع۔ محبت وعداوت۔ رغبت ونفرت۔ حکمت وعبرت۔ ارادت وندامت۔ رشک وشک وغیرہ سے اونکی طبیعت خالی ہوتی ہے۔ یا اوسکا اظہار خلاف مصلحت سمجھتے ہین اور اسپر بھی فکر مردہ اور خاطر افسردہ کے ساتھ شاعری کرنا چاہتے ہین اونکو سوا بدیع گوئی کے اور کوئی چارہ نہین خصوصًا وہ لوگ جو تمام اقسام نظم کو چھوڑ کر فقط غزل گوئی کیا کرتے ہین کہ دو مصرعون سے زیادہ اونکی فکر کو میدان نہین ملتا وہ سوا اسکے کہ ہر شعر مین چھوٹے چھوٹے لطیفہ اور ذرا ذرا سے چٹکلے نظم کرلین اور کچھ نہین کرسکتے غرض اسکے شعر ہونے مین شک نہین لیکن ابن رشیق نے شعر کی دو قسمین لکھی ہین۔ مطبوع یعنے وہ کلام جو دل سے اور طبیعت سے ہو اور دوسرے مصنع ومصنوع یعنے وہ کلام جو بناوٹ سے ہو پھر ایک جگہہ لکھتے ہین کہ کلام مین ایک آمد ہوتی ہے اور ایک آورد۔ آمد تو وہ کہ پہلی ہی دفعہ قلم سے جیسا نکل گیا نکل گیا اور آورد یہہ کہ پھر اوس پر نگر انظر کی اور اوسمین جو شعر یا فقرہ بے لطف وسست معلوم ہوا اوسے بتکلف بامزہ درست کردیا یعنے بعض لفظ بدل دے بعض الفاظ اولٹ پلٹ کردئے پھر پڑھکر اوسکے تیور دیکھے کہ اس مطلب کو ان الفاظ مین ابتدا اگر ہم کہتے تو یہی نشست ہوتی یا کچھہ اور۔ لیکن اردو اور فارسی والے اس آمد وآورد کو نہین سمجھ سکتے وجہ یہہ کہ اردو وفارسی مین کوئی شاعر ایسا نہین گزرا کہ فی البدیہہ سو پچاس شعر کا قصیدہ پڑھدے اور عرب کے شعرا جاہلیہ سکے سب ایسے تھے اس سبب سے کہ وہ اپنی زبان کو اپنے اوزان مین کہتے تھے ہماری طرح نہ تھے کہ اپنی زبان کو پرائے اوزان مین کہا کرتے ہین غرض کہ عرب کے تمام شعرا فی البدیہہ اکثر کہتے تھے اور اوسی کا نام آمد تھا اون مین سب سے پہلے زہیر نے قصائد حولیات مین یہہ طریق

اختیار کیا کہ ایک جا بیٹھ یا ایک شب کی فکر میں قصیدہ کہہ ڈالتا تھا پھر منتظر رہتا تھا کہ طبیعت میں جوش نشاط و سرور پیدا ہو تو دوبارہ نظر ڈالے اور اسی تکرار نظر کا نام آورد تھا۔ لیکن زہیر کی آورد کا کیا پوچھنا اوسکی آورد بس اور سیقدر تھی جسکی تقریر اوپر میں نے بیان کی ہے اور اسی آورد کے سبب سے چاہے اور کوئی نہ مانے مگر میری دانست میں وہ نابغہ و امرؤ القیس سے گوئے سبقت لے گیا۔ کاش یہ آورد یہیں تک محدود رہتی تو خوب تھا اسی آورد کے ضمن میں بدیع گوئی شروع ہوگئی اور صنایع و بدایع کی بنا قایم ہوئی۔ بہرحال اوس زمانہ میں ایسا مغلوب نہیں کرتے تھے کہ تخلیص یا تقابل یا تطابق کے لئے فصیح لفظ کو چھوڑیں اور ضلع کی رعایت سے معنی کی بسلیان لوڑیں یہ شعرائے مولدین نے افراط کر دی کہ صنعت و لطیفہ ہی مقصود اصلی ہوگیا معنی کی سستی و نقصان کا مطلق خیال نہ رہا۔ ابن رشیق کہتے ہیں کہ قدماے شعرا قصیدہ بحر میں ایک دو شعر صنعت یا دیوان بحر میں ایک آدھ قصیدہ بدیعہ ہونا پسند کرتے تھے۔ بس اس سے زیادہ صنایع و بدایع کی حرص کرنا کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب ہے بمقتضاے طبیعت و عادت فطرت کے خلاف ہے۔ صنایع و بدایع طرز گفتگو میں نہیں داخل ہیں اسی سبب سے بناوٹ و تصنع کا کلام دل پر اثر نہیں کرتا کسی اوستاد نے کیا خوب بات کہی ہے کہ میاں شعر ایسا کہو جو تمہارے کام کا ہو نہ ایسا کہ تم تو اوسکے کام میں لگے رہو اور وہ تمہارے کام نہ آئے۔ خدا نہ کرے کہ نظم میں یا نثر میں کسی کو تکلف و تصنع کی عادت پڑے۔ حریری کے واقعہ سے عبرت ہوتی ہے کہ مقامات لکھنے کے بعد اوسکی انشا پردازی کی ایسی ہوا بندھی کہ بغداد میں اوسکے لئے منشی دیوان الخلافہ کی خدمت تجویز ہوئی فوراً حاضر ہوا اور ایک خط لکھنے کا حکم صادر ہوا یہاں بے سجع و تصحیف و صنعت مرصعہ و مرقطا و خیفا و مقلوب مستوی کے رستہ ہی نہیں چلتے تھے ایک سطر بھی نہ لکھی گئی اور خفت اوٹھانا پڑی۔ دیکھو سلسلہ سخن کہاں سے کہاں جا پڑا کوئی یہ نہ سمجھے کہ صنایع و بدایع مطلقاً واجب الترک ہیں معنوی صنعتوں کا کیا پوچھنا اور صنایع لفظی کا بھی کیا کہنا۔ صنایع جبتک کہ لفظی یا معنوی ہیں وہ سب اگر بے تکلفی سے ادا ہو جائیں تو البتہ لفظ و معنی کی زینت ہو جاتی ہے بے تکلفی سے مراد یہ ہے کہ محاورہ کا لفظ چھوٹنے پائے۔ بندش میں کھنک

نہوئے پائے۔ معنی کے وضوح میں فرق نہ آئے۔ ابن رشیق کہتے ہیں قدما میں سے کسی کا قول ہے جو ایسا شعر ہو کہ اوسکے معنی پوچھے جائیں وہ بہت ہی برا شعر ہے صنائع ایسے بے تکلف ادا ہونا چاہئے کہ معلوم ہو محاورہ ہی میں داخل ہے یہ گمان بھی نہ گزرے کہ شاعر نے بزور فکر و زور دستی قلم اس صنعت کو باندھ لیا ہے۔ لیکن بہت سے صنائع ایسے ہیں کہ اونکو نافہموں نے لفظی صنائع میں شمار کیا ہے حال انکہ اونمیں سے کسی میں لفظ میں کچھ دخل نہیں جیسے تحبیس خطی جسے تصحیف بھی کہتے ہیں۔ خط و خطوط نما مدد جامہ و دوات و دواب و کتاب و کباب میں کہ کچھ خطاط لوگوں کو اس سے حظ ملتا ہوگا ورنہ ادیب کو تو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ یا بے نقط لکھنا۔ لیکن محب ہے کہ فیضی سا شخص اس صنعت میں اوقات ضائع کر گیا ساری تفسیر بروف غیر منقوط میں لکھ ڈالی اور اسپیطرح مواد الکلم بھی۔ اردو میں مرزا دبیر و اختر نے مرثیہ بے نقطا کہے۔ یہ صنعت بھی اسم مطابق سے مہمل ہے ادیب کو ادھر ہرگز توجہ نکرنا چاہئے۔ اس سے بڑھکر حروف منقوط کا التزام ہے۔ مرزا دبیر فرماتے ہیں ؎

حب بخت بن قیس نے زینت بخشی　　زینب نے تشفی تب بشفقت بخشی

جنت بخشی نبیؐ نے جنت بخشی

اس رباعی کے مصرع آخر میں انفصال حروف کی صنعت بھی موجود ہے۔ اسی طرح انفصال حروف کا التزام بھی کوہ کندن و کاہ برآمدن ہے اور رقم لینے ایک حرف معجم اور ایک مہمل اسی کو خیفا بھی کہتے ہیں۔ واسع الشفتین یعنے ب اور پ اور میم کا ترک نا کر پڑھنے میں ہونٹ سے ہونٹ نہ ملنے پائے۔ جامع الحروف یعنے ایک ہی شعر میں الف تے کے سب حروف آجائیں۔ اظہار المضمر یعنے ایک مصرع ایسا کہیں جسمیں پورے پندرہ حرف ہوں اور مکرر کوئی حرف نہ آئے پائے۔ اس کے بعد چہار مصرعوں کا ایک قطعہ یا رباعی کہتے ہیں جسکے ہر ہر مصرع میں اون پندرہ حرفوں میں سے آٹھ حروف معین لانا ضرور ہے اور باقی سات حرفوں کا لانا منع ہے۔ اون آٹھ حرفوں کی تفصیل یہ ہے۔

پہلے مصرع میں۔ ۱-۳-۵-۷-۹-۱۱-۱۳-۱۵۔　دوسرے مصرع میں۔ ۲-۴-۶-۷-۱۰-۱۱-۱۴-۱۵۔

تیسرے مصرع میں۔ ۴-۵-۶-۷-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵۔　چوتھے مصرع میں۔ ۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵۔

## مثلاً

گلستن سبز۔ خط عارض سبز ہے

طوق۔ طاقت گداز و شمس ضیا — آرزمی نہیکل بھی عقد شعلہ زا
نصرت سبزۂ چمن یہ ہے — یا گہ ہے خط عارض صمرا

یا جیسے مغلوب مستوی جبکے اوللتے سے وہی عبارت پھر نکل آئے جیسے مرزا دبیر کا یہ مصرع۔ آرام ہمارا ہے یہ آرام ہمارا۔

یا دبیر مرحوم کا یہ فارسی۔ طلع ؎

امید آشنایان شادی ما کہ — امید آباد شد آبادی ما کہ

معما و تاریخ کہنا بھی از بن نہیں ہے انمیں سے کوئی صنعت نہ معنوی ہے نہ لفظی کچھ تم خط سے متعلق ہیں۔ کچھ صفات حروف سے کچھ اعداد حروف سے۔ ان سب صنائی کا استعمال کرنا نظم میں ہو کہ نثر میں ادیب کا کام نہیں حقارہ مال کا پیشہ ہے۔ آل صنائع کی تفصیل کرنے سے غرض یہ تھی کہ جو صنائع کہ نائل احتراز ہیں اور جن سے خوبی لفظ و معنی کو کچھ تعلق نہیں بلکہ ضرر بلفصان ہی پہونچاتا ہے وہ سب ایسے ہی صنائع ہیں ان کا ذکر ضرورات سے کلام کو پاک رکھنا ضرور ہے لیکن انکے علاوہ جو معنوی و لفظی صنائع ہیں وہ کلام کا زیور ہیں انکی خوبی میں کوئی شک نہیں ہاں ان صنائع کا محل استعمال سمجھنا خداداد بات ہے کچھ فارسی دار دو پر منحصر نہیں ہے تمام دنیا کے شاعر ہر زبان اور ہر زمان کے اہل قلم ان صنعتوں کو بعد کلام بنا یا کئے اور اب بھی یہی طریقہ جاری ہے جو شعرا اپنی اپنی زبان میں خدا سخن سمجھے گئے ہیں۔ ولمیکی و ہومر شکسپیر فردوسی انیس و غیرہ ان سب کے کلام میں صنائع معنویہ و لفظیہ کثرت سے ہیں اور انکی اقتدار بیان اس بات کا شاہد ہے کہ انہیں ان صنعتوں کے استعمال کرنے میں اہتمام بلیغ تھا اور لفظ و معنی کی صفت بہ نسبت ان صنائع کے حکی تفصیل گزری بہت آسان معلوم ہوتی ہے لیکن انکا صرف کرنا نہایت مشکل امر ہے بلکہ سہل ممتنع ہے تجنیس خطی کا ذکر تو گزرا اب تجنیس لفظی کو خیال کرو ایک ہی مصرع اسوقت مجھے یاد ہے۔

نقش سم سکنت سجدہ گہ سکندین

کون ایسا ہے جو سبک تگ و سکندین کے اشتقاق سے مزہ نہ اٹھائے گا۔ والنجم من الصد

نام تو اتنا بڑا مگر صنایع لفظیہ مین سے یہ صنعت بھی دیکھنے مین ذرا سی بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک جملہ کا آخر دوسرے کا اول ایک ہی لفظ کے تکرار سے ہو یہ کونسا مشکل کام ہے اور کون سی اسمین کاریگری ہے مگر اس مطلع مین اسی صنعت کا حسن دیکھو تو معلوم ہو کہ انھا المضمر و مقلوب مستوی وغیرہ کی کچھ حقیقت ہی نہین اسکے آگے ؎

کیا کہین قاتل بسر کرتے ہین کس شکل سے ہم ۔۔۔ جارہ گر سے در زنالان در سے مال دل سے ہم
تمام عمر یہ نہین طے کی مین نے منزل عشق ۔۔۔ گرا تو اور اٹھ نہ سکا اور اٹھا تو چل نہ سکا۔

معنوی صنعتون مین تلمیح لیتے کسی قصہ کیطرف اشارہ کر دیتا ہے اہل سی بات معلوم ہوتی ہے اور یونانی و لاطینی شعرا مین بلکہ اونکی تقلید سے انگریزی زبان کے شاعرون مین بھی یہ صنعت کسقدر مشہور ہے اسکے صرف کرنے مین کسقدر افراط کرتے ہین جو لوگ ان زبانون سے ماہر ہین اون سے پوچھو کہ محض شعر سمجھنے کے لئے کسقدر واہیات افسانے انھین یاد کرنا پڑتے ہین جن قصون سے کہ نہایت نفرت ہوتی ہے تاریخ کیطرح اسے کو یاد رکھتے ہین کہ شعر ہی سمجھ مین نہین آسکتا اگر وہ سب کہانیان یاد نہون کیا اس صنعت کی خوبی مین کوئی شک ہو سکتا ہے لیکن کہنا اسکا نہایت دشوار ہے دیکھو کیا خوب کہا ہے ؎

ز عشق زادم و عشقم بکشت نارد رلیخ ۔۔۔ خبر نداد بر ستم کسے کہ سر ابم

اسی طرح طباق ایک صنعت معنوی ہے جسمین متقابل و متضاد چیزون کو جمع کرتے ہین یہ کام بظاہر کیسا آسان ہے مگر کرنا نہایت مشکل ہے ؎

یون مر کہ نہ یارون کو ہو بہاری ترا مرنا ۔۔۔ یون جی کہ رقیبون پہ نہو بار کسی کی

عکس بھی ایک سہل سی صنعت معنوی معلوم ہوتی ہے مگر کہنا آسان نہین ؎

اونکو آنا ہے پیار پر غصہ ۔۔۔ مجھکو غصہ پہ پیار آتا ہے

قصہ کوتاہ یہ استیعاب صنایع کا مقام نہین ہے نہ آج تک کسی سے استیعاب ہو سکا جتنا کتب بلاغت مین ہے بہت کم ہے اور جتنا چھوٹ گیا بہت زیادہ ہے وقت پسند طبیعتین ناتجربہ کاری سے ان صنایع کو کھیل سمجھکر اور ہر مسئلہ نہین ہوتین اور جو باتین کہ واقع مین کھیل ہین اونکو دقیق سمجھ کر صنعت خیال کرتی ہین یہ نہین سمجھتین کہ اگر صنایع معنوی و لفظیہ کو بے تکلفی سے کہہ سکین تو اسکے آگے سحر و تاریخ وغیرہ ہیچ ہین۔

نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر  کہ دو احسانۂ ازل مین مگر
آتش گل یہ قند کا ہے قوام  شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام

لفظ ازل کچھ بے محل ہے ازل کی جگہ قدر بہتر تھا۔

یا یہ ہوگا کہ فرط رافت سے  باغبانون نے باغ جنت سے
انتخبین کے حکم رب الناس  بھر کے بھیجے ہین سر بسر گلاس

یعنے باغبانون نے باغ جنت سے۔ بھر کے بھیجے ہین سر بسر گلاس یعنے انگبین کی ٹہلیان۔ اس قطعہ مین رب الناس بھرتی کا لفظ ہے قافیہ کی ضرورت رفع کرنے کے لئے یہ تکلف کیا ہے۔ عربی و فارسی کے ایسے الفاظ جو محاورہ اردو مین جاری نہین ہین اور غریب معلوم ہوتے ہین اکثر فصحا کے کلام مین موجود ہین لیکن وہان نازگی لفظ اوکو منظور ہوتی ہے اور اوسکے لئے خاص مقامات ہین کسی کو بیدھوکا نہ کہنا چاہئے کہ ہمین بھی اسیطرح غریب لفظ کا باندہنا درست ہے۔ یہان ایک نکتہ باریک ہے کہ بیان نہین ہوسکتا تاہم اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ فصحا جہان پر کسی ایسے لفظ کو استعمال کرتے ہین وہ لفظ معلوم ہوتا ہے کہ نگینہ جڑ دیا ہے بات یہ ہے کہ بعض مقامات کا مقتضے یہ ہوتا ہے کہ ادیب چاہتا ہے آسمان سے تارے توڑ لائے اور لفظ کے جڑنے اوسے یہان لگا دے۔ مثلاً کبھی فرط محبت کے مقام پر جدت الفاظ کی ضرورت پڑتی ہے جیسے میر انیس کہتے ہین ؎

وہ لوری کہ جسکی فصاحت لبون کو  سکھاتی ہے شعبہ صدا مین ہنکہڑیان جیسے بھولون مین
آتش کہتے ہین ؎

ان انکھڑیون مین اگر نشہ شراب آیا  سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا

اظہار شان و شکوہ کے مقام پر میر انیس کہتے ہین ؎ حلہ اونھین استبرق و سندس کے ملینگے۔
مبالغہ کے مقام پر ہمدم مرحوم نے جدت لفظ کیا خوب کی ہے ۔ ؎
شوخ عنان گیختہ دریا کہین جسے ۔ جو شخص نازگی الفاظ کے مقامات کو پہچانتا ہے اور الفاظ تازہ ڈھونڈھ لیتا ہے۔ خبر کو انشا کی صورت مین ادا کرسکتا ہے حقیقت کی جگہ مجاز اور تصریح کے مقام پر کنایہ کے استعمال پر قدرت رکھتا ہے اور تشبیہ متروک بتحرک معنی صیرورت کے ساتھ لاسکتا ہے اور محاورہ مین ڈوب کر لکھتا ہے۔

اور مطلب دل نشین کر دیتا ہے بس اوسی کا قلم سحر طراز ہے - ابن رشیق کہتے ہیں جسکی طبیعت معنی آفرین نہو یا جسکے الفاظ میں تازگی نہو یا اور لوگ جس بات میں ادائے معانی سے قاصر رہجاتے ہیں ادیب اوسمیں معنی زیادہ نہ کر سکے یا یہ کہ جس بات میں غیر ضروری الفاظ وہ بول جاتے ہیں شاعر و ادیب اوسمیں سے لفظ کم کر سکے یا ایک بات کو پھیر کر دوسری طرف نہ لے جا سکے اوسے ادیب و شاعر نہیں کہہ سکتے - لیکن لفظ کی نازگی و اعتدال کو پہچاننا فطری امر ہے - جیسے ہرن اور چیتل کا خوش نگاہ ہونا اور گرگ و شغال کا بدنظر ہونا حکم فطرت ہے - جو شخص اس ودیعت فطری سے محروم ہے وہ یہ بات نہیں سمجھ سکتا کہ مصحفی کے اس قطعہ میں انگبین کا لفظ تازہ ہے اور رتب الناس غریب ہے - سرمہ خوبصورت ہے اور لفظ بدنما کریہ - ابن اثیر لکھتے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو لفظ کے حسن ترجیح کے منکر ہیں اور قائل ہیں کہ واضع نے جو لفظ بنایا ہے اچھا ہی بنایا ہے انکی یہ مثال ہے جیسے کوئی نادان یہی قد و نازک اندام میں اور کریہ حبش میں جسکے گھنگھری سے بال کمالسی بھوں پھٹی پھٹی آنکھیں مینڈکی سی ناک کچھ سے گال گردہ سے ہونٹ سیا وڑا سے دانت ہوں کچھ فرق نہ کرے - اسے صبیح لفظ کا سمجھ دینا بھی نگینوں کے جڑنے سے کم نہیں - ناسخ کا یہ مطلع ؎

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریباں کا

الفاظ ہی نہیں بلکہ محض نظم الفاظ کے حسن سے شاندار و پرشکوہ ہوگیا - اگر معنی کو دیکھئے تو کچھ بھی نہیں - میرے سینہ میں داغ فراق ہے میرا گریبان چاک ہے - داغ کو آفتاب اور چاک جیب کو صبح کہنا تشبیہ مبتذل ہے - سب ہی کہا کرتے ہیں - فقط ان الفاظ کی ہیئت اجتماعی نہایت شاندار ہے شعر کا ایک لفظ دوسرے لفظ کے پہلو میں وہ حسن دیرہا ہے جیسے جواہرات کی لڑی میں زمرد پر یاقوت کا رنگ کھلتا ہے اور لاڑی کے پاس نظم سے جان بڑھ جاتی ہے لیکن ہر ایک جوہری اسطرح موتی نہیں پرو سکتا اسکی تمیز خداداد بات ہے ایک شخص جیسے کہنے لگے اگر ناسخ نے یوں کہا ہوتا - ؎

مرا سینہ ہے مطلع آفتاب داغ ہجراں کا - تو لفظ مطلع لفظ طلوع سے بدرجہا

مصرع مین ہے۔ بہ نسبت لفظ مشرق کے زیادہ تر مناسب ہوتا۔ مین نے کہا طلوع مین بہ شروق کے بھلا کیا حسن ہے۔ بیت کا چراغ ہی گل ہوجاتا۔ پھر یہ کہ لفظ (مطلع) بکسر لام ہے یہان کسر کے سبب سے مصرع مین ثقل ناگوار پیدا ہوتا ہے جسے صاحب ذوق سلیم سمجھ سکتا ہے۔ یعنے کسرہ لام کے سبب سے جمع کے ساتھ التباس ہوجاتا ہے اور جو لفظ کہ جمع کیصورت رکھتی ہو اوسکے ساتھ (ہے) کا لفظ کانون کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مراسید ہے مطلع (آفتاب داغ جگر کا۔

یا لگا کر خضر نے شاخ نبات — مدتون تک دیا ہے آب حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل — ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل

خضر کا نام دو طرح سے نظم مین ہے بسکون ضاد اور بکسر ضاد جمل و حسن کے وزن پر مصنف نے یہان خضر باندہا ہے اور اسے دیکھکر اون کے متبعین نے دیکھا یا وہ سمجھے استاد نے خضر باندھدیا اور اس شعر کو سند قرار دیکر نظر و اثر کے قافیہ مین خضر بھی باندھنے لگے یہ غلط ہے اور متبعین کی خطا ہے۔ مصر کا کلام اصل مین فصیح غلط تو ہوا مگر خود لحن و غلط سے پاک ہے نخل درخت خرما کو کہتے ہین فارسی دانون نے عموماً درخت کے معنے پر باندھا ہے مگر کہین فارسی دانون نے جو عربی سے بے خبر ہین ایسے لوگون کا تصرف قابل استناد نہین غرض آم کے درخت کو نخل کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا۔

تھا تسبیح زر اک خسرو دیا پاس — رنگ کا زر دپیر کہان لو پاس
آم کو دیکھتا اگر یک بار — ہیچ ہے دستا طلا سے دست افشار

نقل ہے کہ خسرو پرویز کے پاس اسطرح کا کندن تھا کہ ہاتھ سے دبا کر جو خط چاہو اوسکی بنالو پرویز نے اوسکا تسبیح بنوایا تھا دستارخوان پر رکھا جاتا تھا۔ پھر کسی نے اوسے سونے کا ساگ بنوایا اور زینت دستارخوان کہا خاقانی نے اسی مضمون کی تلمیح کی ہے ؎

پرویز تسبیح زر کسرے و تره زرین — زرین تره کو برخوان رحکم ترکوا برخوان

دست افشار اسی سبب سے کہتے تھے کہ موم کیطرح ہاتھ ہی سے دب جاتا تھا طلا سونے کے معنے پر معتبرین فارس نظم کرچکے ہین گو اس لفظ کی تحقیق کسی نے

قابل تشفی نہین لکھی لیکن اس معنی پر عربی مین قطعًا نہین آیا ہے۔ (خسرو پاس) مین (کے) کا ظرف محاورہ مین ہے لیکن قریب ترک ہوجانے کے ہے۔ شرف کہتے ہین ؎

اک نگاہ ناز مین دونون اوڑائے جائین گے — دل کلیجے پاس تڑپے گا کلیجہ لگے پاس

**رونق کارگاہ برگ ونوا — نازش دود مان آب وہوا**

برگ ونوا ساز وسامان کے معنے پر بھی ہے اور برگ درختان دنوا سے مرغان کا بھی ایہام ہے۔

**رہرو راہ خلد کا توشہ — طوبے وسدرہ کا جگر گوشہ**

موسیٰ وعیسیٰ وطوبیٰ ودنیٰ وعقبیٰ وہیولیٰ ولیلیٰ کو ہامالہ کرکے قدما نے الف کو ی کردیا ہے اور دونون طرح نظم کیا ہے یہ دیکھ کر متاخرین اہل فارس نے جو عربی سے بیگانہ تھے غضب کا دھوکا کھایا ہے جن الفاظ عربی مین اصلی ی ہے اوسکو بھی الف مقصورہ سمجھی اور دونون طرح نظم کرنے لگے مثلاً تجلی وتسلی وتماشی وتحاشی کو تسلا وتجلا وتماشا وتحاشا کہنے لگے۔ اس شعر کا پہلا مصرع باعتبار معنی بہت سست ہے آم کو زادراہ عقبے کہنا ہیزہ بات ہے۔

**صاحب شاخ وبرگ وبار ہے آم — نازپروردۂ بہار ہے آم**

پروردہ مرلی کو بھی کہتے ہین سہو ضلع بولنا منظور تھا اوپر والا مصراع برائے بیت کہنا پڑا۔

**خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو — نو برنخل باغ سلطان ہو**

اس شعر مین نخل باغ سلطان سے ولی عہد مراد ہین جیسا کہ دوسرے شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

**وہ کہ ہے والی ولایت عہد — عدل سے اوسکے ہے حمایت عہد**

پہلے عہد سے عہد وپیمان سلطنت اور دوسرے عہد سے زمانہ دوقت مراد ہے۔

**فخر دین۔ عزّ شان وجاہ جلال — زینت طینت وجمال کمال**

یعنے ممدوح کی ذات دین کے لئے باعث فخر اور کمال کے واسطے جمال ہے اور

یہ دونون اضافتین مانوس ہین باقی زینت طینت وعزت شان وجاہ جلال
کی اضافتین بعضر صنعت کے لئے ہین تکلف وتصنع سے خالی نہین۔

کارفرمائی دین و دولت و بخت　　چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت

مراعاۃ النظیر و ترصیع اس شعر مین ہے اور بے تکلف ہے۔

سایہ اوسکا ہما کا سایہ ہے　　خلق پروہ خدا کا سایہ ہے

ہما عنقا سیمرغ موسیقار یہ سب طائر شاعرون نے پال رکھے ہین پر ہما کا سایہ
پڑنے سے بادشاہی ملنا چاندنی کا کتان کو ٹکڑے کرنا اور رحمی کو مارجانا زمرد کے
سامنے افعی کا اندہا ہونا موسیقار وتقنس کے نغمون سے جنگل مین آگ لگ
جانا کبک کا آگ کھانا اور سمندر کا آگ مین رہنا یہ سب باتین یقینیات مین داخل
ہین جمشید کا جام جہان نما بنانا فلاطون کا خم مین بیٹھنا لیلے کی قصد کھلنے سے
مجنون کا خون بہنا اخبار متواترہ مین سے ہے لیکن اردو وفارسی کے شعرا یہ
منحصر نہین ہے دنیا کی قدیم وجدید جتنی زبانین ہین سب مین شاعری ایسے
مضامین سے خالی نہین ہے دیکھو یونانی ولاطینی اور اونکی مقلدین اہل یورپ
جو اس زمانہ مین ہین کسقدر خرافات کہانیان دیو وپری کے افسانہ اسور سلمہ
مین سے فرض کرکے صنعت تلمیح کو اسی مین صرف کیا کرتے ہین۔

اے فیض وجود سایۂ و نور　　جب تلک ہے نمود سایۂ و نور

اے خداوند بندہ پرور کو　　وارث گنج و تخت و افسر کو

شاد و دل شاد و شادمان رکھیو　　اور غالب پہ مہربان رکھیو

شاد و دل شاد و شادمان تینون لفظ ایک ہی معنی کے ہین مگر اس محل مین
تکرار معنی کیا تکرار لفظ بھی ہوتی تو بے جا نہ تھی گویا مطلب یہ ہے شاد رکھیو
شادر رکھیو شاد رکھیو اور باوجود تکرار لفظ کے بھی برا نہین معلوم ہوتا اور جب
کہ لفظ مین ذرا فرق کرو یا تو اور بھی لطف ہو گیا۔ رکھنا کے مقام پر رکھیو
ابھی تک محاورہ مین جاری ہے بلکہ فصحا کی زبان ہے۔ مونس کہتے ہین ؎

دیجو نہ سرکشو کو امان اے دلاورو　　اعدا سے جہین لیجو نشان اے دلاورو

جیتے نہ پھر یو صدقہ ہو ماں لے دلاؤ دو — جانوں پہ کھیل جائیو ہاں لے دلاؤ دو
میری بتھیں میں جان ہے گو بیہواس مو ہن — تم مڑکے دیکھ لو کہ مین پردہ کے پاس مو ہن

پانچوین مصرع مین (ہے) کے بعد (گو) اور پھر کی تقطیع مین گر گئی نہایت مکروہ لفظ پیدا ہوتا ہے۔ مونس مرحوم سے بعید ہے چوک جانے کی وجہ غالبًا یہ ہوئی ہے کہ میر انیس کے طرز مین پڑھتے وقت پانچوین مصرع کے درمیان مین ضرور وقف کیا کرتے ہین۔ اور جب (ہے) پر وقف کردو تو پھر نظر چوک جاتی ہے اور تقطیع مین جو قباحت ہوگئی ہے وہ چھپ جاتی ہے۔

---

اے شہنشاہ فلک منظر بیمثل و نظیر — اے جہاندار کرم شیوہ بیشبہ و عدیل

بیشبہ و شبیہ و مثل و نظیر و عدیل سب الفاظ مترادف ہین فلک منظر کے یہ معنی کہ جسنے ممدوح پر نظر کی اور سے گویا فلک پر نظر کی اور سکا منظر اور اوسکی رفعت فلک کی سی ہے۔

پانو سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ — فرق ہے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل

سر ارادت و جبین نیاز و دست دعا و پاے طلب و چشم امید و لب سوال و زبان آرزو و بازوے جہد و انگشت حیرت و گردن طاعت و کمر خدمت و زانوے ادب و کف افسوس وغیرہ مین ویسی ہی اضافت ہے جیسی ادناے ملابست کافی ہوگئی ہے۔ اگر یون کہتے کہ پاؤن پر تیرے رکھے فرق ارادت اورنگ تو معنی اور لئے ہو جاتے اس سبب سے کہ اورنگ پر پاؤن ہوتا ہے نہ کہ پاؤن پر اورنگ سر رکھے مہ نے اورنگ کا پاؤن کے نیچے ہونا ملحوظ رکھا ہے۔

تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام — تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

جسطرح شانہ زلف کی گرہون کو کھول دیتا ہے اسیطرح تیرا سخن الہامی دقایق کو سلجھا دیتا ہے شاید یہ اشارہ بھی مصرعے نے کیا ہے کہ سین سخن کے دندانہ شانہ سے مشابہت رکھتے ہین لیکن یہ مطلب اولجھا ہوا رہگیا ہے دوسرے مصرع مین جو تشبیہ بدیع پیدا کی ہے الہامی مضمون ہے۔

تجھسے عالم پہ کھلا رابطۂ قرب کلیم — تجھسے دنیا مین بچھا مائدۂ بذل خلیل

مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے قرب کلیم و بذل خلیل کو آنکھوں سے نہ دیکھا تھا اور سخن نے تیرے سبب سے دیکھ لیا کہ تجھ میں یہ دونوں وصف موجود ہیں۔

**بسخن اوج دہ مرتبۂ معنی و لفظ بکرم داغ نہ ناصیۂ قلزم و نیل**

مطلب ظاہر ہے لیکن معنی و لفظ کے متعلق جو مباحث فن بلاغت میں مذکور ہیں اوسکا ذکر یہاں لطف سے خالی نہیں۔ بڑے بڑے فصحاے ماہرین دائمہ فن بلاغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معانی ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں فقط لفظ و سبک و طرز ادا کاتب و ادیب کا کمال ہے۔ تاہیتہ انسانی سب میں ایک ہی ہے۔ انفعالات سب طبیعتوں میں ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں پھر مضامین کہاں سے الگ الگ آئیں گے اور لفظ کا غلبہ معانی پر ظاہر ہے مثلاً یوں کہتے ہیں کہ تو آفتاب ہے اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ تو سورج ہے اس سبب سے علما نے معانی کے مباحث کیطرف بہت کم توجہ کی فقط اقسام بیان کر کے رہ گئے یعنے مدح و تشبیب۔ ہجا و رثا۔ اعتذار و استعطاف۔ زجر و عتاب۔ فخر و وصف شکر و شکایت۔ بس آگے آئی آیت۔ اور الفاظ کے مباحث اور ادا سے معانی کے طریقہ بیان کرنے میں پانچ فن منضبط کئے ہیں صرف نحو معانی بیان بدیع بلکہ فن لغت و مصطلحات بھی اسمیں شامل ہے ابن رشیق کہتے ہیں اکثر لوگوں کی راے یہی ہے کہ خوبی لفظ میں معنی سے زیادہ اہتمام چاہیئے لفظ قدر و قیمت میں معنی سے بڑھکر ہے اس سبب سے کہ معنی خلقی طور سے سب کے ذہن میں موجود ہیں اوسمیں عامل و ماہر دونوں برابر ہیں لیکن لفظ کی تازگی اور زبان کا اسلوب اور بندش کی خوبی ادیب کا کمال ہے دیکھو مدح کے مقام میں جو کوئی تشبیہ کا قصد کریگا مدح ضرور کرے میں اور جرأت میں ہر چہ حسن میں آفتاب کے ساتھ ممدوح کو تشبیہ دیگا لیکن اس معنی کو اگر الفاظ و بندش کے اچھے پیرایہ میں نہ ادا کر سکا تو یہ معنے کوئی چیز نہیں۔ غرض کہ یہ علم ہے کہ معانی میں سب کا حصہ برابر ہے اور سب کے ذہن میں معانی بحسب فطرت موجود ہیں اور ایک دوسرے سے معنی کو ادا کرتا رہتا ہے کسی کاتب یا شاعر کو معنی آفرین یا اختراع مضامین جو کہتے ہیں تو اوسمیں کا یہ مطلب ہے کہ جو معانی کسی کے قلم سے نہ نکلے تھے وہ اسنے بیان کئے

اور یہ شبہ کرنا کہ ہر مضمون کے چند محدود پہلو ہوتے ہین جب وہ تمام ہو چکتے ہین تو اوس مضمون مین تنوع کی گنجایش نہین رہتی اب بھی اگر اوسکی چھانٹ کے جائین تو بجاے تنوع تکرار و اعادہ ہونے لگے گا۔ صحیح نہین۔ تفنن و تنوع کی کوئی حد نہین مثلاً دو لفظون کا ایک مضمون ہم یہان لیتے ہین "وہ حسین ہے"۔ اسمین اسنے درجہ کا تنوع ہے کہ لفظ حسین کے بدلے اوسکے مرادف جو الفاظ مل سکین اونھین استعمال کرین۔ مثلاً۔

وہ خوبصورت ہے۔ وہ خوش جمال ہے۔ وہ خوش گل ہے۔ وہ سندر ہے۔ اوسکے اعضا مین تناسب ہے۔ حسن اوسمین کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسکے بعد بدلالت قرینہ مقام ذرا معنی مین تعمیم کر دیتے ہین مثلاً وہ اشوب شہر ہے۔ کوئی اوسکا مدمقابل نہین۔ اوسکا جواب نہین۔ اوسکا نظیر نہین۔ وہ لاثانی ہے۔ وہ بے مثل ہے۔ وغیرہ۔

پھر اسی مضمون مین ذرا تخصیص کر دیتے ہین لیکن ویسی ہی تخصیص جو محاورہ مین قریب قریب مرادف کے ہوتی ہے کہتے ہین۔

وہ خوش چشم ہے۔ وہ خوب رو ہے۔ وہ سوروں قد ہے۔ وہ خوش ادا ہے۔ وہ نازک اندام ہے۔ وہ شیرین کار ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی مضمون کو تشبیہ مین ادا کرتے ہین اور کہتے ہین۔

وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اوسکا رخسار گلاب کی پنکھڑی ہے۔ وہ سیمین تن ہے۔ اوسکا رنگ کندن سا چمکتا ہے۔ اوسکا قد بوٹا سا ہے۔ شمع اوسکے سامنے شرماتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی مضمون کو استعارہ مین ادا کرتے ہین مثلاً آفتاب سے اسطرح استعارہ کرتے ہین۔ اوسکے دیکھے سے آنکھ غین چکا چوند آجاتی ہے۔

چاند سے استعارہ۔ وہ نقاب اوسلئے کہ چاندنی چھٹک جائے۔

چراغ سے استعارہ۔ اندھیرے مین اوسکے چہرہ سے روشنی ہو جاتی ہے۔

شمع سے استعارہ۔ اوسکے گھونگھٹ پر پردہ فانوس کا گمان ہے۔

برق طور سے استعارہ۔ موسے اوسے دیکھین تو غش کر جائین۔

آئینہ سے استعارہ۔ جب ہر وہ مرتا ہے اور ہر عکس سے بجلی چمک جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی مضمون کو کنایہ میں بیان کرتے ہیں مثلاً۔

رنگ کی صفائی سے کنایہ۔ وہ ہاتھ لگائے میلا ہوتا ہے۔

تناسب اعضا سے کنایہ۔ } وہ حسن کے سانچے میں ڈھلا ہے۔
} خدا نے اوسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔

رنگ کی چمک سے کنایہ۔ اوسکے چہرہ کی چھوٹ پڑتی ہے۔

چہرہ کی روشنی سے کنایہ۔ اوسکے عکس سے آئینہ دریائے نور ہوجاتا ہے۔

دل فریبی حسن سے کنایہ۔ بشر اوسے دیکھ کر تلملا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسکے بعد تازگی کلام کا جتنے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خبر کو انشا کردیں۔

اللہ رے تیرا حسن۔ تو اتنا خوبصورت کیوں ہوا۔ سچ بتا تو انسان ہے یا پری۔ کہیں تو حور تو نہیں۔ حور نے یہ شوخی کہاں پائی۔ تو خدائی کا دعوی کیوں نہیں کرتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر دیکھئے مراد فات میں کسقدر تنوع ہے اور کسقدر تازگی لفظ و محاورہ کو اسمیں دخل ہے۔ تفہیم کے کتنے مراتب ہیں۔ تخصیص کے کسقدر درجہ ہیں۔ تشبیہ کی کتنی صورتیں ہیں۔ استعارہ کے کتنے انداز ہیں۔ کنایہ کی کتنی قسمیں ہیں۔ انشا کے کسقدر اقسام ہیں۔ پھر ان سب کے اختلاف ترتیب و اجتماع کو کسی مہندس سے پوچھئے تو معلوم ہو کہ ایک حسن کے مضمون میں تقریباً لاکھ دو لاکھ پہلو نکلتے ہیں۔ بیچ چند قانون فقط لفظ حسن کے بعض تنوعات کی تعیین جو گزرے۔ اسی پر قیاس کرلینا چاہئے کہ اگر طولانی مضمون ہوتا تو کسقدر اور ہیر پھیر تنوع کی گنجائش ہوتی۔ خیال کرو ایک ماہیت انسانی کے کتنے افراد ہیں اور ہر شخص کی صورت الگ الگ ہے۔ خط الگ الگ ہیں آواز یں الگ الگ ہیں اسیطرح ایک ہی معنی کے لئے طرز بیان بھی ہر شخص کا الگ الگ ہے پھر زمین شعر اسی لئے طرح کیجاتی ہے کہ ادائے معانی کے لئے تازہ پہلو ہاتھ آئیں۔ ہاں مضمون کی تکرار اس بیچ سے کہ دوسرے میں بھی وہی طرز بیان اور وہی پہلو ہو جو اول میں تھا بے شک سمع خراش ہے جیسے میر ممنون مرحوم کا دیوان ہے کہ چند لطیف مضمون اور چند اغراق کے پہلو ہیں کہ کوئی غزل اور قصیدہ اوس سے خالی نہیں

برخلاف انکے غنی کشمیری نے اسقدر آسیا کے مضامین اپنے دیوان مین بھرے ہین کہ لکھنؤ مین اوسکا نام بیکار پنہاری والا مشہور ہوگیا لیکن ہر مضمون الگ الگ ہے کہ اوسے تکرار مضمون نہین کہہ سکتے ۔ مصنف کے یہ دونون شعر ؎

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب ۔۔۔ یار لائے مری بالین پر اوسے پر کیا کہ
مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہیہات ۔۔۔ جب وہ وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

تکرار سے فرہ سے خالی نہین ۔ یا معشوق کے رشک و بدگمانی کا مضمون مصنف نے ایک عجیب و غریب پہلو سے ادا کیا ہے ؎

بدگمان ہوتا ہے وہ کافر ۔ نہوتا کاش کے ۔۔۔ اس قدر ذوق نوائے مرغ بستانی مجھے

پھر اسی بدگمانی کے مضمون کو اسی پہلو کے ساتھ تشبیہ کا رنگ دیکر کہتے ہین ؎

کیا بدگمان ہے مجھے کہ آئینہ مین مرے ۔۔۔ طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر

اب اگر ان دونون شعرون مین مرغ بستانی و طوطی پر رشک کرنے کو مضمون سمجھ لو اور یہ کہو کہ اسمین تکرار معنی ہو گئی ہے تو یہہ نزاع لفظی بہت دیر سے گی اصل امر یہہ ہے کہ مرغ بستانی و طوطی پر معشوق کا رشک کرنا معنی رشک کے ادا کرنے کا ایک پہلو ہے اور تکرار پہلو کے سبب سے بے مزگی پیدا ہوئی ہے اور پہلو بھی وہ پہلو جو مقتضا سے عادت کے خلاف ہے اوسمین تکرار نہ بھی ہوتی تو بھی بے مزہ تھا غرض کہ ان دونون شعرون مین بھی تکرار معنی کے سبب سے بے مزگی نہین پیدا ہوئی ہے بلکہ جس پہلو سے معنی کو ادا کیا ہے وہ پہلو بے لطف ہے اور تکرار سے اوسکی اور بھی زیادہ بے لطفی و بے مزگی پیدا ہوئی اس مثال سے یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ ادائے معانی کا پہلو یا پیرایہ یا طرز وہ چیز ہے کہ اوسکی تکرار ناگوار ہوتی ہے کہ وہ اصل مین تکرار لفظ ہے نہ تکرار معنی ۔

تا تیرے وقت مین ہو عیش و طرب کی تدبیر ۔۔۔ تا تیرے عہد مین ہو رنج و الم کی تقلیل
ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر ۔۔۔ زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل

یعنے ماہ کا برج ثور مین آنا اور زہرہ کا برج حوت مین تحویل کرنا دلیل عیش و طرب ہے اور تیرے عہد مین ہمیشہ عیش و طرب قایم کرنے کے لئے ماہ نے ثور مین اور زہرہ نے حوت مین قیام کر لیا ۔

تیری دانش مری اصلاح مفاسد کی زمیں　　تیری بخشش مری انجاح مقاصد کی فصیل

مصرع اول مین (مرے) بھی پڑھ سکتے ہین اس سبب سے کہ مفاسد جمع مذکر ہے اور (مری) بھی پڑھ سکتے ہین اس سبب سے کہ اصلاح مونث ہے۔

تیرا اقبال ترحم مرے جینی کی نوید　　تیرا انداز تغافل مرے مرنے کی دلیل

یہان اقبال کے معنے رخ کرنیکے اور ملتفت ہونیکے ہین۔

بخت ناسازنے چاہا کہ ندے مجھکو امان　　چرخ کجباز نے چاہا کہ کرے مجھکو ذلیل

اس سے پہلے شعر مین بادشاہ کے تغافل کی کسیقدر شکایت تھی اس شعر مین اوس شکایت کو بخت و فلک کیطرف منسوب کردیا۔

پیچھے ڈالی ہے سر شتہ اوقات مین گانٹھ　　پہلے ٹھوکی ہے مری ناخن تدبیر مین کیل

ہندی قافیہ کس حسن سے باندھا ہے یعنے جبکے ناخن مین کیل ٹھونکی گئی ہو وہ کیونکر گرہ کھول سکتا ہے۔ گانٹھ کا لفظ اب متروک ہے ہان گنے کی گانٹھ کو بولتے ہین یا گرہ کے ساتھ ملاکر گانٹھ گرہ کہتے ہین۔

پیش دل نہین بی رابطۂ خوف عظیم　　کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

یعنے دل کی پیش خوف عظیم سے خالی نہین اور سانس کا لینا میرے لئے جر ثقیل سے کم نہین۔

در معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈاڑھی　　غم گیتی سے مرا سینہ امرکی زنبیل

جسطرح لقا کی داڑھی مین موتی پروئے گئے تھے اسیطرح میرے اشعار عقد گوہر ہین لیکن فکر دنیا کی سمائی میرے سینہ مین اسقدر ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری مہاجر کی زنبیل میرا سینہ ہوگیا ہے یہان عمرو کو مصنف نے الف سے لکھا اور میم کو حرف نظم کیا دونون باتین غلط ہین اصل امر یہ ہے کہ داستان گویون نے مغازی سرور عالم سے متاثر ہوکر بھی ویسے ہی قصہ بنانا چاہے تو موضوع داستان اونھون نے حضرت حمزہ عم رسالت مآب کو قرار دیا اور عمرو بن امیہ صحابی کو اونکا عیار مقرر کیا اس سبب سے کہ حضرت حمزہ بڑے شجاع تھے اور عمرو بڑے عیار تھے اون کو آنحضرت نے جاسوسی کے لئے مشرکین مکہ مین بھیجا تھا اور مشرکین نے مخیب صحابی کو سولی پر چڑھایا تھا عمرو اون سب کی آنکھ بچاکر مخیب کو سولی پر سے چرالے گئے اس

سبب سے اون بیچارہ کے لئے عیاری کا عہدہ داستان گویون نے تجویز کیا
غرض کہ حمزہ اور عمرو یہ دونون نام مغازی مین سے لئے گئے ہین مین نے خود
سُنا ہے داستان گویون کو اسطرح کہتے ہوئے (عیار عیاران عمرو بن امیہ رضی)
یعنے عمرو کے باپ کا اور خاندان تک کا نام داستان مین ذکر کرتے ہین
مصنف کو یہہ دھوکا ہوا کہ جسطرح قصہ فرضی ہے نام بھی بے اصل ہوگا عمرو
نہین امیہ سہی۔

فکر میری گہرا اندوز اشارات کثیر  کلک میری رقم آموز عبارات قلیل

آموختن لازم و متعدی دونون معنے کے لئے آتا ہے یہان رقم آموز مین معنی لازم
اچھے معلوم ہوتے ہین یعنے لکھنا سیکھنے والا اور متعدی کے معنی اگر لین تو
رقم آموز کو اسم مفعول ترکیبی سمجھنا چاہئے یعنے جسنے لکھنا سکھایا گیا ہے جیسے
مرغ دست آموز کہتے ہین۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ مین اپنی عبارت قلیل مین
اشارات کثیر رکھتا ہون یعنے گو مین نے اپنا حال صاف صاف نہین عرض کیا
ہے مگر اشارات کثیر اوس مین موجود ہین جس سے سب کیفیت آپ سمجھ
سکتے ہین۔

میری ابہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح  میری اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل

یعنے گو مین نے اپنا حال باہام و اجمال کہا ہے لیکن یہ ابہام و اجمال توضیح
و تفصیل سے بڑھکر ہے یعنے قلیل اللفظ و کثیر المعنی ہے۔

نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف  جمع ہوتی مری خاطر تو نکرتا تعجیل

اس شعر کے بھی الفاظ۔ مطابق۔ عرض حال نہین۔ بان بالتزام یہ معنی پیدا ہوتے
ہین کہ میری حالت اچھی نہین ہے میری خاطر جمع نہین ہے جیسا اوپر کے
اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصریح منظور نہین ہے۔

قبلہ کون و مکان خستہ نوازی مین یدے  کعبہ امن و امان عقدہ کشائی مین سہیل

اس قطعہ مین یہ دوسرا ہندی قافیہ کیا ہے عقدہ کشائی مین سہیل دینے کو کسقدر مناسبت ہے تعریف
نہین ہوسکتی یقین ہے کہ بڑی سہیل ہوئے مگر نہین کھل سکتی لیکن استقدر سہیل کوئی دیتا ہے۔

گئے وہ دن کہ ناداستہ غیر ونکی وفاداری — کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے
بس اب بگڑی پہ اپنا شرمندگی جاتے دو ملجاؤ — قسم لو ہمسے گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے

یعنے جب غیرون سے بگاڑ ہوگیا تو مجھسے کیون اسقدر تمہین شرمندگی ہے کہ ملنا جلنا چھوڑ دیا مین تمہم کھا کے کہتا ہون کہ مین کبھی اس بات کا طعنہ تمھین نہ دونگا یہ قطعہ ایسا بے تکلف نظم ہوا ہے کہ نثر بھی ایسی نہین ہوسکتی مگر ایک تو تقیید معنوی ہوگئی ہے کہ اوپر والے شعر مین یہ ظاہر کرتے ہین کہ ہم خاموش رہتے تھے اور دوسرے شعر مین کہتے ہین کیون ہم نہ کہتے تھے دوسرے یہ کہ تم غیرون کی وفاداری تقریر کیا کرتے تھے خلاف محاورہ ہے جس جگہ لفظ تقریر کو صرف کیا ہے محاورہ مین یہان لفظ بیان ہے باظہار۔

---

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشین — اک تیر میرے سینہ مین مارا کہ ہای ہای
وہ سبزہ زار ہای مطرا کہ ہی غضب — وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہای ہای
صبر آزما وہ انکی نگاہین کہ حف نظر — طاقت باوہ انکا اشارا کہ ہای ہای
وہ میوہ ہای تازہ و شیرین لذہ واہ واہ — وہ بادہ ہای ناب گوارا کہ ہای ہای

حف نظر جسم بدور کے معنی پر اردو کا محاورہ ہے لیکن یہ لفظ ہندی معلوم ہوتا ہے فارسی مین کہین نہین ہے اور عربی مین بھی حف ان معنی پر نہین ہے غرضکہ ح سے اسکو نہ لکھنا چاہیے۔

---

ہی جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہی اسے جسقدر اچھا کہیے

یعنے اچھی اسی سبب سے ہے کہ تمہارے ہاتھ پر رکھی ہے۔

خامہ انگشت بدندان کہ اسی کیا کہیے — ناطقہ سر بگریبان کہ اسی کیا کہیے

انگشت بدندان ہونا حیرت کا نقشہ ہے کہ سر بگریبان ہونا فکر کی صورت ہے۔

مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھئے  حرز بازوئے شمشیر فگن خود آرا کہئے

یعنے کسی نامہ شوق کی مہر ہے یا کسی معشوق کا تعویذ ہے۔

مسی آلود سر انگشت حسینان لکھئے  داغ طرف جگر عاشق شیدا کہئے

پانچ انگلیون مین ایک طرف انگوٹھا دوسری طرف چھنگلیا ہے انگوٹھے کے بعد کلمہ کی انگلی ہے اوسکے بعد بیچ کی انگلی اوسکے بعد جو انگلی ہے اوسکا نام خود تون نے مسی کی انگلی رکھ لیا ہے اور اوسی انگلی سے مسی لگانے کا دستور بھی ہے۔ یہان محل مدح مین داغ سے تشبیہ کچھ بے جا نہین ہے اسلئے کہ اگر سر انگشت مسی آلود حسینون کے لئے باعث زینت ہے۔ تو داغ جگر عشاق کے واسطے سبب تزئین ہے

خاتم دست سلیمان کی مشابہ لکھئے  سر پستان پریزاد سے مانا کہئے

مانا بمعنے مشابہ ماندن سے مشتق ہے جیسے خوانا خواندن سے۔ مذاق اہل اردو مین یہ لفظ نامانوس ہے۔ فارسیت مصنف کی یہان اردو پر غالب ہوگئی ہے کہ لفظ مانا کو اردو مین قابل استعمال سمجھے۔

اختر سوختہ قیس سی نسبت دیجے  خال مشکین رخ دلکش لیلیٰ کہئے

اختر سوختہ کو کہ کر چکنی ڈلی کا رنگ اوسمین پیدا کیا۔

حجر الاسود دیوار حرم کیجئے فرض  نافہ آہوئے بیابان ختن کا کہئے

اوپر کے استعارہ مین جیسی مراعاۃ مصرعون مین چلی آئی وہ یہان نہین باقی رہی۔ مثلاً نگین سلیمان و پستان پریزاد یا اختر قیس و خال لیلےٰ مین مراعاۃ النظیر ہے اور حجر الاسود کو نافہ آہو سے یا دیوار حرم کو بیابان ختن سے کچھ مناسبت نہین ہے

وضع مین اسکو اگر سمجھئے قاف تریاق  رنگ مین سبزۂ نوخیز مسیحا کہئے

(سمجھئے) کا لفظ اس طرح نظم ہوا ہے کہ میم ساکن اور جیم متحرک ہوگیا ہے اس لفظ کو اس طرح کسی نے نہین موزون کیا نہ یون محاورہ مین ہے۔

صومعہ مین اسے ٹھیرائی اگر مہر نماز  میکدہ مین اسے خشت خم صہبا کہئے

یعنے عبادت خانہ مین اسے مہر نماز کا رتبہ حاصل ہے جسے عابد سجدہ گاہ کہتے ہین اور میخانہ مین اسے خشت پائے خم کا مرتبہ حاصل ہے جسپر مست سجدہ کرتے ہین۔

کیون اسی قفل در گنج محبت کہئے — کیون اسی نقطۂ پرکار تمنا کہئے

چکنی ڈلی وہ نقطہ ہے کہ تمنا پرکار کی طرح جسکے گرد پھرتی ہے۔

کیون اسی گوہر نایاب تصور کیجے — کیون اسی مردمک دیدۂ عنقا کہئے

یہ چکنی ڈلی ایسی نایاب چیز ہے کہ اسے مردمک دیدۂ عنقا کہہ سکتے ہین

کیون اسی نکتہ پیراہن لیلی کہئے — کیون اسی نقش پے ناقۂ سلمی کہئے

نکتہ اردو مین غلط طور سے مستعمل ہے فارسی مین گھنڈی کے معنی پر بولتے ہین جو معنی کہ مصنف نے لیے ہین اور اس صورت مین تشبیہ کی وجہ ظاہر ہے ہم لوگ جو نکتہ گھنڈی کے حلقہ کو سمجھتے ہین یہ غلط ہے اور پے فارسی مین بمعنے پا بھی آیا ہے اور ناقہ کے نقش پا کو ڈلی سے جو مشابہت ہے وہ ظاہر ہے

بندہ پرور کے کف دست کیا کہئے فرضی — اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہئے

لکھنؤ کی زبان مین ڈلی کو اب سپاری کہنا مکروہ سمجھتے ہین۔

---

نہ پوچھا اسکی حقیقت حضور والا نے — مجھی جو بھیجی ہے زمین کی روغنی روٹی

نہ کھائی گیہون نکلتے نہ خلد سے باہر — جو کھائی حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

مطلب یہ ہے کہ ایسی روٹی بہشت مین بھی نہین ہے اسلئے کہ اگر ہوتی تو آدم نے بھی کھائی ہوتی اور اسے کھاتے تو پھر گیہون کیون کھانے اور جنت سے نکالے ہی کیون جاتے۔

---

منظور ہے گزارش احوال واقعی — اپنا بیان حسن طبیعت نہین مجھے

یعنے احوال واقعی کی گزارش مجھے منظور ہے نہ کہ اپنی حسن طبیعت کا بیان لیکن شعر کی بندش اور الجھی ہوئی ہے۔

سو پشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری — کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے

یعنے اہل سیف اہل قلم سے زیادہ عزت رکھتے ہین۔

آزاد رد ہون اور مرا مسلک ہے صلح کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

عداوت ہونے کو تین لفظوں سے مؤکد کیا ہے (ہرگز) سے مطلق تاکید تکلمی ہے (کبھی) سے ہر زمانہ کا استیعاب کر لیا ہے۔ (کسی) سے ہر شخص کا استیعاب کیا ہے اور آزادہ روسے آزاد روش مراد ہے۔

کیا کم ہی یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں ۔۔۔ مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

مطلب یہ ہے کہ غلامی کا شرف میرے لئے کیا تھوڑا ہے جو شاعری کو ذریعہ عزت خیال کروں گو یہ سچ ہے کہ اور غلاموں کی طرح مجھے ثروت و منصب نہیں۔

اوستاد شہ سہی ہو مجھے پرخاش کا خیال ۔۔۔ یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

اس قطعہ میں جس جس پہلو سے معنی استعطاف کو مم نے باندھا ہے قابل اسکے ہے کہ اہل قلم اس سے استفادہ کریں ایسے پہلو شاعر کے سوا کسی کو نہیں سوجھتے یہ عرش کے خزانہ سے نکلتے ہیں اور اوسکی کنجی شاعروں کے سوا کسی کے پاس نہیں لیکن نثر کی بھی کو ضرورت ہے اور جس جس مضمون پر نثار کو قلم اوٹھانا پڑتا ہے اون مضامین کی تزئین و تحسین شاعروں کی خوشہ چینی کئے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ابن رشیق کہتے ہیں بحتری نے محمد بن عبدالملک زیات کی فصاحت و بلاغت کی مدح میں جو یہ شعر کہا ہے۔ ؎

ومعان لو فضلتہا القوافی ۔۔۔ عطلت شعر جرول ولبید

شاہد ہے اس بات پر کہ شعر کو نثر پر فضیلت ہی۔ ابن اثیر کی مہارت و براعت فن نثر و کتابت میں شارۂ ادب و عصارہ رطب ہے۔ کانہ علم فی راسہ نار مگر مقدمۂ مثل السائر میں دیکھو فصل عاشر میں وہ کیا وصیت کرتے ہیں کہتے ہیں اہل قلم کو فحول شعرا کا کلام حفظ کرنا اور شعر سے استنباط معانی و اخذ مضامین کی مشق کرنا اور شعر کو الفاظ بدل کر نثر میں لے آنے کی مہارت پیدا کرنا ضرور ہے۔ اسکی مثال میں بہت دور تک اپنے خطب و مکاتیب کے فقرے لکھے ہیں جسمیں استعطاف مودت۔ عجب آمیز شکایت۔ خطوں کا جواب نہ لکھنے کی معذرت۔ فتح کی تہنیت۔ اموات کی تعزیت۔ رفتار عمر کی سرعت۔ مدح جود و سخاوت۔ وصف قتال و شجاعت۔ ذکر فخر و سیادت۔ حزم و دور بینی کی صفت۔ دشمنوں سے مکر کرنے کی خوبی۔ سفر کے فوائد شیرین کلامی کی توصیف

دوست کی تعریف۔ دنیا کی مذمت۔ زہد کی خوبی۔ بڑھاپے کی برائی۔ ابنائے وطن کی بے مروتی۔ گھر کی ویرانی۔ ممدوح کے حاسد کی مذمت۔ صورت پرستی کی فضیلت کے مضامین ہیں اور ہر ہر مضمون کو جس جس شعر سے لیا ہے وہ شعر بھی لکھ دیا ہے اور شاعر کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ فرزدق و بحتری و ابو تمام و ابو نواس و ابو العتاہیہ و متنبی و ابن الرومی و سید رضی کا کلام اکثر اونکا ماخذ ہے اسکے بعد لکھتے ہیں کہ شعر کو نثر بنانا اور شاعر کے کلام سے فائدہ اوٹھانا ایک مبسوط فن ہے اوسکے لئے الگ ایک کتاب میں نے تصنیف کی ہے وشی المرقوم فی حل المنظوم لیکن بشار کو جن معانی سے سابقہ رہتا ہے وہ اکثر تہنیت و تعزیت و سفارش و گزارش و سپاس و مدح و عتاب و قدح وغیرہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان باتونکا فائدہ دیوان غزل سے بہت کم حاصل ہو سکتا ہے ہاں مثنوی اور مرثیہ اور قصائد میں اسمین غور کرے گا تو بہت کچھ پائے گا۔ اسی دیوان میں دیکھ لو تو دیوان میں ایسے شعر کم نکلین گے۔ جنکے مطالب کو نثر صرف کر سکے برخلاف اسکے معہ کے وہ اشعار ہیں جو عارف کے مرثیہ میں کہے ہیں یا ہمیہ قصیدہ جو اوپر گزرا یہ معذرت کا قطعہ جسکی شرح ہو رہی ہے یا وہ قطعہ جس میں تنخواہ کے ماہ بماہ نہ ملنے کی شکایت آگے چل کر کی ہے اس طرح کا کلام البتہ مفید عام ہوتا ہے غزل اگر ایسی ہو کہ مطلع سے مقطع تک ایک ہی مضمون ہو تو بھی نہیں سہ ستم کی بات تو یہ ہے کہ شاعر غزل کو کسی مضمون کے کہنے کا قصد ہی نہیں کرتا جس قافیہ میں جو مضمون اچھی طرح بندھتے دیکھا اوسی کو باندھ لیا ایک شعر میں بت پرستی ہے دوسرے میں توحید و عرفان ابھی ناقوس پھونک رہے تھے اوسکے بعد ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا یا تو میخانہ میں مست و سرشار تھے یا وعظ و پند کرنے لگے ابھی شب وصل کے مزے لوٹ رہے تھے ابھی شب ہجر میں مرنے لگے ایک شعر میں معشوق کی بردہ فروشی و شرم و حیا کا دعوے کیا دوسرے میں اوسکے ہرجائی پن کا شکوی کیا ابھی جوش شباب و شوق شراب تھا ابھی پیری آگئی اور خضاب لگا رہے ہیں یا تو حشر و نشر کا انکار تھا یا محشر میں کھڑے ہوئے فریاد بھی کر رہے ہیں جسے حضور حضور کہہ رہے تھے اوسی کو تو نکار کرنے لگے

ہین مسلمان مگر شعر مین زندقہ بھرا ہوا ہے مسلک اہل حدیث کا ہے مگر ہمہ اوست کے مضمون سے غزل خالی نہین جاتی انکار رویت عقیدہ مین داخل ہے مگر حشر مین دیدار ہونے کا مضمون باندہ لیا کرتے ہین شراب پینا تو کیسا اوس طرف دیکھنا بھی گوارا نہین مگر شعر دیکھو تو ان سے بڑھکر کوئی خراب و آوارہ نہین اصل پوچھو تو فواحش کو کبھی ہو تے بھی نہین مگر شعر مین اونکا ذکر مل جاتا ہے تو کہا لیتے ہین - مین خود بھی غزل کہتا ہون اور رسم زمانہ کے موافق ایسے ہی بے سر و پا مضامین باندہ لیا کرتا ہون مگر انصاف یہ ہے کہ جس کلام مین ایسا تناقض و تہافت پے درپے ہو اوس مین کیا اثر ہوگا - دوسری قباحت یہ ہے کہ شاعر غزل گو کو مضمون کہنے کی مشق نہین ہوتی بلکہ قافیہ و ردیف سے مضمون پیدا کرنے کی مشق کیا کرتا ہے برخلاف شاعر قصیدہ گو و مثنوی گو کے کہ وہ ایک مضمون کی طرف قلم اوٹھاتا ہے اور قافیہ و ردیف کو اوس مضمون کا تابع بناتا ہے - قصیدہ و مثنوی کی سیدہی راہ ہے اور غزل گو کی اولٹی چال ہے - غزل گو زمین طرح کرتے ہین اور قصیدہ و مثنوی و مثیر کہنے والے مضمون طرح کرتے ہین - غرض کہ مضمون کہنے کی مشق غزل گو کو نہین ہوتی مضمون گوئی کا خاتمہ مرثیہ گویون پر ہوگیا اور اسمین شک نہین کہ اردو و فارسی کی شاعری مین غزل گویون سے وہ بازی لیگئے - ابتدا مین مرثیہ گویون کو الفاظ کی صحت اور قافیون کی درستی کا زیادہ اہتمام نہ تہا اس سبب سے مرثیہ گو بگڑا شاعر کہلاتا تہا لیکن مین یہ کہتا ہون کہ غزل گو آدہا شاعر بلکہ نا شاعر ہے - مضمون پر قلم اوٹہانا مشکل کام ہے اور زمین غزل مین قافیہ و ردیف کو ربط دے دینا آسان امر ہے اسی آسانی کے سبب ہر کس و ناکس غزل کہہ لیتا ہے اور شعر گوئی کی ابتدا غزل سے کرتے ہین لیکن یہ نہین سمجھنے کہ معراج شعر کا یہ پہلا زینہ ہے اسی کو وزوہ کمال نہ سمجھ لینا چاہیے - گو اردو کہنے والے شعرا غزل مین زیادہ اولجہے رہے اس پر بہی شاعر و ناشاعر کا تفرقہ بخوبی ظاہر ہوگیا - خدا بخشے آغا حجو شرف کو ایک دن کہنے لگے کہ میر علی اوسط رشک نے چالیس پینتالیس لفظ شعر مین باندہنا ترک کئے ہین اور اوس پر بڑا ناز ہے اپنے شاگردون کے سوا کسی کو نہین بتائے اور وصیت کر گئے کہ یہ ودیعت سینہ بسینہ میرے ہی تلامذہ مین رہے کسی اور کو بے عٹہائی رکہوائے ہرگز نہ بتانا مگر تفحص سے معلوم ہوا کہ سب اس طرح کی باتین ہین کہ دکھلانا اور بتلانا نہ باندہا کرو دکھانا اور بتانا اختیار کرو پہ کی جگہہ

ترا اور تلک کے مقام مین تک مرا کو میرا اور ترا کو تیرا کہنا چاہیئے اسکی جگہہ ہمیشہ باندھو پرستان ہندی لفظ ہے کہین فارسی سمجھکر اسے بے اعلان نون نہ نظم کرجانا لفظ خون مین بھی نون کا ظاہر کرنا ضرور ہے شمشیر مین یاے مجہول ہے اسے کبھی تیر و زنجیر کے ساتہہ قافیہ نہ کرنا علی ہذا القیاس کوئی کام کی بات نہین ہے مگر میرے دیوان کا تفحص کرو تو معلوم ہو کہ اسقسم کی بیاسی لفظ ایسے مین نے چھوڑ دی ہین جسے تمام شعرا باندھا کرتے ہین اور کوئی غزل اونکی اس سے خالی نہین رہتی مثلاً بت و صنم و کلیسا و بتخانہ و برہمن و ناقوس و زنار و زاہد و واعظ و ناصح و شیخ و پیر مغان و معبچہ و ساقی و رند و میخانہ و جام و ساغر و شیشہ و قلقل و شراب و صہبا وغیرہ کوئی شاعر چہوڑ دے تو جانین مین نے پوچھا آپ نے ان الفاظ کو کیون چہوڑ دیا کہنے لگے میرے رنگ کے خلاف ہین جس شعر مین مین نے یہ الفاظ دیکھی کبھی اوس شعر نے مجھے مزہ نہین دیا ہان اوستاد کے اس شعر مین ۔ ؎

چپ ہو کیون کچہہ نہین ہے فریاد خدا کے واسطے آدمی سے بت نہ بن جاؤ خدا کے واسطے

کچہہ عجب طرح سے بت کا لفظ آگیا ہے اگر اس طرح مجھے ملے تو مین یہی باندہ جاؤنگا شرف اس کو ترک الفاظ کہتے تھے مگر اصل مین دیکھو تو مضمون غزل کی اصلاح ہے افسوس ہے ۔ واجد علی شاہ جنت آرام گاہ کے ساتہہ لکھنؤ سے جو شعرا کلکتہ مٹیا برج مین گئے تھے شفق قاسم درخشان ہنر عیش بھا مائل شرف طوبے یاور ۔ سب کے سب نغز گفتار و نازک خیال شاعر صاحب دیوان تہے تمام عمر شعر گوئی مین صرف کی اور خون تہوک تہوک کر اس فن مین جگر کاوی کر گئے ان مین سے سات شخصون کو سبعہ سیارہ کا خطاب تہا اب اون مین سے یا دشن بخیر ایک شیخ صادق علی صاحب مائل سنتا ہون کہ ابہی تک زندہ ہین باقی سب کے سب مر گئے اور افسوس یہ ہے کہ سارا کلام بہی اونکا نہین معلوم کیا ہو گیا شرف کا کچہہ کلام راجہ امیر حسن خان بہادر کے ہاتہہ لگا تو اونہون نے چھپوا دیا ۔

جام جہان نما ہی شہنشاہ کا ضمیر سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

نحوی لوگ تو ضمیر کو مونث بولتے ہین مگر وہ ضمیر اور معنی پر ہے مصنف یہان

ضمیر کو دل کے معنی پر لیا ہے اور دل لفظ مذکر ہے ؎

خدائے تجھکو بنایا صنم وہ مرجع کل ؛ ہر ایک دل تری جانب ضمیر ہو کے پھرا

مین کون اور ریختہ - ہان اس سے مدعا ؛ جز انبساط خاطر حضرت نہین مجھے

مین کون اور ریختہ یعنی مجھے ریختہ کہنے سے کیا واسطہ کہان مین کہان ریختہ گوئی مجھے ہے تو فارسی کا ذوق ہے فقط آپ کی خوشی کرتا ہون ورنہ اردو کھتا ہون -

سہرا لکھا گیا زرہ امتثال امر ؛ دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

مقطع مین آپڑی ہے سخن کسترانہ بات ؛ مقصود اوس سے قطع محبت نہین مجھے

یعنے مقطع کا یہ مصرع دیکھین اس سہرہ سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا -

ایک سخن کسترانہ و شاعرانہ بات ہے اسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ واقع مین میرا یہ خیال ہے اور شاعرون مین باہم دگر ایسے امور اکثر پیش آجاتے ہین - ایک دفعہ میر انیس نے ایک رباعی مین فرمایا ؎

روتے ہین ریا سے جو کہ مجلس مین انیس ؛ اشک اونکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

مرزا دبیر نے اوسکا جواب دیا - ؎

یان اشک ریائی کا بھی ہے مول بہشت ؛ موتی سچے ہین جوہری جھوٹے ہین

اس شعر سے صاف صاف یہ بات معلوم ہوگئی کہ اردو و فارسی کے شعر مین جو مضمون ہوا وسے شاعر کا عندیہ و مافی الضمیر نہین سمجھتے ہین لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ غزل کے اشعار مین البتہ شاعر جو چاہے کہہ جائے مرفوع القلم ہے مگر مقطع مین جو کچھہ وہ کہتا ہے اوسے اوسکا قول اور مافی الضمیر اور معتقدہ اور عندیہ سب لوگ سمجھتے ہین - جو لوگ غیر زبانون کی شاعری دیکھے ہوے ہین وہ جب اردو و فارسی کی غزلون کا اوس سے مقابلہ کرتے ہین تو یہ اعتراض ضرور اونکے دل مین خطور کرتا ہے کہ یہ شاعری سراسر تصنع ہے دل سے نکلی ہوی بات مین جو بات ہوتی ہے وہ اثر اس مین نہین پایا جاتا اگر غزل کے ایک شعر سے کچھہ اثر کسی پر پیدا ہوتا ہے تو دوسرے شعر مین اوسکی نقیض سنکر وہ بات بھی جو دل مین چبھہ گئی تھی محو ہو جاتی ہے اور جب سننے والے کو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ اصل مین کچھہ بھی نہین سب تصنع و تکلف ہے تو شعر سے جو

مزہ ملنا چاہیے وہ اس سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ کچھ اثر رکھتی
ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا۔ برخلاف
اسکے غیر زبان والے شعرا ہیں کہ جب تک عاشق
مزاج نہوں عاشقانہ مضامین نہیں باندھتے اگر شراب
پر رغبت نہیں رکھتے تو کبھی شراب کی تعریف
نہیں کرتے اگر مذہب و ملت سے بیزار نہیں
ہوتے تو اوسکا استہزا بھی نہیں کرتے اکثر شاعروں
کا یہ کام ہے کہ کوئی واقعہ نظم کرتے ہیں
جیسے کعب بن مالک نے اجلای بنی نضیر
و حرق بویرہ کا حال نظم کیا ہے سودا نے
حافظ رحمت خان کی شکست کا حال نظم کیا
ہے فردوسی نے رستم و اسفندیار کے
محاربات لکھے ہیں والمیکی و ہومر نے بھی اسی طرح
اپنی اپنی قوم کے شجاع و جنگ جو لوگوں کے
کارنامہ لکھے ہیں انیس نے واقعہ الطف کو نظم
کیا ہے۔ یا یہ کرتے ہیں کہ کوئی قصہ دل سے بناتے
ہیں اور اوسے نظم کرتے ہیں شکسپیر یورپ
میں بہت مشہور ہے۔ میر حسن کی مثنوی اور
انانت کی اندر سبھا اور نواب مرزا کی تینوں
مثنویاں اسی باب سے ہیں یہ دونوں بڑے
میدان ہیں جس میں شاعر کی واقعہ نگاری
کی قوت اور ادا بندی کا سلیقہ اور مصوری
کا طریقہ ظاہر ہوتا ہے اور غزل اس
میدان سے کوسوں دور ہے۔ یا یہ کرتے
ہیں کہ مختصر مختصر حکایات و لطائف اور روایات

کو یا بیجا زوا ختصار نظم کرتے ہین اور اوس سے کوئی اخلاقی مضمون استنباط کرکے مفصل بحث اوس مسئلہ کی لکھ دیتے ہین اس میدان مین سعدی گوئے بلاغت لے گیا یا یہ ہوتا ہے کہ شعاع تصوف و معرفت مین کوئی خاص رائے اور مذہب رکھتا ہے اوسی کو کبھی بہ تمثیل کبھی بہ تفصیل کبھی مبادی یقینیہ کبھی قضایائے شعریہ سے ثابت کرتا ہے جیسے مولوی روم و حکیم سنائی کا کلام ہے یونانیون کے زمانہ مین شعرا کا فلاسفہ مین شمار تھا اونکا مذہب اور اونکی رائے خاص ہوا کرتی تھی یہ بات نہ تھی کہ جیسا قافیہ دیکھا اوسکے مطابق مضمون باندھ لیا گو اپنی رائے کے خلاف ہو گو اپنی وضع کے مناسب نہو اور سچ یہ ہے کہ مقتضائے فطرت و عادت کے خلاف یہ بات ہے کہ ایسی بات منہ سے نکالنا جائز سمجھے جن جو اپنی رائے مین نا جائز ہو فارسی دارد و کی غزلون کے سوا اور کسی زبان مین یا کسی صنف کلام مین ایسا نہین کرتے۔

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ — سودا نہین جنون نہین و حشت نہیں مجھے

یعنے ایسا دیوانہ مین نہ تھا کہ اوستاد بادشاہ ذوق سے پرخاش و قطع محبت کرتا وہ کیا کسی کی طرف روئے سخن ہو تو قلم کیطرح منہ کالا ہو۔

قسمت ہی سہی پہ طبیعت بری نہین — ہی شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے

یہ شعر مصنف کی بلاغت کی سند اور اوستادی کی دست آویز ہے جو لوگ محض غزل مین قافیہ پیمائی کیا کرتے ہین اون کی فکر کو ان مضامین عالیہ کی طرف رسائی کہان نہین جس راہ پر وہ لگے ہوئے ہین وہ اس میدان سے کوسون دور ہے۔ شیخ الرئیس لکھتا ہے کہ شعر کبھی فقط حیرت و تعجب پیدا کرنے کے لئے کہتے ہین کبھی اغراض و معاملات کے لئے کہتے ہین شعرائے غزل گو کی شاعری پہلی قسم کی ہے کہ موسیقی و مصوری کیطرح اوسکی غایت بھی حظ حظ نفس و تلذیذ روح کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتی لیکن دوسری قسم البتہ اہتمام و اعتنا کے قابل ہے ہر ادیب و اہل قلم اوسکا محتاج ہے اور پھر حظ نفس و تعجیب سے بھی خالی نہین۔ شاعر و معاملہ نگار کو ایسے مضامین کی بہت حاجت ہے جو اغراض سے تعلق رکھین۔ غزل گو لوگ کو مضمون نگاری کی مشق نہونے سے

اچھی طرح نثر لکھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا کسی مطلب کو نثر میں دل نشین نہیں کر سکتے بلکہ ابن خلدون نے تو یہ دعوے کیا ہے کہ شاعر سے نثر نہیں لکھی جاتی اور نثار سے شعر نہیں کہا جاتا۔ میرے خیال میں اسکی لم یہی ہے کہ ابن خلدون کے زمانہ میں عرب کی شاعری بھی اغراق و تصنع و تکلف سے بھر گئی تھی اغراض پر شعر کہنا بہت کم ہو گیا تھا۔ اس فن کو اہل نثر نے اختیار کر لیا تھا۔ مسٹر پامر جو کیمبرج میں مدرسہ شاہی کے مدرس عربی تھے بہاؤالدین وزیر مصری کے دیوان کی تقریظ میں لکھتے ہیں۔ والظاہر ان اکثر اشعار المشرق ولا سیما اشعار الفرس لاتخلو عن التصنع فی الاستعارۃ والمبالغۃ فی المدح والذم والبہرجۃ فی العبارۃ وہذا کلہ عند اہل الاردو باغیر مرغوب فیہ بل یعدونہ من اقبح العیوب۔ وانک قلما تجد فی قصیدۃ من قصائد العرب والفرس بیتا یدل علی شوق صحیح الی عالم الحسن۔ یعنے یہ بات ظاہر ہے کہ اہل مشرق کے اکثر اشعار خصوصاً فارسی کے استعارہ کی گرمجوشی اور مدح و ذم کے اغراق اور عبارت کی بے عنوانی سے خالی نہیں یہ سب باتیں اہل یورپ کو نامرغوب بلکہ ادکے صابون نہایت معیوب ہیں اور عربی فارسی کے کسی قصیدہ میں ایسا شعر کم ملے گا جس سے کسی منظر دل کش کی طرف شاعر کا دلی اشتیاق ظاہر ہوتا ہو بلکہ شعر میں اغراق و تکلف کرنا اور اغراض و مطالب سے خالی رکھنا یہاں تک پھیلا کہ اب عموماً ہم لوگوں کا یہ مذاق ہو گیا ہے کہ جو شعر کہ اغراض و مطالب کے لئے کہے جاتے ہیں اونکو شعر نہیں سمجھتے بلکہ جانتے ہیں شاعر نے رام کہانی یا دکھڑا رویا شعرا کے برخلاف اہل نثر نے معاملہ نگاری میں غضب کا پھیکا پن اختیار کیا ہے انھوں نے تکلف میں اسقدر افراط کی کہ معانی کو رو بیٹھے انھوں نے اسقدر تفریط کی کہ تمام محاسن کلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہمارے یہاں کلام کی تقسیم اسطرح مشہور ہے کہ جس کلام میں وزن و قافیہ دونوں ہو وہ نظم ہے۔ جس میں دونوں نہوں وہ نثر عاری ہے اس نثر کی بڑی خوبی بیان کی بے ساختگی ہے لیکن اس میں بھی مجاز و کنایہ و تشبیہ و استعارہ و تحویل خبر بانشا و صنایع معنویہ و لفظیہ سے بہت کچھ حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلاً یہ فقرہ۔

(۱) میں نے اور سے بہت ڈھونڈا مگر نہ ملا۔

۲ مین نے کیسا کیسا ڈھونڈا مگر وہ کب ملتا ہے۔
۳ مین نے بہت خاک چھانی مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔
۴ مین نے کیسی کیسی خاک چھانی مگر وہ کب ہاتھ آتا ہے۔
۵ مین ڈھونڈہ ڈھونڈہ کے تھکا مگر وہ لاپتہ تھا۔

پہلے فقرہ مین خبر ہے اور سب لفظون سے حقیقت معنی مقصود ہے۔ دوسرے فقرہ مین اوسی خبر کو انشا کی صورت مین ظاہر کیا ہے۔ تیسرے فقرہ مین خبر ہے مگر الفاظ مین مجاز ہے۔ چوتھے فقرہ مین انشا و مجاز دونون جمع ہین۔ پانچوین فقرہ مین مجاز کی جگہ تشبیہ ہے اور ڈھونڈہنے مین مبالغہ ہے۔ اور سب سے بڑھکر فقرون کا متشابہ ہونا لطف دیتا ہے مثلاً جملہ فعلیہ کا عطف فعلیہ پر اور اسمیہ کا اسمیہ پر اور جیسی ایک فقرہ مین فعل کی اور اوسکے متعلقات کی ترتیب ہو ویسی ہی دوسرے فقرہ مین ہو۔ جس کلام مین وزن نہو اور قافیہ ہو یعنے فقرہ دوسرے فقرہ کا تابع ہو اوسکا نام نثر مسجع رکھا ہے۔ یہ نثر فقط زبان عربی کے ساتھ مخصوص ہے اردو فارسی کی زبان اسکی متحمل نہین اس سبب سے کہ اردو فارسی مین جملہ فعل پر تمام ہوتا ہے اور فعل کا سجع بہت کم ہاتھ آتا ہے اسی وجہ سے عام آفت یہ پیدا ہوئی ہے کہ بالتصنع و تکلف دو دو فقرہ ایک ہی معنی کے اکثر لوگ لکھا کرتے ہین اور اس تکرار مثل و الٹا سجع کا لطف بھی جاتا رہتا ہے مثلاً یہ مضمون

مین نے سب حال سنا نہایت خوشی حاصل ہوئی۔

اسے سجع کرنے کے لئے خواہ مخواہ اسطرح لکھنا پڑتا ہے۔

مین نے سب حال سُنا۔ دامن شوق مین گلہائے مضامین کو چنا۔ نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ فکر و تشویش زائل ہوئی۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ فعل کا سجع مل بھی گیا تو اسمین وہ لطف کہان جو اسم کے سجع مین ہوتا ہے اور وجدان صحیح اس بات کا شاہد ہے کہ افعال در البطا مین سجع کا وہ لطف نہین جو اسم مین ہے۔ غرض کہ اردو فارسی مین عربی کیطرح نثر مسجع لکھنا غیر کا سنہہ چڑانا کرانی صورت بگاڑنا ہے۔ ہان اردو فارسی سجع اگر اچھا معلوم ہوتا ہے تو متعلقات جملہ مین جیسے۔

فضل خدا سے اور آپکی دعا سے خیریت ہے۔

یا کہیں ایسا ہی بے تکلف محاورہ میں پورا اتر جائے تو ضمیر جملہ کا سجع جملہ ہی سہی لیکن تمام
عبارت میں اسکی پابندی تو عربی میں بھی مشکل سے نبھتی ہے ابن عرب شاہ کی تاریخ
تیموری اور فاکہۃ الخلفا دونوں کتابیں آخر تک قافیہ ہو گئے رہ گئیں جس کے کلام میں
قافیہ نہو اور وزن ہو اوسکا نام نثر مرجز مشہور ہے۔ گو ائمہ فن نے اسکا ذکر کیا
ہے اور نام بھی رکھ دیا ہے مگر کسی نے اسپر قلم نہیں اوٹھایا اور بے نکمی نثر سمجھا
کئے سچ یہ ہے کہ میرا بھی خیال یہی رہا کہ جب وزن کے ساتھ قافیہ نہو تو وہ ایسی ہے
ہوئی جیسی سم ندارد مگر محقق نے معیار میں ذکر کیا ہے کہ کسی یونانی شاعر نے یونانہ
ایک کتاب لکھی ہے جسمیں وزن ہے اور قافیہ نہیں ہے اور انگریزی میں بھی اسطرح
کی تالیف کا رواج بہت ہوا اور میٹک اوسکی جرنگی و بے ساختگی کلام مقفے سے
کہیں بڑھی ہوئی ہے اس قسم کے کلام کو دونوں نظم کے اقسام میں داخل کرتے
ہیں اور بات یہی ٹھیک ہے کہ موزون کلام کو نظم کہنا چاہئے نہ کہ نثر۔

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹھ کی عادت نہیں مجھے

(کہتا ہوں) اس صنع میں یا بیان کے واسطے ہے۔ یعنے کہتا ہوں سچ یہ بات کہ جھوٹھ کی
عادت نہیں مجھے۔ یا توجیہہ و تعلیل کے واسطے ہے یعنے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سچ
کہہ رہا ہوں جھوٹھ کی مجھے عادت نہیں یعنے سچ بولنے کی وجہ اور علت یہ ہے کہ
کہ جھوٹھ کی عادت نہیں۔ اور دونوں معنی میں سے یہی معنی مصنف کو غالباً مطلوب
ہیں۔ گو حاصل دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت
میں بالالتزام مطلب حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں بالمطابقہ۔ یعنے جو بات کہ سچ
میں کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جھوٹھ کی عادت نہیں مجھے اور جب یہ بات سچ ہوئی تو
اس سے یہ بھی لازم آیا کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں جھوٹھ نہیں ہے اور جب یہ معلوم
ہوا کہ جھوٹھ نہیں ہے تو اس سے یہ لازم آیا کہ سچ ہے اور دوسری صورت میں
بالمطابقہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے اور سیدھی راہ ہے یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں بیشک
اسکی وجہ بیان کی کہ جھوٹھ کی عادت نہیں مجھے جس سہو کے سبب سے ذوق مرحوم کو اور بہادر شاہ مغفور کو سہو
سے ملال ہوا تھا اور رفع ملال کیلئے مصنف نے نظم کہا تھا میں اس سہو کو بھی اس قطعہ کے بعد دیوان میں مندرج کرنا مناسب
سمجھا تاکہ مصنف کا تمام اردو کا کلام ایک ہی جگہ ہو جائے۔

خوش ہوائے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا　　باندھے شہزادہ جوان بخت کے سر پر سہرا

مصحفی نے پہلے مصرع مین جو محاورہ باندھا ہے یہی سر سہرا ذوق نے بھی اپنے مطلع مین باندھا ہے ؎

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا　　آج ہے مین و سعادت کا ترے سر سہرا

مصحفی سے یہ محاورہ پورا نہ بندھا اور ذوق سے پورا اترا - محاورہ یہ ہے کہ تیرے سر شاعری کا سہرا ہے تیرے سر فضیلت کا سہرا ہے تیرے سر سعادت کا سہرا ہے خالی سہرا کوئی نہین کہتا جسطرح مصحفی نے بخت کے سر سہرا کہا ہے جس سے یہ سمجھ مین آتا ہے کہ سچ مچ کا سہرا مراد ہے اور ذوق نے پہلے مصرع مین اصلی سہرا مراد لیا ہے اور دوسرے مصرع مین سعادت کا سہرا شہزادہ کے سر باندھا ہے - غرض کہ سر سہرا ہونا جو محاورہ ہے وہ خالی نہین کہا جاتا بلکہ آج کا لفظ بھی محاورہ مین داخل ہے اور محاورہ مین تصرف کرنا کسیطرح نہین درست اسمین اچھے اچھے لوگ دھوکا کھا گئے ہین مثلاً خون ہو جانے سے قتل کا واقع ہونا نام ہو جانے سے مشہور ہو جانا - دل آجانے سے عاشق ہو جانا جو مراد لیتے ہین تو یہ معنی محض اصطلاح و محاورہ اردو کے باعث سے سمجھے جاتے ہین یون کہنا کہ خون تمنا ہو گیا یا نام قاتل ہو گیا یا دل بے تاب آگیا یعنی ترکیب فارسی کا استعمال کرکے محاورہ مین تصرف کرنا درست نہو گا اس لئے کہ فارسی مین خون شدن سے قتل اور دل آمدن سے عشق اور نام شدن سے شہرت نہین سمجھ مین آتی کہ یہ اونکا محاورہ نہین - اسی طرح مثلاً اردو کا محاورہ ہے تمہارا طوطی بولتا ہے سب تمہارا دم بھرتے ہین -

برق نے اسکو یون نظم کیا ہے ؎ کیا بولتا ہے طوطی شیرین مقال یار -

اور مومن نے یون باندھا ؎ کون کہتا ہے دم عشق عدو بھرتے ہین -

اسی طرح قبا شدن لباس فارسی کا محاورہ ہے کپڑون کا دھجیان ہو جانا مراد ہے عشق نے اوسکو اسطرح باندھا - ؎ - بالکل قبا لباس عروس چمن ہوا -

محاورہ مین یہ سب تصرفات نادرست ہین اس سبب سے کہ مطلب خبط ہو جاتا ہے

کیا ہی اس چاند سی مکھڑی پہ بھلا لگتا ہے　　ہی تری حسن دل افروز کا زیور سہرا

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوق مرحوم نے اس شعر کی چوٹ پر کئی شعر کہے ہین مگر ہے

کو اونھون نے بھی باندھا ہے ؎

وہ کہے صل علے یہ کہے سبحان اللہ　　دیکھے کھڑے پہ جو تیرے سہرا اختر سہرا

سہرے کا بھلا لگنا اونھون نے اسطرح کھا ہے ؎

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدھی　　کنگنا ہاتھ مین زیبا ہے تو منہہ پر سہرا

پھر اس پر بھی ترقی کی ؎

ایک کو ایک پہ ترئین ہے دم آرایش　　سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اسمین شک نہین کہ غالب نے بے مثل شعر کہا تھا مگر ذوق نے جواب دیا اور خوب جواب دیا شعر کا جواب تو ہو گیا لیکن زیور کا قافیہ غالب ہی کے حصہ مین آگیا۔ ذوق نے استادی کی کہ اس قافیہ پر ہاتھہ نہین ڈالا۔ ذوق نے کنگنا اسطرح باندھا ہے کہ فاعلن کے وزن پر ہو گیا اور محاورہ یون ہے کہ نون و گاف مخلوط ہو کر ایک حرف ہو جاتا ہے اور فعلن کے وزن پر بولتے ہین اسیطرح اردو مین اکثر الفاظ ہین۔ جنکے نظم کرنے مین شاعر کو تشویش پیدا ہوتی ہے کنگنے سے بڑھکر رنگنے مین بکھیڑا ہے کہ یہ ایک ہندی مصدر فارسی لفظ سے بنا لیا ہے۔ فیصلہ یہ ہے کہ رنگنے مین اور اوسکے مشتقات ہین جہان جہان گاف ساکن ہو وہان دونون طرح بولنا اور نظم کرنا درست ہے۔ ناسخ مرحوم کہتے ہین ؎

میرے تن زار سے ہو زنار رنگ　　لے جو وہ طفل برہمن زردو

اور جہان گاف متحرک ہو جائے وہان ایک ہی صورت اس درست ہے آتش مرحوم کے اس مصرع مین۔ ع رنگریزین کے فکر نے رنگے ہزار رنگ۔ رنگے کا لفظ بسبب اظہار نون کے خلاف محاورہ سمجھا جاتا ہے یہان نون کا مخلوط رکھنا واجب ہے۔ اور دوسرا اعتراض ناسخ والون کا اس مصرع پر یہ بھی ہے کہ رنگریز فارسی لفظ ہے اسمین نون کو محاورہ عوام کی بنا پر مخلوط کر دینا خلاف ہے۔ اسیطرح آتش کے اس مصرع پر بھی۔ ع تو مجھسے مست ہاتھی کیطرح جنگلی ہرن بگڑا۔ مشہور ایراد ہے کہ جنگلی فارسی لفظ ہے اسمین بھی نون و کاف کا مخلوط کر دینا درست نہین۔ لفظ انگریز مین محاورہ یہی ہے کہ نون و گاف دونون مخلوط رہین اور غلط نکرنا خلاف ہے جیسا کہ کسی کا یہ مصرع مشہور ہے۔ ع ملک انگریز مین رہنے سے تنگ ہے۔ اسمین انگریز رستخیز کے وزن

پر ہے اور محاور کے بموجب اسکا استعمال زرخیز کے وزن پر چاہیئے۔ اسیطرح بنگلہ اور انگیا مین بھی غلط ضرور ہے اور نون کا ظاہر کرنا خلاف محاورہ اس سبب سے کہ یہ ہندی الفاظ ہین لیکن بہت سے اور ہندی لفظ ہین۔ امنگ النگ پتنگ ڈہنگ وغیرہ کہ اسمین نون وگاف دو نون لہجہ مین ہین ان الفاظ کو اگر اس طرح نظم کرین کہ نون وگاف ایک حرف ہو جائے تو غلط ہوگا غرض ہندی لفظون مین محاورہ و لہجہ پر مدار ہے اور کنگنا محاورہ و لہجہ مین فعلن کے وزن پر ہے نہ فاعلن کے وزن پر۔ میر وزیر علی صبا نے صید یہ مثنوی مین یہ مصرع کہا تہا۔ ع۔ پھر آیا بہادر جنگ اوسکو خطاب۔ اسپر ناموزون ہونے کا اعتراض اون کے معاصرین نے کیا تہا کہ موزون کرکے پڑہو تو نون کا کچہ پتہ نہین رہتا اور صبا سے کچہ جواب نہین پڑا۔ مگر انصاف کرنا چاہیئے کہ بہادر جنگ نام ہے اور اسکا ذکر شعر مین اہم اور ضروری ہے اور جس وزن مین مثنوی ہے اوس وزن مین بہادر جنگ کا لفظ ہے نون کے گرائے ہوئے کسیطرح سے آہی نہین سکتا یہ وزن ہی اوسکا متحمل نہین ہے تو ایسے وقت مین شاعر کیا کریگا سوا اسکے کہ تصرف کرے جسطرح فردوسی نے شاہ نامہ مین سپید دیو کے بدلے سپید یو کہا ہے اور ایک دال کو گرا دیا۔ یہ سچ ہے کہ ضرورت شعر کے لئے جو جو تصرف عرب کرجاتے ہین فارسی وارد و والون نے وہ سب تصرفات غیر مقبول و ناجائز قرار دئے ہین لیکن یہان تو ضرورت شعر سے بڑہی ہوئی ایک وجہ موجود ہی معترضین سے ہم کہتے ہین کہ بہادر جنگ کو وہی موزون کرکے دکہادین سوا اسکے کوئی جواب اونکے پاس نہین ہے کہ ع۔ ملا دو بہادر سے تم لفظ جنگ۔ بھلا اس طرح نام کو توڑ پھوڑ ڈالنا۔ اور علم کی ترکیب مین تصرف کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے پھر اس سے ہزار درجہ وہی اچھا ہے کہ ایک ذرا سے نون کو گرا دین جیسا صبا نے کیا ہے اسیطرح علم مین سے ع۔ ہ۔ خ۔ کا گرانا ہی بہتر ہوگا۔ بہ نسبت تصرف کرنے کے جیسے آقا طوبائے شوشتری نے یہ مصرع کہا ہے۔ ع۔ درزمان حضرت محبوب علی شاہ دکن۔

سر پہ چڑہنا تجھی پہ بنتا ہی پر ای طرف کلاہ مجھکو ڈر ہی کہ یہ چھینے تر المبر سھرا

لمبر ہی کہنا ٹھیک ہے اور نمبر غلط۔ لیکن یہ لفظ بہت ہی مکروہ ہے شاعر کی زبان پر نہونا چاہیئے۔ ابن رشیق لکہتے ہین شعر کی زبان مخصوص اور الفاظ مانوس ہوا کرتے ہین اوس احاطہ سے باہر قدم نہین رکہتے ذوق کے بہی سہرے کا ایک شعر اس احاطہ سے باہر

ہوگیا ہے ؎

تا بنے اور بنی میں رہے اخلاص بہم — گوندھے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دولہا اور دولہن کو بنا اور بنی کھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ گو مرثیہ گو ابھی تک ان لفظوں کو نظم کئے جاتے ہیں لیکن بعض محل پر اونھیں ماننا پڑیگا کہ بے لطف ہیں مثلاً یہ مصرع بہنیں کھان ہیں ڈالنے انچل بنے یہ آئین ۔ فصہ کی زبانی ہو تو اچھا ہے اور خود شاعر کی زبانی بے لطف ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ میر انیس کی زبان موج کوثر ہے مگر چند لفظ قدیم عادت کے بموجب وہ بھی باندھ گئے ہیں جو اب ترک ہوتے جاتے ہیں۔ بہینا بہنج جایا۔ فرزند۔ بالی۔ کم سن۔ جاگھ۔ جگھہ۔ جون۔ جیسے۔ موا۔ مرگیا۔ بنا بنی۔ ناسخ کہتے ہیں۔ ع ہوگئے پتھروں سے صحرا کے بھی دامان خالی۔ آتش کھتے ہیں۔

؎

ابروئے یار کا ہے سر میں جنہوں کے سودا — رقص وہ لوگ کیا کرتے ہیں تلواروں پر

ناؤ بھر کر ہی پروگئی ہونگی موتی — ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا

ذوق کہتے ہیں۔

؎

آج وہ دن ہے کہ لائے در انجم سے فلک — کشتی زر میں مہ نو کی لگا کر سہرا

سات دریا کی فراہم کئے ہونگے موتی — تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

موتیوں کا سہرا کوئی نہیں بناتے نہیں۔ مصرع یوں بھی ہو سکتا تھا۔ مصرع تب گندھا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا۔ مگر بنا ضلع کا لفظ ہے مبارک بادی دینے میں ضلع بولنا بے محل بھی نہیں ہے۔ ذوق نے یوں کہا ہے۔ ؎

اک گہر ہی نہیں صدکان گہر میں چھوڑا — تیرا بنوایا ہے لے لے کے جوگوہر سہرا

رخ پہ دولھا کی جو گرمی سے پسینہ ٹپکا — ہی رگ ابر گہربار سراسر سہرا

(پ) سہرے کا کاتب ہے (سے) یہاں چاہئے۔ بے مزہ تشبیہ ہے۔ پسینہ سے ابر گہربار ہو جانا سہرے کا پسینہ کی افراط پر دلالت کرتا ہے جسمیں اغراق و مبالغہ نامقبول ہے۔ گرمی سے اس شعر میں گرمی حسن مراد ہے۔ اگرچہ یہ شعر قابل التفات نہ تھا مگر ذوق نے دو شعر اسکے جواب میں بھی کھے ہیں۔ ؎

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار — تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

دوسرا شعر گرمی حسن کے بیان مین کہا۔

ثابت حسن سے مانند شعاع خورشید — رنگ پرنور ہے تیرے منور سہرا

یہ بھی ایک بی ادبی تھی کہ قبا سی پہنچائی — رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

اس شعر کا جواب ذوق کی غزل مین نہین نکلتا ہان وہی شعر جو گذرا ہے

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرایش — سر پہ دستار ہے دستار کو اوپر سہرا

یہان بھی پیش کر سکتے ہین کہ اسکے مثل کا کوئی شعر غالب کی غزل مین نہین دکھائی دیتا

جی مین اترا ئین نہ موتی کہ نہین مین اک چیز — چاہیے پھولونکا بھی ایک تمر سہرا

اس شعر کا جواب ذوق نے یہ دیا ہے ؎

پہرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی باد بہار — اللہ اللہ رے پھولونکا معطر سہرا

پھولون کا الفظ ہی کہتا تھا کہ معطر سے معطر کا قافیہ بہتر ہے۔

جبکہ لینے مین سماوے نہ خوشی کے مارے — گوندھی پھولونکا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

اس شعر کو اوپر کے شعر سے قطعہ کا سا ربط معلوم ہوتا ہے اور علٰحدہ علٰحدہ بھی دونون شعر تمام ہین (کیونکر) کا قافیہ ذوق نے اسطرح باندہا ہے ؎

دھوم ہے گلشن آفاق مین اس سہرے کی — گائین مرغان نوا سنج نہ کیونکر سہرا

لفظ انہون نے گلچین و گل فروش کا پھولون نہ سمانا ذکر کیا انہون نے بلبل و قمری کا خوش ہونا نظم کیا۔ اپنے مین سمانا فصحا کا محاورہ نہین ہے آپ مین سمانا اس سے زیادہ فصیح ہے

رخ روشن کی دمک گوہر غلطان کی چمک — کیون نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا

اس شعر مین روشن کی جگہ تابان ہوتا تو بسطرح چمک اور دمک مین سجع ہے تابان و غلطان مین بھی سجع پیدا ہوتا۔ یہ شعر بھی سہرے مین گوہر شہوار کی طرح چمک رہا ہے۔ ذوق کے دو شعرون سے انکا جواب نکلتا ہے ایک تو مہ و اختر والا شعر جو گذرا دوسرا مہ و خورشید والا شعر

رونمائی مین سجے دست مہ و خورشید فلک — کہولدے منہ کو جو تو منہ سے اوٹھا کر سہرا

مہ کے شعر سے اونکے دونون شعر کم نہین ہے دوسرے شعر مین ترقی یہ کی ہے کہ فروغ مہ و اختر کیا چیز ہے جس سے تشبیہ دیجئے درہم و دینار آفتاب تو فقط رونمائی اور نچھاور ہے۔

تار ریشم کا نہین ہے یہ گل ابر بہار — لائیگا تاب گرانباری گوہر سہرا

یعنے ریشم کا تار ہوتا تو بھلا اتنے بڑے بڑے موتیون کو سنبھال سکتا یہ رگ ابر ہے جو اس آب و تاب کے دریا کو سنبھالے ہے تا صائب کا مضمون ذوق نے اسطرح کہا ہے ؎

کثرت تار نظر سے ہے تماشائیون کے ۔۔۔ دم نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین ۔۔۔ دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

جواب اس کا ذوق نے دو شعرون مین دیا ہے ؎

در خوش اب مضامین سے بنا کر لایا ۔۔۔ دانے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا

جسکو دعوی ہو سخن کا یہ سنا دے اوسکو ۔۔۔ دیکھ اسطرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

بنانا سہرے کا انہون نے بھی باندھا لیکن گوندھنا افصح ہے

---

نصرۃ الملک بہادر جے بتلا کہ ۔ مجھے ۔۔۔ تجھسے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات سے ہے

مطلب یہ ہے کہ احسان و انعام کے سبب سے یہ ارادت نہین ہو سکتی یہ روحانی محبت و قلبی ارادت ہے جو بلا سبب ہوا کرتی ہے ۔ یہان استفہام و استعجاب مین نہایت بلاغت ہے جس سے ایسے معانی جلیل پیدا ہوئے ہین ۔

گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ گرم کرے ۔۔۔ رونق بزم مہ و مہر تری ذات سے ہے

اور مین وہ ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون ۔۔۔ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

مجھے میری اوقات سے نفرت ہے محاورہ اردو کے رو سے محظ غلط ہے نہ کلیمی یہ زبان ہے نہ دلی کی اکبرآباد کی ہو تو ہو ۔ اصل مین محاورہ یہ ہے کہ مجھے اپنی اوقات سے نفرت ہے ۔ رہ رہ کے یہی تعجب ہوتا ہے کہ غالب کی زبان سے یہ لفظ کیونکر نکلا ۔ جن لوگون کی اردو درست نہین ہے اون کو اس طرح بولتے سنا ہے مین نے میرا قلم پایا ۔ تنے تمہارا قلم پایا (اپنے) کے استعمال مین بس دھوکا کھاتے ہین ۔ اہل زبان کبھی بہک کے بھی اپنے کی جگہ میرا تیرا نہین کہتے ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ جو فاعل یا شبہ فاعل ہو اوسکی ضمیر مضاف الیہ ہو کر متعلق نہین ہو سکتی ایسے موقعون پر اپنے کو استعمال کرتے ہین مثلاً زید اوسکی زندگی سے

بیزار ہے تجھے میری زندگی سے نفرت ہے ان دونون صورتون مین یون
کہنا چاہیئے کہ زید اپنی زندگی سے بیزار ہے تجھے اپنی زندگی سے نفرت
ہے

خستگی کا تو بہانا ہے سبب ہے سر دست نسبت اک گونہ مرے دل کو تیری بات سے

یعنے تو آفتاب کی طرح روح افزائے عالم مین ذرہ سے بھی کم ہے تجھے تیرے ساتھ یہ کیا نسبت
ہان خستہ دلون پر نوازش کرنا تیرے دست عطا کا شیوہ ہے اس سبب سے
میرے دل کو تیرے ہاتھ سے گونہ نسبت پیدا ہو گئی ہے یا شاید مطلب یہ کا
ہے کہ جس طرح تیرے ہاتھ سے دشمنون کا خون بہا کرتا ہے اور دوستون کو
لعل و یاقوت ملا کرتے ہین ہی رنگ میرے دل کا بھی ہے جس کا زخم لعل و
یاقوت کی طرح خونابہ فشانی کیا کرتا ہے اور خستگی اصل مین زخمی ہونیکے معنی پر
ہے اردو مین جن معنی پر بولتے ہین وہ مجاز ہے۔ گویا اپنے زخم دل کو غریب سمجھتے
ہین فقط اس سبب سے کہ ممدوح کے ہاتھ کی اک گونہ مشابہت اس مین پائی
جاتی ہے جیسے آتش مرحوم کہتے ہین ؎

آسمان شوق سے تلوار و نکا مینہ برسا دے ۔ ماہ تو نے کیا ابرو کا ترے خم پیدا

مگر کوئی صاف معنی مصرع کی عبارت سے ہرگز نہین نکلتے۔ مسٹر گیمبل نے کتاب
فلسفۂ بلاغت مین ایک حکایت لکھی ہے کہ نوبز اندلس کا ایک نامی شاعر تھا اوسکی
مثنوی کے چند شعر ایک تازہ وارد مرد عالم نے اوسے دکھائی اور کہا کہ مین نے
بہت دفعہ یہ شعر پڑھے ہے مگر کبھی میری سمجھ مین نہین آئے آخر تمنے کیا معنی رکھے
ہین۔ لو پڑھنے وہ اشعار اپنے ہاتھ مین لیکر کئی دفعہ پڑھے اور آخر بے معنے
ہونے کا اقرار کیا۔ اوسوقت تک اوسے یہ معلوم نہ تھا کہ مین بے معنی بھی کہہ جاتا
ہون۔ یہ کچھ شاعر پر نہین منحصر ہے ہر فن کے اچھے اچھے لکھنے سمجھنے والون جو تکرار
نظر نہین کرتے بے معنی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہین کاتب و ادیب کے لئے
اسلم طریقہ وہی ہے جو زہیر بن ابی سلمی نے اپنے حولیات مین اختیار کیا تھا
جس کا ذکر گزر چکا۔

ہات مین تیرے رہے توسن دولت کی عنان یہ دعا لکھتا ہے دبیر قاضی حاجات سے

پہلے شعر مین ہاتھ کا لفظ ضرورت قافیہ سے بغیر اوہ کے لکھنا پڑا اس سبب سے یہان بھی اوہ کو ترک کیا۔

تو سکندر ہے۔ مرا فخر ہے ملنا تیرا گو شرف خضر کی بھی مجھکو ملاقات سی ہے

خضر سے شاہزادہ حضرت سلطان پسر بہادر شاہ مغفور مراد ہین۔

اس پہ گزرے نہ گمان پل دریا کا زنہار غالب خاکنشین اہل خرابات سی ہے

یعنی اہل صلاح و تقوی پر اگر سا سی دریا کا رہی کا گمان گزرے تو جا سے ہے۔

ہی چہارشنبہ آخر ماہ صفر — چلو رکھ دین چمن مین کہی مشکو کی نا ند۔

تشبیب اس قطعہ مین فقط مدح کی تمہید ہے ورنہ آخری چہارشنبہ کوئی خوشی کا دن نہین ہے۔

جو اے جام بہر کے پیے اور ہو کے مست سنبرہ کو روند تا پہر دی بہو لونکو جای پہانے

جو فعل کہ دو دو فعلون سے مرکب ہین جیسے پہاند جانا۔ پہر آنا۔ کہہ بیٹہنا۔ بول اوٹہنا۔ اوتار لینا۔ پڑہا دینا وغیرہ ان مین ترتیب و اتصال کا باقی رکہنا بہتر ہے۔ لیتا ہون اوتار۔ اور دیتا ہون پڑہا کہنا مکروہ ہے لیکن یہان اس تنگ زمین مین قافیہ پیدا کرنے کے لیے ہمنے گوارا کیا شاعر کے سوا اور ایسا تصرف نہین درست۔

غالب یہہ کیا بیان ہی۔ بنجر مدح بادشاہ بہاتی نہین ہی اب مجھے کوئی نوشتہ اند

نہ نبہلنے کی وجہ یہہ ہے کہ قافیہ تنگ ہے۔ کل چہہ قافیہ ہین اوس مین سے پانچ کہہ لیے چہٹا قافیہ (ہراند) قابل ترک تہا۔

بتے ہین سونے روپے کی جہلی حضور مین ہے جنکو آگے سیم و زر مہر و ماہ مانند

جن کے مقام پر جس بہد کہہ سکتے ہین اسلیے کہ جملہ غیر ذوی العقول ہین۔

یون سمجہی کہ بیچ سے خالی کئی ہوی لاکہون ہی آفتاب ہین اور بے شمار چاند

سمجہے بسکون میم ایک جگہہ اور ہی مصرعے کے کلام مین گذرا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر چاندی سونے کے یہ چہلے بیچ سے خالی نہ ہوتے تو پہر چاند سورج تہے۔

---

ای شاہ جہانگیر جہان بخش جہان دار ہی عیب سے ہر دم تجہے صد گونہ بشارت

دوسرے مصرع مین (ہے) سے (ہو) بہتر تھا دعائیہ مصرعہ ہوجاتا اور جبر سے انشا لذیذ تر ہے۔ غالباً سہو کاتب ہے۔

جو عقدہ دشوار کہ لوشش سے نہ وا ہو — تو وا کرے اوس عقدہ کو تو ہی باشارت

سواب محاورہ سے چھوٹتا جاتا ہے اب سو کو وہ بولتے ہین۔ میر اشعر ہے ؎

دیا دو گز کفن گردن کے وہ بھی — ڈھنکا دو دن نہ جس سے تن کسی کا

ممکن ہے کہ خضر سکندر سے ترا ذکر — گر لب کو ندے چشمۂ حیوانسی طہارت

یعنے نہین ممکن ہے۔

آصف کو سلیمانی وزارت سے شرف تھا — ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت

دوسرے مصرع مین (جو) کے دو پہلو ہین یعنے جو سلیمان تیری وزارت کرے تو اوس کے لئے فخر ہے یا جو تیری وزارت کرے وہ فخر سلیمان ہے۔

ہے نقش سریدی ترا فرمان الٰہی — ہے داغ غلامی ترا توقیع امارت

یعنے ترے ساتھ ارادت رکھنے مین امتثال فرمان الٰہی ہے اور جسے تیرا داغ غلامی میسر ہو گیا اوسے سند امارت ملگئی۔

تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان — تو آگ سے کر دفع کرے تاب شرارت

ڈھونڈے نہ ملے موجۂ دریا مین روانی — باقی نہ رہے آتش سوزان مین حرارت

اس قسم کا مبالغہ قصیدہ مین ممدوح کو بھی پسند نہین آتا

ہے گرچہ بجے نکتہ سرائی مین تو غل — ہے گرچہ مجھے سحر طرازی مین مہارت

کیونکر نہ کروں مدح کو مین ختم دعا پر — قاصر ہے حکایت مین تری میری عبارت

بادشاہ سے کسی بات کی شکایت نہی فصد کیا تھا کہ مدح کرکے شکایت کے شعار لکھین مگر قصور عبارت یعنے تنگی قافیہ سے مجبور ہو کر دعا پر ختم کر دیا۔

نوروز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوے مین — نظارگی صنعت حق اہل بصارت

تجھکو شرف مہر جہان تاب مبارک　　غالب کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

نظارگی بمعنی تماشائی اور شجکو بشرف آفتاب مبارک دو معنے پر ہے ایک تو یہ کہ آفتاب کا ساتھ شرف و مرتبہ تجھے مبارک ہو دوسرے یہ کہ تحویل آفتاب حمل مین جس کو شرف آفتاب کہتے ہین تیسرے حق مین مبارک ہو لیکن نوروز کے وقت آفتاب شروع حمل مین ہوتا ہے اور شرف کا مقام حسب رائے منجم اوسیوان درجہ ہے ۔

---

افطار صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو　　اوس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے

جس پاس روزہ کھولکے کھانے کو کچھ نہو　　روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

(جس پاس) مین سے (کسے) کا حذف محاورہ سے اب چھوٹتا جاتا ہے شعر مین تکلف باندہ جاتے ہین ۔ مولنس کہتے ہین ۔ ع گھبرا کے جو پاس گیا مرد وفادار ۔ کہا لفظ جسطرح دو معنی کیلئے اس قطعہ مین ہے اسی طرح ناچار کا لفظ بھی مفلس و بے نوا کے معنی پر بھی یہان ہے اور مجبور ہوکر روزہ توڑنے کے معنی بھی مقصود ہین ۔

---

ای شہنشاہ اسمان اورنگ　　ای جہان دار آفتاب اثار

لفظ آفتاب آثار مین صنعت استہال ہے آگے جاڑے کی تکلیف اور سردی کہانے کا شکوہ ہے ۔

تہا مین اک بے نوائے گوشہ نشین　　تہا مین اک دردمند سینہ فگار

تم نے مجکو جو آبرو بخشی　　ہوی میری وہ گرمی بازار

کہ ہوا مجھسا ذرۂ ناچیز　　روشناس ثوابت و سیار

روشناس کی ترکیب یعنی اسم مفعول کے لئے ہے جسطرح خداشناس اسم فاعل کے لئے ہے یعنی ثوابت وسیار مجھے پہچاننے لگے اونکی آنکھ مجھ پر پڑنے لگی۔

گرچہ زروئے ننگ بے ہنری ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی جانتا ہون کہ آے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین۔ کہ ہون بادشہ کا غلام کارگزار

پہلے وگر کو کے مقام پر (تئین) زیادہ خرچ کیا کرتے تھے زید کے تئین مارا میرے تئین پکارا۔ پھر تئین سے کراہیت پیدا ہوگئی۔ اس سبب سے کہ زید کو مارا مجھکو پکارا یہی وہی بات ہے اور محاورہ بھی ہے مگر اپنے تئین اور اپنے اوپر آج تک زبان زدو عین محاورہ رہا اس سبب سے کہ اپنے کو اور اپنے پر صحیح اردو کا محاورہ نہین ہے اہل زبان نے اسے قبول نہ کیا اور اپنے کے ساتھ تئین بولے جاتے ہین مگر شعرا دس قیاس پر عمل کرکے کہ تئین اور کو ایک ہی معنی پر ہین (اپنے کو) باندھ جاتے ہین ہم نے بھی یہی قیاس کیا ہے ورنہ عام محاورہ اپنے تئین ہے اور محاورہ مین قیاس کو دخل دینا بیجا ہے کہتے ہین اپنے تئین آپ خراب کیا اور یہی صحیح ہے اپنے کو آپ خراب کیا یا آپکو آپ خراب کیا یا اپنے آپکو خراب کیا یہ سب صورتین خلاف محاورہ ہین

خانہ زاد و مرید اور مداح تہا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
بارے نوکر بھی ہوگیا صد شکر ثبتین ہوگئین مشخص چار

لفظ عریضہ مولدین کی گرامت ہے عربی صحیح مین ان معنے پر نہین آیا۔

نہ کہون آپسے تو کس سے کہون مدعاے ضروری الاظہار

ضروری الاظہار بھی عجیب ترکیب ہے ایک تو مقتضاے ترکیب یہ تہا کہ ی پر تشدید ہو دوسرے لفظ ضروری ان معنی پر عربی مین ہی نہین ایسے الفاظ پر ہندی ہونے کا حکم ہے اور ترکیب عربی مین لانا منع ہے اور اہل ادب احتراز کرتے ہین۔

پیر و مرشد اگرچہ مجکو نہین ذوق آرایش سر و دستار
کچھہ تو جاڑے مین چاہیے آخر تا نہ دے باد زمہریر آزار

زمہریر جاڑے کے معنی پر بھی آیا ہے۔

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش جسم رکھتا ہون۔ ہے اگرچہ نزار
یہ گو اغرنا توان ہے لیکن جسم رکھتا ہون اور جسم مین جان ہے ۔ لفظ
پوشش اردو کے محاورہ مین داخل ہے لیکن شیشہ آلات وظروف
وصندوق ومیز وغیرہ کے غلاف کو پوشش کہتے ہین انسان کے لباس کو
پوشش اردو کے محاورہ مین نہین کہتے ۔ گو فارسی مین درست ہو یہان
پوشاک کے لفظ سے مراد مرحوم نے اس لئے اعراض کیا کہ پوشاک مین امتیاز
تکلف تھا جو مقتضائے مقام کے خلاف ہے اور پوشش کا لفظ اختیار کیا
جو انسان کے لئے ادنے درجہ کا لباس ہے اور یہی مقتضائے مقام
وعین بلاغت ہے گویا کہنا یہ اس مطلب کو ادا کیا ہے کہ جسم نزار ایک ہدیہ کا
ڈھانچا ہے اوسے پوشش درکار ہے نہ پوشاک ۔

کچھ خریدا نہیں ہے اب کے سال کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار

مطلب ظاہر ہے اور بار لفظ مونث ہے مثلاً کہتے ہین اس سال
کپڑے بنانے کی بار نہ آئی ۔

رات کو آگ اور دن کو دھوپ بہار مین جائین ایسے لیل ونہار
آگ تاپے کہان تلک انسان دھوپ کھاوے کہان تلک جان دار
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی وقفار بنا عذاب النار

تینون شہر دون مین آگ اور دھوپ کا لفظ ہے اور لطف سے ہے ۔
لیل ونہار کو صفت نے جمع کرکے مانند بات کے مگر اکثر مفرد استعمال کرتے
ہین مثلاً اگر یہی لیل ونہار رہا تو زندگی کیون کر ہوگی ۔ اب دلہ اچھا ہے
شعر وسخن سیکھا ۔ بات کا سر پیر نہ ملا ۔ منہ ہاتھ ٹوٹ گیا ۔ لہو پانی
ایک ہوا ۔ دونون لفظ مونث ہون تو وہ بھی اسی طرح مفرد ہی بولے جاتے ہین جیسے
خیر وعافیت معلوم ہوئی اوسکی تکلیف کا کچھ ہی نہایت عجیب بیہات ہے کہ ایک لفظ مونث اور
دوسرا مذکر اوسے بھی مفرد بولتے ہین اور اوسکے فعل کی تذکیر وتانیث محاورہ پر موقوف رہتی ہے
مثلاً اوس عورت کو لاگر اچھا ہے ۔ بول چال اچھی ہے ۔ اسمان زمین ایک کردیا ۔ زمین آسمان ایک
ہوگیا اکثر ایسے بندھے ہوئے محاورہ ہین کہ جمع بول ہی نہین سکتے اور نحو اردو مین

غیر ذی عقل کے لئے اکثر مواقع مین جمع بونا متروک ہے۔

میری تنخواہ جو مقرر ہے — اسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مردہ کی چہلم ماہی ایک — خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو کہ ہون بقید حیات — اور چہلم ماہی ہو سال مین دوبار

اس قطعہ کے وجوہ بلاغت بہت لطیف ہین۔ چھے مہینہ تنخواہ ملنے کو چہلم ماہی کہا اس سے بالتزام یہ مطلب نکل آیا کہ ماہ بماہ تنخواہ نہ ملنا موت ہے اور چہلم حیات کو قید کے مقابلہ پر لیا جس سے یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر یہ قید نہ ہوتی تو یقیناً چہلم مرگ ہوتا۔

بسکہ لیتا ہون سر مہینہ قرض — اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ مین تہائی کا — ہو گیا ہے شریک ساہوکار

سود کی تکرار سے سود در سود ہونا مقصود ہے اردو مین لفظ تکرار بحث کے معنی پر بھی بولتے ہین وہ معنی یہان نہین مراد ہین ورنہ تنخواہ کی تہائی سود مین تو لگ نہین سکتی

آج مہمان نہین زمانہ مین — شاعر نغز گو ہی خوش گفتار
رزم کی داستان گر سنیے — ہے زبان میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے — ہے قلم میری ابر گوہر بار
ظلم ہے گر نہ داد سخن کی داد — قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار

مصنف مرحوم کی زبان پر قلم تانیث تھا اور اون کے تلامذہ ابھی تک اس وضع کو نباہے جاتے ہین مگر اصل یہ ہے کہ لکھنؤ و دہلی مین تذکیر سب بولتے ہین فخر شعرائے دہلی نواب مرزا خان داغ کا کلام دیکھ لو۔ تعجب یہ ہے کہ ایک جگہ خود مصنف بھی قلم کو تذکیر باندھ چکے ہین ع فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے۔

آپکا بندہ اور پھرون ننگا — آپ کا نوکر اور کھاؤن اودھار

اودھار کا لفظ اہل اعتبار کی زبان پر نہین ہے نوکر چاکر بولا کرتے اسی لئے مصنف نے لفظ نوکر مصرع مین باندھا۔ غیر لفظ کے استعمال کا یہ بہت دقیق طریقہ ہے۔ ہان کسی پر اودھار کہانا البتہ محاورہ ہے

؎ نقد دل لیکے جان کو چھوڑا — خوب کہا با اودھار کیا کہنا

میری تنخواہ کیجیے ماہ بماہ تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار

جو لوگ فارسی پڑھے ہوئے نہین ہین وہ کبھی اردو مین (تا) نہ بولین گے بلکہ یون کہین گے کہ نہ ہو مجھکو زندگی دشوار۔

ہر زبان مین یہہ بات ہے کہ جس طرح ادنی درجہ کے لوگون کی زبان اچھی نہین ہوتی اسیطرح لکھے پڑھے ہوے لوگ بھی بعض الفاظ کا غلط کرتے ہین بعض محاورات کی تصحیح کرتے ہین اور زبان کو خراب کر ڈالتے ہین بعض اشخاص محاورہ مین نحوی یا لغوی قیاس کو دخل دیکر خرابی کرتے ہین یاد ش بخیر میر ضامن علی صاحب جلال کلکتہ مین میرے اس مصرع پر اعتراض کرتے تھے ع ایڑیان رگڑین تو صیقل ہوگئی بیچین سکتے تھے صیقل بتذکیر باندھنا چاہیے مین نے کہا میری زبان پر تو یہہ لفظ بتانیث ہے اور ہیکل وکیفہ وبیرق وغیرہ بھی مونث ہی مین کہنے لگے نہین اب تمام اساتذہ فن نے یہی قرار دیا ہے اور اوس کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ صیقل لفظ مذکر ہے اوسی زمانہ مین میر وحید مرحوم مٹیا برج مین آئے ہوے تھے اون کے سننے کے لئے مجلس مین مین بھی گیا وہان مرزا یاور مرحوم میرے قریب بیٹھے ہوے تھے۔ مین نے اون سے لفظ صیقل کو پوچھنے لگے مونث ہے مین نے کہا کوئی سند اسکی یاد ہو تو مجھے بتا دی اس باب مین میر ضامن علی صاحب جلال کچھ اور ہی کہتے مین وہ سوچ کرنے لگے کسی اور کا تو شعر نہین یاد آتا لیکن مجھے ایک اپنا شعر یاد آیا ہے جس مین صیقل کو مین نے بتانیث باندھا ہے اتنے مین مرثیہ شروع ہوگیا وحید نے تمہید مین چند بند مضمون مفاخرت کے پڑھے اوسمین یہہ مصرع بھی تھا تیغ شمشیر فصاحت پہ ہے پانچون صیقل اور علما کی زبان تو سب سے زیادہ بگڑی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ علوم وفنون کے اصطلاحات اپنے محاورات مین داخل کرتے ہین اپنی زبان کی نحو ترتیب کلمات کو بھول جاتے ہین لفظی ترجمہ کرتے کرتے غیر زبان کی نحو اپنی زبان مین جاری کرنے لگتے ہین۔

اہل ادب کا اتفاق ہے اس بات پر کہ جس تحریر وتقریر مین اصطلاحات کا زیادہ خرچ ہو اوس سے بڑھکر کوئی مکروہ زبان نہین ہوسکتی اور اہل فن کا یہ

یہ حال ہے کہ اسقدر اصطلاحات وضع کئے ہین کہ اونکی ایک نئی زبان ہوگئی ہے کہ اصطلاحات یاد کرنے مین ادب سے محروم رہ جاتے ہین - کیجے فعلن کے وزن پر ہو سے اس کے بہ نسبت نکیجئے جو فاعلن کے وزن پر ہے فصیح ہے بلکہ اکثر لوگ کیجے کو جو فعلن کے وزن پر ہے نظم مین سے ترک کر چکے ہین -

ختم کرتا ہون اب دعا پہ کلام — شاعری سے نہین مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس — ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دعا دینے سے پہلے یہہ کہنا کہ مین اب دعا دیتا ہون اکثر شعرا کی عادت ہوگئی ہے مگر مضمون بے مزہ ہے یا مدح غائب کرتے کرتے جب مدح حاضر کی طرف التفات کرتے ہین تو پہلے یہ خبر دیتے ہین کہ اب مدح حاضر ہم شروع کرتے ہین یہہ بھی بے لطفی سے خالی نہین اس سبب سے کہ سلسلۂ کلام منقطع ہوجاتا ہے اور غائب سے حاضر کی طرف التفات یا مدح سے دعا کی طرف رجوع ایسا امر نہین ہے کہ جب تک اوس پر متنبہ نہ کرین سمجھ مین نہ آسکے پھر کیا وجہ کہ سب نے اس طریقہ کو اختیار کر لیا ایک آدہ قصیدہ مین اگر کسی لطیف و بدیع پیرایہ مین یہ مضمون ہو تو مضائقہ نہین لیکن ہر شاعر اپنے ہر قصیدہ مین اسطرح کا التزام رکھے یہ جدت پسند طبائع کو اچھا نہین معلوم ہوتا -

---

سیہ گلیم ہون - لازم ہے میرا نام نہ لے — جہان مین جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے
یہ غلبہ مجھ کو کبھی کسی پہ نہ بخشے — کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے

یعنے جو شریک غالب (بکسرہ اضافی) ہوتا ہے وہ شریک غالب (بکسرہ توصیفی) ہوجاتا ہے - فتح و ظفر سے غلبہ مراد ہے اور غلبہ بہ تحریک لام ہے جسطرح کلمہ درجہ ہم نے اسے بسکون لام باندھا ہے کوئی شاہد اس کا خیال مین نہین آتا مگر باعتبار محاورہ اردو و تصرف ہم یہ شعر خود سند ہے اسبات کی کہ غلبہ کو بسکون لام باندھنا چاہیے اور سیہ گلیم

بمعنے سیہ بخت ہے۔

---

مہل تہا مسہل ہے یہ سخت مشکل آپڑی — مجھ پہ کیا گذری پلی آروز حاضر ہین ہوے
تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد — تین مسہل تین تبریدین یہ سب کے دن ہوے

تبرید دن سے وہ دن مراد ہے جو دو مسہلون کے درمیان مین پی جاتی ہے
مسہل سے تین دن پہلے منضج پینے کے دن ہین اور تین مسہلون کے درمیان
مین اور تین دن تک بعد تبرید پیتے ہین غرض بارہ دن کی رخصت مانگی ہے۔

---

نجم انجمن طوے مرزا جعفر — کہ جسکی دیکہی سب کا ہوا ہے جی محظوظ
ہوئی ہے ایسی معمی فرخندہ سال این طالب — نہ کیون ہو مادہ سال عیدی محظوظ

طوے کے معنی بیاہ۔ محظوظ = ۱۲۵۴ — گو کہ تاریخ کہنا میری رسم
مین شاعر کا کام نہین ہے مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ اچہا لفظ مصرع نے
نہین نکالا مثلاً لفظ طوے یا اسکے مرادفات مین حد دماغ آتے تو لطف تہا

---

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی — ہوا بزم طرب مین رقص ناہید
کہا غالب سے تاریخ اسکی کیا ہے — تو بولا "انشراح جشن جمشید"

لفظ محظوظ مین عیسوی تاریخ نکالی اور انشراح جشن جمشید مین ہجری
جسکے عدد بارہ سے ستر ہوتے ہین۔

---

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین — دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ دہرتے ہین کرنے ہوئے سلام — اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

جب کسی امر سے اپنے ناواقف ہونیکا اظہار کرتے ہین تو کان پر ہاتھ
رکہتے ہین اور بادشاہون کے سامنے غیر شخص کو سلام کرنا ہو تو ماتھے
پر ہاتھ نہین رکہتے بلکہ رخسار اور کان کی طرف ہاتھ لیجاتے ہین انہین
دونون باتون سے یہ مضمون لطیف مصرع پیدا کیا اور جدت کی۔

# (رباعیات)

بعد از اتمام بزم عید اطفال — ایام جوانی رہے ساغر کش حال
آ پہنچے ہین تا سواد اقلیم عدم — اے عمر گذشتہ ایک قدم استقبال

عمر گذشتہ کے پلٹ آنے کی آرزو مین یہہ رباعی کہی ہے یعنی اے عمر گذشتہ جان تو ہے اوسی اقلیم کے سوا تک ہم ہی آپہنچے بھلا ایک قدم ہمین لیتے کو تو چلی آتی ہی چار دن کے لیے شباب کے پلٹ آنے کی حسرت کرتے ہین۔

شب زلف و رخ عرق فشان کا غم تہا — کیا شرح کرون کہ طرفہ تر عالم تہا
رویا مین ہزار انکہہ سے صبح تلک — ہر قطرۂ اشک دیدہ پر نم تہا

یعنی زلف و رخ کے تصور مین جو رویا تو زلف کی سیاہی اور رخ کی سفیدی سے ہر قطرۂ اشک مین انکہہ کی سی سفیدی و سیاہی پیدا ہوگئی تو گویا ہزار انکہہ سے مین رویا کیا۔

اتشبازی ہے جیسے شغل اطفال — ہے سوز جگر کا بہی اسی طور کا حال
تہا موجد عشق بہی قیامت کوئی — لڑکون کے لیے گیا ہے کیا کہیل نکال

لڑکون سے معشوق مراد ہین جو عاشقون کے جگر کو جلا کر اتشبازی کا تماشا دیکھتے ہین ے ہے آہ شرربار مرے اونکو تماشا خوش ہین جو نکلتے ہین شرارے مرے دل سے۔

دل تہا کہ جو جان درد تمہید سہی — بیتابیٔ رشک و حسرت دید سہی
ہم آور دین۔ اے تجلی افسوس — تکرار روا نہین تو تجدید سہی

یعنی پہلے ہم دل رکہتے تہے جو زندگانی پر درد کو جہیل گئے بیتابی رشک کی برداشت کی اور حسرت دید سہی افسوس اب ہم مین اور افسردگی و بیدلی اے تجلی طور اگر تکرار تیری محال ہے تو تجدید ہے سہی کہ میرے دل افسردہ کو پہر اوسی سوز و گداز کی ہوس ہے۔ اور تکرار سرشی کی محال ہے کہ معدوم کا اعادہ نہین ہو سکتا لیکن از سر نو تو پیدا ہونا اوس سوز و گداز کا ممکن ہے۔ جان درد تمہید بہت گڈھب ترکیب ہے یعنی وہ جان جو درد کی تمہید ہے یا جسکا آغاز درد سے ہے۔

ہے خلق حسد قماش لڑنے کے لئے  وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لئے
یعنی ہر بار کاغذ باد کی طرح  ملتے ہین یہ بد معاش لڑنے کے لئے

حسد قماش وحسد شعار وہ جسنے حسد کا جامہ پہن لیا ہے اور تلاش سے تلاش معایش مراد ہے لفظ بد معاش سے یہی اشارہ کیا ہے یعنی دنیا مین دو شخصون کا ملنا ایسا ہے جیسے دو کنکوؤن کا ملنا کہ ملنے سے مقصود لڑنا ہے۔

---

دل سخت نژند ہوگیا ہے گویا  اوس سے گلہ مند ہوگیا ہے گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہین  غالب منہہ بند ہوگیا ہے گویا

نژند بمعنی غمگین اور چوتھے مصرع مین لفظ گویا مین ایہام کیا ہے مگر اس ایہام کی اردو و فارسی مین بہت لغۃ لئے گئے ہین اور نہایت مبتذل ہوچکا ہے۔

---

دکہہ جی کی پسند ہوگیا ہے غالب  دل رک رک کر بند ہوگیا ہے غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہین  سونا سوگند ہوگیا ہے غالب

اس رباعی کے دوسری مصرع مین دو حرف وزن رباعی سے زائد ہوگئے ہین اور ناموزون ہے مختلف چھاپہ کے سب نسخون مین یہی اور جس نسخہ کی کاپیان خود مرحوم کی صحیح کی ہوئی ہین اوس مین بہی یہ مصرع اسی طرح ہے اور وزن رباعی مین جس وزن مین سبب خفیف سب سے زیادہ ہین وہ یہہ مصرع مشہور ہے ع تا می گویم نام تو یا می گریم۔ اس وزن پر اگر اوس مصرع کو کہینچین تو یون ہونا چاہیے ع دل رک رک کر بند ہوا ہے غالب۔ اور اس صورت مین زمین بدل جاتی ہے۔ غالبا اسی فارسی مصرع نے مصرع کو دہوکا دیا۔ اب خیال کرو۔ غالب سا موزون طبع شخص اور ناموزون کہہ جائے بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ جو عروض کہ فارسی و اردو کہنے والون نے عربی کو ماخذ علوم سمجھکر اختیار کیا ہے یہ عروض عربی ہی زبان کے واسطے خاص ہے اردو کہنے والون کو پنگل کے اوزان مین کہنا چاہیے جو زبان ہندی کے اوزان طبعی ہین مین جانتا ہون میرے اس مشورہ پر شعرائے ریختہ گو ہنسینگے اور نفرت کرینگے مگر اس بات کا انکار نہین کر سکتے کہ وہ ہندی زبان

عربی کے اوزان مین ٹھونس کر شعر کہا کرتے ہین اور ہندی کے جو اوزان طبعی ہین اُسے چھوڑ دیتے ہین یہہ ویسا ہی ہے جیسے کوئی انگریزی قصیدہ بحر طویل مین کہے کہ کوئی انگریز اوسے موزون نہ کہے گا اسی طرح انگریزی عیسائیون نے انگریز اوزان اور اردو زبان مین ہماری کتابین اور مناقب مسیح نظم کئے ہین ہم لوگ اوسے دیکھکر ہرگز موزون نہ کہینگے ناموزون کلام پڑھنے سے بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اس سبب سے جو کوئی اون مناقب کو دیکھتا ہے ضرور ہنستا ہے اسکے برخلاف پنگل کے سب اوزان ہم کو بھی موزون معلوم ہوتے ہین وجہہ اسکی یہی ہے کہ وہ سب اوزان ہمارے اوزان طبعی ہین اور جن اوزان کو ہم نے اختیار کرلیا ہے ان وزنون مین بےتکلف ہم شعر کہتے ہین اور ہماری شاعری مین اُس سے بڑی خرابی پیدا ہوگئی ہے جس کی ہمین خبر نہین ۔مین نے انگریزی کا ایک فقرہ دیکھا جو ہزج مین موزون معلوم ہوا۔

Let no man a thief know it

لیکن جو لوگ اہل زبان ہین اونکو سنایا تو اونہون نے کہا اس طرح موزون نہین ہے بعض لوگون نے عربی کو فارسی والون کے اوزان مین نظم کیا ہے مثلاً

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ

لیکن جو لوگ عربی اشعار سے مزہ اوٹھانے والے ہین اون سے پوچھو اونکے نزدیک یہہ مصرع ناموزون ہے یا یہہ سمجھو کہ وزن سے جو مزہ پیدا ہوجاتا ہے وہ اس مین نہین پیدا ہوا۔ وجہہ یہ کہ اوزان مطبوع مین شعر ہو تو اہل زبان اوس شعر کو شعر سمجھین اور اوزان مصنوع کی تو کوئی انتہا ہی نہین یہی حال پنگل والون کی نظم مین اردو شاعری وار اردو اشعار کا ہے کہ وزن سے جو مزہ آنا چاہیے وہ مزہ اونکو ہمارے شعر سے نہین ملتا اور مختلف زبانون کے مختلف اوزان ہونے کی وجہہ یہ ہے کہ ہر زبان کا خاص لہجہ ہوتا ہے اوسکے اسماء و افعال کے خاص اوزان ہوتے ہین وزن شعر بھی لامحالہ جدا ہوگا مثلاً انگریزی مین عروض کا دارومدار لہجہ کے شدت و رخاپر ہے اعداد حروف و مطابقت حرکات و سکنات کو کچھہ دخل نہین اسکے برخلاف عربی کا عروض ہے کہ اوسمین محض مطابقت حرکات

وسکنات وشمار حروف پر عروض کی بنا ہے شدت و رخاے لہجہ سے وزن مین کچھ خلل نہین پیدا ہوتا ہندی مین اکثر الفاظ کے آخر مین حروف علت ہوا کرتے ہین اونہین حرفون کے مد وقصر وحذف ووقف پر پنگل کی بنا ہے قواعد پنگل مین اردو زبان کے لئے البتہ ایک دشواری ہے کہ اون لوگون کے لہجہ مین بعض حروف مثل لام ورا وغیرہ کے ایسے خفیف اور مخلوط سے ہین کہ اون حرفون کا شمار حروف صحیح مین نہین بلکہ ایک قسم کا اعراب سمجھتے ہین برخلاف اردو کے لہجہ کے کہ لام یا رے کو مثلاً تقطیع شعر مین شمار نہ کرین تو وزن ہی نہین باقی رہتا اتنا اثر عربی وفارسی کا اردو کے لہجہ پر رہ گیا ہے میری مزعوم پر ایک دلیل یہہ ہے کہ تفحص واستقرا کے بعد الفاظ اردو کے اجزا چار طرح کے پائے جاتے ہین اور خود الفاظ پندرہ قسم کے۔

(۱) پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن جیسے۔ چل۔ سن۔ ہے عروض کی اصطلاح مین اسے سبب خفیف کہتے ہین۔

(۲) پہلا حرف متحرک اور اوسکے بعد دو ساکن جیسے۔ بات۔ رات۔ زور۔ شور۔ ایک۔ نیک وغیرہ اسکو اصطلاح مین سبب متوسط کہتے ہین۔

(۳) پہلے دو حرف متحرک اوسکے بعد ایک حرف ساکن جیسے۔ کہا۔ سنا۔ لیا وغیرہ عروضی اسے وتد مجموع کہتے ہین۔

(۴) پہلے دو حرف متحرک اوسکے بعد دو حرف ساکن جیسے نشان مکان۔ امیر وزیر حصول وصول وغیرہ شعرا اسے وتد کثرت کہتے ہین اردو مین جتنے کلمات جس جس زبان کے پائے جاتے ہین اور محاورہ مین داخل ہین یا تو وہ انہین چار جزون مین سے کسی جزو کے وزن پر ہین جیسے تم یا وکرد مثال اور یا انہین چار دن جزون سے مرکب ہوئے ہین مثلاً

(۵) کسی کلمہ مین دو سبب خفیف ہین جیسے۔ ماتہا۔

(۶) کسی مین تین سبب خفیف ہین جیسے۔ پیشانی۔

(۷) کسی مین پہلا جزو سبب خفیف ہے اور دوسرا متوسط جیسے رخسار

(۸) کسی مین عکس اوسکا جیسے۔ کالبد۔

(۹) کسی مین دونون سبب متوسط ہین جیسے۔ خاکسار

(۱۰) کسی مین پہلا جزو وتد مجموع اور دوسرا سبب خفیف ہے جیسے مسرت

(۱۱) کسی مین عکس اوپر کا جیسے۔ تہنیت

(۱۲) کسی مین پہلا وتد مجموع اور دوسرا سبب متوسط جیسے۔ خریدار

(۱۳) کسی مین دونون جزو وتد مجموع ہین جیسے۔ موافقت

(۱۴) کسی مین پہلا جزو وتد کثرت ہے اور دوسرا سبب خفیف جیسے۔ نیارپا

(۱۵) کسی مین عکس اسکا ہے جیسے۔ اعتبار

بس کلمات اردو کے یہی پندرہ وزن ہین۔ تم کہوگے کہ غلبہ اور درجہ بھی تو ایک وزن ہے اور حیوان و جولان بھی تو وزن ہے۔ نہین ایسے الفاظ مین دوسرے متحرک کو ساکن کرکے بولتے ہین یعنی وزن افکانا مانوس ثقیل سمجھ کر مہند کر ڈالتے ہین اور جب دوسرا حرف ساکن ہو گیا تو غلبہ و درجہ پانچوین قسم کے وزن ہین اور حیوان جولان ساتوین قسم کے وزن مین داخل ہو گیا اس وجہ سے کہ اردو کی زبان توالی حرکات کی متحمل نہین ہے اور اسی وجہ سے سبب ثقیل اور وتد مفروق اور فاصلہ اردو کے الفاظ مین نہین پایا جاتا یہ تینون جزو الفاظ عربی کے لئے مخصوص ہین جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ الفاظ اردو کے اجزا چار ہی طرح کے ہین اور سبب ثقیل و وتد مفروق و فاصلہ کبھی اردو مین جزو کلمہ نہین واقع ہوتا اور یہ بھی تم سمجھ گئے کہ تمام زبان بھر مین الفاظ کے پندرہ ہی وزن ہین جس مین کہین توالی حرکات نہین پائی جاتی تو اب ان عروض پر لحاظ کرو مثلاً ایک وزن ہے

فعلن فعلن فعلن فعلن

کہ یہہ سارا وزن محض تو اصل سے مرکب ہے۔ اور ایک وزن ہے

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

کہ اس کے ہر رکن مین توالی حرکات موجود ہے۔ اسی طرح اور ایک وزن ہے جس مین قصائد و غزلیات و واسوخت و مراثی کثرت سے لوگ کہا کرتے ہین یعنی

فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

اسکے بھی ہر رکن مین توالی حرکات موجود ہے اب خیال کرو کہ ایسے ایسے اوزان

ہین جب ہم اردو کی الفاظ باندہین گے تو اون الفاظ کی کیا گت ہوگی اور کن کن تکلیفات سے اوسمین توالی حرکات پیدا کرنا پڑیگی بھی دیہے کہ عمر بہر شعر کہو جب بھی ان اوزان مین فی البدیہہ کہنے کی قدرت نہین حاصل ہوتی بخلاف عربی کے کہ اون کو بیدار ان طبعی معلوم ہوتی ہے اور اونکا فی البدیہہ کہنا مشہور و معروف ہے غرض کہ غالب سے شاعر متفرد نے عمر بہر مشق کرکے بھی ان اوزان پر قابو نہ پایا اور وزن غیر طبعی ہونے کے سبب سے دھوکا کھایا۔ اس رباعی کی شرح مین جو کچھ مین لکھہ گیا ہون وہ کتاب کے مخصصات و سوانح اوقات و معتقات مین سے ہے بذا تمام قدرت بہ اس مسئلہ کے متعلق ایک مفید حکایت یاد آگئی سنئے اور سوجئے ڈیون پورٹ کی کتاب الخلافہ کا ترجمہ بنگلہ زبان مین کرنا منظور تہا حیدرپور کے مسلمان بنگالی اُس کے ترجمہ کے مشتاق ہوئے تھے اور اہل مشیٔ برج سے اس امر کی درخواست کی تھی اسپر کئی بنگالیون سے ہم لوگون نے اجرت ترجمہ کے متعلق گفتگو کی ہر ایک نے یہی خواہش کی کہ ہمین اجازت دو کہ نظم مین اوسکا ترجمہ کرین کیونکہ نثر سے نظم ہمکو سہل معلوم ہوتی ہے

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل — سن سن کے سخن وران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہین فرمایش — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

لفظ گویم مین ایہام ہے شعر کہنا بھی اس سے مراد ہے اور اونکی بات کا جواب دینا بھی مقصود ہے

بہمی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ دال — ہی لطف و عنایت شہنشاہ دال
یہ تجھہ پسند دال بے بحث و جدال — ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

چوتہا مصرع میر کے عندیہ مین بے معنی ہے اکثر شعرا اس طرح کی بامعنی بناتے ہین اور معنی کی خبر نہین رکہتے ان جہان معنی بھی باقی رہ جاتے ہین وہان لطف پیدا ہوتا ہے جیسے نعمت خان عالی کہتے ہین ؎

فقط سچ جا اگر افتد زبانگرونہ دیان، خامشی ہر وقت خوبست و سخن برجا خوش است

یا عربی مین کسی بزرگ کا قول ہے کہ عزلت بے عین عبادت زلت اور بے زاے زہد علت ہے ۔

---

ہین شر مین صفات قہر و الجلالی باہم  آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نہ کیون سافل و عالی باہم  ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دوالی کی بت پرستی مرتبہ سافل ہے اور شب قدر کی عبادت درجہ عالی ہے ۔

---

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کر  تا شام شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتہ عمر مین گانٹھہ  ہے صفر کہ افزائش اعداد کرے

مصد کی زبان پر گانٹھہ کا لفظ تہا مگر اب متروک ہے

---

اس رشتہ مین لاکھہ تار ہون بلکہ سوا  اتنی ہی برس شمار ہون بلکہ سوا
ہر سینکڑہ کو ایک گرہ فرض کرین  ایسی گرہین ہزار ہون بلکہ سوا

لکھنؤ کی زبان مین سینکڑہ اور سینکڑون مین نون غنہ نہین ہے اور دلی کے لوگ نون کے ساتھہ بولتے ہین

کہتی ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین  عشاق کی پرسش سے اوسے عار نہین
جو بات کہ ظلم سے اوٹھایا ہوگا  کیونکر مانون کہ اوسمین بلوار نہین

میرے مصرع مین ابہام ہے یعنے ہاتھہ اوٹھانا مارنے کے معنی پر بھی ہے اور فعل تعلق کرنے کو بھی ہاتھہ اوٹھانا کہتے ہین

---

ہم گرچہ ہین سلام کرنے والے  کرتے ہین درنگ کام کرنے والے
کہتے ہین کہین خدا سے اللہ اللہ  وہ آپ ہین صبح و شام کرنے والے

سلام کرنے والے امیدوار۔ کام نکالنے والے اہل مقدورات۔ یعنی ہم سے وہ کہتے ہین کہ جاؤ اللہ اللہ کرو تو اللہ میان خود ہی صبح و شام کرتے ہین

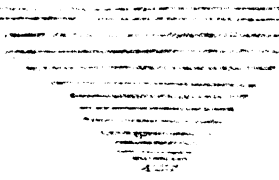
سامان خورد و خواب کہاں سے لاؤں ۔ آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن ۔ خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں

یعنی روزہ کے وجوب کا اذعان بقلب اقرار بحرف مجھے ہے اگر سامان ہو تو
امتثال بھی کرتا ۔

---

ان سیم کے بیجوں کو کئی کیا جانے ۔ بوتے ہیں جو ہم آہ و فغاں سرد کے دانے
کٹ کر گریں گے ہم دعائیں سو بار ۔ فیروزہ کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

بیسنی روٹی اور حلوا مسند دال یا دعا نے خاصہ میں سے بھیجی تھی اگر سیم کے
بیجوں کا بھی سالن آتا تو تسبیح بن سکتی ڈالی میں بھیجے آئے تھے اور اس سے
فیروزہ کی تسبیح بوندہ کر سنگ عقیقہ شاہی میں سو بار کن کر دعا دینگے



# غلطنامۂ شرح دیوان غالب

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۴ | ۲ | کردن | نہ کردن |
| ۱ | ۱۸ | بالش | بارش |
| ۱۸ | ۲۵ | رکھی | کر رکھی |
| ۲۰ | ۱۳ | فاس | فاعل |
| ۲۱ | ۱۵ | کہ | × |
| ۲۸ | ۸ | تکلیف | تکلف |
| 〃 | 〃 | بجب | بجسب |
| ۳۲ | ۱۹ | سی | سے |
| 〃 | ۲۳ | کرتا ہے | کر |
| ۳۴ | ۸ | محاورہ | × |
| ۳۵ | ۱۷ | اعتراض | اعراض |
| ۳۸ | ۹ | مین | بن مین |
| ۴۰ | ۱ | کڑا | ٹکڑا |
| ۴۱ | ۱۴ | لگ | جو لوگ |
| ۴۴ | ۱۹ | لطف | نقطہ |
| ۴۵ | ۲۲ | کے | کہ |
| ۴۸ | ۱۳ | خوکی | خوبی |
| ۵۶ | ۱۲ | نگا | نگار |
| 〃 | 〃 | اور | و |
| ۶۱ | ۹ | کنکھیون | کنکھیون سے |
| ۱۰۴ | ۱۳ | آسے | آپ سے |
| ۱۲۹ | ۴ | جو | × |
| 〃 | ۱۲ | آزاد | آرزو |
| ۱۳۰ | ۲۳ | خلقت | خلقی |
| ۱۴۲ | ۱۶ | جیسے بخشنا | جیسے بخشنا |
| ۱۵۱ | ۱۲ | موقون | موقعون |
| ۱۵۶ | ۲ | ایسی | اسے |
| ۱۶۷ | ۱۶ | عشق | مجز |
| ۱۷۰ | ۶ | باغ یار | صحن باغ |
| ۱۷۱ | ۱۹ | | شرمندۂ آدمی گیہانوا تم |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۷۲ | ۱۰ | یون ہین | یوہین |
| ۱۸۱ | ۵ | زندگی | زوگی |
| ۱۸۲ | ۵ | مصرون | مصرعون |
| ۱۸۵ | ۷ | بیٹھے بیٹھے | بیٹھتے بیٹھتے |
| ۱۸۷ | ۱۰ | ٹہیک | ٹپک |
| ۲۳۴ | ۷ | جیسے | جسے |
| 〃 | ۱۰ | دہی | رہے |
| ۲۲۵ | ۵ | شاہد | شہنشاہ |
| 〃 | ۷ | متجر | متحیر |
| ۲۴۱ | ۱۰ | اضافت | کسرہ |
| ۲۴۲ | ۹ | معرف | معرفت |
| ۲۴۷ | ۲ | آتش بار | آتش باز |
| ۲۵۱ | ۲۱ | مستغنی | مستغنی |
| ۲۶۳ | ۲۰ | × | خم کے خم |
| ۲۹۲ | ۱۱ | × | صنعت کے |
| ۲۹۷ | ۱۴ | × | تیقین جرتن جین |
| ۳۰۴ | ۲ | بعض | محض |
| ۷ | ۲۰ | تو | تو بھی |
| ۳۰۵ | ۱۵ | جیسی | جیسے |
| ۳۱۳ | ۱۵ | سوختہ کو | کو سوختہ |
| ۳۲۱ | ۲ | سعدی | کلام سعدی |
| ۳۲۲ | ۱۳ | حسابوان | حسابوان |
| ۳۲۳ | ۱۱ | × | یعنی ایک |
| 〃 | ۱۵ | × | اطناب مخل |
| 〃 | ۲۲ | × | فارسی مین |
| ۳۲۴ | ۹ | سے | سے |
| 〃 | ۲۲ | × | جاتا ہے |
| ۳۲۶ | ۲۵ | × | دل ملک |
| ۳۲۷ | ۹ | × | نہیں بن پڑا |
| 〃 | ۱۰ | × | بے نون |
| ۳۳۲ | ۴ | حضرت | حضر |
| 〃 | ۱۴ | × | اور کسی کو |
| ۳۴۶ | ۴ | ہوتی ہے | ہوتے ہین |